مہتاب داغ

۱

میں کلمہ گو ہوں خاص خدا و رسول کا
آتا ہے بام عرش سے مژدہ قبول کا
وہ پاک بے نیاز تجسم سے ہے بری
محتاج فوق و تحت، نہ وہ عرض و طول کا
انسان سے بیان ہوں کیوں کر صفات ذات
ایسا کہاں ہے ذہن ظلوم و بہول کا
دونوں نہاں میں بوئے محمدؐ ہے عطر پنیر
کونین میں ہے رنگ فقط ایک پھول کا
صلی علیٰ! ہے نام محمدؐ میں کیا اثر
درماں در علیل و حزین و ملول کا
طاعت خدا کی اور اطاعت رسول کی
یہ ہے طریق، دولت دیں کے حصول کا
یہ داغ ہے صحابہ عظام کا مطیع
یہ داغ جاں نثار ہے آل رسول کا

☆☆☆

۲

یا رب ہے بخش دینا بندے کو کام تیرا
محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا
جب تک ہے دل بغل میں ہر دم ہو یاد تیری
جب تک زباں ہے منہ میں جاری ہو نام تیرا
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا
احمدؐ رسول تیرا مصحف کلام تیرا
شمس الضحیٰ محمدؐ بدر الدجیٰ محمدؐ

ہے نور پاک روشن ہر صبح و شام تیرا
اس شاہ انبیاء کے در کا ہوں میں سلامی
آیا سلام جس کو پہنچا پیام تیرا
ہے تو ہی دینے والا پستی سے دے بلندی
اسفل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا
بے چون و بے چگوں ہے بے شبہ ذات تیری
واحد احد صمد ہے اللہ نام تیرا
محروم کیوں رہوں میں جی بھر کے کیوں نہ لوں میں
دیتا ہے رزق سب کو ہے فیض عام تیرا
یہ داغ بھی نہ ہو گا تیرے سوا کسی کا
کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا

☆☆☆

۳

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا
یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا دل کا
کبھی منہ چوم لو بے ساختہ پیار آ جائے
میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا
نگہ یار نے کی خانہ خرابی ایسی
نہ ٹھکانا ہے جگر کا نہ ٹھکانا دل کا
پوری مہندی بھی لگانی نہیں آتی اب تک
کیوں کر تجھے غیروں سے لگانا دل کا
غنچہ گل کو وہ مٹھی میں لیے آتے تھے
میں نے پوچھا تو کیا مجھ سے بہانا دل کا
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا
دے خدا اور جگہ سینہ و پہلو کے سوا

کہ برے وقت میں ہو جائے ٹھکانا دل کا

میری آغوش سے کیا ہی وہ تڑپ کر نکلے

ان کا جانا تھا الٰہی کہ یہ جانا دل کا

نگہ شرم کو بے تاب کیا کام کیا

رنگ لایا تری آنکھوں میں سمانا دل کا

انگلیاں تار گریباں میں الجھ جاتی ہیں

سخت دشوار ہے ہاتھوں سے دبانا دل کا

حور کی شکل ہو تم نور کے پتلے ہو تم

اور اس پر تمھیں آتا ہے جلانا دل کا

چھوڑ کر اس کو تری بزم سے کیوں کر جاؤں

اک جنازے کا اٹھانا ہے اٹھانا دل کا

بے دلی کا جو کہا حال تو فرماتے ہیں

کر لیا تو نے کہیں اور ٹھکانا دل کا

بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ میں آیا

وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا

☆☆☆

۴

سبب کھلا یہ ہمیں ان کے منہ چھپانے کا

اڑا نہ لے کوئی انداز مسکرانے کا

طریق خوب ہے یہ عمر کے بڑھانے کا

کہ منتظر رہوں تا حشر اس کے آنے کا

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو

کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا

وہ عذر جرم کو بدتر گناہ سے سمجھے

کوئی محل نہ رہا اب قسم کھانے کا

بہ تنگ آ کے جو کی میں نے ترک رسم وفا

ہر اک سے کہتے ہیں یہ حال ہے زمانے کا
جفائیں کرتے ہیں تھم تھم کے اس خیال سے وہ
گیا تو پھر ی نہیں میرے ہاتھ آنے کا
نہ سوچے ہم کہ تہ تیغ ہو گی خلق اللہ
گھٹا نہ حوصلہ قاتل کے دل بڑھانے کا
اثر ہے اب کی مئے تند میں وہ اے زاہد
کہ نقشہ تک بھی نہ اترے شراب خانے کا
سمائیں اپنی نگاہوں میں ایسے ویسے کیا
رقیب ہی سہی، ہو آدمی ٹھکانے کا
لگی ہے چاٹ مجھے تلخی محبت کی
علاج زہر سے مشکل ہے زہر کھانے کا
تمہیں رقیب نے بھیجا کھلا ہوا پرچہ
نہ تھا نصیب لفافہ بھی ادھر آنے کا
لگی ٹھکانے سے بلبل کی خانہ بربادی
چراغ گل میں بھی تنکا ہے آشیانے کا
خطا معاف، تم اے داغ اور خواہش وصل
قصور ہے یہ فقط ان کے منہ لگانے کا

☆☆☆

۵

دل مجھ سے ترا ہائے ستمگر نہیں ملتا
مر جاؤں گلا کاٹ کے خنجر نہیں ملتا
دو دن بھی کسی سے وہ برابر نہیں ملتا
یہ اور قیامت ہے کہ مل کر نہیں ملتا
یا ترک ملاقات کی خو ہو گی ان کو
یا یہ ہے کہ مجھ سے کوئی بہتر نہیں ملتا
اے کاش ہم اب ٹھوکریں کھا کر ہی سنبھلتے

سر ملتے ہیں اس کوچے میں پتھر نہیں ملتا

زاہد نے اڑائے تو صفات ملکوتی
حضرت کا فرشوں سے ابھی پر نہیں ملتا

انکار سے امید ہے اقرار سے یاس
جب وعدہ کیا پھر وہ مقرر نہیں ملتا

کیا پوچھتے ہو بزم میں کیا ڈھونڈ رہے ہو
لو صاف بتا دوں دل مضطر نہیں ملتا

تصویر تو پیدا ہے مصور نہیں پیدا
آئینہ تو ملتا ہے سکندر نہیں ملتا

ہر آبلے میں خار ہے ہر زخم میں پیکاں
ملتے سے مری جاں کوئی کیوں کر نہیں ملتا

کیوں کر نہ مریں موت پہ بیمار محبت
ایسا یہ مزا ہے کہ مکرر نہیں ملتا

کیا عید کے دن بھی رمضان ہے کہ جو ساقی
مجھ کو نہیں ملتا کوئی ساغر نہیں ملتا

محفل میں تری عید کے دن میرے گلے سے
وہ کون سا فتنہ ہے جو اٹھ کر نہیں ملتا

پروانے کا بھی وقت ہے بلبل کا بھی موسم
مرتا ہوں جو معشوق گھڑی بھر نہیں ملتا

یا رب مرے اشکوں سے نہ تاثیر جدا ہو
اس قافل سے کوئی بچھڑ کر نہیں ملتا

اس سے ہی کوئی وصل کی صورت نکل آتی
عکس آپ کا آئینے سے باہر نہیں ملتا

ہر وقت پڑھے جاتے ہیں کیوں داغ کے اشعار
کیا تم کو کوئی اور سخن ور نہیں ملتا

☆☆☆

حسینوں کی وفا کیسی جفا کیا
جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا
برا کہنے سے کہیے مدعا کیا
یہ سن کر چپ رہے گا دوسرا کیا
ڈریں کیوں پرسش روز جزا سے
جو پوچھے ہم کو اس کا پوچھنا کیا
نگاہ ناز سے دیکھیں وہ پھر کیوں
مکرر جو ادا ہو وہ ادا کیا
بگڑ بیٹھے عبث ذکر عدو پر
سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا
وہ دل کو چیر کر سو بار دیکھیں
نکلتا ہے ہمارا مدعا کیا
ادا چاک گریباں کی اڑائی
کھلے رہتے تھے یوں بند قبا کیا
یہ سنوایا فغاں بے اثر نے
کرے گا اور تو اس کے سوا کیا
مری صحبت سے کیوں بچتے ہیں احباب
الٰہی جیتے جی میں مر گیا کیا
ذرا دم لو کہیں گے حال دل بھی
ہمارے لب پہ رکھا ہے گلا کیا
عدو ہو وصل ہو میرے گلے ہوں
ترے دل میں بھی ہیں ارمان کیا کیا
کبھی تڑپا کے دل پر ہاتھ رکھنا
کبھی کہنا اسے یہ ہو گیا کیا
نگاہ رحم جرم عشق پر کیوں

یہ کی ہے بخشوانے کو خطا کیا
کہا ظالم نے سن کر داغ کا حال
بہت اچھے ہیں ان کا پوچھنا کیا

☆☆☆

ے

برا ہے شاد کو ناشاد کرنا
سمجھ کر سوچ کر بیداد کرنا
نہیں آتا ہمیں برباد کرنا
یہ پھر کہنا یہ پھر ارشاد کرنا
عدو کے غم میں یوں فریاد ہر وقت
بھلا دوں گا تجھے میں یاد کرنا
مرے صیاد کو اک کھیل ٹھہرا
پھنسا کر دام میں آزاد کرنا
جو آنکھوں میں ہے دل میں ہو وہی نور
الٰہی دونوں گھر آباد کرنا
رہے بعد فنا بھی جس کی لذت
قسم ہے تم کو وہ بیداد کرنا
ہمیں شوق جفا ہے یہ تو کہہ دو
نہ کرنا یا ستم ایجاد کرنا
غم دنیا و دیں میں مبتلا ہوں
مرے مولا مری امداد کرنا
چھپانا راز وصل احباب سے داغ
پھر ارمان مبارک باد کرنا

☆☆☆

میں راز دل بیان کروں انجمن میں کیا
تکیہ کلام آپ کا ہے ہر سخن میں کیا
تعریف پر مری یہ الجھنا سخن میں کیا
پھرتا ہے نام غیر کا تیرے دھن میں کیا
ہے ساتھ ساتھ شام غریبی کے کچھ دھواں
یاروں نے گھر کو آگ لگا دی وطن میں کیا
فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز
اس کے سوا ہے اور تری انجمن میں کیا
میں خلد میں ہوں اور نکیرین قبر میں
خالی کفن پڑا ہے دھرا ہے کفن میں کیا
قاصد کے فیصلے سے مرے ہوش اڑ گئے
کیا جانے کہہ دیا اسے دیوانہ پن میں کیا
غربت میں پوچھ لیتے ہیں باد صبا سے ہم
رہتا ہے ذکر خیر ہمارا وطن میں کیا
کیوں سخت گفتگو نہیں کرتے رقیب سے
کچھ چوٹ لگتی ہے لب پیاں شکن میں کیا
مٹھی میں دل نہ تھا جو اٹھے ہاتھ جھاڑ کے
الجھا ہوا ہے زلف شکن در شکن میں کیا
عرض وصال پر یہ دو حرفی جواب ہے
ہر اک سخن میں کیوں کبھی ہر اک سخن میں کیا
زیر زمیں بھی مجھ پہ قیامت بپا رہی
فتنے کا عطر اس نے ملا تھا کفن میں کیا
اس بے وفا کے شکوے سے بے چین ہو گیا
پیغام بر کے آگ لگی تن بدن میں کیا
تجھ کو بھی ہے خبر تیرے ملنے کے ڈھنگ ہیں
خلوت میں کیا خیال میں کیا انجمن میں کیا
تسخیر جذب عشق کی تاثیر الاماں

جادو ہے آپ کی نگہ سحر فن میں کیا
سن سن کے میری شوخی تقریر یوں کہا
توبہ ہے یہ زبان رہے گی دھن میں کیا
اے داغ قدر دان سخن اب وہیں تو ہیں
تعریف اس غزل کی نہ ہو گی دکن میں کیا

☆☆☆

۹

توبہ توبہ سر تسلیم جھکایا جاتا
ہ جو سمجھے تھے اگر تجھے میں نہ پایا جاتا
میں کسی ند جو عنایت سے بلایا جاتا
پیشتر مجھ سے مجھے چھوڑ کے سایا جاتا
اے نزاکت ترے قربان کہ وقت رخصت
وہ کہیں "ہم سے تو گھر تک نہیں جایا جاتا"
میں گنہگار نہ ہوتا جو الٰہی مجھ کو
دہر برس نامہ اعمال دکھایا جاتا
باغ ہستی سے عدم میں ہے سوا کیفیت
عمر رفتہ سے پلٹ کر نہیں آیا جاتا
شوق ایسا کہ تری راہ میں مر کر بھی چلوں
ضعف ایسا کہ نہیں جان سے جایا جاتا
بدگمانی مجھے گھبرائے نہ دیتی اتنا
منہ پہ قاصد کے اگر قفل لگایا جاتا
وہ خریدار ہی دل کے نہ ہوئے کیا کیجیے
ہم بھی کچھ دیتے کچھ ان کو بھی دبایا جاتا
فتنہ سازی بھی مرے دل کی قیامت ہوتی
گر ترے کوچے کی مٹی سے بنایا جاتا
ان کی محفل میں رقیبوں نے کسے اوازے

بولتا میں تو گلا میرا دبایا جاتا
حسن کی شان میں ہے رنگ ظہور اے موسیٰ
تو اگر آنکھ چراتا تو دکھایا جاتا
اٹھ کے کعبے سے نہ جاتا جو صنم خانے کو
اور پھر داغ کہاں بار خدایا جاتا

☆☆☆

۱۰

کاش تو گور غریباں پہ نہ مضطر پھرتا
صبر سے ناز سے تمکین سے ٹھہر کر پھرتا
میرے ہی ہاتھ سے مشکل مری آساں ہو گی
مجھ کو دیجیے جو نہیں آپ سے خنجر پھرتا
بیڑیاں ڈال کے گر دفن نہ کرتے احباب
اے جنون لاشہ مرا قبر کے اندر پھرتا
خاک میں ملنے کی جب داد ہماری ملتی
آسماں بن کے بگولا سر محشر پھرتا
دم تزئین جو ذرا آنکھ تمہاری پھرتی
مضطرب آئینے میں حلقہ جوہر پھرتا
کچھ گرہ میں بھی ہے جو دل کے خریدار بنے؟
یہ سمجھ لو کہ یہ سودا نہیں لے کر پھرتا
میں نہ ہوتا تو مزہ بادہ کشی کا بھی نہ تھا
ڈھونڈتا مجھ کو تری بزم میں ساغر پھرتا
جوش پر اور قیامت کی جوانی آتی
ہاتھ میرا جو ترے سینے پر اکثر پھرتا
رہ نما بن کے جو تقدیر مجھے لے جاتی
بیٹھتا رات بھر اس کے کوچے میں دن بھر پھرتا
چرخ کو آگ لگاتی اگر آہ سوزاں

صورت شعلہ جوالہ یہ چکر پھرتا

لطف تھا میں بھی شب وصل کہیں چھپ جاتا

آدمی ان کا مری ٹوہ میں گھر گھر پھرتا

یہ نہ کہیے کہ نہیں اہل وفا میں کوئی

نام اک شخص کا ہے میری زبان پر پھرتا

تم نہ آتے تو یہ انداز کہاں سے ہوتے؟

بیٹھتا بزم میں بن کرکری تن کر پھرتا

کیا مرے ہاتھ میں کل تھی جو پھراتا اس کو

چند گو دل کسی محبوب سے کیوں کر پھرتا

داغ چھٹتی در لیلیٰ کی گدائی نہ کبھی

چتر شاہی بھی اگر قیس کے سر پر پھرتا

☆☆☆

11

غیر کا میں بھی اگر چاہنے والا ہوتا

ڈھنگ اس چاہ کا دنیا سے نرالا ہوتا

پارسا کوئی اگر تاکنے والا ہوتا

دختر رز نے بڑا نام اچھالا ہوتا

قیس کو آبلہ پا سے ہوا کیا حاصل

پاؤں میں ناقہ لیلیٰ کے یہ چھالا ہوتا

جان اے کاش محبت میں سنبھل کر جاتی

موت کی موت سنبھالے کا سنبھالا ہوتا

تیشہ فرہاد نے بے کار سنبھالا اے عشق

کام بنتا جو ذرا دل کو سنبھالا ہوتا

ساتھ عشاق کے یہ پھر بھی نہ کرتا نرمی

آسماں گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا

ہم سے یوسف کا بیاں ہی نہ کیا کیا واعظ نے

ورنہ ہر بات میں تیرا ہی حوالا ہوتا

کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب اے تقدیر
اس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا

سن کے اللہ کی تعریف کہا اس بت نے
تو نے ہم میں تو کوئی عیب نکالا ہوتا

ہ سناتے جو کوئی درد ہمارا سنتا
دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

مل کے اک بار اگر پھر اسی ملتی نہ شراب
لب پہ مے ہاتھ میں زاہد کے پیالہ ہوتا

تیرگی زلف کی خورشید رخ یار سے ہے
دھوپ میں رنگ نہ کس طرح سے کالا ہوتا

نامہ بر دیکھ کے تیور انہیں خط دینا تھا
باتوں باتوں میں فقط کام نکالا ہوتا

خیر گزری کہ رہی خلق میں گھٹ کر فریاد
دل بے تاب نے محشر سے نکالا ہوتا

درد فرقت کی کھٹک وصل میں کیا مٹ جاتی
آہ تھمتی اگر اے داغ تو نالا ہوتا

☆☆☆

۱۲

دل کو تاکا تو مری جان جگر چھوڑ دیا
اس طرف بھی نہ کوئی تیر نظر چھوڑ دیا

چھوڑتا مجھ کو نہ بسمل وہ مگر چھوڑ دیا
سر پہ احسان رہے اس لیے سر چھوڑ دیا

یہ تلون مرے صیاد کا دیکھے کوئی
کہ ادھر دل کو پھنسایا تو ادھر چھوڑ دیا

ٹکڑے ٹکڑے کیا ناصح کا گریباں میں نے

شکر ہے اس نے مرا دامن تر چھوڑ دیا
کیا نزاکت کی شکایت ہے غنیمت جانو
ہم نے لپٹا کے گلے وقت سحر چھوڑ دیا
کام سب خانہ خرابی کے ہوئے ہیں تجھ سے
رحم کھا کر تجھے اے دیدہ تر چھوڑ دیا
پھر کہاں تھا نہ یہاں تھا نہ وہاں تھا وہ شوخ
دامن اس کا جو سر راہ گزر چھوڑ دیا
لے گئی تھی ترے دیوانے کو گھر سے وحشت
نہیں معلوم کہ جنگ میں کدھر چھوڑ دیا
غیر کے حال سے مطلب جو ہمارا نکلا
اس نے وہ ذکر جو تھا آٹھ پہر چھوڑ دیا
نامہ بر زندہ نہ چھٹتا کبھی اس سے لیکن
پڑھ کے خط سوچ کے کچھ سن کے خبر چھوڑ دیا
آپ پھنس جائیں گے ہم آپ نہ تکلیف کریں
یہ تو فرمایئے دو دن میں اگر چھوڑ دیا
داغ وارفتہ طبیعت کا ٹھکانا کیا ہے
خانہ برباد نے مدت ہوئی گھر چھوڑ دیا

۱۳

غزل مستزاد

جب ان سے حال دل مبتلا کہا تو کہا
"بچائے تجھ سے خدا"
کچھ اور اس کے سوا مدعا کہا تو کہا
"ہماری جانے بلا"
کہا جو ان سے کہ ہو سر سے پاؤں تک بے عیب

تو وہ بولے "لاریب"
دغا شعار و ستم آشنا کہا تو کہا
"ملے گی تجھ کو سزا"
غم فراق سنایا تو سن کے فرمایا
"ہمیں نہ رحم آیا"
رقیب کا جو ذرا ماجرا کہا تو کہا
"یوں ہی سہی تجھے کیا؟"
نہ دل وہی ہے نہ عاشق کی جاں نوازی ہے
"یہ بے نیازی ہے"
عذاب پرسش روز جزا کہا تو کہا
"ہمیں نہیں پروا"
خدا کے بندوں پہ ایسا ستم روا نہ کرو
"ذرا خدا سے ڈرو"
کسی غریب نے بالتجا کہا ، تو کہا
"کسی کو کیوں چاہا"
شکایت طپش غم سے کیا ہو دل ٹھنڈا
"اثر ہو جب الٹا"
تمہاری باتوں سے دل جل گیا کہا ، تو کہا
"جلانے میں ہے مزا"
عدو کا ذکر جو ہم چھیڑے سے نکالتے ہیں
"وہ صاف ٹالتے ہیں"
یہ کیا طریق ہے اے بے وفا کہا تو کہا
"تجھے تو ہے سودا"
پتے کی ان سے جو کوئی کہے قیامت ہے
"کہ اس سے نفرت ہے"
حسین کہا تو سنا خود نما کہا تو کہا
"بہت بگڑ کے بجا"

شریر و شوخ ہے وہ داغ یہ تو ہے ظاہر
''عبث ہوئے تر بھر''
کسی نے چھیڑ سے تم کو برا کہا تو کہا
''کہ چھیڑ کا ہے مزا''

☆☆☆

۱۴

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دل ربا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا
جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
میں نے دیکھا ان کی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہو گیا جاتا رہا
اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے
ورنہ برسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا
دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
ڈھونڈنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا
مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھ کو ملال
دشمنی کا لطف' شکوے کا مزا جاتا رہا
ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی حرف مدعاجاتا رہا
اچھی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاک جھانک
رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا
کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
کاش ساتوں آسمانوں پر گرے یہ برق آہ
حیف ہے اس کا ہمارا سامنا جاتا رہا

دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیر نگاہ
صید جس دم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا
حرص دامن گیر دنیا' مال دنیا بے ثبات
جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا
داغ کچھ درہم نہ تھا جس کا انہیں ہوتا ملال
ہو گیا گم ہو گیا جاتا رہا جاتا رہا

☆☆☆

۱۵

لے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا
ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا
اپنے دل کو بھی بتاؤں نہ ٹھکانا تیرا
سب نے جانا جو پتا ایک نے جانا تیرا
تو جو اے زلف پریشان رہا کرتی ہے
کس کے اجڑے ہوئے دل میں ہے ٹھکانا تیرا
آرزو ہی نہ رہی صبح وطن کی مجھ کو
شام غربت ہے عجب وقت سہانا تیرا
یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے
کام آتا ہے برے وقت میں آنا تیرا
اے دل شیفتہ میں آگ لگانے والے
رنگ لایا ہے یہ لاکھے کا جمانا تیرا
تو خدا تو نہیں اے ناصح ناداں میرا
کیا خطا کی جو کہا میں نے نہ مانا تیرا؟
رنج کیا وصل عدو کا جو تعلق ہی نہیں
مجھ کو واللہ ہنساتا ہے رلانا تیرا
ترک عادت سے مجھے نیند نہیں آنے کی
کہیں نیچا نہ ہو اے گور! سرہانا تیرا

میں جو کہتا ہوں اٹھائے ہیں بہت رنج فراق
وہ یہ کہتے ہیں بڑا دل ہے توانا تیرا

بزم دشمن سے تجھے کون اٹھا سکتا ہے
اک قیامت کا اٹھانا ہے اٹھانا تیرا

اپنی آنکھوں میں ابھی کوند گئی بجلی سی
ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا

یوں تو کیا آئے گا تو فرط نزاکت سے یہاں
سخت دشوار ہے دھوکے میں بھی آنا تیرا

داغ کو یوں وہ مٹاتے ہیں یہ فرماتے ہیں
تو بدل ڈال ہوا نام پرانا تیرا

☆☆☆

۱۶

دیکھے منصور اگر آج زمانہ تیرا
ہو انا الحق کی جگہ لب پہ ترانہ تیرا

داغ ہر ایک زبان پر ہو فسانہ تیرا
وہ دن آتے ہیں وہ آتا ہے زمانہ تیرا

ہدف دل سے نکلتی ہے ہزاروں آہیں
تیر پر تیر لگاتا ہے نشانہ تیرا

بو الہوس کو بھی ہوا نقد محبت پہ غرور
یا الٰہی کوئی لٹتا ہے خزانہ تیرا

موت سے وہ ہی دم نزع بہانہ کر لوں
یاد آ جائے مجھے کاش بہانہ تیرا

تو نے مارا نہیں عاشق کو مگر یہ تو بتا
نام لیتا ہے مری جان زمانہ تیرا

غیر کی نعش اٹھائی تو نہ ہو خواب میں آج
بار کاکل سے نہ دکھا کبھی شانہ تیرا

صفت حسن کرے کوئی کسی پردے میں
بول اٹھتا ہے مری جان! فسانہ تیرا
تیرے ہر عضو میں تصویر کا عالم دیکھا
ہے تن صاف عجب آئینہ خانہ تیرا
بن گیا آہن پیکاں بھی مگر مقناطیس
تیر سے اڑ کے لپٹتا ہے نشانہ تیرا
اس سلیقے کی عداوت کہیں دیکھی نہ سنی
تو زمانے کا عدو دوست زمانہ تیرا
قتل عشاق کیا کھیل سمجھ کر تو نے
ابھی باقی ہے لڑکپن کا زمانہ تیرا
مدعی دیکھ ہمیں چشم حقارت سے نہ دیکھ
کل ہمارا تھا جو ہے آج زمانہ تیرا
وعدہ حشر پہ بے ساختہ دل لوٹ گیا
عہد کا عہد بہانے کا بہانہ تیرا
میرزا داغ ہو یا شاہ دکن مورد لطف
اور دن رات رہے جشن شہانہ تیرا

☆☆☆

۱۷

غرض کس کو کرے ماتم ہمارا
مبارک ہو ہمیں کو غم ہمارا
خدا ہی کچھ سنبھالے تو یہ سنبھلے
مزاج اب ہو گیا برہم ہمارا
لڑا رکھی ہے جان ایسا جفا پر
کوئی دیکھے ذرا دم خم ہمارا
خوشی نے بزم میں کیا رنگ بدلا
کہ تم سے بڑھ کر ہے عالم ہمارا

دیے جا اے فلک پورا ہی آزار
نہ ہو قسمت سے حصہ کم ہمارا

کہیں الجھا ہوا ہے دل تمہارا
کہیں اٹکا ہوا ہے دم ہمارا

کسی کے آشنا ہوتے نہیں تم
ہوا کیوں کر تمہارا غم ہمارا

ترے عالم کو جب سے ہم نے دیکھا
تماشائی ہے اک عالم ہمارا

پھر اتنا بھی نہیں اے داغ کوئی
غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا

☆☆☆

۱۸

قسمت اس کی ہے جس نے اسے پایا تنہا
خواب میں بھی تو مرے ڈر سے نہ آیا تنہا

حسن بے پردہ ہوا انجمن آرا ہو کر
اس نے ہم کو نہ کبھی جلوہ دکھایا تنہا

بھیج اس شوخ کی تصویر نکیرین کے ہاتھ
قبر میں مجھ کو نہ رکھ بار خدایا تنہا

میرے ہمراہ مرے دوست بھی غم کھاتے ہیں
خاک کھایا جو کسی شخص نے کھایا تنہا

میں اسی وادی پرخار میں ہوں تیز قدم
رہ گیا مجھ کو جہاں چھوڑ گئے سایا تنہا

عود و مجمر کی طرح جل گئے پروانہ و شمع
ایک تو ہے کہ مجھے تو نے جلایا تنہا

کون بے کس کی زمانے میں خبر لیتا ہے
دل نے سینے میں بہت شور مچایا تنہا

قتل عالم کا رہا شوق مرے قاتل کو
جان سے اس کو نہ مارا جسے پایا تنہا

اے فلک زیر زمیں تجھ کو سلائے اللہ
تو نے برسوں مجھے راتوں کو سلایا تنہا

ساتھ لا کر وہ رقیبوں کو یہ فرماتے ہیں
کیا سبب تھا جو مجھے تو نے بلایا تنہا؟

ایک میں جاؤں گا ہستی سے ترا غم لے کر
واقعی جائے گا تنہا یہ جو آیا تنہا

خلوت ناز کے تم نے بھی اڑائے ہیں مز
ہم نے بھی لطف تصورکا اٹھایا تنہا

راز داروں کو رفیقوں کو خبر کرنی تھی
داغ نے تو وہاں رنگ جمایا تنہا

☆☆☆

۱۹

بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا
وہ کافر صنم کیا خداہے کسی کا

دعا مانگ لو تم بھی اپنی زباں سے
کہ پورا ہو جو مدعا ہے کسی کا

ادھر آ کلیجے سے تجھ کو لگا لوں
تجھی پر تو دل آ گیا ہے کسی کا

کسی کی تپش میں خوشی ہے کسی کی
کسی کی خلش میں مزا ہے کسی کا

ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایہ
مقدر بہت نارسا ہے کسی کا

ہمیشہ اسے ہم نے مٹتے ہی دیکھا
مگر دل بھی رنگ وفا ہے کسی کا

تمہیں اس سے کیا بحث کیوں پوچھتے ہو
کوئی تذکرہ ہو رہا ہے کسی کا

عدم میں بھی یاروں کو ہم نے تو ڈھونڈا
نشاں ہے، نہ کوسوں پتا ہے کسی کا

مری بزم میں آ کے وہ پوچھتے ہیں
برا حال ہم نے سنا ہے کسی کا

تمہیں فکر کیوں رنج کیوں لاگ کیوں ہے
کسی سے اگر واسطا ہے کسی کا

ستم ہی کیے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر
ہمیں حوصلہ دیکھنا ہے کسی کا

اسی نے بتایا ہے اپنا کسی کو
جو دل سے کوئی ہو رہا ہے کسی کا

بچے جان کس طرح تیری ادا سے
قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا

مری التجا پر بگڑ کر وہ کہنا
نہیں مانتے اس میں کیا ہے کسی کا

وہ کرنے لگے ہیں قیامت کی باتیں
یہ سچ ہے تو بس فیصلہ ہے کسی کا

سنا کرتے ہیں چھیڑ کر گالیاں ہم
وگرنہ کوئی سرپھرا ہے کسی کا

وہ کب تک رہے گا زمانے کا دشمن
ہمیشہ زمانہ رہا ہے کسی کا

تجاہل تغافل سے دز دیدہ نظریں
یہ کیا دیکھنا دیکھنا ہے کسی کا

بظاہر نہ جانے نہ جانے نہ جانے
تجھے داغ دل جانتا ہے کسی کا

☆☆☆

۲۰

نہ کیا وعدہ رات کا پورا
تو نہیں اپنی بات کا پورا
قدر ہوتی ہے دین و دنیا میں
آدمی ہو صفات کا پورا
نیم جاں رہ نہ جاؤں اے قاتل
وار کر اپنے ہات کا پورا
میں چلا کس خوشی سے مقتل کو
کر کے ساماں برات کا پورا
بارے اپنے ہجوم حسرت سے
پڑ گیا کائنات کا پورا
ہے یہی دل دہی کی ساری بات
وعدہ کر التفات کا پورا
داغ تو اس شفیع امت سے
کر بھروسا نجات کا پورا

☆☆☆

۲۱

قبضہ کرتا ہے ہر اک حور شمائل اپنا
آج ہم وقف کیے دیتے ہیں لو دل اپنا
حلق پتھر ہے اگر اس سے سوا دل اپنا
منہ تو بنوائے ذرا خنجر قاتل اپنا
عیش و عشرت ہے ادھر ہے تو مصیبت ہے میں ادھر
ایک ہو کر کبھی ان کا ہے کبھی دل اپنا
چیر کر دل کو مرے دیکھ لیا نور جمال

آپ نے آپ نکالا ہے مقابل اپنا

دین و دنیا سے گئے تم سے گئے جی سے گئے
آج یوں کوچ ہوا ہے کئی منزل اپنا

قبہ روضہ اطہر پہ جبیں فرسا ہو
اس طرح داغ مٹائے مہ کامل اپنا

چین مل جائے جو ناکامی جاوید ملے
آدمی دیکھ لے ہر کام میں حاصل اپنا

باغ میں فصل خزاں اور نشیمن ویراں
دام سے چھوٹتے ہی چھوٹ گیا دل اپنا

ننگ و غیرت کا سبب ہو نہ نزاکت دم ذبح
آپ ہی خون نہ کر لے کہیں قاتل اپنا

یہ تڑپنے کا سبب اور بھی ہو جاتا ہے
سونپتے ہی نہیں وہ موت کو بسمل اپنا

ناتوانی سے رسا قیس ہو کیا لیلی تک
دب رہے سایہ اگر ڈال دے محمل اپنا

خاک میں اس کو ملائیں گے نہ دیں گے ہرگز
آپ کا اس میں اجارہ تو نہیں دل اپنا

☆☆☆

قطعہ

یاد آتے ہیں وہ اشخاص مصاحب منزل
وہ گھڑی جلسہ وہ احباب کے شامل اپنا

نہیں اکثر کا نشان اور جو کچھ باقی ہیں
ان سے ملنے کو تڑپتا ہے بہت دل اپنا

حیدر آباد میں قدر ہماری اے داغ
شاد و آباد رہے خسرو عادل اپنا

☆☆☆

۲۲

پردہ عرفاں نہیں ہے چاک کیا
چشم بینا کے لیے ادراک کیا

نور سے خالی نہیں یہ خاکداں
کوئی بے ذرہ ہے اپنی خاک کیا

ساقی و میخانہ و مے ایک ہے
ہم نہ سمجھے پاک کیا ناپاک کیا

صید دل کے واسطے ہے دام عشق
جب نہ ہو نخچیر تو فتراک کیا

صیقل آئینہ عرفاں بنا
کون جانے ہے یہ مشت خاک کیا

موت سے غافل نہ ہونا چاہیے
دیکھو اس صیاد کی ہے تاک کیا

شوق ہو تو منزل مقصود پر
دونوں پہنچیں ست کیا چالاک کیا

ہے عجب درد محبت میں مزا
خاطر آزردہ و غمنا کیا

پائے استقلال ثابت چاہیے
کر سکے گی گردش افلاک کیا

رہ نما دشوار رستے لے چلا
بچ رہے گا دشت وحشت ناک کیا

موج طوفاں خیز و صرصر تند و تیز
کر سکے اس جوش میں تیراک کیا

نیک ہوں اعمال تو پھر دیکھیے
بندھ گئی اسلام کی پھر دھاک کیا

غور سے اے داغ دیکھیں منکرین
ہے جناب صاحب لولاک کیا

☆☆☆

۲۳

جذب دل آزما کے دیکھ لیا
اس نے کچھ مسکرا کے دیکھ لیا
غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا
جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا
ان کے گھر داغ جا کے دیکھ لیا
دل کے کہنے میں آ کے دیکھ لیا
کتنی فرحت افزا تھی بوئے وفا
اس نے دل کو جلا کے دیکھ لیا
کبھی غش میں رہا شب وعدہ
کبھی گردن اٹھا کے دیکھ لیا
لوگ کہتے تھے چپ لگی ہے تجھے
حال دل بھی سنا کے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کرو گے مہرو وفا
بارہا آزما کے دیکھ لیا
زخم دل میں نہیں ہے قطرہ خوں
خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا
کیجیے بزم سے ہمیں رخصت
جو سنا تھا وہ آ کے دیکھ لیا
حسن کم یاب نغمہ ہے نایاب
شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
جنس دل ہے یہ وہ نہیں سودا
ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا

عمر عاشق سے ہے دراز وہ زلف
خوب ہم نے گھٹا کے دیکھ لیا

وہ اثر جس کو دل ترستا تھا
آ گئے دعا کے دیکھ لیا

ادھر آئینہ ہے ادھر دل ہے
جس کو چاہا اٹھا کے دیکھ لیا

نہ لیا اس نے خط شرارت سے
نامہ بر کو بلا کے دیکھ لیا

اب خریدار ہی نہیں کوئی
مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا

قابل آشیاں کوئی نہ ملا
تنکا تنکا اٹھا کے دیکھ لیا

اس نے صبح شب وصال مجھے
جاتے جاتے بھی آ کے دیکھ لیا

ان کو خلوت سرا میں بے پردہ
صاف میدان پا کے دیکھ لیا

تم کو ہے وصل غیر س انکار
اور جو ہم نے آ کے دیکھ لیا

غیر کو ساتھ لے کے ہم ڈوبے
آپ نے ضد دلا کے دیکھ لیا

یہ نئی سیر ہے کہ گلشن میں
گل کو بلبل بنا کے دیکھ لیا

رشک ہے نامہ بر نے اس کا جمال
میری آنکھوں میں جا کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزا
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

☆☆☆

۲۴

اوپری دل سے بپا گریہ و زاری رکھنا
آخری وقت ذرا شرم ہماری رکھنا
چشم عاشق میں پھر و یا دل شیدا میں پھرو
کیا ضرورت ہے کبھی تم نہ سواری کرنا
جاؤ ہاں جاؤ ہوئی صبح شب وصل نمود
سلسلہ نامہ و پیغام کا جاری رکھنا
بزم سے میں نہ سبک ہو کے کہیں اٹھ جاؤں
بوجھ احسان کا سر پر مرے بھاری رکھنا
چمن کوچہ جاناں سے مری تربت پر
لا کے دو پھول بھی اے باد بہاری رکھنا
زیب دیتی ہیں یہ مستانہ ادائیں کیا کیا
بے پئے بھی تجھے آنکھوں کو خماری رکھنا
دست گستاخ سے سینے میں نہ ہو گی تکلیف
تم تصور میں مری سینہ فگاری رکھنا
بوالہوس غیر ہیں یا ہم ہیں تمہیں منصف ہو
کچھ لگی لپٹی نہ ان کی نہ ہماری رکھنا
آئیں تھم تھم کے مرے دل کو جراحت کے مزے
تیغ بے آب ذرا کند کٹاری رکھنا
کبھی رکھنا نہ رقیبوں کو تم اپنے گھر میں
اور رکھنا تو بصد ذلت و خواری رکھنا
چشم خونخوار کہیں جانا نہ پڑے بے موقع
اپنے قبضے میں یہ شہباز شکاری رکھنا
درہم داغ دیا داغ کو جیسا تم نے
اپنے عشاق میں سکہ یہی جاری رکھنا

☆☆☆

۲۵

اس التفات پر یہ تغافل ستم ہوا
جتنا بڑھا تھا حوصلہ اتنا ہی کم ہوا

جاتا رہا ملاپ تو دونوں کو غم ہوا
اتنا ہوا کہ مجھ کو سوا اس کو کم ہوا

جب یہ سنا کہ داغ کا آزار کم ہوا
زانو پہ ہاتھ مار کے بولے "ستم ہوا"

دم ٹوٹتا شب وعدہ تمام رات
کیا رشتہ حیات بھی تیری قسم ہوا

بت خانے کا نظارہ بھی گردن کا بوجھ ہے
جب سامنے پڑا سر تسلیم خم ہوا

تیری گلی کا ایک یہ ادنٰی نشان ہے
پیدا اسی سے جادہ راہ عدم ہوا

یہ بھی بڑا کرم ہے کہ میزان عدل میں
میرا گناہ غیر کے عصیاں سے کم ہوا

مقبول ہو نہ مجھ سے مسلمان کی دعا!
یا رب در قبول بھی بیت الصنم ہوا؟

تیرے بغیر رونق بیداد ہی نہ تھی
مجبور آسمان شریک ستم ہوا

ہے سرفراز خاک بھی تیرے خرام سے
ابھرا رہا زمیں پہ جو نقش قدم ہوا

افسوس ہے رقیب نے کی آپ سے دغا
مجھ کو بھی رنج آپ کے سر کی قسم ہوا

اے واعظ اس کا ڈر ہے کہ آئے نہ آئے راس
گو بادہ طہور مرے حق میں سم ہوا

مجبورمیرے دل کو بھی نفرت سی ہو گئی
نقش وفا جہان سے اب کالعدم ہوا
مسجد میں اذن عام تو ہے میکدے میں روک
دنیا کا کام دین سے بڑھ کر اہم ہوا
کب شکوہ عتاب سے بے لطفیاں مٹیں
شرمندگی بڑھی جو وہاں غصہ کم ہوا
کیا دل دھڑک رہا ہے نوید وصال سے
جس کو خوشی ہوئی اسے آخر کو غم ہوا
مشتاق ذبح کب ہیں بھروسے پہ ہاتھ کے
سب کچھ ہوا اگر ترے خنجر میں دم ہوا
اے داغ شکر کر نہ رہی ان سے رسم و راہ
تجھ پر خدا کا فضل، خدا کا کرم ہوا

☆☆☆

۲۴

میری وحشت سے جو اس کا دل حیراں الٹا
بخیہ گر سینے لگا چاک گریباں الٹا
خاک کیا کیا نہ اڑائی ترے دیوانوں نے
دشت پر دشت بیاباں پہ بیاباں الٹا
روتے روتے وہ تبسم جو کبھی یاد آیا
پھر گیا اشک بھ آ کر سر مژگاں الٹا
تو شب وعدہ نہ کر اے دل مضطر فریاد
پھر نہ جائے کہیں دروازے سے مہماں الٹا
بخت برگشتہ کی تاثیر کہاں جاتی ہے
فال کھولوں تو کھلے ہاتھ میں قرآں الٹا
خیر سے قتل بھی کرنا نہیں آتا اب تک
حلق پر پھیرتے ہو خنجر براں الٹا

ہونٹ چاٹا ہی کیا ہر دہن زخم جگر
آج جھنجھلا کے جو قاتل نے نمک واں الٹا

مجھ کو ظالم نے در یار سے الٹا پھیرا
دار پر لٹکے الٰہی سر درباں الٹا

ناز یہ ہے نہ کیا قطع تعلق ہم نے
وہ جتاتے ہیں جفا کر کے بھی احسان الٹا

لے چلا بار گنہ میں تو عدم کو مجبور
اختیار اس کو ہے گر پھیر دے ساماں الٹا

دیکھ کر راہ شب وصل ہمیں کیوں نہ گئے
کر نہ بیٹھیں وہ کہیں شکوہ ہجراں الٹا

پڑ گئے لینے کے دینے سر محشر ہم کو
ہو گیا نفع کی امید میں نقصاں الٹا

خط نہ آیا جو وہاں سے تو نہ آئے اے داغ
نامہ بر زندہ پھر آئے کسی عنوان الٹا

☆☆☆

۲۷

روئے انور نہیں دیکھا جاتا
دیکھیں کیوں کر نہیں دیکھا جاتا

کیا رہیں ہم کہ ترا چال چلن
پاس رہ کر نہیں دیکھا جاتا

رشک دشمن بھی گوارا لیکن
تجھ کو مضطر نہیں دیکھا جاتا

دیکھ کر گردن عاشق کس دن
تیز خنجر نہیں دیکھا جاتا

اے پریشاں نظری کیوں ہے تلاش
دل کے اندر نہیں دیکھا جاتا

کس کو یہ تاب کہ دیکھے غلطی
خط کو لکھ کر نہیں دیکھا جاتا
دل میں کیا خاک اسے دیکھ سکیں
جس کو باہر نہیں دیکھا جاتا
توبہ کے بعد بھی خالی خالی
کوئی ساغر نہیں دیکھا جاتا
کیا شب وعدہ ہوا ہوں بے خود
جانب در نہیں دیکھا جاتا
بارہا دیکھ لیا ہے اس کو
اور اکثر نہیں دیکھا جاتا
ہم جہاں ہیں وہیں دیکھیں گے تجھے
ہم سے گھر گھر نہیں دیکھا جاتا
او مری نعش اٹھانے والے!
آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا جاتا
اب یہ نوبت ہے کہ میرا صدمہ
ان سے دم بھر نہیں دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا یہ کہہ کر
ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا
مختصر یہ ہے کہ اب داغ کا حال
بندہ پرور نہیں دیکھا جاتا

☆☆☆

۲۸

کچھ ہمیں بھی خیال ہو ہی گیا
آخر ان سے ملال ہو ہی گیا
مشکل ان سے وصال ہو ہی گیا
تھا جو ممکن محال ہو ہی گیا

دل میں جب تک رہا ترا شکوہ
لب پہ آ کر سوال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا کہ سچ نہ کھلواؤ
آپ کو انفعال ہو ہی گیا
یاس انجام کار ہو ہی گئی
شوق خواب و خیال ہو ہی گیا
رنگ لایا ہے عشق آخر کار
ایک دونوں کا حال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہے برا انجام
کہ ہنسی میں ملال ہو ہی گیا
ایسے وعدے کیے کوئی جانے
آج پورا سوال ہو ہی گیا
شرط ہے جور میں بھی مشاقی
تم کو حاصل کمال ہو ہی گیا
دولت حسن ہو کہ دولت زر
آخر زوال ہو ہی گیا
رفتہ رفتہ تمہاری چالوں سے
دل مرا پائمال ہو ہی گیا
ارنی کہہ کے آگ بھڑکا دی
برق نور جمال ہو ہی گیا
مرض عشق سے شفا نہ ہوئی
جیتے جی کا وبال ہو ہی گیا
گو کیا ضبط ذکر دشمن پر
رخ سے ظاہر ملال ہو ہی گیا
لے کے دل یہ سمجھ لیا تم نے
اب ہمارا یہ مال ہو ہی گیا
گو برائی ہے ہو مگر آخر

ان کو میرا خیال ہو ہی گیا
نہ بچی جان ان اداؤں سے
وصل میں بھ وصال ہو ہی گیا
کمر یار کے مضامین سے
داغ نازک خیال ہو ہی گیا

☆☆☆

۲۹

اب دل ہے مقام بیکسی کا
یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا
رونا ہے اب اس ہنسی خوشی کا
ماتم ہے بہار زندگی کا
کس کو مزہ ہے عاشقی کا
تم نام تو لو بھلا کسی کا
پھر دیکھتے عیش آدمی کا
بنتا جو فلک مری خوشی کا
گلشن میں ترے لبوں نے گویا
رس چوس لیا کلی کلی کا
تیرا بھی تو حسن ہے دغا باز
ہوتا ہی نہیں کوئی کسی کا
لیتے نہیں بزم میں مرا نام
کہت ہیں خیال ہے کسی کا
جیتے ہیں کسی کی آس پر ہم
احسان ہے ایسی زندگی کا
گھیرا ہے ہجوم غم نے اتنا
ارمان ہے تجھ کو بیکسی کا
بنتی ہے بری کبھی جو دل پر

کہتا ہوں برا ہو عاشقی کا
ماتم سے مرے وہ دل میں خوش ہیں
منہ پر نہیں نام بھی ہنسی کا
اتنی ہی تو بس کسر ہے تم میں
کہنا نہیں مانتے کسی کا
ہم بزم میں ان کی چپکے بیٹھے
منہ دیکھتے ہیں ہر آدمی کا
تم کوچہ غیر میں نہ جانا
اس راہ میں ہے گزر کسی کا
جب ایسی وفا پہ یہ جفا ہو
جی چھوٹ نہ جائے آدمی کا
کس کس نے لیے ہیں تیرے بوسے
ہے لعل نمک فشاں جو پھیکا
جو دم ہے وہ ہے بسا غنیمت
سارا سودا ہے جیتے جی کا
آغاز کو کون پوچھتا ہے
انجام اچھا ہو آدمی کا
بالیں پہ مرے رہا شب غم
اک معرکہ مرگ و زندگی کا
روکیں انہیں کیا کہ ہے غنیمت
آنا جانا کبھی کبھی کا
کہتے ہیں اسے زبان اردو
جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی
سچ ہے کہ یہ کام تھا اسی کا

☆☆☆

ظلم کس کس غریب پر نہ کیا
تم نے اس کام سے حذر نہ کیا
تھی شبِ ہجر کیا گراں جانی
زہر نے بھی مجھے اثر نہ کیا
نشہ کیسا وہ سحر کہہ دیتے
اس لیے ان کو بے خبر نہ کیا
شام غربت کو آپ کیا جانیں
کوس دو کوس بھی سفر نہ کیا
مر چلے ہم تو رحم کرنے لگے
اب جو کرتے ہو بیشتر نہ کیا
زاہدِ خشک کے لیے ہے وہ مے
جس نے دامن کسی کا تر نہ کیا
دل کے ہاتھوں ہے سخت مجبوری
اب کیا وہ جو عمر بھر نہ کیا
عشق نے قید کر لیا مجھ کو
قبضہ ان کے مزاج پر نہ کیا
ہو گئی چوک ہم سے اے ناصح
تجھ کو اپنا پیامبر نہ کیا
کوئی دن اور صبر کرنا تھا
دل بے تاب نے مگر نہ کیا
تم کو ہم باوفا تو کہہ دیں گے
داغ نے اعتبار اگر نہ کیا

☆☆☆

جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا
پڑی آنکھ جو کوہ پر طور نکلا
جگر ساتھ اشکوں کے مجبور نکلا
یہ ہمسایہ دل کا بہت دور نکلا
تجلی کسی کی وہ جلوہ کسی کا
کہیں نار نکلی کہیں نور نکلا
یہ سمجھے تھے ہم ایک چرکا ہے دل پر
دبا کر جو دیکھا تو ناسور نکلا
دم سرد کو آگ کیوں کر لگاؤں
جہنم کا شعلہ بھی کافور نکلا
نہ نکلا کوئی بات کا اپنی پورا
مگر ایک نکلا تو منصور نکلا
پلائی مجھے ذکر واعظ نے ایسی
کہ میں بزم سے نشے میں چور نکلا
سر نقش پا لغزش پا ہے شاہد
کہ گھر سے ترے کوئی مخمور نکلا
وہ میکش ہوں رس چوس لیتا ہوں اس کا
جہاں شاخ میں کوئی انگور نکلا
وجود و عدم دونوں گھر پاس نکلے
نہ یہ دور نکلا نہ وہ دور نکلا
کہاں رہ کے توبہ نبا ہوں الٰہی
کہ جنت میں بھی مجمع حور نکلا
ہا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا
شب وصل ذکر عدو پر وہ بولے
خدا کے لیے کیوں یہ مذکور نکلا
بہت دم دیے پاس پھٹکا نہیں ہرگز

وہ عیار پر فن بہت دور نکلا
سمجھتے تھے ہم داغ گمنام ہو گا
مگر وہ تو عالم میں مشہور نکلا

☆☆☆

۳۲

زمیں سے قدم عرش پر لے گیا
فرشتوں سے بازی بشر لے گیا
مرا دل وہ تیر نظر لے گیا
جگر لینے والا جگر لے گیا
کہوں کیا کدھر سے کدھر لے گیا
جدھر لے گیا راہبر لے گیا
وہ پھر مجھ سے دل حیلہ گر لے گیا
ادھر دے گیا تھا ادھر لے گیا
دیا دوست کو بزم دشمن میں خط
غضب نوک کی نامہ بر لے گیا
تصور میں بھی اب تو آتی نہیں
کوئی کیا تمہاری کمر لے گیا
چھپایا بہت ہم نے پہلو میں دل
کوئی لینے والا مگر لے گیا
رقیبوں کے ہاتھوں سے محشر کے دن
تمہیں چھین کر میں اگر لے گیا
شکایت سنی آج کیا کیا تیری
کہ دشمن مجھے اپنے گھر لے گیا
منگائی تھی خاک در یار آج
چرا کر مرا چارہ گر لے گیا
کھلائے گا کیا آپ کھائے گا کیا

عدم کو جو زاد سفر لے گیا
کلیجا جو اب منہ کو آتا نہیں
ترا تیر شاید جگر لے گیا
دھرا کیا ہے اب لینے آئے ہو کیا
کوئی تم سے دل پیشتر لے گیا
برے وقت کا کوئی ساتھی تو ہو
مجھے بھی مرا نامہ بر لے گیا
وہاں تک جو پہنچا شب غم کا حال
کوئی راہ چلتا خبر لے گیا
بچا لے گیا جان گر تجھ سے غیر
وہ کیا لے گیا اپنا سر لے گیا
نہ تھا دور مجھ سے وہ ناوک فگن
بہا کر نہ خون جگر لے گیا
شب ہجر نالہ مرا عرش پر
فرشتوں سے پہلے خبر لے گیا
ترے ہاتھ دل بیچتا کیوں رقیب
وہ ہشیار تھا پھیر کر لے گیا
یہ کیا ایسی وحشت ہوئی داغ کو
اٹھا کر کہاں گھر کا گھر لے گیا

☆☆☆

شکل اصلی سے کبھی رنگ بدل نہ ہوا
غنچہ گل ہو کے کھلا، گل کبھی بلبل نہ ہوا
وعدہ کرنے میں تو ہر بار گزارے برسوں
قتل کرنے میں کبھی تم کو تامل نہ ہوا
آنکھوں آنکھوں میں کیا اس نے میرا کام تمام
شکر ہے کشتہ انداز تغافل نہ ہوا

درد دل میں کوئی انداز نکل ہی آتا ہے
مگر افسوس برنگ خم کاکل نہ ہوا

اہل فریاد سے ہے دھوم تری محفل کی
انجمن شہر خموشاں ہے اگر غل نہ ہوا

باز آیا نہ ستمگر ستم پیہم سے
ختم یہ سلسلہ دور تسلسل نہ ہوا

ہجر میں شربت دیدار کی خواہش ہی رہی
خون دل ہم کو ملا جب بھی توکل نہ ہوا

کب گدائے در میخانہ کو عار آتی ہے
اوک سے پی جو میسر قدح مل نہ ہو

گل سے گلزار ہو دُرافت گہر سے معدن
کیا ہوا جزو سے معلوم اگر کل نہ ہوا

یہ کہا تھا کہ نہ کرنا کبھی ان سے شکوہ
تجھ سے اے دل نہ ہوا صبر و تحمل نہ ہوا

داغ مرتا ہے ادا پر رخ و گیسو کیسا
یہ کبھی شیفتہ لالہ و سنبل نہ ہوا

☆☆☆

۳۴

جواب اس طرف سے بھی فی الفور ہو گا
دبے آپ سے وہ کوئی اور ہو گا

تغافل سے بڑھ کر بھی کیا جور ہو گا
ستم ہو چکا یا ابھی اور ہو گا

نہ عاشق کو شکوہ نہ معشوق سرکش
الٰہی وہ کیا عہد کیا دور ہو گا

لیے جاؤں جنت میں دنیا کی چیزیں
پرانا وہ سامان بے غور ہو گا

دعائیں قیامت کی ہم کیوں نہ مانگیں
نہ یہ ظلم ہو گا نہ یہ جور ہو گا

جب آئی بلا ہجر میں دل یہ بولا
ابھی حادثہ کچھ نہ کچھ اور ہو گا

خدا جانے کس دن وہ دیکھیں گے آ کر
مرا حال کب قابلِ غور ہو گا

یونہیں گر حسینوں کی آمد رہے گی
دکن رشکِ کشمیر و لاہور ہو گا

کسی کا نہ ہو گا قیامت میں کوئی
زمیں اور ہو گی فلک اور ہو گا

عبث فکرِ دنیا عبث فکرِ عقبیٰ
کہ قسمت کا ہونا بہر طور ہو گا

عیادت کو وہ داغؔ کی خوش خوش آئے
یہ جانا کہ اب طور بے طور ہو گا

☆☆☆

۳۵

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا
آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا

اس جفا کا جبھی مزا ملتا
کوئی تجھ کو اگر برا ملتا

زر ملا، گھر ملا، غلام ملا
میں نہ ملتا تو تم کو کیا ملتا

مدعی بن کے دل بغل میں رہا
کاش یہ دشمنوں میں جا ملتا

غیر سے مل کے کیا کیا تم نے
ہم سے ملتے تو کچھ مزا ملتا

تیرے کوچے میں چھوڑ آئے تھے
زندہ جو دل تو آملتا

عاشقی سے ملے گا اے زاہد
بندگی سے نہیں خدا ملتا

نامہ بر ڈر سے بھاگ آیا ہے
یا نہ ملتا جواب یا ملتا

اک نہ اک ہم لگائے رکھتے ہیں
تم نہ ملتے تو دوسرا ملتا

دوستوں سے تو کچھ نہ نکلا کام
کوئی دشمن ہی کام کا ملتا

روز اک دل لگی نئی ہوتی
روز اک دل مجھے نیا ملتا

تم کو یہ مل گیا ہے قسمت سے
داغ سا ورنہ دوسرا ملتا

☆☆☆

۳۶

غم اس پر آشکار کیا، ہم نے کیا کیا
غافل کو ہوشیار کیا ہم نے کیا کیا

وعدے پر انتظار کیا ہم نے کیا کیا
جھوٹے کا اعتبار کیا ہم نے کیا کیا

ہاں تڑپ تڑپ کے گزری تمہیں نے رات
تم نے ہی انتظار کیا ہم نے کیا کیا

اترا رہا ہے نقد محبت پہ دل بہت
اوچھے کو مال دار کیا ہم نے کیا کیا

کیا فرض تھا کہ صبر ہی کرتے فرق میں
کیوں جبر اختیار کیا ہم نے کیا کیا

کہتے ہیں وہ شکایت بیداد و جور پر
تجھ کو خدا نے خوار کیا ہم نے کیا کیا

تعریف عشق سن کے کہاں تک نہ ہو خیال
اس کو بھی بے قرار کیا ہم نے کیا کیا

ناصح بھی ہے رقیب یہ معلوم ہی نہ تھا
کس کو صلاح کار کیا ہم نے کیا کیا

پہلے تو منفعل وہ ہوئے پھر بگڑ گئے
کیوں شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا

کہہ دیں گے ہم تو داور محشر سے صاف صاف
اچھوں کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا

بہکا تمہارا ہاتھ ہمارا قصور کیا
خالی تمہیں نے وار کیا ہم نے کیا کیا

تڑپا دل اور کھائے جگر نے بھی داغ ہجر
آنکھوں نے انتظار کیا ہم نے کیا کیا

اب تھی تو درد عشق ترقی پذیر ہے
گر ایک سے ہزار کیا، ہم نے کیا کیا

دم خم جو ان کی تیغ کا دیکھا غضب ہوا
اپنے گلے کا ہار کیا ہم نے کیا کیا

آئینہ کر کے صاف دل اپنا دکھا دیا
کیوں ان کو شرمسار کیا ہم نے کیا کیا

فرقت میں ہم تو خون جگر بھی نہ کھا سکے
وہ دل نے زہر مار کیا، ہم نے کیا کیا

رسوا کیا جو دل نے تو اب کہہ رہے ہیں داغ
دشمن کو راز دار کیا ہم نے کیا کیا

یہ میں ہزار جگہ حشر میں پکار آیا
کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہ گار آیا؟
وہ اس ادا سے وہاں جا کے شرمسار آیا
رقیب پر مجھے بے اختیار پیار آیا
یہ مجھ سے کہنے کو ظالم سرمزار آیا
مرے بغیر تجھے کس طرح قرار آیا؟
کہیں پتا نہ ملا سخت سوگوار آیا
گلی گلی دم گم گشتہ کا پکار آیا
یہ حال تھا شب وعدہ کہ تابہ راہ گزر
ہزار بار گیا میں ہزار بار آیا
تری ہی کوچہ ٹھکانا ہے خاکساروں کا
جو زندہ آ نہ سکا میں غبار آیا
مزے اڑائے وہاں سے خوش رہا لیا انعام
یہاں جو نامہ بر آیا تو اشک بار آیا
وہ بولے سچ تو نہ آیا کبھی یقین یقین مجھ کو
دروغ وعدہ کیا اور اعتبار آیا
ہوا ملال جب ان سے تو چھا گیا اندھیر
کہ دل میں آتے ہی آنکھوں میں بھی غبار آیا
جو وجہ دیر کی پوچھی کہا یہ قاصد نے
گزارنے تھے مصیبت کے دن گزار آیا
گزر گئے اسی گردش میں اپنے لیل و نہار
شب فراق گئی، روز انتظار آیا
اڑائے ہیں ملک الموت نے بھی تیرے ڈھنگ
ہزار بار بلایا تو ایک بار آیا
خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھائیے قسمیں
مجھے یقین ہوا، مجھ کو اعتبار آیا
ہزار فتنے جلو میں ہیں لاکھ ہنگامے

تمہارے ساتھ تو سامان روزگار آیا
تمہاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت
تمہیں قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا
کہاں تھے شب کو تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ نہیں
کوئی پکارنے والا بہت پکار آیا
شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ
پئے ہوئے جو کوئی رند بادہ خوار آیا
رقیب سے بھی وہ ہیں بدگمان سر محفل
کہا یہ مجھ سے تمہارا صلاح کار آیا
کمال عشق کو فرہاد و قیس کب پہنچے
وہ پختہ کار ہے دل جس کا بار بار آیا
کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رنگ چیخ اٹھے
ہوا کے گھوڑے پہ ابر کرم سوار آیا
وفا شعار کو غفلت شعار کون کہے
دم اخیر نہ آیا سر مزار آیا
لگائیں لاش پہ تلواریں اس نے مقتل میں
جو میرے بعد بھی آیا مرا ہی وار آیا
وہ کیوں ہوئے مرے مشتاق خیر ہو یارب
طلب میں کل ہی خط آیا تھا آج تار آیا
عجب نہیں جو معاصی ہوں وجہ آمرزش
گنہ کیا تو خیال مال کار آیا
یہ عقدہ عاشق و معشوق کے چلن سے کھلا
سمجھ میں مسئلہ جبر و اختیار آیا
پلا دے آج سر شام مجھ کو اے ساقی
کہ تیری بزم میں اک میں ہی روزہ دار آیا
ڈرے جو حشر میں وہ مجھ کو دیکھتے ہی کہا
مرا رفیق، مرا داغ جاں نثار آیا

☆☆☆

۳۸

بھولا مجھے تو بھول گیا اپنا گھر بھی کیا
جنگ میں جا کے کھیت رہا نامہ بر بھی کیا
للہ مجھ سے آنکھ چرایا نہ کیجیے
ملتی نہیں ہے دل کی طرح سے نظر بھی کیا
مرقد سے تا بہ حشر نکلتا نہیں کوئی
انسان کو عزیز رہا اپنا گھر بھی کیا
بنتے ہی بنتے علم الٰہی میں رہ گئی
پیدا نہ ہوتی ورنہ تمہاری کمر بھی کیا
سن کر فسانہ قیس کا ظالم نے یہ کہا
عاشق خراب خستہ رہے پیشتر بھی کیا
فرہاد جوئے شیر سے مشہور ہو گیا
آتا ہے کام وقت پر ادنیٰ ہنر بھی کیا
ملتے ہی اس سے آنکھ جو غش آ گیا مجھے
غل مچ گیا کہ سخت بلا ہے نظر بھی کیا
یا رب شب فراق بسر ہو چلیک کہیں
نازک خرام اس کی طرح ہے سحر بھی کیا
اے ہم نشیں یہ سیل سی کیسی ہے دیکھنا
روتے ہیں میرے حال پہ دیوار و در بھی کیا
ملتے ہیں میری لاش پہ کافور کیوں عزیز
مٹ جائے گی یہ سوزش داغ جگر بھی کیا
میری دعا کے ساتھ دعا کی رقیب نے
کل شب کو ہاتھوں ہاتھ لٹا ہے اثر بھی کیا
کیوں داغ کے سوال سے چپ لگ گئی تمہیں
آتا نہیں جواب سمجھ سوچ کر بھی کیا

☆☆☆

۳۹

تمہارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا
وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں
یہ کام کس نے کیا ہے یہ کام کس کا تھا
وفا کریں گے نباہیں گے بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا
رہا نہ دل میں وہ بے درد اور درد رہا
مقیم کون ہوا ہے مقام کس کا تھا
نہ پوچھ گچھ تھی کسی کی وہاں نہ آؤ بھگت
تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا
تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق
کہو وہ تذکرہ ناتمام کس کا تھا
ہمارے خط کے تو پرزے کیے پڑھا بھی نہیں
سنا جو تو نے بدل وہ پیام کس کا تھا
اٹھائی کیوں نہ قیامت عدو کے کوچے میں
لحاظ آپ کو وقت خرام کس کا تھا
گزر گیا وہ زمانہ کہوں تو کس سے کہوں
خیال دل کو مرے صبح و شام کس کا تھا
ہمیں تو حضرت واعظ کی ضد نے پلوائی
یہاں ارادہ شرب مدام کس کا تھا
اگرچہ دیکھنے والے ترے ہزاروں تھے
تباہ حال بہت زیر بام کس کا تھا
وہ کون تھا کہ نہیں جس نے بے وفا جانا
خیال خام یہ سودائے خام کس کا تھا

انہیں صفات سے ہوتا ہے آدمی مشہور
جو لطف عام وہ کرتے ہیں یہ نام کس کا تھا
ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بے وفا نکلا
یہ پوچھے ان سے کوئی وہ غلام کس کا تھا

☆☆☆

۴۰

دل عاشق اسیر ان گیسوؤں کے جال میں دیکھا
طلسم عشق تو دیکھو کہ شیشہ مال میں دیکھا
جواب خط کا میں شاکی نہیں یہ تو بتا قاصد
اسے کس حال میں چھوڑا' اسے کس حال میں دیکھا
لگائیں ٹھوکریں اس فتنہ گر نے اور جھنجھلا کر
اگر تھوڑا سا دم باقی کسی پامال میں دیکھا
نہ اندر کا اکھاڑا ہے نہ ایسی قاف کی پریاں
حسینوں کا تماشا خوب نیتی تال میں دیکھا
چلے آتے ہیں کیا کیا ذی کمال اس باب عالی میں
اثر دیکھا تو آصف جا کے اقبال میں دیکھا
ہماری پائمالی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی
بچا جو فتنہ گردوں سے وہ تیری چال میں دیکھا
رہا کرتی ہے ہم کو فکر آئندہ زمانے کی
ہمیشہ زائچہ اس سال کا اس سال میں دیکھا
پھرے ہم جدربدر کوچہ بکوچہ ڈھونڈتے جس کو
وہ نقد دل تمہارے گوشہ رومال میں دیکھا
گنہ تھا عشق تو اے داور محشر مقر ہوں میں
یہی اک تو نے میرے نامہ اعمال میں دیکھا
متاع حسن کی کب تک رہے گی گرم بازاری
کمی پر بیچ ڈالا جس نے گھاٹا مال میں دیکھا

ہوئے ہیں داغ کے مذہب سے حیراں کافر و مومن
کبھی اس حال میں دیکھا کبھی اس حال میں دیکھا

☆☆☆

۴۱

تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا ہے
انساں نہ ملک بنتا، بندہ نہ خدا ہوتا ہے

توبہ ہے حسینوں کو گر پاس وفا ہوتا
کیا جانئے کیا کرتے، کیا جانئے کیا ہوتا

تم لطف اگر کرتے تو حال زمانے کا
ایسا ہی ہوتا ایسا نہ ہوا ہوتا

ساقی تری محفل میں چرچا ہی نہیں مے کا
اس سے تو یہ بہتر تھا کچھ ذکر خدا ہوتا

دل نے مجھے تڑپایا آنکھوں نے کیا رسوا
اپنوں سے ہوا یہ کچھ بیگانوں کیا ہوتا

غیروں کی شکایت پر فرقت کی حکایت پر
گر تم نہ خفا ہوتے تو کون خفا ہوتا

ارمان ہم آغوشی سن سن کے ڈھٹائی سے
اس کہنے کے میں صدقے پھر کہیے تو کیا ہوتا

ہر درد کی اے قاتل لذت مجھے جب ملتی
سر شانہ گلا سینہ تھم تھم کے جدا ہوتا

ناصح بھی خوشامد سے میری ہی سی کہتا ہے
نادان نہ تھا کیوں وہ سمجھا کے برا ہوتا

تھا غیر بھی ساتھ ان کے کترا کے گئے مجھ سے
یہ خیر ہوئی ورنہ جھگڑا ہی ہوا ہوتا

وہ محفل دشمن میں جب مجھ کو طلب کرتے
وہ وقت مزے کا تھا اس وقت مزا ہوتا

کیا مجھ سے ہی تنہا ہو تعریف تری قاتل
خنجر بھی زباں بنتا جب شکر ادا ہوتا

ہم جان کے نامنصف ہیں داد طلب تجھ سے
وہ فیصلہ ہی کیا تھا جو روز جزا ہوتا

ہم کو تو عدم میں بھی نیند نہ آئی محشر تک
کچھ آنکھ بھی لگجاتی گر دل نہ لگا ہوتا

اچھا ہے نہیں آئے وہ دھوپ کی گرمی میں
قامت تو قیامت تھا سایہ بھی بلا ہوتا

عاشق کا ذرا سا دل تسکین ہی کیا اس کی
جھوٹا ہو کہ سچا ہو وعدہ تو کیا ہوتا

محفل میں سنایا تھا افسانہ غم میں نے
الزام یہ رکھا ہے خلوت میں کہا ہوتا

فریاد و فغاں سے تم اے داغ برے ٹھہرے
کچھ بھی نہ کیا ہوتا کچھ بھی نہ ہوا ہوتا

☆☆☆

۴۲

جب وہ ناداں عدو کے گھر میں پڑا
داغ اک داغ کے جگر میں پڑا

ایسے نشے کے کیوں نہ ہوں قربان
ہاتھ ان کا مری کمر میں پڑا

شب وعدہ گزر چکی آدھی
اب سنا ہے کہ تیل سر میں پڑا

وقت نظارہ اس کا تار کمر
بال سا میری چشم تر میں پڑا

اے فغاں تھم کہ پھر قیامت ہے
گر خلل خواب فتنہ گر میں پڑا

گر نہیں تھا کوئی جبیں فرسا
کیوں نشاں تیرے سنگ در میں پڑا
عاشقی سخت تر مصیبت ہے
ہم کو یہ کام عمر بھر میں پڑا
مر گئے اہل کعبہ اس بت پر
ایک ماتم خدا کے گھر میں پڑا
ڈوبی جاتی ہے کشتی عشاق
یہ سفینہ عجب بھنور میں پڑا
جلوہ گر دل ادھر ادھر رخسار
فرق ان کا مری نظر پر پڑا
نامہ بر کا تو کچھ پتا نہ ملا
نامہ پایا ہے رہ گزر میں پڑا
ہاتھ میں ان کے دیکھ کر تلوار
ایک جھگڑا دل و جگر میں پڑا
سن کے پیغام وہ ہوئے برہم
پیچ تقریر نامہ بر میں پڑا
شوق اگر ہم عناں ہوا تو کیا
آبلہ پائے نامہ بر میں پڑا
جب چلا داغ کوئے قاتل کو
ایک کہرام اس کے گھر میں پڑا

☆☆☆

۴۳

وہ رشک حور شب کو کہیں گھر کے رہ گیا
کوئی فرشتہ کان میں میرے یہ کہہ گیا
رونا تھا دل کا ہجر میں لالے جگر کے تھے
آنکھوں کی راہ خون تمنا بھی بہہ گیا

سائے سے جس کے داغ پڑے ہیں زمیں پر
یہ کون آج گھر سے ترے روسیہ گیا
نشے کی وجہ سے مری آنکھیں نہیں ہیں سرخ
اے محتسب! یہ خون جگر جم کے رہ گیا
اس واسطے وہ رکھتے ہیں مردے پر اتہام
عاشق کو یہ نہ جانے کوئی بے گنہ گیا
ناصح بھی رشک رستم و اسفندیار ہے
وقت کلام میری کڑی بات کہہ گیا
دشنام یا دعا تھی شکایت کہ شکر تھا
وہ منہ ہی منہ میں چلتے ہوئے کچھ تو کہہ گیا
یہ تیرہ خاک واں بھی ہے کاجل کی کوٹھڑی
آیا جو رو سپید یہاں روسیہ گیا
محفل میں غیر سے بھی تو کرنا تھا التفات
یہ ہم سے چوک ہو گئی یہ کام رہ گیا
مجھ تشنہ شراب کو دیکھا جو تاک میں
دریا کی طرح شیرہ انگور بہہ گیا
معشوق اور اس کے خریدار ہو گئے
اب داغ تیرے ہاتھ سے اے رشک مہ گیا

☆☆☆

۴۴

نامہ عاشق ناشاد نہ دیکھا نہ سنا
آپ نے شکوہ بیداد نہ دیکھا نہ سنا
اگلے وقتوں کی کہانی سے انہیں نفرت ہے
کبھی افسانہ فرہاد نہ دیکھا نہ سنا
اب تیرے کوچے کی بستی کو نظر لگتی ہے
شہر اس طرح کا آباد نہ دیکھا نہ سنا

آسماں دور سے کرتا ہے تجھے جھک کر سلام
کوئی تجھ سا ستم ایجاد نہ دیکھا نہ سنا
ہوتے آئے ہیں سلف سے یونہی عاشق ناکام
اثر نالہ و فریاد نہ دیکھا نہ سنا
پوچھتا ہے جو کوئی خط کا ہمارے مضمون
تو وہ کہتے ہیں کسے یاد نہ دیکھا نہ سنا
خاک بھی اب تو نہیں خانہ دل میں افسوس
کوی اس طرح کا برباد نہ دیکھا نہ سنا
در پہ خود بیٹھے ہیں وہ فتنے اٹھانے کے لیے
پاسبانی کا یہ ایجاد نہ دیکھا نہ سنا
سرو کیا فتنہ محشر بھی جو دیکھے تو کہے
کہ ترا سا قد آزاد نہ دیکھا نہ سنا
دیکھیں یوسف بھی جو حضرت کو کہیں صلی علیٰ
آپ سا حسن خدا داد نہ دیکھا نہ سنا
آپ اپنے کو جو شاگرد کا شاگرد گنے
داغ سا ہم نے تو استاد نہ دیکھا نہ سنا

☆☆☆

۴۵

وصل کی شب جو فروغ مہ کامل دیکھا
دیکھتے ہی طرف حور شمائل دیکھا
نبض بیمار کبھی اور کبھی دل دیکھا
پھر کیا قتل نیا آپ کو قاتل دیکھا
جو مرا تکیہ رہا جس نے مرا دل دیکھا
گردن غیر میں وہ ہاتھ حمائل دیکھا
موت بھی چھو نہ سکی مجھ کو راہ الفت میں
میں نے پھر پھر کے اجل کو کئی منزل دیکھا

ناخدا سے کہو بہنے دے ہماری کشتی
ہم نے گرداب جو دیکھا لب ساحل دیکھا

قابل دید تھیں اس وقت ادائیں ان کی
آئینہ دیکھ کے جب مدمقابل دیکھا

بزم اغیار میں تعریف مری ہوتی ہے
آج یہ طرفہ تماشا سر محفل دیکھا

دل دشوار طلب لوٹ ہے دشواری پر
لے لیا ہم نے وہی کام جو مشکل دیکھا

اس نے آوازہ کسا یہ بھی ہمارا ہے رقیب
گر ندیموں میں کسی کو مرے شامل دیکھا

کیا سمجھتے نہیں ظاہر کی ملاقات کو ہم
دل تمہارا نہ ملا ہم نے گلے مل دیکھا

بزم اغیار کا یہ حال بتا اے قاصد
تو نے کس کی طرف اس شوخ کو مائل دیکھا

کیا دلاور ہے کوئی اس کا کلیجہ دیکھے
جس نے بے تاب محبت میں مرا دل دیکھا

گالیاں دیتے ہو پھر کہتے ہو یہ بھی مجھ سے
ہم نے تجھ کو اسی لائق اسی قابل دیکھا

عشق کی چوٹ کو دل ہے سرو گردن تو نہیں
جس نے تلوار نہ کھائی اسے بسمل دیکھا

منزل عشق ہے سنسان مقام اے مجنوں
ناقہ دیکھا نہ یہاں کوئی نہ محمل دیکھا

مست تھی آنکھ تری دل تھا ہمارا بے خود
ہم نے دونوں کو دم معرکہ غافل دیکھا

اس نے جب حکم دیا تھا تجھے مر جانا تھا
داغ تو دے نہ سکا جان ترا دل دیکھا

☆☆☆

۴۶

ادھر کی سدھ بھی ذرا لے اے پیام بر لینا
خدا کے واسطے جلدی مری خبر لینا
جو مے فروش سے سودا بنے تو کر لینا
کمی ہو تو حضرت زاہد تم ہم سے بھر لینا
بگڑ کے جائیں تو نادان بن کے آئیں ہم
کہ ہے روا انہیں دشمن کو دوست لینا
چرا کے دل کوئی چلتا ہواہ ے اے ہم دم
سراغ چور کا ہر اک مقام پر لینا
شکار تیر نظر دل ہوا جگر نہ ہوا
یہ بچ رہا ہے ذرا اس کی خبر لینا
عبث نباہ کے وعدے سے تم تو ڈرتے ہو
یہ کون ہے اک دن بگاڑ کر لینا
ہمارے سر ہی پڑا اب تو عشق کا سودا
برا ہو یہ کہ بھلا ہو ہمیں مگر لینا
شبیہ لائیں گے یوسف کی اہل مصر یہاں
بڑا مقابلہ ہے تم بھی بن سنور لینا
کبھی کبھی نکل آتی ہے جنس دل بھی خراب
بری نہ نکلے یہ پکی ضرور کر لینا
قناعت آپ کو ہوتی نہیں کسے شے پر
یہ کیا کہ دل کبھی لینا کبھی جگر لینا
الجھ کے تار نگہ سے پڑا جو کچھ جھٹکا
دہائی دینے لگے وہ گئی کمر لینا
مدام پیر فغاں کی ہیں نالشیں ہم پر
بہار آتے ہی ہم کو تو قرض کر لینا

ہمیں تو شوق ہے بے پردہ تم کو دیکھیں گے
تمھیں ہے شرم تو آنکھوں پہ ہاتھ دھر لینا
فریب دے کے لیا دل تو کیا لیا تم نے
بتائیں ہم تمھیں آتا نہیں اگر لینا
غرض تمھیں جو سنو ان سے غیر کا شکوہ
یہ قصہ مول نہ اے داغ اپنے سر لینا

☆☆☆

۴۷

نہ بدلے آدمی جنت سے بھی بیت الحزن اپنا
کہ اپنا گھر ہے اپنا در ہے اپنا وطن اپنا
جو یوں ہو وصل تو مٹ جائے سب رنج و محن اپنا
زبان اپنی دھن ان کا زبان ان کی دھن اپنا
نہ سیدھی چال چلتے ہیں نہ سیدھی بات کرتے ہیں
دکھاتے ہیں وہ کمزوروں کو تن کر بانکپن اپنا
عجب تاثیر پیدا کی ہے وصف نوک مژگاں نے
کہ جو سنتا ہے اس کے دل میں چبھتا ہے سخن اپنا
پیام وصل قاصد کی زبانی اور پھر ان سے
یہ نادانی یہ نافہمی یہ تھا دیوانہ پن اپنا
جراحت دل کی لائی رنگ آنسو ضبط کرنے سے
کیا ہے تازہ اس تیزاب نے زخم کہن اپنا
بچا رکھنا جنون کے ہاتھ سے اے بے کسی اس کو
جو اب ہے پیرہن اپنا ہی ہو گا کفن اپنا
نگاہ و غمزہ کوئی چھوڑتے ہیں گلشن دل کو
کہیں ان کو لوٹنے والوں سے بچتا ہے چمن اپنا
کہے دیتے ہیں وہ کافر بھبھوکا بن کے آتا ہے
ذرا دل تھام لیں پہلے سے اہل انجمن اپنا

یہ موقع مل گیا اچھا اسے تیشہ لگانے کا
محبت میں کہاں سر پھوڑتا پھر کوہکن اپنا

ہم اپنی قول سے پھرتے ہیں کب عاشق تمہارے ہیں
رہے گا نادم آخر یہی جو ہے سخن اپنا

یقین وصل کیا آئے کوئی دن امتحاں کر لیں
بڑھائے اعتبار آ آ کے وہ پیماں شکن اپنا

نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں اثر دونوں دکھاتے ہیں
لب معجز نما اپنا نگاہ سحر فن اپنا

ہر اک سے ٹیڑھ کی چلتے ہیں بگڑی ہے روش اپنی
تمہاری چال سے ملتا چلا ہے کچھ چلن اپنا

یہ سینہ یہ جگر یہ دل یہ سر یہ حلق حاضر ہے
نکالے حوصلہ ناوک فگن شمشیر زن اپنا

خبر کس کو وہ کس کا تھا وہ کس کا ہے وہ کس کا ہو
سمجھتا ہے اسی کو شیخ اپنا برہمن اپنا

یہ ہم سمجھے ہوئے ہیں تم نے مانا ہے نہ مانو گے
سوال وصل سے کیوں رائیگاں جائے سخن اپنا

الجھتا کیوں ہے دیوانوں سے راہ عشق و وحشت میں
چل اپنی راہ لے تو کام کر اے راہزن اپنا

جو تختے لالہ و گل کے کھلے وہ دیکھ لیتے ہیں
تو فرماتے ہیں وہ ہے داغ کا یہ ہے چمن اپنا

☆☆☆

۴۸

جب دھواں دھار گرجتی ہوئی آتی ہے گھٹا
طالع خفتہ کو مے کش کے جگاتی ہے گھٹا

دل مہجور کے نالوں سے جو ہو ہم آواز
سینہ پھٹ جائے ترا کیا تری چھاتی ہے گھٹا

تو تو اک قطرہ بھی دیتی نہیں اے زلف سیاہ
پانی بھر بھر کے زمانے کو پلاتی ہے گھٹا

ہجر محبوب میں بے تاب ہوں بسمل کی طرح
تار بارش یہ نہیں، تیر لگاتی ہے گھٹا

رات بھر جاگے ہیں اب آنکھ لگی ہے ان کی
کہ دو خاموش ہو کیوں شور مچاتی ہے گھٹا

صورت ماہی بے آب ہیں مے کش بے تاب
اس تپش میں اجل آتی ہے نہ آتی ہے گھٹا

وعدہ کرتے ہیں وہ جس روز یہاں آنے کا
کیا برستی ہے کہ دریا ہی بہاتی ہے گھٹا

تیغ کی طرح چمک جاتی ہے سر پر بجلی
ہجر میں مجھ کو بلا بن کے ڈراتی ہے گھٹا

توبہ مے خوار کی مقبول ہے جب چاہے کرے
زور سے شور سے یہ مژدہ سناتی ہے گھٹا

جب اٹھاتے ہیں دم بادہ کشی وہ ساغر
کیسی اتراتی ہوئی جھومتی آتی ہے گھٹا

نہیں ساون میں مرے پاس وہ مہ وش اے داغ
مجھ کو تڑپاتی ہے بجلی تو رلاتی ہے گھٹا

☆☆☆

۴۹

آئینہ دل نے تماشا کیا
اپنی جگہ میں اسے دیکھا کیا

ایک ستم اے ستم آرا کیا
اور کہوں اور کہوں کیا کیا

سب نے تو دیدار خدا کیا
مجھ کو بھی دیکھا تجھے دیکھا کیا

کھول کے منہ سینے کا پردا کیا
آپ نے چلمن میں تماشا کیا

تو نے بھی عاشق نہ کیے اتنے قتل
ہم نے بہت خون تمنا کیا

نکہت گل میں ہے لپٹ اور ہی
کس نے یہاں بند قباوا کیا

شکوے سے اس کے ہوئے بدنام سب
سو میں سے اگر ایک نے ایسا کیا

دیکھتے ہی مجھ کو کہا روز حشر
تو نے یہاں بھی ہمیں رسوا کیا

قتل جہاں اس کے لیے کھیل تھا
کون کہے آپ نے یہ کیا کیا

داد طلب اس سے ہیں سب داد خواہ
جس نے تجھے اتنے سے اتنا کیا

روز قامت وہ دم باز پرس
چشم غضب سے مجھے دیکھا کیا

ہاتھ سے میرے جو ہوا دل ہلاک
اپنے پہ خود خون کا دعوئ کیا

ساتھ چلا ا سکے دبکتا ہوا
فتنہ محشر نے تماشا کیا

چھوڑیے ان باتوں میں رکھا کیا ہے کیا
آپ نے پھر ذکر عدو کا کیا

کل کا اگر وعدہ وفا آج ہو
آپ نے امروز کو فردا کہا

میں ستم غیر کا شکوہ کروں
اور وہ سن کر کہیں اچھا کیا

اور بھی اک رات سہی انتظار

یا نہ کیا اس نے کرم یا کیا
غیر کے آتے ہی وہ تیور نہ تھے
تم کو انہیں باتوں نے رسوا کیا
حضرت دل عشق صنم سہل تھا
تم نے خدا پر نہ بھروسا کیا
مر کے ہوئیں زندہ بہت حسرتیں
شوق نے اعجاز مسیحا کیا
داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسین
اپ نے کس شخص سے دعویٰ کیا

☆☆☆

۵۰

امیدوار ہوں کرم بے حساب کا
پیتا ہوں ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
چرچا ہے ان کے گھر میں مرے اضطراب کا
دیکھا سلوک اس دل خانہ خراب کا
بے کار مفت خاک اڑتی پھری صبا
گوشہ الٹ دی انہ کسی کی نقاب کا
اے چارہ گر کمی نہ کرے لخت دل کہیں
ٹکڑا لگا ہوا ہے یہ چشم پر آب کا
یہ بات ہے بہار چمن ہی کے واسطے
آتا نہیں پلٹ کے زمانہ شباب کا
ساقی تو مجھ کو چاٹ لگا کر الگ ہوا
دھو دھو کے پی رہا ہوں پیالہ شراب کا
یا تمکنت سمائی طبیعت میں آپ کی
یا صبر پڑا گیا دل اضطراب کا
میں اک سوال کر کے پشیمان ہو گیا

لچھا بندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا
اٹھا ہے خواب ناز سے کوئی جو دن چڑھے
چمکا ہوا ہے آج نصیب آفتاب کا
واعظ بتا تو بادہ کوثر کے اسم و قسم
یکتا ہے نام بادہ کشوں میں شراب کا
بہلے گا کس طرح شب غم بے قرار دل
افسانہ گو کی آنکھوں میں ہے زور خواب کا
روزہ رکھیں، نماز پڑھیں، حج ادا کریں
اللہ یہ ثواب بھی ہے کس عذاب کا
لاؤں سبو پیالہ بھروں در کو قفل دوں
کیا حکم ہے جناب مشیخت ماب کا
مضمون خط شوق کسی میں نہیں ملا
الٹا ہے ایک ایک ورق کے خواب کا
کیا لاگ عشق کی ہے کہ دیتا رہا جواب
یعقوب کا خیال زلیخا کے خواب کا
جب میں کروں سوال تو کہتے ہو چپ رہو
کیا بات ہے جواب نہیں اس جواب کا
خوشبو وہی وہی ہے نزاکت، وہی ہے رنگ
معشوق کیاہے پھول ہے وہ بھی گلاب کا
ہونے کو تیری چشم تغافل میں قہر ہو
ہم سے ملے تو لطف ملے کچھ عتاب کا
اس بے قرار دل کا الٰہی علاج کیا
جس کے شکیب پہ ہو گماں اضطراب کا
اے زلف یار وجہ بھی کچھ پیچ و تاب کی
اے چشم یار کوئی سبب بھی عتاب کا
اے داغ بخشوائیں گے امت کے وہ گناہ
ہے آسرا جناب رسالت مآب کا

☆☆☆

۵۱

غیر پر لطف و کرم بس اب ہو چکا
ہو چکا ہم پر ستم بس ہو چکا
دل میں رہنے دے کسک اے چارہ گر
درد اپنا کم سے کم بس ہو چکا
میں دم آخر سے اپنے شاد ہوں
انتہا کا رنج و غم بس ہو چکا
گر یہی قسمیں ہیں تو مجھ کو یقیں
آپ کے سر کی قسم بس ہو چکا
ہم کو اے واعظ ابھی مرنا نہیں
وصف گلزار ارم بس ہو چکا
دھوم ہے اب کوچہ دلدار کی
شہرہ دیر و حرم بس ہو چکا
ہے ہمارے بعد بھی ان کا عتاب
مر کے یہ سمجھے تھے ہم بس ہو چکا
کر چکے پامال اب گھر بیٹھیے
فتنہ برپا ہر قدم بس ہو چکا
اب یہ بت کرتے ہیں ناحق تاک جھانک
بیت رب بیت الصنم بس ہو چکا
بحر الفت سے نکالیں آشنا
تھک گیا ہوں مجھ میں دم بس ہو چکا
جانب گور غریباں وہ نہ آئے
حشر اے اہل عدم بس ہو چکا
دیکھتا بھی تو نہیں وہ بادہ خوار
ساغر دل جام جم بس ہو چکا

کل جو اک داغ حزیں مشہور تھا
آج وہ بیمار غم بس ہو چکا

☆☆☆

۵۲

عاشق مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا
عشق کے آغاز میں انجام اپنا دیکھتا
سخت ناکامی تھی اس کو ورنہ یوں مرتا ہی کیوں
کوہکن بنتا ہوا گر کام اپنا دیکھتا
دیکھتا ہے کچھ تو جلوہ ورنہ کیا کرتا نہ ترک
نفع توبہ میں جو مے آشام اپنا دیکھتا
تیرے عاشق کو دکھاتے عشق کا دفتر اگر
نام تیرا دیکھتا یا نام اپنا دیکھتا
آپ تو ناحق ہیں برہم معذرت کرتا ہے دل
جرم جب یہ مورد الزام اپنا دیکھتا
کیا غرض تھی دیکھتے ہم عشق میں اچھا برا
دیکھا تو یہ دل ناکام اپنا دیکھتا
چیر کر سینہ دکھایا کیوں نہ اس کو ہم نے دل
نقش اس تعویذ میں وہ نام اپنا دیکھتا
آج کو جمشید ہوتا تو دکھاتے اس کو سیر
دل ہمارا دیکھ کر کیا جام اپنا دیکھتا
جانتا گر خود غرض خود مطلب ایسا آپ کو
فائدہ کیا میں نہ صبح و شام اپنا دیکھتا
نخوت دولت آنکھیں پھٹ گئیں قارون کی
کاش آنکھیں پھاڑ کر انجام اپنا دیکھتا
داغ کو وہ آگ لگتی جس کا بجھنا تھا محال
گر تمہاری بزم میں ہم نام اپنا دیکھتا

☆☆☆

۵۳

کوئی پھرے نہ قول سے بس فیصلہ ہوا
بوسہ ہمارا آج سے دل آپ کا ہوا

اس دل لگی میں حال جو دل کا ہوا ہوا
کیا پوچھتے ہیں آپ تجاہل سے کیا ہوا

ماتم ہمارے مرنے کا ان کی بلا کرے
اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ برا ہوا

وہ چھیڑتی دیکھتے ہیں ہوئی جو چرخ پر
کہتے ہیں مجھ سے "آپ کا نالہ رسا ہوا"

اس پر بھی تو نہیں ہے غم عشق میں کمی
کھاتا ہے اک جہان تمہارا دیا ہوا

کیا عیش جاوداں کہ غم جاوداں نہیں
انسان کو ہے موت کا کھٹکا لگا ہوا

بیگانہ تھا تو کوئی شکایت نہ تھی ہمیں
آفت تو یہ ہوئی کہ وہ مل کر جدا ہوا

جس نے کیا تپاک اسی نے کیا ہلاک
جو آشنا ہوا وہی ناآشنا ہوا

دشنام کی بھی آپ سے کس کو امید تھی
ہم نے تو اس پہ صبر کیا جو عطا ہوا

اے جذب شوق ہو نہ ہو نامہ بر ہی ہو
آتا ہے کوئی شخص ادھر کو اڑا ہوا

عذر ستم سے بس مجھے نادم نہ کیجیے
اس تذکرے کو چھوڑیے جو کچھ ہوا ہوا

بے خود رہے وصال ہیں بے ہوش ہجر ہیں
کیا جانے ہم سے کب وہ ملا کب جدا ہوا

اس طرح کے جہان میں ہیں بے غرض کہاں
تیری نگہہ ہوئی دل بے مدعا ہوا

اے چرخ کل کی رات کا غم آج تو نہ دے
ہم صبح کو نہ دکھائیں گے شب کا بچا ہوا

آباد کس قدر ہے الٰہی عدم کی راہ
ہر دم مسافروں کا ہے تانتا بندھا ہوا

اے کاش میرے تیرے لیے کل یہ حکم ہو
لیے جاؤ ان کو خلد میں جو کچھ ہوا ہوا

پیغامبر ندیم بنے، نامہ بر رفیق
میرا تو مدعا نہ کسی سے ادا ہوا

کس کس طرح سے اس کو جلاتے ہیں رات دن
وہ جانتے ہیں داغ ہے ہم پر مٹا ہوا

☆☆☆

۵۴

زباں ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا
اب آ چکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا

کسی سے کیا ہو تپش میں مقابلہ دل کا
جگر کو آنکھ دکھاتا ہے آبلہ دل کا

خدا کے واسطے کر لو معاملہ دل کا
کہ گھر کے گھر ہی میں ہو جائے فیصلہ دل کا

تم اپنے ساتھ ہی تصویر اپنی لے جاؤ
نکال لیں گے کوئی اور مشغلہ دل کا

قصور تیری نگہہ کا ہے کیا خطا اس کی
لگاوٹوں نے بڑھایا ہے حوصلہ دل کا

نہ جان دیتے بن آئے نہ زندہ رہتے بنے
بگڑ گیا ہے یہ کیسا معاملہ دل کا

شباب آتے ہی اے کاش موت بھی آتی
ابھارتا ہے اسی سن میں ولولہ دل کا

کیے ہیں تو نے اہل انجمن بے تاب
رواں روی میں ہے مصروف قافلہ دل کا

جو مصتفی ہے جہاں میں تو منصفی تیری
اگر معاملہ ہے تو معاملہ دل کا

ملی بھی ہے کبھی عاشق کی داد دنیا میں
ہوا بھی ہے کبھی کم بخت فیصلہ دل کا

نگاہ مست کو تم ہشیار کر دینا
یہ کوئی کھیل نہیں ہے معاملہ دل کا

ہماری آنکھ میں بھی اشک گرم ایسے ہیں
کہ جن کے آگے بھرے پانی آبلہ دل کا

ہوا نہ اس سے کوئی اور کانوں کان خبر
الگ ہی کیا سب معاملہ دل کا

اگرچہ جان پہ بن بن گئی محبت میں
کسی کے منہ پہ نہ رکھا معاملہ دل کا

ازل سے تا بہ ابد عشق ہے اسی کے لیے
ترے مٹائے مٹے گا نہ سلسلہ دل کا

کروں تو داور محشر کے سامنے فریاد
تجھی کو سونپ نہ دے وہ معاملہ دل کا

نہ آئیں خضر کبھی آپ بھول کر بھی ادھر
جناب من! نہیں آسان مرحلہ دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے
وہی بتوں کی شکایت' وہی گلہ دل کا

عشق میں دل نے بہت کام نکالا اپنا
سچ ہے ملتا ہے کہاں چاہنے والا اپنا
میں اٹھاتا ہوں سہارے کے لیے دست دعا
رہ گیا ہو نہ کہیں راہ میں نالا اپنا
اپنی نظروں میں تو پھرتا ہے وہ قد بوٹا سا
سرو گلچیں کو دکھائے قد بالا اپنا
اے سیہ بختی عاشق نہ بنے گی تو زلف
رہنے دے اپنے لیے رنگ یہ کالا اپنا
اس پہ مرتے ہیں جو بے درد ہو بے مہر بھی ہو
عشق ہے سارے زمانے سے نرالا اپنا
دل بجا تیغ نظر سے مگر اب خیر نہیں
تیرے دنبالے نے بھالا جو سنبھالا اپنا
بحر و بر میں نہ کوئی فرق رہے گا باقی
کچھ اگر پھوٹ پڑا پاؤں کا چھالا اپنا
اپنی تصویر وہ کھنچوائے یہ ممکن ہی نہیں
جس نے آئینے میں بھی عکس نہ ڈالا اپنا
غیر کے ملنے سے دنیا میں ہوئی بدنامی
تم نے عالم میں بڑا نام اچھالا اپنا
خاک کس کس کی خدا جانے ہوئی دامن گیر
تم نے چلتے ہوئے دامن نہ سنبھالا اپنا
دل شکن اس نے تو دو حرف ہی لکھے تھے ہمیں
دفتر شوق ہوا سب تہہ و بالا اپنا
کچھ سیہ بختی عاشق میں سعادت ہوتی
سایہ زلفوں نے تیری اس پہ نہ ڈالا اپنا
چرخ کا پاؤں ہے مدت سے یونہی گردش میں
ہے بجا گر کہے خورشید کو چھالا اپنا
دیکھ کر اس کو تعجب ہے جناب ناصح

مجھ سے فرماتے ہیں کیوں دل نہ سنبھالا اپنا
انتظار مے و ساغر ہو کہاں تک ساقی
کہیں لبریز نہ ہو جائے پیالہ اپنا
اس کے دامن کی جنوں میں بھی رہ ہم کو تلاش
جیب پر اپنی کبھی ہاتھ نہ ڈالا اپنا
غیر سے ملنے کی لکھی ہے نہایت تاکید
اور لکاھ ہے مجھے خط میں حوالا اپنا
ہیں برے حال کے سب دیکھنے والے اے داغ
کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا

☆☆☆

۵۶

تم گلے جب نہ ملو لطف ملاقات ہی کیا
مان بھی جاؤ مری بات یہ ہے بات ہی کیا
دل و دیں لے کے بھی راضی نہ ہوئے آپ کبھی
یہ تو فرمایئے میں کیا مری اوقات ہی کیا
کشتۂ ناز کو کیوں زندہ کریں آ کے مسیح
تمہیں ٹھکراؤ کہ ہے اس میں کرامات ہی کیا
عالم وجد میں بے خود نہیں ہوتے صوفی؟
نشے میں چور ہیں رندان خرابات ہی کیا
ہمت اے دیدہ تر ! قطرہ فشانی کب تک
موسلادھار نہ برسے تو وہ برسات ہی کیا
دل سے شے ہم نے بھیجی انہیں وہ کہتے ہیں
''بیش قیمت ہے یہ سوغات میں سوغات ہی کیا''
حشر کے دن وہی کافر مجھے مل جائے گا
میرے کردار کی ہے اور مکافات ہی کیا
جا کے پی آئے وہاں' آتے ہی توبہ کر لی

اس قدر دور ہے مسجد سے خرابات ہی کیا

عاشقی اور پھر ایسی کہ چھپائے نہ چھپے
مجھ سے مجرم کے لیے چاہیے اثبات ہی کیا

دل کو لے لیتے ہیں درپردہ وہ عیاری سے
چار غیروں پہ جو کھل جائے تو پھر گھات ہی کیا

روز پیتے ہیں صبوحی بھی ادا کر کے نماز
فرق آ جائے تو پابندی اوقات ہی کیا

لہریں آتی ہیں طبیعت میں ہماری کیا کیا
برق وش پاس نہ ہو جب تو وہ برسات ہی کیا

مئے انگور فرشتوں کی بھی قسمت میں نہیں
اس سے محروم ہیں اک قبلہ حاجات ہی کیا

اس میں دھوکا تو نہیں ہم سے ذرا سچ کہیے
کر دیا مانگ کے دل آپ نے خیرات ہی کیا

اب تمنائے شب وصل ہے کسی کافر کو
بات کرنے میں گزر جائے تو وہ رات ہی کیا

آ گئے اس شوخ کے چپ لگ گئی ان کو اے داغ
میرے مطلب کو جو کہتے تھے یہ ہے بات ہی کیا

☆☆☆

۵۷

دیکھ کر تیری ادا جی سے گزر جائے گا
مرنے والا تو قیامت میں بھی مر جائے گا

نامہ بر چرب زبانی تو بہت کرتا ہے
دل گواہی نہیں دیتا کہ ادھر جائے گا

اور بھی اور بھی اے درد محبت ہو سوا
گر کمی کی تو مرے دل سے اتر جائے گا

غیر کا قصہ شب وصل میں کیوں لے بیٹھے

باتوں باتوں میں یونہی وقت گزر جائے گا

میرے ہمراہ پس مرگ ڈبونے کے لیے
دیدہ تر نہ سہی دامن تر جائے گا

رخنہ گر وہ ہو تو محشر کا تماشا کیسا
آن کی آن میں سب کھیل بکھر جائے گا

بے خودی میں ہے کسے ہوش کہاں ہے قاصد
کدھر آیا، نہیں معلوم کدھر جائے گا

عاقبت پاک ہے مے خوار کی سن رکھ زاہد
یہ تو مے خانے سے اللہ کے گھر جائے گا

کھا لیا ہم نے شب ہجر میں سب خون جگر
روز فرقت ہمیں اب صاف گزر جائے گا

کسی بندے پہ برا وقت نہ ڈالے اللہ
کیا خبر تھی کوئی یوں ہجر میں مر جائے گا

کیوں نہ ہم روئیں مقدر کی پریشانی کو
کیا یہ گیسو ہے تمہارا کہ سنور جائے گا

بوجھ ڈالے نہ بہت دست دعا پر تاثیر
مجھ کو ڈر ہے کہ مرا ہاتھ اتر جائے گا

وصف حوروں کے تو دن رات سنوں اے واعظ
خوف یہ ہے کہ وہاں پرچہ گزر جائے گا

کر کے برباد مجھے چرخ کہاں جاتا ہے
میں بھی ہمراہ اسی کے ہوں جدھر جائے گا

فوج مژگان نے تری گھیر لیا ہے دل کو
اب کہاں جائے گا بچ کر یہ کدھر جائے گا

اب تو اے داغ مرے غم سے وہ خوش ہیں پھر کیا
آخر اک دن یہ زمانہ بھی گزر جائے گا

☆☆☆

مایوس ہجر میں دل ناکام ہو گیا
رخصت ہو اے اجل مجھے آرام ہو گیا
سنتا ہوں غیر کا بت خود کام ہو گیا
یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہو گیا
میں ہر طرح سے مورد الزام ہو گیا
تقصیر کی کسی نے مرا نام ہو گیا
اس تشنگی کی آگ اسی آگ سے بجھی
میں پانی پیتے پیتے مے آشام ہو گیا
کیوں میری بات سنتے ہی تلوار کھینچ لی
کیا حرف اختلاط بھی دشنام ہو گیا
آپ اپنے گھر کو رشک مسیحا سدھاریے
آرام ہو گیا مجھے آرام ہو گیا
عاشق کے ضعف قلب کی کچھ انتہا نہیں
گویا وہ اس زمانے کا اسلام ہو گیا
سینہ مرا سبوہے مئے عشق کے لیے
آنکھیں پیالہ بن گئیں دل جام ہو گیا
بگڑے وہ مجھ کو دیکھ کے محفل میں اس طرح
گویا قیامت آ گئی کہرام ہو گیا
باہر خودی سے ہو نہ سکا دل تمام عمر
اس کی رگوں کا جال اسے دام ہو گیا
پھر آرزو مراد پر آ کر ہوئی ہے یاس
لو پختہ ہو کے پھر یہ ثمر خام ہو گیا
بس شرح اس کی حضرت ناصح نہ کیجیے
معلوم ہم کو عشق کا انجام ہو گیا
اب صبر کس طرح سے دل بدگماں کو ہو

کیوں یہ کہا شب کو ہمیں کام ہو گیا

رہتا نہیں ہے اپنا مقدر بھی اپنے ساتھ
وہ بھی شریک گردش ایام ہو گیا

کیا طول مدعا جسے کافی ہو روز حشر
کیا فیصلہ جو صبح سے تا شام ہو گیا

قاصد کے ہاتھ چوم لیے میں نے لے کے خط
یہ اک طرح کا بوسہ بہ پیغام ہو گیا

جو ابتدائے عشق میں تھے کام نا درست
انجام کار سب کا سر انجام ہو گیا

دنیا میں داغ صاحب اعزاز ہے تو ہو
وہ آپ کا تو بندہ بے دام ہو گیا

☆☆☆

۵۹

نام زیر آسماں باقی رہا
مر مٹوں گا یوں نشاں باقی رہا

اس کے در پر جبہ سا لاکھوں ہوئے
پھر بھی سنگ آستاں باقی رہا

دیکھیے فردائے محشر کیا بنے
آج کل پر امتحاں باقی رہا

اے گداز غم تجھے کھا جاؤں گا
ایک بھی گر استخواں باقی رہا

شب کو تیری جستجو میں کوبکو
کون سا مجھ سے مکاں باقی رہا

مٹ گئے دنیا کے جلسے سینکڑوں
ہے غنیمت جو سماں باقی رہا

آنکھ اپنی روز محشر کھل چکی

کچھ اگر خواب گراں باقی رہا
دل لگی ہو جائے گی زیرِ مزار
تو جو اے دردِ نہاں باقی رہا
آزمائی ہے مروت ہی ابھی
امتحاں سا امتحاں باقی رہا
حال کچھ اے داورِ محشر نہ پوچھ
حال مجھ میں اب کہاں باقی رہا
مٹ چکا گو اس زمانے کا خیال
پھر بھی دل میں اک جہاں باقی رہا
غیر کا چھلا چھپایا آپ نے
اس نشانی کا نشاں باقی رہا
جا چکا اے داغ سب مال و متاع
شکر ہے لطفِ زباں باقی رہا

☆☆☆

٦٠

لو محتسب کا مشربِ رندانہ کھل گیا
پہلے ہی عید سے درِ مے خانہ کھل گیا
بادِ صبا نے بھی نہ کیا اس کو بے حجاب
سینے پہ ہاتھ آ گئے جب شانہ کھل گیا
قاتل نے دیکھے اس میں ہزاروں پری جمال
دل چاک کیا ہوا کہ پری خانہ کھل گیا
ہم سے تغافل اور ہے غیروں سے تاک جھانک
تیرا فریبِ نرگسِ مستانہ کھل گیا
جلنے لگے ہیں شمع سے گل سے ہیں بد دماغ
کیوں ان پہ عشقِ بلبل و پروانہ کھل گیا
رکھا تھا ہم نے پردہ کہ اس پر کھلے نہ حال

سب راز دل سناتے ہی افسانہ کھل گیا
خونیں ہے پیرہن جو تمہارے شہید کا
اس پر یہ سرخ خلعت شاہانہ کھل گیا
پوچھا مزاج اس نے تو وحشت کی اس لی
آخر کو پردہ دل دیوانہ کھل گیا
اس مے کدے سے ہم تو چلے تشنہ کام ہی
بس ہم پہ ظرف ساقی و پیمانہ کھل گیا
مشتاق دید غش میں پڑے ہیں جو زیر بام
سر کی نقاب کیا رخ جانانہ کھل گیا
اے داغ وقت مرگ ہوا امتحاں ہمیں
اس وقت میں یگانہ و بیگانہ کھل گیا

☆☆☆

۶۱

ادھر ادھر لینا' ادھر دیکھ لینا
کن انکھیوں سے اس کو مگر دیکھ لینا
فقط نبض سے حال ظاہر نہ ہو گا
مرا دل بھی اے چارہ گر دیکھ لینا
کبھی ذکر دیدار آیا تو بولے
قیامت سے بھی پیشتر دیکھ لینا
نہ دینا خط شوق گھبرا کے پہلے
محل موقع اے نامہ بر دیکھ لینا
کہیں ایسے بگڑے سنورتے بھی دیکھے
نہ آئیں گے وہ راہ پر دیکھ لینا
تغافل میں شوخی نرالی ادا تھی
غضب تھا وہ منہ پھیر کر دیکھ لینا
شب وعدہ اپنا یہی مشغلہ تھا

اٹھا کے نظر سوئے در دیکھ لینا

بلایا جو غیروں کو دعوت میں تم نے
مجھے پیشتر اپنے گھر دیکھ لینا

محبت کے بازار میں اور کیا ہے
کوئی دل دکھائے اگر دیکھ لینا

مرے سامنے غیر سے بھی اشارے
ادھر بھی، ادھر دیکھ کر ' دیکھ لینا

نہ ہو نازک اتنا بھی مشاطہ کوئی
دھن دیکھ لینا کمر دیکھ لینا

نہیں رکھنے دیتے جہاں پاؤں ہم کو
اسی آستانے پہ سر دیکھ لینا

تماشائے عالم کی فرصت ہے کس کو
غنیمت ہے بس اک نظر دیکھ لینا

دیے جاتے ہیں آج کچھ لکھ کے تم کو
اسے وقت فرصت مگر دیکھ لینا

ہمیں جان دیں گے، ہمیں مر مٹیں گے
ہمیں تم کسی وقت پر دیکھ لینا

جلایا تو ہے داغ کے دل کو تم نے
مگر اس کا ہو گا اثر دیکھ لینا

☆☆☆

۶۲

دل مکدر مدام کا نکلا
کب یہ آئینہ کام کا نکلا

گھر سے تم کیوں نکالے دیتے ہو
کیا قصور اس غلام کا نکلا

بھر کے دے جام ورنہ اے ساقی

دم کسی تشنہ کام کا نکلا
مٹ گئی رسم و راہ بھی ان سے
یہ نتیجہ پیام کا نکلا
بحث تھی مے کشی میں زاہد سے
عذر ماہ صیام کا نکلا
یہ سنا ہے کہ اب وہ ہرجائی
صبح آتا ہے شام کا نکلا
گالیاں سنتے ہیں دعا دے کر
خوب پہلو کلام کا نکلا
دل کے ملنے کی پھر امید نہیں
یہ اگر اس کے کام کا نکلا
واہ کیا کیا تیری محبت میں
حوصلہ خاص و عام کا نکلا
سچ تو یہ ہے کہ عاشقی میں داغ
ایک ہی اپنے نام کا نکلا

☆☆☆

۶۲

تجھے نامہ بر قسم ہے وہیں دن سے رات کرنا
کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا
نہیں اور خوف قاصد مگر ایک بات کا ہے
جو رقیب بھی وہاں ہو بہت التفات کرنا
وہ ہو تیز رو نہ پائے کوئی تم کو حضرت دل
رہ دوست میں جو چلنا تو ہوا کو مات کرنا
ابھی سن ہی کیا ہے جو انہیں وقار و تمکیں
کبھی اجتناب کرنا، کبھی التفات کرنا
مرے دل کی قیمت اتنی نہ بڑھاؤ کون لے گا

جو تمہیں نہ جانتا ہو یہ اسی سے گھات کرنا
ہمیں گلشن جہاں میں یہی کام آخری ہے
اسی باغباں کو واپس ثمر حیات کرنا
یہ زمانہ کہہ رہا ہے کہ وہ قول کے ہیں پورے
مگر اک ہمیں سے وعدہ انہیں بے ثبات کرنا
نکل آئیں گے وہ باہر وہیں شور سن کے اے دل
کبھی ان کے در پہ جا کر کوئی واردات کرنا
وہ کریم کیا نہیں ہے، وہ رحیم کیا نہیں ہے
کبھی داغ بھول کر بھی نہ غم نجات کرنا

☆☆☆

۶۴

شوق ہے اس کو خود نمائی کا
اب خدا حافظ اس خدائی کا
وصل پیغام ہے جدائی کا
موت انجام آشنائی کا
دے دیا رنج اک خدائی کا
ستیا ناس ہو جدائی کا
کسی بندے کو درد عشق نہ دے
واسطہ اپنی کبریائی کا
پھنس گیا دل بری جگہ افسوس
کوئی پہلو نہیں رہائی کا
صلح کے بعد وہ مزہ نہ رہا
روز سامان تھا لڑائی کا
کہتے ہیں وہ قیامت آنے دو
ابھی موقع نہیں تھا صفائی کا
اپنے ہوتے عدو پر آنے دے

کیوں الزام بے وفائی کا
اشک آنکھوں میں داغ ہے دل میں
یہ نتیجہ ہے آشنائی کا
ہنسی آتی ہے اپنے رونے پر
اور رونا ہے جگ ہنسائی کا
آج وہ امتحان کرتے ہیں
وقت ہے قسمت آزمائی کا
دل اڑاتا ہے دل لگی کے مزے
پوچھنا کیا لگی لگائی کا
فتنہ گر ایک تو ہے اک محشر
دل شریک اس میں ہے تنہائی کا
اڑ گئے ہوش دام میں پھنس کر
قید کیا نام ہے رہائی کا
اک خدائی کی آفتیں دیکھیں
ہائے صدمہ تری جدائی کا
اور تو ہم کو کچھ نہیں آتا
کام کرتے ہیں آشنائی کا
دل ترا صاف ہو نہیں سکتا
پیچ ہے محکمہ صفائی کا
بت کدے کی جو سیر کی ہم نے
کارخانہ ہے اک خدائی کا
گرچہ پہنچا ہوں میں کہیں سے کہیں
مرحلہ دور ہے رسائی کا
نہ رہا لطف اس زمانے میں
میرزا داغ میرزائی کا

☆☆☆

آشنا تو ہے اپنے مطلب کا
فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا

روز محشر ہے یہ دلیل ان کی
کہتے ہیں "مجھ سے وعدہ تھا شب کا"

کیوں نہ ہو غیر کی دعا مقبول
وہ خدائے کریم ہے سب کا

لے کے دل تم نے جب ستم توڑے
پھر ہماری بغل میں آ دبکا

وہ سنے درد دل جو ہو ہم درد
نہیں ملتا کوئی مرے ڈھب کا

کس کو جانوں رقیب محفل میں
ایک نام اس نے رکھ دیا سب کا

غنچہ گل کو سونگھیے بچ کر
بوسہ لے لے نہ آپ کے لب کا

ذکر بے داد پر نہ ہو برہم
کہ نہیں ہے یہ تذکرہ اب کا

داغ مے کو نہ دیکھ اے زاہد
دل تو ہے پاک رنگ مشرب کا

دم نہیں دل میں ایک مدت سے
خون ہے مدعا و مطلب کا

کافر عشق کیوں مسلماں ہو
سب کو ہے پاس اپنے مذہب کا

جرم تھا پیشتر تغافل بھی
حال جب کا کہوں کہ میں اب کا

چاہنے والے ہوں برے کہ بھلے

ان کے دفتر میں نام ہے سب کا
ہو مئے ناب یا شراب طہور
تشنہ ہوں ساغر لبالب کا
بات پوری وہ کر نہیں سکتے
زور ہے کیا نزاکت لب کا
کیا کرو گے کہو تو روز جزا
ایک دعویٰ ہوا اگر سب کا
تم نے بھی کچھ سنا کے تابفلک
شور پہنچا ہے میری یا رب کا
پہلے انکار اور پھر دشنام
یہ نتیجہ ہے عرض مطلب کا
شکر ہے داغ کامیاب ہوا
حق تعالیٰ بھلا کرے اس کا

☆☆☆

۶۵

جس دن وہ مرے قتل کے ساماں میں نہ ہو گا
وہ دن ہی کبھی گردش دوراں میں نہ ہو گا
جینا تو بلائے شب ہجراں میں نہ ہو گا
مرنا بھی الٰہی مرے امکاں میں نہ ہو گا
کیوں مفت میں دیوانہ بنوں چھوڑ کے تجھ کو
دامن میں جو ہے ہاتھ گریباں میں نہ ہو گا
کیوں جانے لگا دل ترے ناوک سے نکل کر
سوفار میں ہو گا جو وہ پیکاں میں نہ ہو گا
چمکے گا مرا داغ جگر صورت خورشید
کیا روز قیامت شب ہجراں میں نہ ہو گا
میں ہیچ سے تقدیر کے خوش ہوں یہ سمجھ کر

ایسا کوئی بل گیسوئے پیچاں میں نہ ہو گا
بہلاؤں گا اپنے دل ویراں سے طبیعت
یہ دشت بلا کیا مرے زنداں میں نہ ہو گا
ہوتا ہے جدائی میں ضرر جان کا ناصح
ہے یہ تو یقیں تو مرے نقصاں میں نہ ہو گا
کیا آئے دم نزع بلانے سے جو آئے
محسوب یہ احساں کسی احساں میں نہ ہو گا
اتنا تو ہوا دیدہ گریاں کی بدولت
آباد کوئی کوچہ جاناں میں نہ ہو گا
کیا خوف اذاں ہم کو شب وصل یقیں ہے
اللہ کا گھر کوچہ جاناں میں نہ ہو گا
اپنے بھی بیگانے نظر آئیں گے اے داغ
اپنا تو کوئی حشر کے میداں میں نہ ہو گا

☆☆☆

۶۶

تم کو کیا ہر کسی سے ملنا تھا
دل ملا کر مجھ ہی سے ملنا تھا
پوچھتے ہو کیوں لائی دیر
اک نئے آدمی سے ملنا تھا
مل کے غیروں سے بزم میں یہ کہا
مجھ کو آخر سبھی سے ملنا تھا
کیوں بہانے کیے شب وعدہ
صاف کہہ دو کسی سے ملنا تھا
عید کو بھی خفا خفا ہی رہے
آج کے دن خوشی سے ملنا تھا
آپ کا مجھ سے جی نہیں ملتا

اس محبت پہ جی سے ملنا تھا
تم تو اکھڑے رہے تمھیں اے داغ
ہر طرح مدعی سے ملنا تھا

☆☆☆

٦٧

مقتل میں وہ سفاک جو مصروف ستم تھا
آگے صف عشاق سے اپنا ہی قدم تھا
اے نامہ بر اس کا نہ یہ انداز رقم تھا
معلوم ہوا ہاتھ میں دشمن کے قلم تھا
وہ جلد نہ کیوں اٹھتے مری بزم عزا سے
عشرت کدہ بھی دو چار قدم تھا
یاد آتے ہیں اب مجھ کو شب وصل کے احسان
جو عین کرم تھا وہ مرے حق میں ستم تھا
سنتا ہوں کہ ناصح کی زباں بند ہوئی ہے
ہر روز کی جھک جھک سے مرا ناک میں دم تھا
یہ شکوہ فرقت پہ کہا پیار سے اس نے
"مجھ کو بھی رنج ترے سر کی قسم تھا"
ہم مر گئے لیکن نہ اٹھایا ستم رشک
یہ کام محبت میں تری سب سے اہم تھا
نکلا دل آباد کو برباد ہی کر کے
غیروں کا تصور بھی بڑا نحس قدم تھا
کرتے ہو عبث شکوہ فرقت کی شکایت
وہ شکر ملاقات گزشتہ سے تو کم تھا
نکلے بھی تو ہمراہ دم باز پسیں کے
جب تک وہ مرے دل میں رہے سینہ میں دم تھا
تھا وعدہ یہاں چار پہر رہنے کا ان سے

افسوس مگر وصل کا دن رات سے کم تھا

جل جل کے ہوئے خاک ہوئی خاک بھی برباد
ہستی میں یہ ہستی تھی عدم میں یہ عدم تھا

مجنوں کے طرف دار بنے ہیں کئی دن سے
فرماتے ہیں وہ آپ سے کس بات میں کم تھا

معشوق، فلک، غیر، شبِ غم، دلِ بے تاب
تا زیست مرے حال پہ کس کس کا کرم تھا

اس بت نے جو لفافہ دیا مہر لگا کر
گویا وہ کفِ دست میں قاصد کے پدم تھا

نکلا ہے تلاشی سے فقط اک درم داغ
یاروں کو مرے دل پہ ہزاروں کا بھرم تھا

دل خون ہوا، خاک ہوا، خوب ہوا، داغ
ہر آن کی تکلیف تھی، ہر وقت کا غم تھا

☆☆☆

ردیف ب

۶۸

نہیں سنتا ستم ایجاد ہماری یارب
تجھ سے ہر وقت ہے فریاد ہماری یا رب

کچھ تو تخصیص ہو مظلوم محبت کے لیے
کاش دنیا میں ملے داد ہماری یا رب

پھر کہاں جائیں گے جنت میں اگر جی نہ لگا
ہے طبیعت بہت آزاد ہماری یا رب

در پئے بیخ کنی ہو گئے سارے دشمن
جب کہیں جم گئی بنیاد ہماری یا رب

ان کے آنے سے اجل پیشتر آئی افسوس

کیا برے وقت ہوئی یاد ہماری یا رب
دل دھڑکتا ہے کہ آغاز محبت ہے ابھی
کیا پڑے دیکھیے افتاد ہماری یا رب
پھر کوئی مانے نہ مانے ہمیں پروا کیا ہے
مان لے گر دل ناشاد ہماری یا رب
ہو دم قتل وہ تصویر کا عالم ہم پر
شکل دیکھا کرے جلاد ہماری یا رب
ہجر میں زندہ رہا داغ تو وہ کہتے ہیں
''ہائے بے کار ہو بے داد ہماری یا رب''

☆☆☆

۶۹

نگاہ لطف سے والا نگاہ ہے محبوب
پناہ خلق سے عالی پناہ ہے محبوب
ہنر شناس ہے محبوب شاہ آصف جاہ
کمال دوست، مہ نیم ماہ ہے محبوب
کوئی طریق ارادت سے ہم بھٹکتے ہیں
ہمارے واسطے اک خضر راہ ہے محبوب
مجال کیا ہے نہ سیدھا ہو چرخ کج رفتار
کہ قہرمان و شہ کج کلاہ ہے محبوب
بلند بخت و سرفراز سب ہیں درباری
قمر خدم ہے، فلک بارگاہ ہے محبوب
شرف ہے خسرو و جم کو بھی باریابی سے
وہ صاحب شرف و عز و جاہ ہے محبوب
نشان شر نہ رکھا نام کو زمانے میں
خدا کے بندوں کا وہ خیر خواہ ہے محبوب
نہ کیوں ہو سایہ دامن میں اس کے خلق اللہ

کہ شہریار ہے ظل اللہ ہے محبوب
امید منصب و جاہ و حشم نہ کیوں کر ہو
فقیر داغ ہے تو پادشاہ ہے محبوب

☆☆☆

۷۰

دل ناکام کے ہیں کام خراب
کر لیا عاشقی میں نام خراب
اس خرابات کا یہی ہے مزہ
کہ رہے آدمی مدام خراب
زلف ہے چور چشم یار شریر
حسن کا سب ہے انتظام خراب
دیکھ کر جنس دل وہ کہتے ہیں
کیوں کرے کوئی اپنے دام خراب
ابر تر سے صبا ہی اچھی تھی
میری مٹی ہوئی تمام خراب
وہ بھی ساقی مجھے نہیں دیتا
وہ جو ٹوٹا پڑا ہے جام خراب
کیا ملا ہم کو زندگی کے سوا
وہ بھی دشوار ناتمام خراب
واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں
خوب رو ہو کے یہ کلام خراب
چال کی رہ نمائے عشق نے بھی
وہ دکھایا جو تھا مقام خراب
داغ ہے بدچلن تو ہونے دو
سو میں ہوتا ہے اک غلام خراب

☆☆☆

ردیف پ

۱۷

کیا سبب؟ شاد ہے! بشّاش ہے جی آپ ہی آپ
چلی آتی ہے مجھے آج ہنسی آپ ہی آپ

ابھی آئی بھی نہیں کوچہ دلبر سے صبا
کھل گئی آج مرے دل کی کلی آپ ہی آپ

ہیں بڑے یار فراموش جناب زاہد
جا کے مے خانے میں چوری سے چوبی آپ ہی آپ

مجھ کو ارشاد سے ناصح کے یہ مفہوم ہوا
جس طرح سے کوئی بن بیٹھے ولی آپ ہی آپ

قطرے قطرے کو ترستی ہیں ہماری آنکھیں
کھا گیا خون جگر رنج ولی آپ ہی آپ

ہم نشیں بھی تو نہیں ہجر میں دل کیا بہلے
باتیں کر لیتے ہیں دو چار گھڑی آپ ہی آپ

سوچتے ہیں کہیں تدبیر بھی قسمت والے
کہ نکل جاتے ہیں ارمان دلی آپ ہی آپ

کچھ تو فرمائیے اس بدمزگی کا باعث
آپ ہی آپ ہے رنجش خفگی آپ ہی آپ

کبھی کثرت سے غرض ہے کبھی وحدت منظور
کبھی وہ انجمن آرا ہے کبھی آپ ہی آپ

دل لگی آگ ہے اے داغ خبر لو جلدی
جو لگائے سے لگی کب وہ بجھی آپ ہی آپ

۲۷

بزم دشمن میں نہ کھلنا گل تر کی صورت
جاؤ بجلی کی طرح آؤ نظر کی صورت
نہ مٹانے سے مٹی فتنہ و شر کی صورت
نظر آتی نہیں اب کوئی گزر کی صورت
سوچ لے پہلے ہی تو نفع و ضرر کی صورت
نامہ بر تجھ کو بھلا دیں گے وہ گھر کی صورت
کیا خبر کیا ہوئی فریاد و اثر کی صورت
کہ ادھر کب نظر آتی ہے ادھر کی صورت
بگڑی شوریدہ سری سے مرے گھر کی صورت
وہ دیوار کی صورت ہے جو در کی صورت
چھپ کے بیٹھے ہو اگر مجھ سے چلو یوں ہی سہ
میں بھی اٹھنے کا نہیں پردہ در کی صورت
اس کو دیکھے کوئی محفل میں یہ کس کی طاقت
ہر بشر دیکھنے لگتا ہے بشر کی صورت
بار تشبیہ سے دھرے وہ ہوئے جاتے ہیں
کیوں رگ جاں سے ملائی تھی کمر کی صورت
نامہ بر جان کے میں اس کے قدم لیتا ہوں
جب بنا کے کوئی آتا ہے سفر کی صورت
نہیں معشوق کوئی حسن و ادا سے خالی
اس پہ صورت بھی مرے رشک قمر کی صورت
اے جنوں خاک بیاباں کو بیاباں سمجھوں
میری آنکھوں میں ابھی پھرتی ہے گھر کی صورت
ان کے جانے کا وہ صدمہ وہ مری تنہائی
اور روتی ہوئی وہ شمع سحر کی صورت

رشک آئینے سے کیا وہم تو اس بات کا ہے
تیرے دل میں نہ پھرے آئینہ گر کی صورت
خط میں لکھا تھا کہ آتا ہے کلیجا منہ کو
اب دکھائیں انہیں کس منہ سے جگر کی صورت
وصف حوران بہشتی کے سنے اے واعظ
سب سے اچھی ہے جو اچھی ہے بشر کی صورت
لب پاں خوردہ کی شوخی پہ نہ اترا ظالم
ملتی جلتی ہے مرے زخم جگر کی صورت
خواب راحت سے جو اٹھے ہیں وہ کلمہ پڑھتے
نظر آئی ہے کسی پاک نظر کی صورت
آج آنکھیں نہیں یا میں نہیں دیکھو تو غضب
کہ دکھائی ہے مجھے غیر کے گھر کی صورت
آئے تھے گھر میں مرے آگ ببولا بن کر
ٹھنڈے ٹھنڈے وہ گئے باد سحر کی صورت
ہاتھ آنکھوں پہ شب وصل عبث رکھتے ہو
میری صورت نہ سہی دیکھو سحر کی صورت
آپ نے کی ہے عبث شرم سے نیچی آنکھیں
چھپ گئی یہ بھی ادا دل میں نظر کی صورت
دل سے نکلے تو پھرے خانہ خرابوں کی طرح
تم نے برسوں دیکھی نہیں گھر کی صورت
منتظر ہجر میں ہم وصل میں مشتاق ہو تم
نظر آتی نہیں دونوں کو سحر کی صورت
در و دیوار کا جلوہ نہیں دیکھا جاتا
ان کے آتے ہی بدل جاتی ہے گھر کی صورت
کوئی دم کوئی گھڑی کل نہیں پڑتی دل کو
میں بیاں کس سے کروں آٹھ پہر کی صورت
لیے جاتا ہے ہمیں جوش جنوں صحرا کو

دیکھتے جاتے ہیں منہ پھیر کے گھر کی صورت
حضرت داغ تو شاعر ہیں ہوا باندھتے ہیں
نہ دعا کی کوئی صورت نہ اثر کی صورت

☆☆☆

۷۳

بزم میں دیکھا ہے کس حسرت سے میں نے سوئے دوست
مجھ کو دشمن سے گلے مل کے جو آئی بوئے دوست
یہ بلائیں کس کو لپٹیں دیکھیے ہوں کس کے سر
کچھ پریشاں سے نظر آتے ہیں مجھ کو موئے دوست
سخت جانوں پر ہوا کرتی ہے اکثر مشق تیغ
چشم بد دور آج کل ہیں روپ پر بازوئے دوست
میں برائی میں بھی ہو جاتا برابر کا شریک
میری قسمت سے سوا بگڑی ہوئی ہے خوئے دوست
وہ عدو کے ساتھ آتے ہیں عیادت کو مری
اک نظر ہے سوئے دشمن اک نظر سوئے دوست
اے صبا تو ہے اٹھائے چل ذرا وقت خرام
قد آدم سے زیادہ بڑھ گئے ہیں گیسوئے دوست
آپ اپنے کو تو چشم شوق پہلے دیکھ لے
کیا ہنسی ہے کھیل ہے یوں دیکھ لینا روئے دوست
ذکر آتا ہے اگر ان کا تو کٹ جاتی ہے بات
تیغ سے بڑھ کر کہیں برش میں ہیں ابروئے دوست
فرق اتنا تو رہے زیر زمین اے آسمان
پاس دشمن کے ہو دشمن دوست ہم پہلوئے دوست
مجھ کو وہم آیا کہ بے شک مدعی کا ہے یہ خط
دب گیا تھا گوشہ دامن تہ زانوے دوست
بانکپن کرتے ہیں مشتاقوں سے کیا کیا خوب رو

دیکھتے ہی میری صورت تن گئے ابروئے دوست
غیر کے نقش قدم اے داغ رہبر ہو گئے
مٹنے والوں نے بتایا ہے نشان کوئے دوست

☆☆☆

۷۴

نہیں سنتے وہ اب ہماری بات
سچ ہے بن آئے کی ہے ساری بات
دو دو باتیں ہوئیں تھیں واعظ سے
رکھ لی اللہ نے ہماری بات
غیر سے اس نے ہی نہ پوچھا حال
کرنے دیتی نہ بے قراری بات
حال دل سن کے یہ جواب ملا
اب نہ ہو گی مری تمہاری بات
دل دہلتا ہے مجھ سے دشمن کا
کہ دلیروں کی ہے کراری بات
کھیل ہے امتحاں ترے آگے
میرے آگے ہے جاں نثاری بات
حال کہہ کر پلٹ گیا قاصد
خوب بگڑی ہوئی سنواری بات
حشر میں کچھ نہ کچھ نکالے گی
میری شرم گناہ گاری بات
خامشی میں ادا کریں مطلب
یہ تو ہے ان کی اختیاری بات
لب شیریں کا بوسہ دے دیجیے
زہر لگتی ہے گر ہماری بات
لوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو

تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

☆☆☆

۷۵

کیجیے قتل کا ابرو سے اشارا جھٹ پٹ
یہی تلوار کرے کام ہمارا جھٹ پٹ
وہ شکایت کی خبر سن کے ہوئے جب برہم
لے دیا نام رقیبوں نے ہمارا جھٹ پٹ
دل کو نظروں سے گرا کر نہ ہوئے آپ خبر
ایسے گرتے کو تو دیتے ہیں سہارا جھٹ پٹ
سچ یہ ہے کی مرے قاصد نے بڑی چالاکی
کر کے تسلیم خط شوق گزارا جھٹ پٹ
قول دینے میں کیا عذر نزاکت پھیروں
ہاتھ پر ہاتھ کبھی تم نے نہ مارا جھٹ پٹ
پس دیوار جو اس نے مری آواز سنی
وہیں دربانوں کو گھبرا کے پکارا جھٹ پٹ
بچتے رہیے گا میری آہ شرر افشاں سے
کہ پہنچتا ہے اس آتش کا شرارا جھٹ پٹ
نہ ہوا ایک نگہہ سے جو مرام کام تمام
پھر کے دیکھ لیا اس نے دوبارہ جھٹ پٹ
نامہ بر زندہ جو پھرتاہے تو یہ کہتا ہے
اب تو دلوایئے انعام ہمارا جھٹ پٹ
تیری بختی نے بڑی دیر لگا رکھی ہے
کہیں چمکے مری قسمت کا ستارا جھٹ پٹ
جب پریشانی عاشق کی مصیبت سن لی
اس نے بکھری ہوئی زلفوں کو سنوارا جھٹ پٹ
دل بے تاب کو کیا تاب ہو سوز غم کی

آگ پر رکھتے ہی اڑ جاتا ہے پارا جھٹ پٹ
پھر نہ کہیے گا کہ ہم نے نہ کہا داغ کا حال
لیجیے اس کی خبر آپ خدارا جھٹ پٹ

☆☆☆

ردیف ث

۷۶

پڑا ہے بل جبیں پر، سبب کیا وجہ کیا باعث
ہوا کیوں تیز خنجر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
خفا رہتے ہو اکثر کیا سبب کیا وجہ، کیا باعث
ستم ہوتے ہیں مجھ پر، کیا سبب ' کیا وجہ ' کیا باعث
کہا گر ہم نے ہرجائی تو کیوں تم نے برا مانا
پھرا کرتے ہو دن بھر، کیا سبب، کیا وجہ ' کیا باعث
یہ حیرت ہے کہ اس کافر نے مجھ کو ذبح کرنے میں
کہا اللہ اکبر، کیا سبب ' کیا وجہ ' کیا باعث
طبیعت میری جب سنبھلی ذرا، ان کو عجب آیا
ہوا آرام کیوں کر ' کیا سبب ' کیا وجہ ' کیا باعث
اشاروں میں ہوئی تھیں مجھ سے ان سے آج کچھ باتیں
یہی چرچا ہے گھر گھر ' کیا سبب ' کیا وجہ ' کیا باعث
غبار دل تر کیا میرے اشکوں نے نہیں دھویا
کہ اب تک ہے مکدر، کیا سبب ' کیا وجہ ' کیا باعث
نہیں رکھا قدم تم نے تو ہرگز کوئے دشمن میں
بپا پھر کیوں ہے محشر ' کیا سبب ' کیا وجہ ' کیا باعث
سنبھل کر گفتگو کرتے ہو لیکن باتوں باتوں میں
بگڑ جاتے ہیں تیور ' کیا سبب ' کیا وجہ ' کیا باعث
تمہیں جانو تمہیں سمجھو وہ کیوں اتنا پریشاں ہے

بتائے داغ مضطر، کیا سبب ، کیا وجہ ، کیا باعث

☆☆☆

ردیف ج

۲۲

میرا جدا مزاج ہے ان کا جدا مزاج
پھر کس طرح سے ایک ہو اچھا برا مزاج
دیکھا نہ اس قدر کسی معشوق کا غرور
اللہ کیا دماغ ہے، اللہ کیا مزاج
کس طرح دل کا حال کھلے اس مزاج سے
پوچھوں میں مزاج تو وہ کہیں ''آپ کا مزاج؟''
تم کیا کسی کے دل میں بھلا گھر بناؤ گے
بنتا نہیں بنائے سے بگڑا ہوا مزاج
تم کو ذرا سی بات کی برداشت ہی نہیں
ایسا اکھل کھرا بھی ہے کس کام کا مزاج
نااتفاقیاں تھیں پیام و سلام تک
جب مل گئی نظر سے نظر مل گیا مزاج
پالا پڑے کہیں نہ کسی بدمزاج سے
ہر وقت دیکھتے ہیں مزاج آشنا مزاج
آخر یہ عرض حال ہے دشنام تو نہیں
ہاتھوں سے کیوں نکلے گا آپ کا مزاج
دن رات کا ہے فرق تمہارے مزاج میں
دن کو جدا مزاج، تو شب کو جدا مزاج
کل ان کا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی
بدلی ہوئی نگاہ تھی، بدلا ہوا مزاج
ان کو بغیر چھیڑ کیے چین ہی نہیں

کتنی شریر طبع ہے کیا چلبلا مزاج
جس کے مزاج میں یہ تلون ہو کیا کیجیے
لاؤں کہاں سے روز الٰہی نیا مزاج
قاصد کو چٹکیوں میں ہمیشہ اڑا دیا
اس شوخ کا بھی شوخ ہے بے انتہا مزاج
آب سرشک ' آتش حسرت' غبار غم
مل کر ہوائے شوخ سے میرا بنا مزاج
سچ ہے خدا کی دین میں کیا دخل ہو سکے
اک داغ کا مزاج ہے' اک آپ کا مزاج

☆☆☆

۷۸

جائے آسودگی کہاں ہے آج
جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج
میرے گھر تو تو میہماں ہے آج
کیوں شب ہجر وہ کہاں ہے آج
میں بھی جاتا ہوں ساتھ غیروں کے
دوست دشمن کا امتحاں ہے آج
کیا ڈریں گے وہ اس سے محشر میں
کل یہی ہو گی جو فغاں ہے آج
تم وہاں تھے تو دل وہاں تھا کل
تم یہاں ہو تو دل یہاں ہے آج
عشق کو ابتدا میں ہم سمجھے
فتنہ آخر الزمان ہے آج
کل ادا دل کا حال ہو کہ نہ ہو
سن لو گویا مری زباں ہے آج
آرزو وصل کی شہید ہوئی

ماتم مرگ نوجواں ہے آج
اس ہدف پر لگائیں گے وہ تیر
دل نشیں داغ کا نشاں ہے آج

☆☆☆

ردیف چ

۷۹

جس دم رقیب کہنے کو آتے ہیں جھوٹ سچ
ان کو مری طرف سے لگاتے ہیں جھوٹ سچ
قاصد کے کچھ کلام غلط ہیں تو کچھ صحیح
ہم کو الگ نظر آتے ہیں جھوٹ سچ
اول ہی سے ہے ان کا خوشامد طلب مزاج
پھر ہاں میں ہاں ندیم ملاتے ہیں جھوٹ سچ
دیکھیں تو ہم بھی اس بت پر فن کی بات چیت
کیونکر بتانے والے بتاتے ہیں جھوٹ سچ
آتا ہے داستان محبت میں ان کو لطف
بے پر کی ہم بھی روز اڑاتے ہیں جھوٹ سچ
یہ جانتے ہیں جان تو جائے گی ایک دن
ناصح کے ڈر سے خیر مناتے ہیں جھوٹ سچ
وعدہ وفا کریں نہ کریں، آئیں یا نہ آئیں
گھبرا کے کچھ وہ بول جاتے ہیں جھوٹ سچ
ہم ناصح شفیق کے شاگرد ہو گئے
ہر روز کا سبق وہ پڑھاتے ہیں جھوٹ سچ
انصاف یہ کہ ان کے سوالوں کا کیا جواب
باتیں اگرچہ ہم بھی بناتے ہیں جھوٹ سچ
جوہر اس آئینے کے ہوئے خوب آشکار

دل میں تمہارے سب نظر آتے ہیں جھوٹ سچ

اس نکتہ چیں سے داغ یہ تقریر پیچ دار

آگے تمہارے سب ابھی آتے ہیں جھوٹ سچ

☆☆☆

ردیف ح

۸۰

لیتا ہے آدمی ہی آدمی سے صلاح

میری وہی صلاح ہے جو آپ کی صلاح

میں پوچھتا ہوں آپ سے الفت کے باب میں

دیجیے خدا کے واسطے کوئی صلاح

دل کو صلاح کار بنا کر ہوئے خراب

دشمن وہی دے دے جو بری بات کی صلاح

کہتے ہیں جب وہ مجھ سے تجھے ہم کریں گے قتل

کہتا ہوں ہاتھ باندھ کے جو آپ کی صلاح

وہ دوست ہے مشیر جتائے جو وقت پر

یہ مشورہ خلاف ہے یہ ہے بری صلاح

رنج فراق یار میں مر جاؤں یا جیوں

یہ تجھ سے پوچھتا ہوں یہ اے بے کسی صلاح

عادت میں فرق، رائے جدا، وضع مختلف

اے پند گو ملے گی نہ میری تیری صلاح

مشتاق تیغ ناز ہوں، لوں کس سے مشورہ

دے گا نہ کوئی موت کی تا زندگی صلاح

مرضی سے دوست کی ہے غرض مر ہی کیوں نہ جاؤں

اس نے ہنسی خوشی مجھے مرنے کی دی صلاح

قائم مزاج کیا ہو تمہیں وہ نہیں رہے

دل کی طرح بدلنے لگی ہر گھڑی صلاح
پیری میں خاک توبہ کروں جب کہے طبیب
نادان ایسے وقت میں ہے مے کشی صلاح
کیوں مدعی سے چارہ طلب داغ ہو گیا
کیا جانے ایسے شخص کو یہ کس نے دی صلاح

☆☆☆

۸۱

سیکھی شب فراق یہ کس کا غرور صبح؟
کیا کھینچتی ہے آپ کو رہ رہ کے دور صبح
صد شکر کہ خوب حسن پہ لیل و نہار ہیں
زلف پری ہے شام تو رخسار یار صبح
ہوتا ہے نشہ دیر میں مجھ بادہ نوش کو
میں شام کو پیوں گا تو ہو گا سرور صبح
اب یوں ترے بغیر گزرتے ہیں رات دن
شام بلا ہے شام ' تو صبح نشور صبح
گزری ہے باتوں باتوں میں آدھی شب وصال
میرے حضور شام ہے ان کے حضور صبح
پھیکی ہے اب بھی روشنی داغ ہجر سے
گو شمع میں ملاتی ہے اپنا بھی نور صبح
شب باش ہوتے ہیں وہ جو گھر میں رقیب ہیں
کرتی نہیں ہے آٹھ پہر بھی ظہور صبح
مشاطہ کاش میرے دل صاف کو دکھائے
آئینہ دیکھتے ہیں وہ اٹھ کر ضرور صبح
ان سے شب وصال جو ذکر سحر کیا
بولے خدا نخواستہ ہو اب سے دور صبح
میں نے شب فراق یہ کہہ کر گزار دی

وہ آئی لے وہ آئی دل ناصبور صبح
بے صبریوں سے داغ شب غم میں فائدہ
کم بخت تیرے نالوں سے ہو گی ضرور صبح

☆☆☆

ردیف خ

۸۲

نرگسی چشم ہے بلا کی شوخ
شوخ بھی اور انتہا کی شوخ

ہاتھ رکھ کر میری چشم پرخوں پر
ہو گی رنگت سوا حنا کی شوخ

ہر نگہہ تیری انتہا کی شریر
ہر ادا تیری انتہا کی شوخ

جس کے دیکھے سے ہو نظر بجلی
ہے وہ تصویر مہ لقا کی شوخ

تیری تحریر انتہا کی متین
تیری تقریر انتہا کی شوخ

آئی اس برق وش کے کوچے سے
آج رفتار ہے صبا کی شوخ

کیا ٹھکانا تری طبیعت کا
ابتداء میں ہے انتہا کی شوخ

ہے تری طرز شوخی گفتار
اپنے مطلب کی مدعا کی شوخ

چیخ اٹھے عندلیب اگر سن کے
گفتگو میرے دل ربا کی شوخ

جو فرشتے سے بھی نہ باز آئے

ہے زباں ایسی بے حیا کی شوخ
اس مرقع جان کی وہ ہی تو ہے
داغ نے خوب شکل تا کی شوخ

☆☆☆

ردیف د

۸۳

خدا دے تو دے آرزوئے محمدؐ
کریں چشم و دل جستجوئے محمدؐ
کھلے گی مری آنکھ جب روز محشر
کھچے گی مری روح سوئے محمدؐ
کہاں باغ جنت کہاں باغ یثرب
کہاں بوئے گل اور بوئے محمدؐ
خوشی سے ابل جائیں تسنیم و کوثر
جو ل جائے آب وضوئے محمدؐ
کہوں کیوں نہ ہر بار صلی علیٰ میں
تصور میں پھرتا ہے روئے محمدؐ
ادھر دوست خوش ہیں ادھر غیر راضی
خوشا خلق و خوئے نکوئے محمدؐ
بنیں دست مژگاں مرے پاؤں یارب
کروں طے ان آنکھوں سے کوئے محمدؐ
پھریں خضر بھی سامنے جس کے پانی
زہے عزت وہ آبروئے محمدؐ
الٰہی نہ ہو داغ کا بال بیکا
رگ جاں بنے تار موئے محمدؐ

☆☆☆

ملی ہم کو جنت قیامت کے بعد
ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد
نہ ہو مہرباں ہو کے نامہرباں
عداوت بری ہے محبت کے بعد
حیا کے ' تبسم کے' اغماض کے
مزے لے رہا ہوں شکایت کے بعد
ملا لوں ذرا آنکھ بھی زیر تیغ
مری جان نکلے گی حسرت کے بعد
لڑیں گے وہ حوروں سے فردوس میں
یہ فتنہ اٹھے گا قیامت کے بعد
عبث عذر ہے عبث لطف ہے
کروں شکر کیونکر شکایت کے بعد
مرے حال پر رحم آ ہی گیا
وہ چل کے پلٹ آئے رخصت کے بعد
محبت سے پہلے نہ کیوں مر گیا
مری موت آئی طبیعت کے بعد
ہوا مانع سیر حسن و جمال
نہ دیکھیں گے کچھ اچھی صورت کے بعد
نہیں اس کے خوگر ہم اے آسماں
نہ دے ہم کو تکلیف راحت کے بعد
وفادار ہوتے ہیں دیر آشنا
یہ عقدہ کھلا ایک مدت کے بعد
مجھے منہ لگا کر نہ دل سے اتار
کہ ذلت نہیں دیتے عزت کے بعد
مجھے طعنہ دے کر کیا وصف غیر

دیا اور چرکا جراحت کے بعد
اسی کا مزہ ہو تو کیا کیجیے
کہا مانتے ہیں وہ حجت کے بعد
تڑپنا نہ دیکھا گیا داغ کا
ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

☆☆☆

۸۵

اے وعدہ فراموش رہ تجھ کو جفا یاد
یہ بھول بھی یا بھول ہے یہ یاد بھی کیایاد
تھا ورد زباں نعرہ یارب شب فرقت
آتا ہے برے وقت میں بندے کو خدا یاد
جو رنج اٹھائے ہیں وہ بھولے نہیں جاتے
غم دل سے سوا یاد ہے دل تم سے سوا یاد
افسانہ غم سن کے کہا طعن سے اس نے
کیا ہوش ہے کیا ذہن ہے' کیا حافظہ' کیا یاد
بھول نہیں میں قطع تعلق میں غم و عیش
اس کا بھی مزا یاد ہے اس کا بھی مزا یاد
تم خواہ عداوت اسے سمجھو کہ محبت
رہتی ہے رقیبوں کی مجھے تم سے سوا یاد
وہ سنتے ہیں کب دل سے مری رام کہانی
فرماتے ہیں کچھ اور بھی ہے اس کے سوا یاد
سنتا ہوں رقیبوں سے بڑا معرکہ گزرا
اس وقت مجھے بھول کے تم نے نہ کیا یاد
گو جان سے جانا ہے تری بزم سے جانا
اس کو ہی شکایت ہوئی جس کو نہ کیا یاد
دل دیتے ہیں لو مفت ہی کیا یاد کرو گے

احسان جو مانو گے تو آئے گی وفا یاد
چبھتا تھا لڑکپن ہی سے کچھ بانکپن اس کا
ترچھی سی نگہہ یاد ہے برچھی سی ادا یاد
بندے سے ہے کیوں پرسش اعمال الٰہی
انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد
مرتا ہوں مگر خیر مناتا نہیں اپنی
کرتا ہوں اسی کے لیے جو جو ہے دعا یاد
استاد نے اچھا سبق عشق پڑھایا
جب اس کو بھلاتا ہوں یہ ہوا ہے سوا یاد
محشر میں حسینوں کی طرف تاک لگائے
وہ میں ہی تو ہوں گا یہ رہے تم کو پتا یاد
تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر
مشکل ہے اگر وعدہ فردا نہ رہا یاد
رہتا ہے عبادت میں ہمیں موت کا کھٹکا
ہم یاد خدا کرتے ہیں کر لے نہ خدا یاد
معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا
کیوں یاد کرے تجھ کو کرے اس کی بلا یاد

☆☆☆

ردیف ر

۸۶

تم لگاؤ عاشق کے دل گیر پر
ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر
چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر
چھوڑ دیں مجھ کو مری تقدیر پر
اس نگاہ امتحاں کو دیکھنا

ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر
شرم مجھ سے اور وہ بھی وصل میں
تم تو نادم ہو کسی تقصیر پر
دوسرے کو کہہ سکتے ہی نہیں
آتے ہیں منہ اپنی بھی تصویر پر
یوں تو سو پہلو بٹھائے وصل کے
دل نہیں جمتا کسی تدبیر پر
بھیج کر خط پھر مکر جانا
دیکھیے آئے ہیں اس تحریر پر
داور محشر کے آگے تو سہی
لوٹ جاؤ تم مری تقدیر پر
گریہ شب سے توقع تھی بہت
اوس الٹی پڑ گئی تاثیر پر
شوخی الفاظ کچھ لائے گی رنگ
آنکھ پڑتی ہے مری تحریر پر
داغ سچ ہے جو خدا چاہے کرے
آدمی کا بس نہیں تقدیر پر

☆☆☆

۸۷

حسرت آتی ہے دل ناکام پر
اس کو دے ڈالوں خدا کے نام پر
عذر کیوں کرتے ہو اس سے فائدہ
مٹ چکے ہم لذت دشنام پر
کان میں سن لو کہ رسوائی نہ ہو
ہم چلے آئے ہیں جس پیغام پر
ہو گیا صیاد بھی عاشق مزاج

خود بچھا جاتا ہے اپنے دام پر
جانگر ہوں مبتلا تو کیا علاج
تھی نظر آغاز سے انجام پر
جب پسند آتا ہے میرا شعر انہیں
گالیاں پڑتی ہیں میرے نام پر
رہ گیا ہے دل تمہاری بزم میں
چھوڑ آئے ہیں اسے ہم کام پر
وصل کی شب کیوں نہ اتر کے کھیے
صبح عاشق ہو گئی ہے شام پر
ان سے جھگڑا طے ہوا روز حساب
ہو گئی ڈگری ہمارے نام پر
بدگمانی ! مجھ کو لے چل ان کے ساتھ
مسکراتے جاتے ہیں ہر گام پر
مجھ سے کہتے ہیں کہ پچانو یہ خط
ہاتھ رکھ کر وہ عدو کے نام پر
ہجر میں یہ بھی نہیں آتا کبھی
کیوں نہ ہو تیرا گماں آرام پر
صورت و سیرت رہی بالائے طاق
دل تو آ جاتا ہے اچھے نام پر
جلنے لگتی ہے زباں کہتے ہی داغ
اف نکل جاتی ہے میرے نام پر

☆☆☆

۸۸

خلوت میں جب کسی کو نہ پایا ادھر ادھر
گھبرا کے دیکھتے تھے وہ کیا ادھر ادھر
تقدیر ہی میں دامن یوسف کے چاک تھا

پڑتا وگرنہ دست زلیخا ادھر ادھر

آغاز ہے جنوں کا طبیعت ہے جوش پر
پھرتا ہوں جا کے جانب صحرا ادھر ادھر

بوسہ ملا نہ عارض جاناں کا وصل میں
سر کی ذرا نہ زلف چلیپا ادھر ادھر

محشر میں بعد پرسش اعمال دیکھنا
ہم دیکھتے پھریں گے تماشا ادھر ادھر

نفرت ہے ان کو وصل سے میرا یہی سوال
بے ڈھب پڑا ہوا ہے یہ جھگڑا ادھر ادھر

دیکھ اے صبا اڑے نہ اسیروں کا آشیاں
ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا ادھر ادھر

محفل میں اس نے ہم کو بلا کر دکھائی سیر
دیکھی جمی ہوئی صف اعدا ادھر ادھر

تم رات کو کہاں تھے؟ تمہاری تلاش میں
پھرتا تھا کوئی ڈھونڈتے والا ادھر ادھر

ہم تشنہ جمال ہیں تو ہم کو دیکھ کر
ساقی چھپا نہ ساغر و مینا ادھر ادھر

کیا کیا شب وصال سوال و جواب میں
رہتا ہے ہار جیت کا نقشا ادھر ادھر

اس فتنہ گر سے پھر بھی تو پالا پڑے گا داغ
ہے تاک جھانک آپ کی بے جا ادھر ادھر

☆☆☆

۸۹

آئے کوئی تو بیٹھ بھی جائے ذرا سی دیر
مشتاق دید لطف اٹھائے ذرا سی دیر

ہنگام نزع اٹھ گئے سب بیٹھ بیٹھ کر

بالیں پہ میری اپنے پرائے ذرا سی دیر
قاصد کو چین ہی نہیں آتا علاج کیا
جب تک نہ جاتے جاتے لگائے ذرا سی دیر
کچھ رہ گیا ہے قصہ غم وہ سنا تو دوں
کاش ان کو نیند نہ آئے ذرا سی دیر
رکھتے ہی دل پہ دست حنائی اٹھا نہ تو
وہ آگ خاک ہے کہ جلائے ذرا سی دیر
آخر انہیں ہوا یہ تماشا بھی ناپسند
پرزے ہمارے خط کے اڑائے ذرا سی دیر
پھرتا ہے میرے دل میں کوئی حرف مدعا
قاصد سے کہہ دو اور نہ جائے ذرا سی دیر
دیکھا تو فیصلہ تھا قیامت میں کچھ نہ تھا
گزری تھی ان کو آنکھ دکھائے ذرا سی دیر
ہوتی ہیں اتنی بات کی برسوں شکایتیں
کوئی اگر کسی کو ستائے ذرا سی دیر
میں کچھ تو خواب مرگ سے ہوجاؤں آشنا
فرقت کی رات نیند جو آئے ذرا سی دیر
میں دیکھ لوں اسے وہ نہ دیکھے مری طرف
باتوں میں کوئی اس کو لگائے ذرا سی دیر
سب خاک ہی میں مجھ کو ملانے کو آئے تھے
ٹھہرے رہے نہ اپنے پرائے ذرا سی دیر
قاتل بھی تیز دست ہے بسمل بھی جاں بلب
خنجر نے کی ہے بیٹھے بٹھائے ذرا سی دیر
تم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو
کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے ذرا سی دیر

☆☆☆

آئے ہیں ترے کوچے میں ہم گھر سے نکل کر
اب جائیں کہاں عرصہ محشر سے نکل کر
سو گھر وہ پھرا کرتے ہیں اس گھر س نکل کر
کیا پاؤں نکالے دل مضطر سے نکل کر
میں داور محشر سے بہت داد طلب تھا
وہ ڈانٹ گئے مجھ کو برابر سے نکل کر
دونا ہو تڑپنے کا تماشا جو ستم گر
بسمل میں دم آئے ترے خنجر سے نکل کر
صد شکر کہ دنیا میں بھٹکتے نہ پھرے ہم
اللہ کے گھر پہنچے ترے گھر سے نکل کر
ارمان تو یہ ہے نہ رہے تجھ سے صفائی
اس دل میں پڑے پیچ مقدر سے نکل کر
سن لیتے ہیں رستے میں جو آہٹ کسی کی
الٹے ہی پلٹ جاتے ہیں وہ گھر سے نکل کر
اٹکا ہے مرا دم تری تلوار میں قاتل
جانے کا نہیں حلقہ جوہر سے نکل کر
دنیا ہی میں ملتے ہیں اسے دوزخ و جنت
انسان ذرا سیر کرے گھر سے نکل کر
گھبرائے ہوئے طور ہیں ہر نقش قدم کے
یہ کون گیا صبح ترے گھر سے نکل کر
اللہ رے غیرت مری اللہ رہے ہمت
آگے ہی رہا شوق میں رہ بر سے نکل کر
پہچان لیا سب نے یہ آتے ہیں وہیں سے
ہم چھپ نہ سکے محفل دل بر سے نکل کر
جس طرح بھرے شیشے سے مے جام میں ساقی

یوں اترے مرے حلق میں ساغر سے نکل کر
مرنے کی بھی فرصت نہیں اے گردش ایام
آسودہ ہوں کیوں کر تے چکر سے نکل کر
اس گل کا پڑا جس شجر خش پہ سایہ
شاخیں ہوئی سرسبز نئے سر سے نکل کر
ہے آتش حسن اس بت کافر کی جہاں سوز
یہ آگ غضب پھیلی ہے پتھر سے نکل کر
اے کاش وہیں ڈوب مریں شرم گنہ سے
جنت میں نہ ہم جایں گے کوثر سے نکل کر
محفل میں بٹھایا پھر انہٰیں کھینچ کے دامن
وہ چھپ کے چلے تھے مرے سر پر سے نکل کر
اس ترک نگہہ کر نہیں مژگاں کا سہارا
لڑتے ہوئے دیکھا اسے لشکر سے نکل کر
دلی سے چلو داغ، کرو سیر دکن کی
گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

☆☆☆

۹۱

شامت مری دل ان کو دکھایا نکال کر
چلتے ہوئے وہ جیب میں چپکے سے ڈال کر
مرگ رقیب کا نہ زیادہ ملال کر
تیرا کدھر خیال ہے اپنا خیال کر
الفت کی ہم بلا میں پھنسے دیکھ بھال کر
دل کو غضب میں ڈال دیا آنکھ ڈال کر
مجھ کو دیا ہے گرچہ لب یار نے جواب
آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں دوبارہ سوال کر
لیا کوئی اس کنائے کو پہچانتا نہیں

دیتے ہو گالیاں مجھے غیروں پہ ڈال کر
ان سنگ دل بتوں کو نہ اے داغ رحم آئے
رکھ دے جو کوئی اپنا کلیجا نکال کر

☆☆☆

۹۲

کہتے ہیں وہ یہ وصف گل نوبہار پر
طرہ ہے اپنی ایک جوانی ہزار پر
قاتل نے میرے اپنی برایت کے واسطے
لکھا گزشتہ سن مری لوح مزار پر
دل مر گیا ہے جب سے ہمارا یہ حال ہے
طاری ہو جیسے سوگ کسی سوگ وار پر
اس کو مٹائے دیتی ہے بے داد آپ کی
اب کیجیے کرم ستم روزگار پر
تڑپائیں تا بہ حشر اگر ان کا بس چلے
لوٹے ہوئے ہیں میرے دل بے قرار پر
پیغام بر رقیب بنے یہ خبر نہ تھی
دنیا کے کام ہوتے ہیں سب اعتبار پر
ملتے ہیں کچھ کچھ اس بت کم سن کے رنگ ڈھنگ
آتا ہے پیار اس دل ناکردہ کار پر
حسرت بھی ان میں بند تمنا بھی اس میں بند
مہریں لگی ہوئی ہیں دل داغ دار پر
ساقی کو صرفہ اور یہ ہے مے کشوں کو پیاس
پڑتے ہیں ہاتھ جام مئے خوش گوار پر
اتنے سے دل میں ایک زمانہ کی خواہشیں
بھولا ہوا ہوں زندگی مستعار پر
بے ڈھب گھرا ہوا ہے پھنسا ہے بری طرح

اللہ رحم کے دل ناکردہ کار پر
ہوتا ہے سب کا ایک اشارے میں فیصلہ
وہ چشم شوخ بند نہیں ہے ہزار پر
تم کو تو آرزو کی خلش بھی نہیں ہوئی
کیا جانو کیا گزرتی ہے امیدوار پر
وہ رفتہ رفتہ ہاتھ کے چالاک ہو گئے
رکھ رکھ کے ہاتھ میرے دل بے قرار پر
پیری میں دل ہے یاد جوانی سے داغ داغ
آئی ہوئی ہے اپنی خزاں بھی بہار پر
امید اس کی ذات سے اے داغ چاہیے
سب منحصر ہے رحمت پروردگار پر

☆☆☆

۹۳

جانچ لو ہاتھ میں پہلے دل شیدا لے کر
نہیں پھرنے کا مری جان جان یہ سودا لے کر
ناز ہوتا ہے انہیں مال مال پرایا لے کر
دون کی لیتے ہیں میرا دل شیدا لے کر
مجھ گراں بار محبت کے بنیں گے لاکھ مزار
پہنچوں جنت میں سہارے پہ سہارا لے کر
وقت اظہار محبت بہت اتراتی ہے
دل کے بو سے مری جانب سے تمنا لے کر
آ گیا حضرت ناصح سے مرا ناک میں دم
روز آتے ہیں نئی طرح کا جھگڑا لے کر
دل کا سودا جو کرے تم سے وہ سودائی ہے
دام دیتے ہی نہیں مال پرایا لے کر
خاک کر دے تپ غم آگ لگا کر مجھ کو

دوش نازک پہ چلے کیوں وہ جنازا لے کر
جان کر نامہ محبوب کیا استقبال
جب کسی شخص کا پرچہ کوئی آیا لے کر
رکھ دیا ہاتھ مرے منہ پہ بت کافر نے
صبح اٹھنے نہ دیا نام خدا کا لے کر
تم سے کیا واسطہ کیوں مہرو وفا کی ہے تلاش
دو گے کیا غیر کو یہ حصہ ہمارا لے کر
سن کے وہ حال مرا غیر سے فرماتے ہیں
''آئے ہیں آپ محبت کا سندیسا لے کر''
خنجر غمزہ و تیغ نگہہ و تیر ادا
آئیں گے قتل کا سامان وہ کیا کیا لے کر
کیا لگاتے ہیں وہ اس چیز کی قیمت دیکھیں
جائیں ہم آج وہاں دل کا نمونہ لے کر
آنکھ کا ہے یہ اشارہ کہ نہ چھوڑیں دل کو
منہ سے کہتے ہیں کرے کوئی اسے کیا لے کر
دست مژگاں نہ سنبھالے تو نہ سنبھلے ہرگز
چشم بیمار بھی اٹھتی ہے سہارا لے کر
زلف نے باندھ لیں مشکیں تو دل مجرم کی
یہ بھی احسان ہے گر چھوڑ دے بدلا لے کر
گھر سے نکلو تو سہی آنکھوں سے دیکھو تو سہی
اقربا آئے ہیں عشاق کا جنازا لے کر
میں وہ بیمار ہوں جی جاؤں اگر یہ سن لو
قتل کو آئے ہیں تلوار مسیحا لے کر
ہے سیہ بختی مہجور بھی بڑھتی دولت
تو روانہ ہوا اسے اے شب یلدا لے کر
ایسے لینے سے تو ہے جان کا دینا اچھا
کیا جئے گر جئے احسان کسی کا لے کر

دیکھتا ہے کبھی منہ اور کبھی سوئے فلک
آئینہ ہاتھ میں وہ آئینہ سیما لے کر

خط کے لے جانے سے ایمان نہیں جانے کا
کوئی جاتا ہی نہیں بندہ خدا کا لے کر

کیا تماشا ہے کہ جب غیر سے ہوتے ہیں خفا
گالیاں دیتے ہیں وہ نام ہمارا لے کر

مہربانی سے تری وصل میں یہ دھڑکا ہے
نہ نکل جائے دل کو تمنا لے کر

گم ہوا ہے نہیں ملتا کہیں قاصد کا پتا
اڑ گیا خط کے عوض کیا پر عنقا لے کر

اپنی آنکھوں سے تو دیکھی نہیں دل کی چوری
کیوں گنہ گار ہوں میں نام کسی کا لے کر

شرط انصاف ہے یہ داغ کا دعویٰ ہے بجا
آدمی عشق کرے نام ہمارا لے کر

☆☆☆

۹۴

یوں برس پڑتے ہیں کیا ایسے وفاداروں پر
رکھ لیا تو نے تو عشاق کو تلواروں پر

منحصر قدر ہے رحمت کی گنہ گاروں پر
مال کا مول ہے موقوف خریداروں پر

عطر افشاں تری زلفیں ہیں جو رخساروں پر
یہی روغن تو ٹپکتا ہے ان انگاروں پر

سینک دے آتش رخسار سے دل کی چوٹیں
عشق کی مار پڑی ہے ترے بیماروں پر

کوچہ یار سے برباد بھی ہو کر نہ گیا
خاک اڑ اڑ کر مری جم گئی دیواروں پر

اشکِ خجلت کسی میکش کو جو دوزخ میں گرے
اوس پڑ جائے دھکتے ہوئے انگاروں پر

لے کے بوسے کسی بے رحم نے ڈالے ہیں نشاں
کاکلیں چھوٹی ہیں اس واسطے رخساروں پر

محتسب توڑ کے شیشہ نہ بہا مفت شراب
ارے کم بخت چھڑک دے اسے مے خواروں پر

آگ تلووں سے لگی بزمِ عدو میں یارب
فرشِ گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

آ گئی نغمۂ لیلیٰ کی صدا کانوں میں
قیس کا ہاتھ پڑا جیب کے جب تاروں پر

کیوں تڑپنے نہ دیا اس کو وہ یہ کہتے ہیں
خفگی مجھ سے سوا ہے مرے غم خواروں پر

خوفِ رنداں سے ہے بزم میں زہاد کا حال
سب کے سب ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں دستاروں پر

عاشق آئے ہیں دیوانوں کا لشکر آیا
کیا چڑھائی ہے ترے کوچے کی دیواروں پر

حشر کے روز بھی ایک ایک کی پہچان رہے
کچھ بنا دیجیے نشان اپنے طلب گاروں پر

ایسی دیکھی نہ سنی عاشقی و معشوقی
جان جاتی ہے اجل کی ترے بیماروں پر

داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا ہے
دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزاروں پر

☆☆☆

۹۵

مزے لوں درد کے میں تھوڑے تھوڑے ظلم سہہ کر
ستم کیجیے تو تھم تھم کر جفا کیجیے تو رہ رہ کر

ملے تھے آج مدت میں بہت روئے بہت تڑپے
وہ دردِ عشق سن سن کر ہم اپنا درد کہہ کہہ کر

ہوئی ہے شمعِ محفل تو شریکِ گریۂ عاشق
تجھے اے قلقلِ مینا کہا تھا کس نے قہ قہ کر

چھپایا زلف نے چہرہ تو شوخی نے کیا ظاہر
ہزاروں بار نکلا وصل کی شب چاند گہہ گہہ کر

تڑپنے میں مزہ آتا ہے اس کم بخت کے ہم کو
اگ دل یاس سے بیٹھا ابھارا ہم نے کہہ کہہ کر

ٹھکانا کیا ہے جب جوشِ بت جوش پر آئے
جنابِ خضر کی بھی ناؤ ڈوبے اس میں بہہ بہہ کر

یہ جانا تھا نہ آئیں گے تو کیوں جانے دیا ان کو
یہی اے داغ پچھتاوا مجھے آتا ہے رہ رہ کر

☆☆☆

۹۶

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

دل لگانا تھا زمانے کی ہوا کو دیکھ کر
آشنا کو دیکھ کر کہ ناآشنا کو دیکھ کر

کوچۂ دشمن سے یہ آتی نہ ہو یارب کہیں
جی اڑا جاتا ہے کچھ بادِ صبا کو دیکھ کر

میں نے پوچھا تھا ملو گے دن کو تم یا رات کو؟
مسکرائے اپنی وہ زلفِ دوتا کو دیکھ کر

ہم انہیں آنکھوں سے دیکھیں گے ترا حسنِ جمال
گر یہی آنکھیں رہیں اپنی خدا کو دیکھ کر

گر دلِ مشتاق کو دیکھا بھی تو بے اختیار
دوڑتے ہیں ہاتھ اس بندِ قبا کو دیکھ کر

اب تو دیکھنا تم نے اپنے داد خوابوں کا ہجوم
اب تو آنکھیں کھل گئیں روز جزا کو دیکھ کر

بدگماں میری طرف سے ہیں وہ مجھ سے بھی سوا
راہ چلتے ہیں تو میرے نقش پا کو دیکھ کر

گردش گردوں کا باعث اور کچھ کھلتا نہیں
بھاگتا پھرتا ہے یہ تیری جفا کو دیکھ کر

حضرت زاہد ہماری چھیڑ کی عادت نہیں
گدگدی ہوتی ہے دل میں پارسا کو دیکھ کر

کوچہ جاناں کے بدلے کوئے دشمن میں نہ جائے
خاک ہونا ہے ہمیں لیکن ہوا کو دیکھ کر

ہم مٹے جس پر تری بے ساختہ وہ بات تھی
تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اس ادا کو دیکھ کر

غیر نے کی بے وفائی سب کی شامت آ گئی
آگ ہو جاتے ہیں وہ اہل وفا کو دیکھ کر

زندگی سے تنگ تھا فرقت میں اللہ رہے خوشی
جان میں جان آ گئی پیک قضا کو دیکھ کر

دل رہا ہے شرم کی شوخی بھی دل کس کس کو دوں
اس ادا کو دیکھ کر یا اس ادا کو دیکھ کر

پیشتر ان کو گماں تھا جب نہ دیکھی آرزو
پھر تو گھبرائے دل بے مدعا کو دیکھ کر

خوب تھی تنہا طریق عشق میں آوارگی
پاؤں پھولے ہیں ہماری رہ نما کو دیکھ کر

مختصر یہ ہے ملا اتنا مرے خط کا جواب
کاٹ ڈالا اس نے حرف مدعا کو دیکھ کر

اس نے حیرت سے کہا دیکھی جو لیلیٰ کی شبیہ
"قیس دیوانہ ہوا تھا اس بلا کو دیکھ کر"

غیر نے مہندی لگائی اس کے ہاتھوں میں جو داغ

خون آنکھوں میں اتر آیا حنا کو دیکھ کر

☆☆☆

۹۷

یہاں تک تو پہنچا گریباں سے بڑھ کر
کہا جائے گا چاک داماں سے بڑھ کر
خلش گر نہیں کوئی مژگاں سے بڑھ کر
کھٹکتی ہے یہ سانس پیکاں سے بڑھ کر
نکلتا نہیں پاؤں وحشت زدوں کا
نہیں کوئی زنداں بیاباں سے بڑھ کر
عجب مرتبہ کافر عشق کا ہے
ملی دوت کفر ایماں سے بڑھ کر
نہ پوچھو اسے "کون ہے؟" کیا بتائیں
مگر ایک دیکھا ہے شیطاں سے بڑھ کر
عجب بے خلش زندگی ہو رہی ہے
دیا یاس نے لطف ارماں سے بڑھ کر
ہوا بھی اگر کچھ تو دو چار پل ہے
قیامت کا دن روز ہجراں سے بڑھ کر
وہ کہتے ہیں اپنے بھی تیر نظر کر
چلا ہے کہاں میری مژگاں سے بڑھ کر
ابھی اے دل آشفتگی تیری کیا ہے
پریشان ہو زلف پریشاں سے بڑھ کر
نہ لے ڈینگ کی دل خدنگ نگہہ سے
نہیں بولتے ایسے مہماں سے بڑھ کر
کریں غیر کی اور تعریف کیا ہم
وہ ہے سنگ دل تیرے درباں سے بڑھ کر
مری پیشوائی وہاں کون کرتا

لیا موت نے کوئے جاناں سے بڑھ کر
اگر پیشتر اپنے وعدے سے آؤ
یہ احسان ہو عہد و پیاں سے بڑھ کر
فرشتوں کو نسبت نہیں عشق میں کچھ
نہ انساں سے گھٹ کر نہ انساں سے بڑھ کر
یہ حوروں پہ مرتا ہے بے دیکھے بھالے
نہیں کوئی عاشق مسلماں سے بڑھ کر
دیا مفت دل داغ نے اس پری کو
نہیں کوئی ناداں انساں سے بڑھ کر

☆☆☆

۹۸

اپنی نظر میں ہیچ ہے سارے جہاں کی سیر
دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہاں کی سیر
اب تک تو دیکھتے رہے جو بن بہار کا
آئندہ ہم کریں گے تمہاری خزاں کی سیر
باب قبول تک نہیں پہنچی ہماری آہ
پھر پھر کے کر رہی ہے ابھی آسماں کی سیر
سیر خزاں بھی دیدہ عبرت نگر کرے
کیا کی جو کی بہار گل و گلستاں کی سیر
دل میں کبھی جگر میں کبھی ہے نگاہ یار
دیکھے تو کوئی آنکھ سے اس مہماں کی سیر
دنیا کے دیکھنے کے لیے آنکھ چاہیے
جنت کی سیر سے ہے سوا اس مکاں کی سیر
پتا کھڑک گیا تو وہ لپکا اسی طرف
دیکھی تمام رات عجب پاسباں کی سری
کچھ جھومتے ہیں نشے ہنس کچھ ہیں گرے پڑے

کچھ اور ہی ہے محفل پیر مغاں کی سیر
کس پر جمائے آنکھ خریدار کیا کرے
بازار حسن میں ہے نئی ہر دکاں کی سیر
ہم جانتے تھے یہ کہ انہیں خوف آئے گا
وہ دیکھتے ہیں نالہ آتش فشاں کی سیر
کیوں دیکھنے لگے مری چشم پر آب کو
دریا پہ آپ کیجیے آب رواں کی سیر
کیوں آدمی کو عالم بالا کی ہو ہوس
بڑھ کر نہیں زمین سے کچھ آسماں کی سیر
دلی میں پھول والوں کی ہے ایک سیر داغ
بلدے میں ہم نے دیکھ لی سارے جہاں کی سیر

☆☆☆

۹۹

طعنہ زن کیوں کر نہ ہو گلزار پر
چوٹ ہے اپنے دل افگار پر
جب وہ آئے شوخی گفتار پر
چل گئی چال اپنی بھی رفتار پر
صبح کو وہ جاگ کر پھر سو رہے
رہ گیا ہے آئینہ رخسار پر
اٹھ نہیں سکتی حیا کے بوجھ سے
رحم آتا ہے نگاہ یار پر
کس کو تھا محشر میں خوف باز پرس
ہاتھ دوڑا دامن دلدار پر
روکتا ہے جب ہمیں دربان یار
شعر لکھ آتے ہیں ہم دیوار پر
ہجر میں ہر سانس ہے اک تیغ تیز

زندگی تلوار کی ہے دھار پر
دوست لائے اس گلی سے جب مجھے
جم گیا سایہ مرا دیوار پر
ضبط سے اشکوں کے طاقت آ گئی
پھر گیا پانی دل بیمار پر
زلف عارض پر نہ چھوڑو رات دن
جھائیاں پڑ جائیں گی رخسار پر
جیتے جی کا یہ بھی اک آزار ہے
صبر کرنا وعدہ دیدار پر
مہربانی اس سے ہو سکتی نہیں
مہر کر دی کیا دل دلدار پر
چشم جاناں سے الگ ہو اے حیا
یوں جھکے پڑتے نہیں بیمار پر
دیکھ پائے جن میں مضمون وصال
معترض ہیں وہ انہیں اشعار پر
داغ کا کیوں غم کیا؟ کہتے ہیں وہ
خوب برسے میرے ماتم دار پر

☆☆☆

ردیف ز

۱۰۰

یا خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نواز
یا واقف راز خفی و جلی' سلطان الہند غریب نواز
آگاہ ہو میرے حال تم سے گم کردہ خرد ہوں ہوش ہیں گم
دشمن ہیں پے آزار دہی' سلطان الہند غریب نواز
فریاد تمہیں سے ہے میری' تکلیف سہی کیسی کیسی

ہو داد طلب کی داد رسی، سلطان الہند غریب نواز

منہ عیش و طرب نے پھیر لیا، دن رات کے غم نے گھیر لیا
سب دور ہوں میرے رنج دلی، سلطان الہند غریب نواز

دل اور جگر خم خانہ عشق ، آنکھیں ہوں مری پیانہ عشق
اے عاشق زار خدا و نبی، سلطان الہند غریب نواز

لائی ہے مجھے امید کرم اس خاک کی اس درکی ہے قسم
آیا ہوں پے حاجب طلبی، سلطان الہند غریب نواز

کیا میری زبان کیا میرا بیاں، میں ہیچ مداں، تم پر قرباں
کہتے ہیں ملک بھی تم کو یہی ، سلطان الہند غریب نواز

یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے
تم آل نبی ، اولاد علی، سلطان الہند غریب نواز

☆☆☆

۱۰۱

چبھتا ہے مرے دل میں ترے ناز کا انداز
آزار کا آزار ہے ، انداز کا انداز

کیو جھوم کے مستانہ چلا جانب مقتل
دیکھو تو ذرا عاشق جاں باز کا انداز

تم بات میں کر دو گے دل مردہ کو زندہ
ہونٹوں سے ٹپکتا ہے وہ اعجاب کا انداز

کیا جان کسی کی ہے نظر بھر کے جو دیکھے
انداز پھر اس دلبر طناز کا انداز

دروازے پر آ ہی گئے وہ میری صدا سے
ملتا تھا بہت غیر کی آواز کا انداز

نقش قدم یار بھی کرتا ہے مسخر
رفتار میں ہے چشم فسوں ساز کا انداز

خط پھینک کے سہما ہوا آتا ہے کبوتر

اگلا سا نہیں ہے پر پرواز کا انداز
دنیا میں کسے محرم اسرار بنائیں
ہے ایک ہی غماز کا ، ہم راز کا انداز
تم بزم میں یوں غیر کو سر پہ نہ بٹھاؤ
محدود ہے ہر شخص کے اعزاز کا انداز
ہم کہتے نہ تھے جان پہ بن جائے گی اے دل
دیکھ اور نگاہ غلط انداز کا انداز
یوں زہر زمیں خاک میں اچھوں کو ملانا
ٹھہرا فلک تفرقہ پرداز کا انداز
میں اس سے بھی خوش ہوں کہ تری طرز جفا سے
ملتا ہے مرے طالع ناساز کا انداز
اے داغ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی
ہر شعر میں ہو بلبل شیراز کا انداز

☆☆☆

ردیف س

۱۰۲

عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرت آدمؑ کے پاس
آدمی وہ ہے کہ دنیا میں نہ پھٹکے غم کے پاس
چارہ غم محبت کیا کروں یہ فکر ہے
رکھ لیا تیزاب بھی جراح نے مرہم کے پاس
نقد دل رکھ کر گرہ میں ہو گیا ہے مال دار
اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوئے پرخم کے پاس
کہتی ہے چشم سخن گو سحر پردازی کے ساتھ
کیوں یہ جادو تو نہیں تھا عیسیٰ مریم کے پاس
جان میں جان آ گئی ہے آج ان کو دیکھ کر

دوسرا اک اور بھی دم ہے ہمارے دم کے پاس

تعزیت کو میری وہ آئے تو گھبرا جائیں گے
چاہیے بزم طرب بھی مجلس ماتم کے پاس

ہم ہیں لہری بندے آئے پی پلا کے چل دیے
جس کو لالچ ہو وہ ساقی جم کے بیٹھے جم کے پاس

جب سے آیا ہے پیام شوق کا لے کر جواب
بدگمانی بیٹھنے نہیں دیتی ہم دم کے پاس

تیرے بیماروں کا چوتھے آسماں پر ہے دماغ
کوئی لے جائے انہیں اب عیسی مریم کے پاس

ہاتھ آیا چور لے کر یہ رقم چلتا نہ ہو
آپ کی انگلی میں ہے وزر حنا حاتم کے پاس

دیکھ کر فیاض کو گھٹتی ہے کیا طبع بخیل
موت تھی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس

ہاتھ میں طاقت نہیں کیا کیجیے اخفائے راز
رہ گیا آ آ کے دامن دیدہ پرنم کے پاس

کون سی خوبی ہے اس میں پوچھتا بھی ہے کوئی
داغ جیسا دل ہے تیرے پاس ہے عالم کے پاس

☆☆☆

۱۰۳

برسوں رہا ہوں میں کسی نازک بدن کے پاس
کیا جی لگے گا نہال گل و یاسمن کے پاس

دل ہے مرا ہر ایک رفیق کہن کے پاس
جتنا وطن سے دور ہوں اتنا وطن کے پاس

کامل ہو عشق پاک تو پرویز سا رقیب
شیریں کو لائے شوق سے خود کوہ کن کے پاس

وہ نازکی سے مجھ پہ نہ افسوس کر سکے

انگشت حیف رہ گئی آ کر دھن کے پاس

اے بے کسی! رہے گی نہ بے پردہ اپنی لاش
میت خود اڑ کے جائے گی گور و کفن کے پاس

نظروں سے اس نے کام لیا صید گاہ میں
جب تیر ہو چکے بت ناوک فگن کے پاس

ویراں پڑا ہے دل تو کلیجا ہے داغ دار
جنگل لگا ہوا ہے ہمارے چمن کے پاس

غربت سے ہم پھریں تو کہیں پلٹ نہ جائیں
احباب کچھ نشان بنا دیں وطن کے پاس

خسرو کے ہاتھ عشق کی دولت نہ آ سکی
وہ مال کوہ کن کا رہا کوہ کن کے پاس

جتنا تھا شوق بوسے کا اتنا ہی خوب تھا
جاجا کے رہ گیا دھن اس کے دھن کے پاس

ہوتی ہے اس کے منہ کی بھی ہر بات دل شکن
ناصح رہا ہے کیا بت پیماں شکن کے پاس

بچ کر چلے وہ سایہ دیوار سے بھی دور
آ نکلے گر کبھی مرے بیت الحزن کے پاس

ظالم کہاں سے تیری طبیعت میں بل پڑا
کیا یہ نہیں تھا زلف شکن در شکن کے پاس

ہے لاکھ لاکھ شکر کہ اے داغ آج کل
آرام سے گزرتی ہے شاہ دکن کے پاس

☆☆☆

۱۰۴

آزمایا ہے مدام اپ کو بس بس اجی بس
دونوں ہاتھوں سے سلام آپ کو بس بس ، اجی بس
آپ کی بندہ نوازی ہے جہاں میں مشہور

جانتا ہے یہ غلام آپ کو بس، بس اجی بس
منہ نہ کھلوایئے میرا یونہی رہنے دیجیے
یاد ابھی ہے وہ کلام آپ کو بس بس ، اجی بس
کوچہ غیر ہی میں زور نزاکت بھی ہوا
وہیں کرنا تھا قیام آپ کو بس بس ، اجی بس
کیا برے ڈھنگ میں کوئی نہیں اچھا کہتا
غیر بھی رکھتے ہیں نام آپ کو بس بس ، اجی بس
ہم نے کل دیکھ لیا، دیکھ لیا، دیکھ لیا
کہیں جاتے سرِشام آپ کو بس بس ، اجی بس
طالب وصل ہو کیوں کوئی جو دشنام سنے
کون بھیجے یہ پیام آپ کو بس بس ، اجی بس
حیلہ مہر و وفا پر نہ تامل نہ درنگ
اور وعدے میں کلام آپ کو بس بس ، اجی بس
پیجیے خون جگر اپنا جناب زاہد
بادہ و ساغر و جام آپ کو بس بس ، اجی بس
کیجیے ہاتھ لگا کر جو مرا کام تمام
یہ بھی آتا نہیں کام آپ کو بس بس ، اجی بس
یہ تو کہیے کہ نشان اس کا مٹایا کس نے
یاد ہو داغ کا نام آپ کو بس بس ، اجی بس

☆☆☆

ردیف ش

۱۰۵

سر کو ہے تیرے سنگ در کی تلاش
پاؤں کو تیرے رہگزر کی تلاش
مجھ کو ہے اپنے نامہ بر کی تلاش

نامہ بر کو ہے ان کے گھر کی تلاش
نہ ملا ہم کو تو وہ ہرجائی
گئی بے کار عمر بھر کی تلاش
جوش کھاتا ہے سینے میں کیا کیا
خون دل کو ہے چشم تر کی تلاش
طالب وصل ہم وہ در پئے قتل
ہے برابر ادھر ادھر کی تلاش
نکلی پڑتی ہے کیوں تری تلوار
اس کو رہتی ہے کس کے سر کی تلاش
چار سو پھرتی ہے جو اس کی نگاہ
ہے کسی دل کی یا جگر کی تلاش
چاہتی ہے نزاکت اپنی نمود
ہے اسے بھی تری کمر کی تلاش
میری ہمت کے پاؤں ٹوٹ گئے
اب کہاں ہے وہ پیشتر کی تلاش
اہل دنیا کو ہو گی جنت میں
وہ کبھی شب کی کبھی سحر کی تلاش
منزل عشق دورکنار رہی
چاہیے پہلے راہ بر کی تلاش
یا خدا حشر میں مرا کیا کام
لائی ہے ایک فتنہ گر کی تلاش
یہ خرابہ خراب کرتا ہے
نہ کرے کوئی سیم و زر کی تلاش
کن حجابوں میں اس کو پایا ہے
کیوں نہ ہو واہ رے بشر کی تلاش
روز لکھتا ہوں اک نیا نامہ
روز رہتی ہے نامہ بر کی تلاش

ڈھونڈ لیتی ہے لاکھ میں یکتا
کوئی دیکھے مری نظر کی تلاش

میرے حال زبوں سے گھبرا کر
چارہ گر کو ہے چارہ گر کی تلاش

حضرت داغ کا یہ سن شریف
اور پھر شوخ سیم بر کی تلاش

☆☆☆

ردیف ص

۱۰۶

کوئی ان سے کرے ہزار اخلاص
جانتے ہی نہیں وہ پیار اخلاص

ناگوار آپ کو ہے اتنا ہی
جس قدر مجھ کو خوش گوار اخلاص

کرتے ہیں وہ ہزار بار ستم
اور بھولے سے ایک بار اخلاص

وہ جھڑکتے ہیں بار بار ہمیں
ہم جتاتے ہیں بار بار اخلاص

چھوڑتی ہی نہیں کسی صورت
دل سے رکھتی ہے زلف یار اخلاص

تم وہی ہو جنھوں نے قتل کیا
نہ جتاؤ سر مزار اخلاص

گو زباں سے کریں وہ رنج اظہار
ہے نگاہوں سے آشکار اخلاص

ان سے بیگانہ وار رہنا تھا
نہ ہوا ہم کو ساز گار اخلاص

داغ ان دلبران پر فن سے
نہ کرے کوئی زینہار اخلاص

☆☆☆

۱۰۷

وصل چاہوں تو کہیں "رہنے دے اخلاص"
یہ مرے ساتھ نکالا ہے کہاں کا اخلاص
غیر سے ملتے ہو چھپ کر یہ کھلا ہے ہم پر
واہ! بس دیکھ لیا ہم نے تمہارا اخلاص
اب کدورت ہوئی مشہور خدا کی قدرت
دھوم تھی جس کی وہ تھا میرا تمہارا اخلاص
جب کبھی دیکھتے ہیں عاشق و معشوق میں ربط
جل کے وہ کہتے ہیں "کس کام کا ایسا اخلاص"
اس لیے سورہ اخلاص نہیں پڑھتے وہ
کہ نہ ہو جائے کسی شخص سے اپنا اخلاص
تیسری بات وہ کیا ہے جو وہ منظور کریں
نہ گوارا انہیں رنجش، نہ گوارا اخلاص
پیار اخلاص کی باتیں ہوں مزہ ہے اس کا
رنج سے رنج تو اخلاص سے ہو گا اخلاص
قصہ لیلیٰ و مجنوں جو سنایا تو کہا
"اگلے وقتوں کا نہیں سنتے پرانا اخلاص"
تم تو نادان ہو انکار کیے جاتے ہو
وصل سے اور بھی بڑھ جائے گا دونا اخلاص
واجب القتل ہیں اغیار اگر غور کرو
یہ جتاتے ہیں یونہی مفت کا جھوٹا اخلاص
غیر منہ آتے ہیں مجھ پر یہ خبر بھی ہے انہیں
نہ مری ان کی کدورت، نہ کسی کا اخلاص

اب رقیبوں کی شکایت ہے ہمارے آگے
کہہ دیا تھا کہ بڑھاتے نہیں اتنا اخلاص

کل سے آج' آج سے کل ہو گی محبت بڑھ کر
رفتہ رفتہ یونہی ہو جائے گا پورا اخلاص

مجھ سے ملنا ہے اگر ملیے خلوص دل سے
آپ ظاہر کا جتاتے ہیں یہ کیسا اخلاص

داغ سا مخلص خالص نہ ملے گا تم کو
اس کا اخلاص ' پھر اس درجے کا ایسا اخلاص

☆☆☆

ردیف ض

۱۰۸

بے داد و جور و لطف و ترحم سے کیا غرض
تم کو غرض نہیں تو ہمیں تم سے کیا غرض

کیوں ہم شب فراق میں تارے گنا کریں
ہم کو شمار اختر و انجم سے کیا غرض

کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے
کیوں دل جلائیں' تبسم سے کیا غرض

لیتے ہیں جاں نثار کوی ء منت مسیح
جو ہو شہید عشق اسے قم سے کیا غرض

جو خاکسار عشق ہیں ملتے ہیں خاک میں
اہل زمیں کو چرخ چہارم سے کیا غرض

دل طرز انجمن ہی سے بیزار ہو گیا
مطلب ہمیں شراب سے کیا خم سے کیا غرض

کیوں بزم عیش چھوڑ کے بزم عزا میں آئیں
ان کو ہمارے پھولوں سے چہلم سے کیا غرض

روز ازل سے پاک ہیں رندان بے ریا
ان کو وضو سے اور تیمم سے کیا غرض
شیدائیوں کو عزت دنیا سے ننگ ہے
دیوانے کو ملامت مردم سے کیا غرض
معشوق سے امید کرم؟ داغ خیر ہے
اس بندہ خدا کو ترحم سے کیا غرض

☆☆☆

۱۰۹

کرتے ہیں وہ تمام حسینوں پر اعتراض
پھر وہ بھی اس طرح کہ نہ اٹھے ہر اعتراض
لکھا جواب خط نہ جدا میرے خط ہی پر
اس نکتہ چیں نے بھیج دیے لکھ کر اعتراض
اٹکھیلیوں کی چال سے چلنا نہ حشر میں
عالم کرے گا تم پر سر محشر اعتراض
اہل زباں کی قدر تو اہل زباں کو ہے
بے سوچے سمجھے ہونے لگے گھر گھر اعتراض
اے داغ کیوں حریف ہو اس سے فائدہ
کرتے نہیں سخن ور دانش ور اعتراض

☆☆☆

ردیف ط

۱۱۰

آج ٹھہرے مری تمہاری شرط
وصل کی شرط بھی ہے پیار شرط
شرط بھی ارو پھر تمہاری شرط

جیت لی تم نے میں نے ہاری شرط
بے ستوں کاٹنا نہ کیوں فرہاد
کہ محبت کی تھی یہ بھاری شرط
اشک غماز ہو تو کیا کیجیے
ہے محبت میں راز داری شرط
دل لگی کیا کریں وہ دل نہ رہا
جس بنا پر ہوئی تھی ساری شرط
دل رباؤں کو ہے جفا لازم
دل فگاروں کو بے قراری شرط
کیوں نہ دشمن کو دشمنی ہو فرض
دوست کو جب ہو دوستداری فرض
اور سنیے وہ مجھ سے کہتے ہیں
"حشر کے دِ ہے جاں نثاری شرط"
ہو یہ عادت نہ باعث غفلت
ہے تغافل میں ہوشیاری شرط
کام عشاق کا تمام کیا
خوب پوری ہوئی تمہاری شرط
جوش رحمت کے واسطے زاہد
ہے ذرا سی گناہ گاری شرط
غیر لاکھوں میں بے وفا نکلے
آیئے آپ کی ہماری شرط
بدگمانوں سے عشق کا دعویٰ
واہ اے داغ خوب ہاری شرط

☆☆☆

ردیف ظ

ہے یہاں بھی اس بت کافر کو نخوت الحفیظ
الحفیظ اے داور روز قیامت الحفیظ
کس طرح سے ہو یارب بسر دیار عشق میں
ہر بلا پر ہے بلا، آفت پر آفت، الحفیظ
تیری تمکین کم نہ تھی کچھ مار کھانے کے لیے
اور پھر اس پر یہ شوخی، یہ شرارت، الحفیظ
جس نے دیکھا اس کے عاشق کو کہا بے اختیار
تیرے بندے پر الٰہی یہ مصیبت الحفیظ
میں وہ عاصی ہوں اگر بخشا گیا تو کیا عجب
دیکھ کر مجھ کو پکاریں اہل جنت الحفیظ
جل گئے ہم جل گئے اے داغ فرقت الاماں
اف رے اف اے آتش سوز محبت الحفیظ
خاک میں گھر مل گیا دل مل گیا ہم مل گئے
اور تجھ کو ہے وہی اب تک کدورت الحفیظ
آئینہ جب دیکھتا ہوں ہجر میں کہتا ہوں میں
آدمی کی ایسی ہو جاتی ہے صورت، الحفیظ
عاشق مظلوم کے لاشے کو ہنس کر دیکھنا
تو ہے کتنا سنگ دل، اے بے مروت ، الحفیظ
آدمی کی تاب کیا جو دل سنبھالے ہوش ہوں
اس ادائے جاں ستاں پر ایسی صورت ، الحفیظ
ایک بجلی تھی ادا اس شعلہ رو کی، دیکھیے
ہو گئی اتنے میں کیسی دل کی حالت ، الحفیظ
دے شفا تو داغ کو یارب بحق مصطفیٰ
الحذر یہ درد و بیماری کی شدت ، الحفیظ

☆☆☆

۱۱۲

ہیں بہت سے عاشق دل گیر جمع
تیرے ترکش میں ہیں کتنے تیر جمع

اچھی صورت سے ہمیں بھی عشق ہے
کرتے ہیں تصویر پر تصویر جمع

کوچہ قاتل میں آفت آ گئی
جب ہوئے دوچار بھی رہ گیر جمع

یا لگا دو آگ یا لکھ دو جواب
ہو گیا ہے دفتر تحریر جمع

چومتے ہیں تیرے دیوانے کے پاؤں
جس قدر میں حلقہ زنجیر جمع

تھوڑی تھوڑی ہی ملے اس در کی خاک
چٹکی چٹکی ہم کریں اکسیر جمع

پرھ کرے جو رنگ وہ قاتل مجھے
پھر ہوں سب اعضا تہہ شمشیر جمع

دیکھ کر صورت مرے صیاد کی
ایک جا ہوتے نہیں نخچیر جمع

بے مقدر خاک بھی بنتا نہیں
گر ہوں لاکھوں نسخہ اکسیر جمع

خون دل کا چشم تر کا ٹھیکا نہ لے
اس سے ہونے کی نہیں توقیر جمع

تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں
کوڑیاں کیں تو نے چرخ پیر جمع

بدلی زاہد نے نئی پوشاک روز
کس قدر ہیں جامعہ تزویر جمع

تیری محفل کوئی جادو گھر ہوئی
ہیں ہزاروں صاحب تسخیر جمع
حلق پر میرے چھری پھرتی نہیں
کیجیے خاطر دم تکبیر جمع
کیا خلش کرتی ہیں دل میں حسرتیں
ہو گئے گویا ہزاروں تیر جمع
کس طرح یک جا ہوں داغ اپنے عزیزؔ
ہونے دیتی ہی نہیں تقدیر جمع

☆☆☆

ردیف غ

۱۱۳

دیکھ کر وہ عارضِ رنگیں، ہے یوں دل باغ باغ
جیسے ہوں نظارہ گل سے عنادل باغ باغ
بن گیا خونِ کفِ پا سے گلستان خار زار
بن چلا صحرا میں گویا چند منزل باغ باغ
صورتِ غنچہ کھلی جاتی ہیں باچھیں کس قدر
کیا خوشی ہے کس کو مارا کیوں ہے قاتل باغ باغ
گلشنِ فردوس میں حوریں نظر آئی ہیں کیا
ہاتھ تلواروں کے کھا کر ہے جو بسمل باغ باغ
کیا کہوں اے ہم نشیں اس بزمِ رنگیں کی بہار
زیبِ محفل تھا وہ گل رو، اہلِ محفل باغ باغ
کون سے طائر کی ہے صیاد کو ایسی تلاش
ڈھونڈتا پھرتا ہے کیوں گلچین کے شامل باغ باغ
جب کوئی طوفاں زدہ کشتی کنارے پر لگی
کس قدر دل میں ہوئے سب اہلِ ساحل باغ باغ

دیکھ کر آئینہ دونوں ہو گئے برہم یہ کیا
تم ادھر خوش ہو ادھر مدمقابل باغ باغ
پھر نہ پائے گی قیامت تک یہ اپنا آشیاں
عندلیب اس طرح کیوں پھرتی ہے غافل باغ باغ
جو ہمارے حلق میں کانٹے بوئیں حیرت ہے
تم پھرو گل گشت کرتے ' ان کے شامل باغ باغ
اس کی خوش بو جب کسی گل میں نہ پائی آپ نے
پھر جناب داغ کیا پھرنے سے حاصل باغ باغ

☆☆☆

ردیف ف

۱۱۴

کافر وہ زلف پر شکن ' ایک اس طرف ایک اس طرف
پھر اس پہ چشم سحر فن ایک اس طرف ایک اس طرف
ہنگام رحلت دیکھیے دل کس طرف اپنا جھکے
بیٹھے ہیں شیخ و برہمن ایک اس طرف ایک اس طرف
ہیں آسمان حسن کے روشن ستارے مہ جبیں
بازو پہ تیرے نورتن ایک اس طرف ایک اس طرف
دل کی، جگر کی جائے کیا افسردگی مژمردگی
زخم کہن، داغ کہن ایک اس طرف ایک اس طرف
زلفوں کی یہ سرگوشیاں دل پر بلائیں لائیں گی
غماز ہے گرم سخن ایک اس طرف ایک اس طرف
غیروں کا مجمع اور تم پریوں کا جمگھٹ اور ہم
پہلو بہ پہلو انجمن، ایک اس طرف ایک اس طرف
دل ایک تنہا بیچ میں آنکھیں تری سفاک دو
شمشیر زن، ناوک فگن، ایک اس طرف ایک اس طرف

میں مر گیا ہوں وصل میں راحت ہو ہر پہلو مجھے
تکیے ہوں دو زیرِ کفن، ایک اس طرف ایک اس طرف

تو اور دھنے بائیں ہوں لیلیٰ و شیریں بزم میں
میں اور قیس و کوہ کن، ایک اس طرف ایک اس طرف

بازو تو چھٹتے ہی نہیں صحرا کو کیوں کر جاؤں میں
لپٹے ہیں دو اہلِ وطن، ایک اس طرف ایک اس طرف

دونوں فرشتے دوش پر کیا لکھ سکیں حالت مری
آلودہ رنج و محن، ایک اس طرف ایک اس طرف

رخسار تیرے سیم گوں پھر اس پہ گلگو نے کا رنگ
پھولا ہے کیا رنگ چمن ایک اس طرف ایک اس طرف

اتر رہا ہے داغ کیا ہنگام گلگشت چمن
رنگین قبا گل پیرہن ایک اس طرف ایک اس طرف

☆☆☆

۱۱۵

وہ کہتے ہیں دل کی کہاں صاف صاف
بظاہر ہے ان کا بیاں صاف صاف

کدورت کا باعث تو کوئی کھلے
بیاں کیجیے مہربان صاف صاف

مرے راز دل کی ہے ان کو تلاش
کہیں کہہ نہ دے راز داں صاف صاف

رہے زیرِ عارض کہاں شب کو پھول
نظر آتے ہیں سب نشاں صاف صاف

رہے ابر مے خانے پر حشر تک
دکھائی نہ دے آسماں صاف صاف

کوئی پارسا جب الجھتا ہے کچھ
سناتا ہے پیرِ مغاں صاف صاف

دکھاتے ہیں آئینہ خورشید کو
ترے گال اے دل ستاں صاف صاف
محبت کے قصے ہیں الجھے ہوئے
سنو مجھ سے تم داستاں صاف صاف
پسند آئے ہم کو بھی اشعار داغ
زباں پاک و شستۂ بیاں صاف صاف

☆☆☆

ردیف قاف

۱۱۶

ہے جمال یار سے تنویر عشق
حسن نے چمکائی ہے تقدیر عشق
کھینچ لائے عرش تک تسخیر عشق
آپ نے دیکھی نہیں تاثیر عشق
جس کے دل پر کارگر ہے تیر عشق
حشر تک پڑے گا وہ نخچیر عشق
تیرے عاشق کا سراپا دیکھ کر
کھچ گئی ہے سامنے تصویر عشق
دل ضعیفوں کا جواں کیوں کر نہ ہو
کرتی ہے کایا پلٹ اکسیر عشق
عاشقوں کی کیا خطا انصاف کر
دے سزا اس کو یہ ہے تقصیر عشق
عقل دیوانی ہے جو ہو سامنے
چوکتا ہے کب نشانہ تیر عشق
جھوٹے وعدے ان کے پھر اس پر دلیل
رات بھر کیا کیا رہی تقریر عشق

میں نے دیکھی تھی قیامت خواب میں
دی مجھے اک شخص نے تعبیر عشق

داور روز قیامت دیکھ لے
اس کلیجے پر لگا ہے تیر عشق

مار ہی ڈالا یہ جب بجلی گری
چلتی ہے رک رک کے کب شمشیر عشق

انتہائے عاشقی میں ہے یہ شوق
ہم ابھی ہوں اور دامن گیر عشق

دل مچل کر آپ رہتا ہے اسیر
ایسی کچھ بھاری نہیں زنجیر عشق

زخم جب بھرتا نظر آتا ہے کچھ
دل میں رکھ لیتے ہیں ہم شمشیر عشق

یہ بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں
داغ کیا ہو چارہ و تدبیر عشق

☆☆☆

۱۱۷

مٹ گئے افسوس! سارے ذوق شوق
ہائے وہ ہم وہ ہمارے ذوق شوق

عشق آخر کو مسلط ہو گیا
دل مرا ہارا نہ ہمارے ذوق شوق

دل لگی ہو یا ہنسی یا چھیڑ چھاڑ
ہوتے ہیں پیاروں کے پیارے ذوق شوق

آس ٹوٹی ، دل ہمارا مر گیا
اپنے اپنے گھر سدھارے ذوق شوق

ابتدائے سن میں ہے مشق جفا
رنگ لائیں گے تمہارے ذوق شوق

ہر گلی کوچے میں اب ہے تاک جھانک
پھرتے ہیں ان کو ابھارے ذوق شوق

داشقوں کا دل سلامت چاہیے
کب ہوئے اس سے کنارے ذوق شوق

حسن پر قربان مشتاقوں کے دل
اس کے صدقے میں اتارے ذوق شوق

داغ صاحب بھی ہوئے عاشق مزاج
ہو گیا ان کو بھی بارے ذوق شوق

☆☆☆

ردیف ک

۱۱۸

نہ آئی بات جو دل سے زباں تک
وہ پہنچی بدگماں تک راز داں تک

یہ سب جھگڑے ہیں جان ناتواں تک
رہے گا دم کہاں تک غم کہاں تک

تغافل مرنے والوں سے کہاں تک
ہمیں جینا پڑا ہے امتحاں تک

چلے آئے وہ جھوکے میں ہوا کے
نزاکت ان کو لے آئی یہاں تک

زباں سے تھا نہ ممکن شکوہ جور
اشاروں سے کہا آخر کہاں تک

دل اس کی بزم سے کس طرح اکھڑے
ٹھہر جائے جہاں عمر رواں تک

ہمیں باد خزاں سے بھی ہے اک فیض
کہ تنکے اڑ کے آئے آشیاں تک

کنارہ کر گیا دامن بھی تیرا
نہ آیا میری چشم خوں فشاں تک
زمین ٹل جائے ٹلنے کے نہیں ہم
کہ اب تو آ گئے اس آستاں تک
دم رخصت ہوا اندیشہ غیر
گئے ہمراہ ہم ان کے مکاں تک
کہوں کیا طالع واژوں کی تاثیر
گرا ہوں میں پہنچ کر آسماں تک
مزے کی ہے ہماری بھی کہانی
کوئی پہنچا دے ان کے قصہ خواں تک
ترے تیر نگہ سے کوئی بچ کر
اماں پاتا نہیں دارالاماں تک
رہے کیا مصطفیٰ آباد میں داغ
وہ سارے لطف تھے خلد آشیاں تک

☆☆☆

119

رہا جذب دل کا اثر دیر تک
ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزہ دے گیا ہو نہ پیغام شوق
کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
وہی وقت پیری بھی ہے داغ عشق
جلا یہ چراغ سحر دیر تک
ذرا سا جو الجھا یہ تار نگاہ
دباتے رہے وہ کمر دیر تک
یہاں دم بدم سو پیام وصال
سکوت ان کو ہر بات پر دیر تک

بڑی دیر میں سوچ کر لب کھلے
رہے گی دعا بے اثر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغیر حال
وہ سوچا کیے دیکھ کر دیر تک
غشی کا بھی احسان مجھ پر ہوا
وہ زانو رہا زیر سر دیر تک
کہیں رات کو وہ ہوئے بے حجاب
اڑا آج نور قمر دیر تک
ادھر دیکھنا نامہ بر غور سے
وہ محفل میں دیکھیں جدھر دیر تک
حیا سے جھکی تھیں کب آنکھیں تری
لڑی ہے کسی سے نظر دیر تک
وہ سمجھے نہ سمجھے مرا مدعا
ہلی ان کی گردن مگر دیر تک
نفس کی عجب سیر ہے ہم نفس
کرے یوں مسافر سفر دیر تک
ٹپکتا ہے دیوار و در سے ترے
کسی نے ملی چشم تر دیر تک
وہ رخصت طلب اور میں جاں بلب
رہا حشر وقت سحر دیر تک
خبر سن کے خوش وہ آتے تو ہیں
نہ نکلی مری جاں اگر دیر تک
ترے وعدے سے زندگی بڑھ گئی
جیے ہم اس امید پر دیر تک
محبت میں تکرار کا ہے مزا
گلے ہوں جو باہم دگر دیر تک
نئی چاہ چھپتی ہے اے داغ کب

اڑے گی ابھی یہ خبر دیر تک

☆☆☆

ردیف ل

۱۲۰

بے قراری ہوئی آخر سبب چارہ دل
بن گیا ہول دل انجام کو گہوارہ دل
تیر کے بدلے لگا دے کوئی برچھی ظالم
روزن سینہ سے کرنا ہو جو نظارہ دل
دفتر شوق سے بھاری نہیں یہ اے قاصد
ساتھ مکتوب کے تو باندھ لے پشتارہ دل
یہی اچھا ہے کہ آنکھیں ہیں تمہاری بیمار
یہی بیمار تو کرتی ہیں مرا چارہ دل
خون مژگاں سے نکلتا ہے ہزارے کی طرح
چھوٹتا ہے جو مرے سینے سے فوارہ دل
جن کی تقدیر میں گردش ہے نہیں ان کو قرار
قطب تارا نہ ہوا کوکب سیارہ دل
پڑی ہے ضرب محبت تو نکلتی ہے فغاں
شور محشر سے ہم آہنگ ہے نقارہ دل
یہ زمانے کی خبر ٹھیک ہمیں دیتا ہے
طاق ہے اور بھی ہر کام میں ہرکارہ دل
بے تاب کی تصویر انہیں کیا بھیجوں
کہ مصور سے اترتا نہیں انگارہ دل
کوئی جانے کہ خریدار نہیں چاہ نہیں
چلتے پھرتے ہی وہ کر لیتے ہیں نظارہ دل
لعل و یاقوت کی اے داغ جو ہے فرمائش

بھیج دو ان کے لیے لخت جگر پارہ دل

☆☆☆

۱۲۱

وصل کی ٹھہری جو اے ماہ جبیں آج سے کل
وہ بھی نزدیک ہے کچھ دور نہیں آج سے کل
ایک دن اور بھی مہمان کی خاطر کر لوں
کاش رخصت ہو مری جان حزیں آج سے کل
کیجیے وعدہ خلافی بھی تو اس پہلو سے
کہ سوا ہو مجھے ملنے کا یقیں آج سے کل
ہم کو ایک ایک گزرتی ہے قیامت کی گھڑی
ان کے نزدیک تو کچھ بات نہیں آج سے کل
دم بدم ہم نے زمانے کا تنزل دیکھا
ہمیں کہتے ہیں کہ اچھے تھے ہمیں آج سے کل
خود نمائی کے لیے وعدہ فردا کیسا
کیا بدل جائے گا وہ پردہ نشیں آج سے کل
آ جاؤ گے یہاں سے تو اٹھاؤ گے قلق
آج کا دن ہے برا جاؤ کہیں آج سے کل
ناتواں آہ کو دے کون سہارا یا رب
چل کے پہنچے گی یہ تا عرش بریں آج سے کل
صبر کر اے دل مضطر وہ نہیں ملنے کی
کل سے ااج ان کی ہوئی ہو گی یونہی آج سے کل
آج ہی وہ جو نہ آئے تو یہ جانا ہم نے
تیری بگڑی دل اندوہ گزیں آج سے کل
زندگی بھر تو قیامت کی اٹھائی تکلیف
بارے آئی ہے مجھے زیر زمیں آج سے کل
خوب رو یوں کو نہیں کچھ غم فردا اے داغ

ہوں گے مغرور زیادہ یہ حسیں آج سے کل

☆☆☆

۱۲۲

مزہ دے گیا ہے شباب اول اول
ملے خوب رو انتخاب اول اول
وہ کب لطف کرتے ہیں بے آزمائے
کرم آخر آخر عتاب اول اول
خدا شرم رکھے تری انتہا تک
کہ ڈالی ہے منہ پر نقاب اول اول
انہیں سے پھر آخر کو کھل کھیلتے ہیں
وہ کرتے ہیں جن سے حجاب اول اول
الٰہی رہے بانکپن ان کا قائم
سنبھالی ہے تیغ خوش آب اول اول
نبا ہے چلو فتنہ حشر کو بھی
ہوا ہے ابھی ہم رکاب اول اول

☆☆☆

۱۲۳

قطعہ

وہ پیغام بر کی مدارا پیہم
وہ رسم سوال و جواب اول اول
وہ جلسے وہ احباب رندانہ مشرب
وہ معشوق و شرب شراب اول اول
وہ سیر چمن، وہ تماشائے دریا
وہ لطف شب ماہتاب اول اول

وہ گلیوں میں راتوں کو چھپ چھپ کے جانا
وہ یاروں سے کچھ کچھ حجاب اول اول

وہ ہر بات کا شوق بے سوچے سمجھے
وہ ہر کام کرنا شتاب اول اول

وہ پہلے پہل دل لگانا کسی کا
وہ کچھ شوق کا اضطراب اول اول

جوانی کی لہروں میں کیا کیا رہے ہم
خراباتیوں میں خراب اول اول

کوئی دن رہے پارسا ہم بھی زاہد
بہت ہم نے لوٹے ثواب اول اول

رہا درس و تدریس کا شوق ہم کو
نظر سے نہ سرکی کتاب اول اول

کبھی ہم سے ہوتا نہ تھا ترک اولیٰ
رہے ہم مشیخت ماب اول اول

بنے ستم و سام و گیو و نریماں
رہے رشک افراسیاب اول اول

رہے زیر راں اسپ چالاک اکثر
سواروں میں تھے لاجواب اول اول

پھکیتی پھکیتی کی تھی مشق کیا کیا
ہر اک فن میں تھے کامیاب اول اول

ہوئی داغ اب ان کی تعبیر الٹی
نظر آئے ہیں جو ہم کو خواب اول اول

☆☆☆

۱۲۴

رہتا ہے روز اس کی ملاقات کا خیال
ہو جائے خواب کاش یہ دن رات کا خیال

بیٹھے ہیں خانقاہ میں جب دو گھڑی بھی ہم
آ ہی گیا ہے پیر خرابات کا خیال

کیوں کر نہ یاد آئے شب ہجر روز حشر
اس دن ضرور چاہیے اس رات کا خیال

کھٹکا نہ ہو تو عیش سے گزرے کوئی گھڑی
رہتا ہے بزم یار میں ہر بات کا خیال

ماہ صیام بھی اسی موسم میں آ گیا
رندوں کو اس سے بڑھ کے ہے برسات کا خیال

رنجش بھی ہو تو دل کی تسلی کے واسطے
کرتا ہوں ان کے لطف و عنایات کا خیال

اے دل !عدو کی بزم میں کیوں لے گیا مجھے
کم بخت آ گیا نہ مدارات کا خیال

باتیں سنو تو حضرت صوفی سے عرش کی
جاتا ہے دور قبلہ حاجات کا خیال

اے داغ جو کہا ہے اسے کر دکھائیں گے
انسان کیا وہ جس کو نہ ہو بات کا خیال

☆☆☆

ردیف م

۱۲۵

دیا رقیبوں کو تم نے پیام نام بنام
مری طرف سے بھی پہنچے سلام ' نام بنام

مری شکایت تحریر وجہ رشک ہوئی
کہ اب وہ لکھتے ہیں دفتر مدام' نام بنام

سلیقہ دیکھیے اس وقت دوست دشمن کا
سپرد ہو جو کوئی انتظام' نام بنام

اگر تڑپتی ہے بجلی تو ابر روتا ہے
ملا ہر ایک کو ہر ایک کام ' نام بنام
یہ کس نے قلت کی شادی منائی جاتی ہے
کہ رقعے بٹنے کا ہے اہتمام' نام بنام
ستم رسیدوں میں لکھے گئے ہیں روز ازل
تمہارے چاہنے والے تمام نام بنام
تمہاری چال کو طاؤس و کبک کیا پہنچیں
جدا جدا ہے ادائے خرام نام بنام
بچائے جان خدا اہل مہر و الفت کی
وہ کوستے ہیں انہیں صبح و شام نام بنام
خدا کرے مرے آگے نہ آئے نام رقیب
پکارے جائیں گے روز قیام نام بنام
کیا ہے آپ کو جس جس نے بے وفا مشہور
جو حکم ہو تو بتا دے غلام نام بنام
گئے ہیں داغ وہاں چھپ کے دیکھیے کیا ہو
گنے گئے ہیں جہاں خاص و عام نام بنام

☆☆☆

۱۲۶

رشک سے غیروں کے جی کھوتے ہیں ہم
کیا بروں کی جان کو روتے ہیں ہم
گرچہ کچھ بے جا دم بسمل نہیں
خنجر سفاک کو دھوتے ہیں ہم
بے خودانہ اپنی ہشیاری رہی
جاگتے ہیں کچھ تو کچھ سوتے ہیں ہم
حاصل اعمال ہیں خلد و سقر
وہ ہی پھل پاتے ہیں جو بوتے ہیں ہم

ہاتھ منہ ان کا دھلایا غیر نے

ہاتھ اپنی جان سے دھوتے ہیں ہم

اپنے گھر رہنے دے کیوں کر حوروش

حضرت آدم ہی کے پوتے ہیں ہم

جان کنی اپنا ہے کام اے کوہ کن

عشق میں پتھر نہیں ڈھوتے ہیں ہم

دیکھ لیں گے فتنہ محشر کو بھی

اب تو چادر تان کر سوتے ہیں ہم

داغ ہے کس کو میسر درد عشق

رنج ہوتا ہے تو خوش ہوتے ہیں ہم

☆☆☆

۱۲۷

ابھی ہماری محبت کسی کو کیا معلوم

کسی کے دل کی حقیقت کسی کو کیا معلوم

یقین تو یہ ہے وہ خط کا جواب لکھیں گے

مگر نوشتہ قسمت کسی کو کیا معلوم

بظاہر ان کو حیادار لوگ سمجھے ہیں

حیا میں جو ہے شرارت کسی کو کیا معلوم

قدم قدم پہ تمہارے ہمارے دل کی طرح

بسی ہوئی ہے قیامت کسی کو کیا معلوم

یہ رنج و عیش ہوئے ہجر و وصل میں ہم کو

کہاں ہے دوزخ و جنت کسی کو کیا معلوم

جو سخت بات سنے دل تو ٹوٹ جاتا ہے

اس آئینے کی نزاکت کسی کو کیا معلوم

کیا کریں وہ سنانے کو پیار کی باتیں

انہیں ہے مجھ سے عداوت کسی کو کیا معلوم

خدا کرے نہ پھنسے دام عشق میں کوئی
اٹھائی ہے جو مصیبت کسی کو کیا معلوم

ابھی تو فتنے ہی برپا کیے ہیں عالم میں
اٹھائیں گے وہ قیامت کسی کو کیا معلوم

جناب داغ کے مشرب کو ہم سے تو پوچھو
چھپے ہوئے ہیں یہ حضرت کسی کو کیا معلوم

☆☆☆

ردیف ن

۱۲۸

آپ جن کو ہدف تیر نظر کرتے ہیں
رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہیں

اور کیا داغ کے اشعار اثر کرتے ہیں
گدگدی دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں

غیر کے سامنے یوں ہوتے ہیں شکوے مجھ سے
دیکھتے ہیں وہ ادھر بات ادھر کرتے ہیں

دیکھ کے دور سے درباں نے مجھے للکارا
نہ کہا یہ ٹھہر جاؤ خبر کرتے ہیں

تھک گئے نامہ اعمال کو لکھتے لکھتے
کیا فرشتوں کا برا حال بشر کرتے ہیں

ابھی غیروں سے اشاروں میں ہوئی ہیں باتیں
دیکھتے دیکھتے آپ آنکھوں میں گھر کرتے ہیں

در و دیوار سے بھی رشک مجھے آتا ہے
غور سے جب کسی جانب وہ نظر کرتے ہیں

ان سے پوچھے جو کوئی' خاک میں ملتے ہیں کہاں؟
وہ اشارہ طرف راہ گزر کرتے ہیں

ایک تو نشہ مے اس پہ نشیلی آنکھیں
ہوش اڑتے ہیں جدھر کو وہ نظر کرتے ہیں

عشق میں صبر و تحمل ہی کیا کرتے ہم
یہ بھی کم بخت کسی وقت ضرر کرتے ہیں

غیر کے قتل پہ باندھیں یہ بہانہ ہے فقط
کھینچ کر اور بھی پتلی وہ کمر کرتے ہیں

حضرت داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی
رات دن عیش ہے جلسوں میں بسر کرتے ہیں

☆☆☆

۱۲۹

عذر آنے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں
باعث ترک ملاقات بتاتے بھی نہیں

منتظر ہیں دم رخصت کہ یہ مر جائے تو جائیں
پھر یہ احسان کہ ہم چھوڑ کے جاتے بھی نہیں

سر اٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی
نشہ مے بھی نہیں نیند کے ماتے بھی نہیں

کیا کہا، پھر تو کہو ہم نہیں سنتے تیری
نہیں سنتے تو م ایسوں کو سناتے بھی نہیں

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

مجھ سے لاغر تری آنکھوں میں کھٹکتے تو رہے
تجھ سے نازک مری نظروں میں سماتے بھی نہیں

دیکھتے ہی مجھے محفل میں یہ ارشاد ہوا
کون بیٹھا ہے اسے لوگ اٹھاتے بھی نہیں

ہو چکا قطع تعلق تو جفائیں کیوں ہوں
جن کو مطلب نہیں رہتا وہ ستاتے بھی نہیں

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

☆☆☆

۱۳۰

چوٹ کھانا دل حزیں نہ کہیں
درد رہ جائے گا کہیں نہ کہیں
کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں
جی بہل جائے گا کہیں نہ کہیں
ہے کدورت بھری ہوئی اس میں
آسماں پر بھی ہو زمیں نہ کہیں
حال پہلو بچا کے لکھا ہے
تاڑ جائے وہ نکتہ چیں نہ کہیں
یہ تو کہیے کہ رات کی باتیں
آپ نے غیر سے کہیں نہ کہیں
جن کو حوریں بیان کرتے ہیں
خلد میں ہوں یہی حسیں نہ کہیں
مجھ کو گریاں اٹھا نہ محفل سے
بیٹھ جائے ابھی زمیں نہ کہیں
کیوں کہیں تجھ سے آرزوئیں ہم
فائدہ کیا، کہیں کہیں نہ کہیں
لا اسے جذب شوق تھم تھم کر
گر پڑے شوخ نازنیں نہ کہیں
نہ کرو امتحان مہر و وفا
آئے اس جھوٹ پر یقیں نہ کہیں
موت اسی آستاں پہ آ جائے
صرف سجدہ ہو پھر جبیں نہ کہیں

آپ کی گفتگو کا کیا کہنا
صرف سجدہ ہو کر پھر جبیں نہ کہیں
آپ کی گفتگو کا کیا کہنا
چار باتیں بھی دل نشیں نہ کہیں

غیر دیتا ہے کیوں مجھے ساغر
سانپ ہو آستیں نہ کہیں

ہجر میں ہے خیال اس کا مجھے
کسمسا جائے ہم نشیں نہ کہیں

قتل جس کا تمہیں ہے مدنظر
وہ گنہ گار ہوں ہمیں نہ کہیں

وہ رکاوٹ اسے بھی سمجھیں گے
دم رکے وقت واپسیں نہ کہیں

دل بخشش بھی یوں ترے منہ سے
نکلے بے ساختہ نہیں نہ کہیں

رشک یہ بھی ہے صبر پر میرے
غیر کہہ بیٹھیں آفریں نہ کہیں

تیرے عاشق ہیں کافر و دین دار
ایک ہو جائے کفر و دیں نہ کہیں

داغ پھر تاک جھانک کرتے ہیں
اب گھرے اب چھنے کہیں نہ کہیں

☆☆☆

۱۳۱

عشق میں دل کہیں حواس کہیں
ایسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں
کون پردے میں چھپ کے بیٹھا ہے
بھر کے جاتا ہے کیوں گلاس کہیں

مجھ کو ہے اس سے احتمالِ وفا
نہ غلط ہو مرا قیاس کہیں

زہر کھاتے ہیں تنگ آ کر ہم
یہ دوا آئے دل کو راس کہیں

بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو
یہیں ہو گا وہ آس پاس کہیں

☆☆☆

۱۳۲

اے فلک! موردِ عتاب ہوں میں
وصل سے خاک کامیاب ہوں میں

تم میں یہ وصف ہے کہ ہو بے داغ
مجھ میں یہ عیب بے حجاب ہوں میں

دے کے خط کون انتظار کرے
اپنے قاصد کے ہم رکاب ہوں میں

جب ملا رہ نما تو یہ جانا
رہروِ راہ ناصواب ہوں میں

کیوں کسی زلف کی بلا میں پھنسوں
کیوں گرفتارِ پیچ و تاب ہوں میں

کیوں کسی چشمِ مست کو دیکھوں
مفت آلودہ شراب ہوں میں

داغ کیا خوب صرصرِ عصیاں
خاکِ پائے ابو تراب ہوں میں

☆☆☆

۱۳۳

میں نے چاہا جو تمہیں اس کا گنہ گار تو ہوں

مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں

عمر بھر آپ نے کبھی مجھ کو اچھا نہ کہا
خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہوں

یا خدا پرسش اعمال کا دیتا ہوں جواب
بات کا ہوش کسے ہے ابھی ہوشیار تو ہوں

مے و معشوق سے انکار نہیں اے زاہد
عاشق زار تو ہوں رند قدح خوار تو ہوں

گو مرے پاس نہیں غیر متاع کاسد
میں تماشائی انداز خریدار تو ہوں

ابھی کیا جانے کوئی مجھ کو تمہارا شیدا
کوئی دن اور بھی رسوا سر بازار تو ہوں

گو مری وضع نہیں یہ کہ ملوں غیر سے میں
تابع حکم جفا کار و ستم گار تو ہوں

کیا گزر جائے تجھے رات یونہی بے کھٹکے
بزم میں گل نہ سہی میں نہ سہی خار تو ہوں

تاب نظارہ انوار تجلی نہ سہی
میری ہمت ہے کہ میں طالب دیدار تو ہوں

داغ مرنے نہیں دیتا مجھے رشک اغیار
ورنہ مرجاؤں ابھی جان سے بیزار تو ہوں

☆☆☆

۱۳۴

ہم تو فریاد و فغاں آہ و بکا کرتے ہیں
جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ دعا کرتے ہیں

خوف محشر سے وہ کب ترک جفا کرتے ہیں
بہت اس طرح کے ہنگامے ہوا کرتے ہیں

خوب خوش باش گزر اہل صفا کرتے ہیں

نہ خفا ہوتے ہیں ایسے نہ خفا کرتے ہیں
ایک انداز سخن طرز شکایت ٹھہری
ہم جدا کرتے ہیں شکوے وہ جدا کرتے ہیں
پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت میں
منہ سے اتنا ہی نکلتا ہے دعا کرتے ہیں
کچھ تعلق تو رہے شکوہ بے جا ہی سہی
نہ کیا تم نے گلا اس کا گلا کرتے ہیں
یا الٰہی مرے درباں سے وہ پوچھے آ کر
کون ہے کس سے ملاقات ہے کیا کرتے ہیں
ہاتھ سے قتل نہ وہ پاؤں سے پامال کریں
گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں
حسینوں کی جو تعریف کریں کیا ضد ہے
وہ طرف داری ارباب وفا کرتے ہیں
پرسش داور محشر سے ڈریں کیوں عاشق
یہ خطا وار تو بندے کی خطا کرتے ہیں
تم کو بیمار محبت سے بھی عار آتی ہے
ہم تو اچھوں کے لیے روز دعا کرتے ہیں
اپنے کوچے میں نہ کیجیے مری مٹی برباد
آپ بھی خاک اڑاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں
دست مژگاں کا اشارہ ہے کہ رسوا کیجیے
انہیں ہاتھوں سے وہ انگشت نما کرتے ہیں
اب یہی ضد ہے کہ ہم قتل کریں گے تجھ کو
وہ تو ہر بات میں اپنا ہی کہا کرتے ہیں
ان کو پروا نہیں کیوں دل کے خریدار بنیں
مفت کے قصے ہی وہ مول لیا کرتے ہیں
آپ کے عشق میں جو مجھ کو نہ کرنا تھا کیا
دیکھیے آپ مرے واسطے کیا کرتے ہیں

صبر کرنے کا ہمارے بھی یہی ہے انداز
آپ جس طرح سے پیمان وفا کرتے ہیں
سچ کہا تذکرہ غیر سے کیا حاصل ہے
اک تماشے کے لیے چھیڑ دیا کرتے ہیں
جان بلب جان کے مجھ کو یہ پیام آیا ہے
لو مبارک ہو کہ اب عہد وفا کرتے ہیں
داغ کا رشک سنا غیر سے اس نے تو کہا
اس کی تقدیر میں جلنا ہے جلا کرتے ہیں

☆☆☆

۱۳۵

ہم دل کی بات داور محشر سے کیا کہیں
یہ راز کہہ کے اس بت کافر سے کیا کہیں
آشوب حشر اس بت خود سر سے کیا کہیں
محشر کا حال فتنہ محشر سے کیا کہیں
گو اپنی ضد کے ایک ہو تم مان جاؤ گے
یہ مانتا نہیں دل مضطر سے کیا کہیں
بنتی نہیں ہے بات مصیبت کہے بغیر
کہتے ہیں پھر کہ داور محشر سے کیا کہیں
ہے مے کدے میں قلقل مینا کی یہ صدا
ساقی کے جوڑ توڑ کو ساغر سے کیا کہیں
سمجھے ہو تم کہ غیر کے شکوے ہیں ایک دو
یہ داستان کم نہیں دفتر سے کیا کہیں
دلبر اشارہ فہم ہے ، دشمن نگاہ باز
ہم چپکے چپکے بھی دل مضطر سے کیا کہیں
لب تک امنڈ امنڈ کے تو آتی ہیں حسرتیں
چلتی نہیں زبان ترے ڈر سے کیا کہیں

تم او رکان رکھ کے سنو بات غیر کی
مجبور ہو گئے ہیں مقدر سے کیا کہیں

دل کا فسانہ کس سے کہیں اے شب فراق
دیوار و در سے چرخ سے اختر سے کیا کہیں

کوئی کرے سوال تو کچھ دیجیے جواب
بت بن گئے جب آپ تو پتھر سے کیا کہیں

سنتا ہے وقت ذبح یہ کب اپنی بے کسی
قاتل سے کہہ بھی سکتے ہیں خنجر سے کیا کہیں

یہ ہم کو ناگوار ہے وہ اس کو ناگوار
دلبر سے کیا سنیں دل مضطر سے کیا کہیں

کہتے ہیں وہ کہو تو سہی دل کا حال کچھ
حیران ہم کھڑے ہیں گھڑی بھر سے کیا کہیں

دل میں ہمارے آپ کی جو چبھ گئی ہے بات
پیکاں سے بڑھ کے تیز ہے نشتر سے کیا کہیں

نادان رہنمائے رہ شوق ہو گیا
منزل میں جو بلا ہے وہ رہبر سے کیا کہیں

ہوتی صفائے دل تو بناتا نہ آئینہ
جوہر اس آئینے کے سکندر سے کیا کہیں

بے وجہ ان بتوں کی خموشی نہیں ہے داغ
کیا جانے کل یہ داور محشر سے کیا کہیں

☆☆☆

۱۳۶

مجھے دل کی ایذا سے راحت نہیں
پرائی مصیبت سے فرصت نہیں

بہت دور ایسی قیامت نہیں
مگر ان کو وعدے کی عادت نہیں

غم دو جہاں بھی ہے کافی مجھے
مگر آدمی کو قناعت نہیں

نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی
حسینوں کو دنیا سے راحت نہیں

بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا
کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں

اٹھا کر مری نعش اس نے کہا
کوئی اس سے بڑھ کر مصیبت نہیں

یہاں منصفی حشر پر منحصر
وہاں فیصلے کی ضرورت نہیں

رہا ہجر بت میں دل سنگ سخت
کچھ اپنوں کو اپنوں سے الفت نہیں

یہ دل ہے یہ حسرت یہ ارمان ہے
مری جان! حاضر میں حجت نہیں

مزاج آپ کا ہے مزاج آج کل
پرائی طبیعت طبیعت نہیں

تری آرزو جن کو ہے ان کو ہے
خدا کی قسم ہم کو حسرت نہیں

بظاہر اٹھانا مجھے بزم سے
اشارے سے کہنا اجازت نہیں

ہوا توبہ مے سے میں جاں بلب
عداوت ہے یہ ترک عادت نہیں

قیامت ہو یا دل ہو یا موت ہو
کوئی ان میں رکنے کی آفت نہیں

دیا نامہ بر نے یہ آ کر جواب
انہیں بات کرنے کی فرصت نہیں

زمیں میں گڑا شرم عصیاں سے میں

نہ جانو کہ محشر میں تربت نہیں

☆☆☆

قطعہ

کہا دل سے میں نے اسے یاد رکھ
انہیں تجھ سے نفرت ہے الفت نہیں
وہاں بے نیازی ہے ہر شان میں
وہاں خود نمائی سے فرصت نہیں
وہ کیوں وعدہ وصل پورا کریں
یہ اقرار محبت ہے کوئی منت نہیں
وہ کیوں جذب دل سے ہوں اندیشہ مند
محبت ہے کوئی کرامت نہیں
وہ کیوں سوز داغ جگر سے ڈریں
کہ یہ آفتاب قیامت نہیں
وہ کیوں چشم پرخوں کی دیکھیں بہار
یہ رونا ہے باران رحمت نہیں
وہ کیوں سن کے پی جائیں غیروں کی باتیں
یہ ہیں زہر کے گھونٹ شربت نہیں
وہ کیوں عشق ظاہر کو باور کریں
حقیقت میں کچھ بھی حقیقت نہیں
وہ کیوں جوش مشتاق پر رحم کھائیں
عدو کے مرض کی یہ شدت نہیں
وہ کیوں دیکھیں صورت اٹھا کر نگاہ
یہ کیا بار ناز و نزاکت نہیں
وہ کیوں مول لیں جنس دل کیا غرض
کہ اس شے کی ان کو ضرورت نہیں
وہ کیوں شکوہ رنج فرقت سنیں

شکایت ہے یہ کچھ حکایت نہیں
وہ کیوں نہ دیں جھڑکیاں گالیاں
کہ عاشق مزاجوں کی عزت نہیں
دیا دل نے مایوس ہو کر جواب
نہیں داغ اب کوئی حسرت نہیں

☆☆☆

۱۳۷

مظہر نور دیں معین الدینؒ
آفتاب زمیں معین الدینؒ
سرور انبیاء رسول اللہؐ
حامی مسلمیں معین الدینؒ
میں ترے در کا خاک نشیں
تو مرا دل نشیں معین الدینؒ
المددؔ المدد کہ تیرے سوا
کوئی میرا نہیں معین الدینؒ
در فردوس پہ ہو آپ کا ہاتھ
اور یہ آستیں معین الدینؒ
وہ جہاں ہے وہیں ہے دل میرا
میں جہاں ہوں وہیں معین الدینؒ
داغ تیرا ہی دم بھرے جائے
تادم واپسیں معین الدینؒ

☆☆☆

۱۳۸

جو یک دلی ہو تو ہو بات کا یقیں سے یقیں
کہ ہاں سے ہاں مرے مہرباں نہیں سے نہیں

تری گلی کے مقابل جو لائیں جنت کو
مکاں مکاں سے کرے رو کسی مکیں سے مکیں
علاج اور نہیں کوئی خوش نصیبی کا
نصیب ہو تو ملوں غیر کی جبیں سے جبیں
ہمارے دل پہ محبت کا نقش کندہ ہے
ملا سکے نہ سلیمانؑ بھی اس نگیں سے نگیں
تمہارے سامنے یہ آئینے کی صورت ہے
کہ جس طرح سے کرے لاگ ہر حسیں سے حسیں
وہ کیوں بلائیں مجھے اپنی بزمِ عشرت میں
غرض کسے ہو کوئی مفت ہو حزیں سے حزیں
صفائے دل ہو تو ہو پیچ دار کیوں تقریر
یہ باتیں آپ کی ہم نے چناں چنیں سے چنیں
درِ صنم سے گیا منہ اٹھائے کعبے کو
اڑا کے لے گئی وحشت مجھے کہیں سے کہیں
پڑا ہے تفرقہ کیا دل میں اور دلبر میں
ہزاروں کوس ہو گر ہو بہت قریں سے قریں
نشانہ دل کو بناتے ہی لی جگر کی خبر
نگہ کے تیر کو چلنا پڑا یہیں سے یہیں
غزل میں داغؔ کی مضموں ہیں خاکساری کے
نہیں ہے پست ان اشعار کی زمیں سے زمیں

☆☆☆

۱۳۹

اڑائی خاک تیری جستجو میں ہر کہیں برسوں
پھری ہے آسماں بن کر مرے سر پر زمیں برسوں
نہ آیا ہے نہ آئے گا ان کے وعدہ کا یقیں برسوں
یونہی ہے آج کل پرسوں مگر ملتے نہیں برسوں

برا ہو جذبہ دل کا اسے کیوں کھینچ لایا تھا
کہ آنکھوں سے دبائے ہم نے پائے نازنین برسوں
کسی کوچے میں جب ہم اچھی صورت دیکھ لیتے ہیں
لگی رہتی ہے اپنے دم قدم سے وہ زمیں برسوں
نہ آنکھوں کا اجارہ ہے نہ دل کا زور ہے ان پر
وہ خود مختار ہیں ٹھہریں کہیں دم بھر کہیں برسوں
ہوا ہے جان کا خواہاں کوئی اب رہ نہیں سکتی
رہے تیری امانت کے الٰہی ہم امیں برسوں
کسی خورشید رو کے پاؤں پر رکھا تھا سر اک دن
مثال ماہ چمکی ساتھ قسمت کے جبیں برسوں
تہہ شمشیر قاتل اس خوشی سے جان دی میں نے
لب دشمن سے بھی نکلی صدائے آفریں برسوں
نہیں تھا تو بھی تھا وہ بے وفا آغوش دشمن میں
کہ میری بدگمانی نے اسے رکھا وہیں برسوں
جنوں کو بھی تو بے ساماں نہیں دیکھا گیا ہم سے
رہی ہے دست وحشت میں ہماری آستیں برسوں
یہیں رہنا یہیں سہنا یہیں مرنا یہیں بھرنا
یہی در ہے یہی سر ہے گزاریں گے یہیں برسوں
کسی نازک بدن کی ایک دن خوشبو جو سونگھی تھی
اسی حسرت میں سونگھا ہم نے عطر نازنیں برسوں
مرے آنسو مکدر کیوں نہ نکلیں دیدہ تر سے
کہ آنکھوں میں پھری ہے اس کے کوچے کی زمیں برسوں
تڑپتے جس نے دیکھا اس دل بے تاب کو دم بھر
رہا ہے ہول دل میں مبتلا وہ ہم نشیں برسوں
صفائی اس کو کہتے ہیں اسی پر ناز ہے تم کو
کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہیں برسوں
مجھے رکھا ہے ایسا زندہ درگور اس کی فرقت نے

زمیں پر یوں رہا گویا رہا زیر زمیں برسوں
خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہ دل سوز ہے جو رہ چکا ہے دل نشیں برسوں

☆☆☆

۱۴۰

حال دل تجھ سے ، دل آزار، کہوں یا نہ کہوں
خوف ہے مانع اظہار، کہوں یا نہ کہوں
نام ظالم کا جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو
آسماں کو بھی ستم گار کہوں یا نہ کہوں
آخر انسان ہوں میں، صبر و تحمل کب تک
سینکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں
ہاتھ کیوں رکھتے ہو منہ پر مرے، مطلب کیا ہے
باعث رنجش و تکرار کہوں یا نہ کہوں
تم سنو یا نہ سنو اس سے تو کچھ بحث نہیں
جو ہے کہنا مجھے سو بار کہوں یا نہ کہوں
مجھ سے قاصد نے کہا سن کے زبانی پیغام
یہی کہنا تو ہے دشوار کہوں یا نہ کہوں
کہہ چکے غیر تو افسانے سب اپنے اپنے
مجھ کو کیا حکم ہے سرکار کہوں یا نہ کہوں
فکر ہے ، سوچ ہے، تشویش ہے، کیا کیا کچھ ہے
دل سے بھی عشق کے اسرار کہوں یا نہ کہوں
آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے
ہیں مرے کان گنہ گار کہوں یا نہ کہوں
نہیں چھپتی نہیں چھپتی ، نہیں چھپتی ، الفت
سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں
داغ ہے نام مرا برق طبیعت میری

گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں

☆☆☆

۱۴۱

مقتضائے وقت کا پابند ہر حالت میں ہوں
میں زمیں پستی میں ہوں تو آسماں کی رفعت میں ہوں
ایک میں دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت میں ہوں
غم میں ہوں، ماتم میں ہوں، حیرت میں ہوں، حسرت میں ہوں
ہوش جب آیا تو یہ جانو قیامت آ گئی
زندگی میری جبھی تک ہے کہ میں غفلت میں ہوں
کیوں ہوا جاتا ہے دل پر ان بتوں کا اختیار
میں تو یا اللہ تیرے قبضہ قدرت میں ہوں
جلوہ دیدار کو ہے خود نمائی سے غرض
اور میں کم بخت بے خود شوق کی حالت میں ہوں
پندگو! تیری سنوں کیا اس ہجوم شوق میں
چھیڑنا یہ تذکرہ اس وقت جب فرصت میں ہوں
ہیں زمانے میں ہزاروں چاہنے والے مرے
آپ کا بندہ ہوں جب تک آپ کی خدمت میں ہوں
خار دامن گیر ہیں اہل وطن سے بھی سوا
میں عزیز اہل وحشت وادی غربت میں ہوں
وجہ تسکین ہو گیا فرقت میں آخر اضطراب
اب تڑپنے کی نہیں طاقت بڑی راحت میں ہوں
چارہ گر اس زندگی سے موت بہتر ہے مجھے
اب اگر اچھا بھی ہوں میں تو بڑی مدت میں ہوں
شاہ میرا قدر داں، احباب میرے مہرباں
میں دکن میں خوب سے ہوں اے داغ اک جنت میں ہوں

☆☆☆

۱۴۲

زلفیں رخسار پر نہ آئیں کیوں
ان کے پیچھے پڑیں بلائیں کیوں

غیر باتوں میں زہر اگلتا ہے
اس کی جھوٹی مجھے پلائیں کیوں

اپنی عادت نہیں یہ اے غم عشق
ہر بڑھا کر تجھے گھٹائیں کیوں

بدگماں ہوں جب امتحان کے بعد
پھر کسی کو وہ آزمائیں کیوں

جھوٹی قسمیں بہت ہیں کھانے کو
میرے مرنے کا غم وہ اٹھائیں کیوں

مست و بے خود رہے زمانے میں
دیکھے اچھی بری ہوائیں کیوں

مے اگر تیز ہے تو اے ساقی
آگ پانی میں ہم لگائیں کیوں

جب تڑپتا ہے کوئی کہتے ہیں
برچھیاں بن گئیں ادائیں کیوں

آج غیروں کے شکوے ہوتے ہیں
آپ ایسوں کو منہ لگائیں کیوں

جان پر کیا بنی کہو تو سہی
داغ پر درد ہیں صدائیں کیوں

☆☆☆

۱۴۳

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں

کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں
مٹ گئے ہم تو فقط نام ہی اس کا سن کر
دیکھ کر جنس خریدار ہوا کرتے ہیں
دود دل سلسلہ عشق بنا بھی تو کیا
کہیں معشوق گرفتارہوا کرتے ہیں
آپ کی بزم محبت کی عدالت ٹھہری
روز دو چار کے اظہار ہوا کرتے ہیں
وہ نہ مانیں گے مری میں یہ مانوں گا کبھی
حسب عادت یونہی انکار ہوا کرتے ہیں
بادہ کش معصیت شب سے بری خوب ہوئے
کچھ یونہی صبح کو ہشیار ہوا کرتے ہیں
کوئی سنتا نہیں یہ پند و نصیحت ناصح
آپ کیوں کہہ کے گنہہ گار ہواکرتے ہیں
بوسہ دے دیجیے لعل نمکین کا مجھ کو
جان نثار ایسے نمک خوار ہوا کرتے ہیں
میں برا اور طبیعت مری اچھی کیا خوب
منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں
بھاگتے ہی نظر آتے ہیں تری آنکھوں سے
لڑنے مرنے کو جو تیار ہوا کرتے ہیں
چشم بیمار کے دیکھے سے ہوئی یہ صحت
جو ہیں اچھے وہی بیمار ہوا کرتے ہیں
تیغ بھاری ہے وہ نازک ہیں، مری عمر دراز
مشورے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہیں
داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

☆☆☆

دیکھیں تو کیسے فتنے ہیں نیچی نگاہ میں
آئینہ رکھ دے کاش کوئی ان کی راہ میں
دیکھو پڑا نہ ہو دل گم گشتہ راہ میں
میری نگاہ میں نہ تمہاری نگاہ میں
امیدوار رحمت باری ہوں اس قدر
ہوتا ہوں میں شریک پرائے گناہ میں
کس فتنہ گر کی چال نے بے تاب کر دیا
نقش قدم بھی دوڑتے پھرتے ہیں راہ میں
وہ شوق وصل و رنگ شکایت ہی مٹ گیا
عاشق کو دل لگی کا مزا کیا نباہ میں
یوسف غلام جن کے بکے جائے ننگ ہے
سارے ہی قافلے کو ڈبونا تھا چاہ میں
تقدیر کو جب آگ لگاتا ہے سوز عشق
ہوتی ہے روشنی مرے بخت سیاہ میں
پھینکے جو کاٹ کر کسی لاغر کے ہاتھ پاؤں
کانٹے بچھائے آپ نے دشمن کی راہ میں
ہوتی ہے دیکھنے کے لیے آنکھ میں نگاہ
دیکھو تمہاری آنکھ ہے میری نگاہ میں
کرتے ہیں یوں بگڑ کے مرے باب میں سوال
جرات جواب کی نہیں رہتی گواہ میں
محشر میں کس طرف سے یہ آنے لگی صدا
آنا ہو جس کو آئے ہماری پناہ میں
دل بھی کہیں جمے تو ہمارا قدم جمے
اک پاؤں بت کدے میں تو اک خانقاہ میں
جو پیچ پڑ گئے تھے وہ سارے نکل گئے

اب گفتگو رہ مری ان کی نباہ میں
ہنگام شکوہ خوف بٹھانے سے فائدہ
تم خود ہی بیٹھ جاؤ دل داد خواہ میں
ہم دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے ان کے پاس
کیا آ گیا ہے فرق ہماری نگاہ میں
بجلی گری کہ آہ پڑی بادہ خوار کی
ہل چل پڑی ہوئی ہے عجب خانقاہ میں
کیا سب کا خون گردن قاتل ہی پر رہا
اک بوند بھی لہو کی نہیں قتل گاہ میں
کیوں داغ دہلوی کی زباں مستند نہ ہو
پیدا کیا خدا نے اسے تخت نگاہ میں

☆☆☆

۱۴۵

خواب راحت سے وہ بیدار ہوئے ہیں کہ نہیں
فتنہ حشر کے آثار ہوئے ہیں کہ نہیں
ہم سے جب وعدہ کیا تھا وہ بہت کم سن تھے
دیکھیے قابل انکار ہوئے ہیں کہ نہیں
اب ہے عنقا مرض عشق و محبت کی دوا
کبھی پہلے بھی یہ آزار ہوئے ہیں کہ نہیں
شاہد حال ترے دیدہ و دل ہیں میرے
ان گواہوں کے بھی اظہار ہوئے ہیں کہ نہیں
بوسہ غیر نے کیا داغ لگائے دیکھو
نیل گوں چاند سے رخسار ہوئے ہیں کہ نہیں
تیرے جلوے نے دورنگی سے کیا ہے یک رنگ
متفق کافر و دیں دار ہوئے ہیں کہ نہیں
گھر سے نکلیں نہ کبھی، پوچھ نہ لیں وہ جب تک

جمع دس بیس خریدار ہوئے ہیں کہ نہیں

وعدہ مہر و وفا یہ تو ہے معمولی بات

ہم سے کچھ اور بھی اقرار ہوئے ہیں کہ نہیں

اب جو تو مجھ کو پھنساتا ہے بتا اے صیاد

کچھ رہا اگلے گرفتار ہوئے ہیں کہ نہیں

بادہ عشق میں سرشار ہیں جو اے واعظ

ایسے مے خوار گنہ گار ہوئے ہیں کہ نہیں

آہ لب پر مرے آئی تو قیامت آئی

وہ بھی ہشیار خبردار ہوئے ہیں کہ نہیں

میری آنکھوں سے ذرا جانچیے اپنی قیمت

آپ بھی اپنے خریدار ہوئے ہیں کہ نہیں

داغ اس فکر میں دن رات گھلا جاتا ہے

مجھ سے راضی مرے سرکار ہوئے ہیں کہ نہیں

☆☆☆

۱۴۶

چھین کر دل بت کام لیے جاتے ہیں

لوٹ کر راحت و آرام لیے جاتے ہیں

نظر آتا ہوں نہ اس بزم سے اٹھ سکتا ہوں

ناتوانی سے بڑے کام لیے جاتے ہیں

مر گیا کون شب وصل کی امید میں آج

کس کا تابوت سر شام لیے جاتے ہیں

گرچہ دیتے ہیں زباں سے وہ شکایت کا جواب

دل میں کیا کیا دم الزام لیے جاتے ہیں

نامہ بر ایک بھی سچا نہیں دیکھا ہم نے

سینکڑوں مفت کے انعام لیے جاتے ہیں

شکوہ مہر و وفا کس نے کہا کس نے سنا

پھر وہی آپ مرا نام لیے جاتے ہیں
جب تصور میں کوئی پردہ نشین ہوتا ہے
دل سے آنکھوں کے بہت کام لیے جاتے ہیں
عشق کرتا ہے مرے دل کی صفائی کیا کیا
ایسے مہمان سے بھی کام لیے جاتے ہیں
مول جنت کا ہوا نقد عبادت زاہد
ہے کہیں مال کہیں دام لیے جاتے ہیں
دل نے جو ہم سے کہا ہے وہ ادا کرنا ہے
اپنا ہم آپ ہی الزام لیے جاتے ہیں
کیا مزا ہے کہ شکایت میں مزا آتا ہے
خود وہ الزام پہ الزام لیے جاتے ہیں
مے کشو! حضرت زاہد کی تلاشی لینا
کہ چھپائے ہوئے وہ جام لیے جاتے ہیں
پہلے تو ایسے وفادار کو آزاد کیا
مول اب داغ کے ہم نام لیے جاتے ہیں

☆☆☆

۱۴۷

صاف کب امتحان لیتے ہیں
وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں
یوں ہے منظور خانہ ویرانی
مول میرا مکان لیتے ہیں
تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں
پھر نہ آنا اگر کوئی بھیجے
نامہ بر سے زبان لیتے ہیں
اب بھی گر پڑ کے ضعف سے نالے

ساتواں آسمان لیتے ہیں
تیرے خنجر سے بھی تو اے قاتل
نوک کی نوجوان لیتے ہیں
اپنے بسمل کا سر ہے زانو پر
کس محبت سے جان لیتے ہیں
یہ سنا ہے مرے لیے تلوار
اک مرے مہربان لیتے ہیں
یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہ میں خاک
اس میں تیری زبان لیتے ہیں
کون جاتا ہے اس گلی میں جسے
دور سے پاسبان لیتے ہیں
منزل شوق طے نہیں ہوتی
ٹھیکیاں ناتوان لیتے ہیں
کر گزرتے ہیں، ہو بری کہ بھلی
دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں
وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے
بیچ میں مجھ کو سان لیتے ہیں
مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی
آیئے امتحاں لیتے ہیں
داغ بھی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں

☆☆☆

۱۴۸

ناداں ہے دوست ، کچھ خبر نیک و بد نہیں
مجھ بے گناہ پر یہ ستم جس کی حد نہیں
یہ کیا کہا کہ غیر کو تجھ سے حسد نہیں

بن جاؤ تم گواہ تو اس کی سند نہیں
بندے کو آسرا ہے فقط اس کی ذات کا
اللہ کی مدد سے زیادہ مدد نہیں
تجھ سا ہی بلکہ تجھ سے بھی اچھا ملے گا اور
تو اس صنم کدے میں صنم ہے صمد نہیں
ہم کو ملے تو لطف رہے اے جناب خضر
گردش زدوں کو لذت عمر ابد نہیں
ہم کس شمار میں رہیں ہو کہ خمیدہ پشت
یہ حرف ہمزہ وہ ہے کہ جس کا عدو نہیں
کیا دیکھ کر نہال ہوں شمشاد و سرو کو
وہ بانکپن ، وہ چال، وہ بوٹا سا قد نہیں
بچ بچ کے میری قبر سے چلتا ہے کیوں عدو
عشرت سرائے خلد ہے، کنج لحد نہیں
کیا فرض ہے کہ ہو نبی آدم ہی میں رقیب
شیطان رو سیاہ بھی تو لاولد نہیں
وہ دل کہاں کہ تیری محبت ہو دل نشیں
کوئی بھی ایسی روح کے قابل جسد نہیں
خون جگر کہاں صف مژگاں کے واسطے
افسوس ایسی فوج کو ملتی رسد نہیں
دشمن کو چار چاند لگے ہیں تو کیا کریں
ہم کو کسی سے کینہ و بغض و حسد نہیں
کیوں کر رہے ہمیشہ طبیعت کا ایک حال
وہ بحر پھر ہے خاک اگر جذر و مد نہیں
وہ امتحاں کریں تو سہی سوز عشق کا
اے داغ داغ دل سے زیادہ سند نہیں

☆☆☆

دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کریں
جانے والی چیز کا غم کیا کریں
ہم نے مر کر ہجر میں پائی شفا
ایسے اچھے کا وہ ماتم کیا کریں
اپنے ہی غم سے نہیں ملتی نجات
اس بنا پر فکر عالم کیا کریں
ایک ساغر پر ہے اپنی زندگی
رفتہ رفتہ اس سے بھی کم کیا کریں
کر چکے سب اپنی اپنی حکمتیں
دم نکلتا ہو تو ہم دم کیا کریں
دل نے سیکھا شیوہ بیگانگی
ایسے نامحرم کو کیا کریں
معرکہ ہے آج حسن و عشق کا
دیکھیے وہ کیا کریں ہم کیا کریں
آئینہ ہے اور وہ ہیں دیکھیے
فیصلہ دونوں یہ باہم کیا کریں
آدمی ہونا بہت دشوار ہے
پھر فرشتے حرص آدم کیا کریں
تند خو ہے کب سنے وہ دل کی بات
اور بھی برہم کو برہم کیا کریں
حیدر آباد اور لنگر یاد ہے
اب کے دلی میں محرم کیا کریں
کہتے ہیں اہل سفارش مجھ سے داغ
تیری قسمت ہے بری ہم کیا کریں

☆☆☆

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں
تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں
ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں
وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں
زمانے کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں
ہم جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں
پھرے بت کدے سے تو اے اہل کعبہ
پھر آ کر تمہارے قدم دیکھتے ہیں
ہمیں چشم بینا دکھاتی ہے سب کچھ
وہ اندھے ہیں جو جام جم دیکھتے ہیں
نہ ایمائے خواہش، نہ اظہار مطلب
مرے منہ کو اہل کرم دیکھتے ہیں
کبھی توڑتے ہیں وہ خنجر کو اپنے
کبھی نبض بسمل میں دم دیکھتے ہیں
غنیمت ہے چشم تغافل بھی ان کی
بہت دیکھتے ہیں جو کم دیکھتے ہیں
غرض کیا کہ سمجھیں مرے خط کا مضمون
وہ عنوان و طرز رقم دیکھتے ہیں
سلامت رہے دل برا ہے کہ اچھا
ہزاروں میں یہ ایک دم دیکھتے ہیں
رہا کون محفل میں اب آنے والا
وہ چاروں طرف دم بدم دیکھتے ہیں
ادھر شرم حائل ادھر خوف مانع
نہ وہ دیکھتے ہیں، نہ ہم دیکھتے ہیں
انہیں کیوں نہ ہو دل رہائی سے نفرت

کہ ہر دل میں وہ غم الم دیکھتے ہیں
جواب خط شوق لکھنا ہے مشکل
وہ گھڑیوں شگاف قلم دیکھتے ہیں
نگہباں سے بھی کیا ہوئی بدگمانی
اب اس کو ترے ساتھ کم دیکھتے ہیں
ہمیں داغ کیا کم ہے یہ سرفرازی
کہ شاہ دکن کے قدم دیکھتے ہیں

☆☆☆

۱۵۱

دل مفت لوں، ہرگز نہ دوں، وہ یہ کہے، میں یوں کہوں
اس کے سوا بھی سوچ لوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں
وصف لب عیسیٰ کروں، تقریر سحر آگیں سنوں
ہو فرق اعجاز و فسوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں
انعام چاہیے خط رساں تو میں سناؤں گالیاں
اس کو طمع مجھ کو جنوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں
دشمن کے طعنے جب سنوں کیوں کر نہ میں دشنام دوں
بہ جائے گا دریائے خوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں
ناصح سے وقت گفتگو کیا کیا ہوئی ہے دو بدو
بہتر ہے یہ، بدتر ہے یوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں
جو یہ کہے اچھا ہے و اس سے کہوں جھوٹا ہے تو
کیوں کر نہ ہو حالت زبوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں
دیکھا جو انداز صبا لائی خبر، دل نے کہا
میں منکر فال و شگوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں
کرتا ہے واعظ ہجو مے کہتا ہوں میں ہے خوب شے
کیوں کر نہ ہو حجت فزوں وہ یہ کہے میں یوں کہوں
کہتا ہے ناصح کر دوا مجھ کو طپش میں ہے مزا

کس طرح دل کو ہو سکوں، وہ یہ کہے میں یہ کہوں
کیا دیکھیے ہو وقت پر قاصد چلا ہے سوچ کر
وہ یہ کہے میں یوں کہوں،وہ یہ کہے میں یوں کہوں
کیا دیکھیے ہو وقت پر قاصد چلا ہے سوچ کر
وہ یہ کہے میں یوں کہوں،وہ یہ کہے میں یوں کہوں
وہ چاہتا ہے فصل ہو میں چاہتا ہوں وصل ہو
اے داغ کس آفت میں ہوں، وہ یہ کہے میں یوں کہوں

☆☆☆

۱۵۲

ہزار رنج و مصیبت کے دن گزارے ہیں
کبھی جو لڑ گئی قسمت تو وارے نیارے ہیں
خدا کی شان کریمی کا پوچھنا کیا ہے
غضب تو یہ ہے گنہ گار ہم تمہارے ہیں
ازل سے سوختہ قسمت رہے ترے عاشق
ستارے ان کے نصیبوں کے کیا شرارے ہیں
گلہ کیا جو رقیبوں کا ان سے ، فرمایا
تمہارے دوست بھی سب مدعی ہمارے ہیں
برا نہ جان حسینوں کو مان اے واعظ
خدا گواہ یہ بندے خدا کو پیارے ہیں
تمہارے چشم فسوں ساز سے نہیں شکوہ
ہمیں ہے خوب خبر جن کے یہ اشارے ہیں
بگڑ گئی ہے طبیعت، بدل چکا ہے مزاج
نہ تم ہمارے ہو اب سے نہ ہم تمہارے ہیں
وفا کرو کہ جفا، اختیار ہے تم کو
برے ہیں یا ہیں بھلے جیسے ہیں ہیں تمہارے ہیں
کھلے نہ باب اجابت تو کیا کرے کوئی

بہت دعا نے پکارا ہے ہاتھ مارے ہیں
بھٹکتی پھرتی ہیں آہیں تباہ ہیں نالے
رفیق دل کے سہارے سے بے سہارے ہیں
ہمارے دل کو اگر لوٹ لو تو ہم جانیں
کہ تم نے ایک زمانے کے مال مارے ہیں
تری ادا جو قضا ہو تو کچھ نہیں پروا
ڈریں موت سے کیا دل کے جو کرارے ہیں
زمیں پہ رشک مہ و مہر ہیں حسیں لاکھوں
فلک پہ دو ہی تو چمکے ہوئے ستارے ہیں
وہ تند خو ہے تو ہو داغ کچھ نہیں پروا
مزاج بگڑے ہوئے سینکڑے سنوارے ہیں

☆☆☆

۱۵۳

یہ لطف زہد و رندی ہے کہ ہر فرقے میں داخل ہوں
کوئی دن ان میں شامل ہوں کوئی‌ء دن ان میں شامل ہوں
وہ اس بزم ہستی میں عزیز اہل محفل ہوں
ہزاروں جان کی اک جان لاکھوں دل کا اک دل ہوں
مزا ہے تجھ میں کیا اے سوز الفت' واہ قائل ہوں
جگر بھی لوٹتا ہے اس تمنا میں کہ میں دل ہوں
ضعیفی پر جناب خضر کی کیا رحم آتا ہے
وہ جس منزل میں ہیں میں ان سے آگے چند منزل ہوں
برابر کا نہ ہو کوئی تو لطف خود نمائی کیا
وہ کہتا ہ یکہ کیوں کر آپ اپنے سے مقابل ہوں
چھپایا تھا بہت کم بخت کو دزدیدہ نظروں سے
پکار اٹھا مرے پہلو میں لو حاضر ہوں میں دل ہوں
ترے لب پر زباں پر تیری میرا نام کیوں آئے

اسے بھی عار آتی ہے کہ کیوں جھوٹوں میں شامل ہوں

سکوں بدتر ہے مرا، بے قراری اس سے بھی بدتر
ٹھہرنے کے لیے حسرت، تڑپنے کے لیے دل ہوں

نگاہ شوق نے کی عرض حاجت وہ بھی ڈر ڈر کر
کبھی مانگا نہیں اپنی زبان سے میں وہ سائل ہوں

زمانہ کیا ستائے گا، فلک آزار کیا دے گا
مصیبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی کہ دل بے دل ہوں

مجھے ساری بلائیں ہجر کی شب دیکھنی ہوں گی
جگا دے لے کے چٹکی درد دل جس وقت غافل ہوں

نہ کر اے چارہ گر ناحق کا صرفہ زہر دینے میں
جو مرنے کے نہیں قابل تو کیا جینے کے قابل ہوں

کہیں میری روانی ہے کہیں افتادگی میری
کہیں میں آب دریا ہوں کہیں میں خاک ساحل ہوں

وہاں اے زاہد ایسے آدمی کی کیا بسر ہو گی
نہ جنت میرے قابل ہے نہ میں جنت کے قابل ہوں

کرے تو پابجولاں اپنے ہاتھوں سے جو وحشی کو
جنوں کو بھی یہ سودا ہو کہ پابند سلاسل ہوں

ترا کوچہ اگر فردوس ہے تجھ کو مبارک ہو
مجھے کیا فائدہ، کیوں جیتے جی جنت میں داخل ہوں

محبت اور پھر میری محبت چھپ سکے کیوں کر
وہاں اثبات پر اثبات ہے، میں دل میں قائل ہوں

خدا کی مہر ہے شاہ دکن کی قدردانی ہے
کہ میں آرام سے خوش حال ہوں اے داغ خوش دل ہوں

☆☆☆

جہاں ہوں جس جگہ ہوں ہم دم اصحاب کامل ہوں

نظر آنکھوں میں ہوں، منہ میں زبان ہوں، سینے میں دل ہوں
کھٹکتا ہوں ہر اک کو کیا شریک اہل محفل ہوں
کہاں بیٹھوں کہاں اٹھوں، الٰہی کس کے شامل ہوں
جسے میں راہ پر لاؤں مجھے وہ راہ پر لائے
کہیں میں ہادی منزل، کہیں گم کردہ منزل ہوں
جو تو ہے خود نما تو میں بھی ہوں آئینہ عرفاں
مخاطب سے مخاطب ہوں، مقابل سے مقابل ہوں
پتے کی کہہ رہا ہوں سچی سچی بے خودی میں بھی
عجب مجذوب سالک ہوں، عجب ہشیار غافل ہوں
محبت کی نشانی دفتر عالم میں ہے مجھ سے
نہ کوئی مد زائد ہوں، نہ کوئی حرف باطل ہوں
خدا نے خیر کر لی بچ گئی دربان سے عزت
یہی کہنا پڑا کچھ مانگنے آیا ہوں، سائل ہوں
ذرا سے ضبط غم پر یہ شکایت ہونے لگتی ہے
مجھے جس طرح چاہے رکھ ترا قیدی، ترا دل ہوں
کبھی جینے کی تدبیریں، کبھی مرنے کے ساماں ہیں
کبھی اپنا مسیحا ہوں، کبھی میں اپنا قاتل ہوں
نہ روکے سے رکے وہ چلتے چلتے کہہ گئے یہ بھی
ٹھہر جاؤں جو ٹھہرانے سے، کیا میں آپ کا دل ہوں
کیا اقرار جرم عشق ان کے شاد کرنے کو
اب آفت آ گئی اپنی زبان سے آپ قائل ہوں
کہاں کی داد خواہی حشر میں جب یہ کہا اس نے
ترا جی چاہتا ہے میں گنہ گاروں میں داخل ہوں
اسی کو اتحاد عاشق و معشوق کہتے ہیں
پکار اٹھتا ہے خود مجنوں کہ میں لیلائے محمل ہوں
زمیں سے آسماں تک جانتے ہیں جانتے ہیں
مجھے دیکھو کہ میں اپنے کیے سے آپ غافل ہوں

بنا جاتا ہے محشر بھی تو مقتل، کیا تماشا ہے
ہر اک کو آرزو ہے کشتۂ انداز قاتل ہوں
چراتا ہوں نگاہیں یاس و حسرت ورنہ اے قاتل
تجھے بھی اک اشارے میں لٹا دوں میں وہ بسمل ہوں
خدا جانے فلک کو داغ مجھ سے کیوں عداوت ہے
کسی فن میں نہ لائق ہوں نہ فائق ہوں نہ کامل ہوں

☆☆☆

۱۵۵

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم سے
ہم کو جنت ملی جہنم میں
کچھ ترا شوق کچھ تری حسرت
اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم میں
عرق آلودہ رخ ترا شب وصل
غرض ہے آفتاب شبنم میں
کیا اسی نازکی پہ دعویٰ ہے
آپ پھرتے ہیں چشم عالم میں
چل گئی چال آپ کی ہم پر
سیدھے سادے تھے آ گئے دم میں
ہو گیا عید ان کو میرا سوگ
قہقہے اڑ رہے ہیں ماتم میں
روسیاہی گئی نہ اے زاہد
ڈوب مرنا تھا چاہ زمزم میں
بزم دشمن میں کس طرح مرتا
موت آتی نہیں جہنم میں
دل کی قیمت بہت ہے نیم نگاہ
یہ تو آئے گا اس سے بھی کم میں

دل کو آشفتگی نے کیوں گھیرا
یہ بھی ہو جمع زلف برہم میں
جب سے دیکھی ہے ہم نے تیری پلک
پڑ گیا بال چشم پرنم میں
اب عنایت ہے کیوں خدا کے لیے
کون سی بات بڑھ گئی ہے ہم میں
داغ کو وہ جلا کے کہتے ہیں
ہم نے روشن کیا ہے عالم میں

☆☆☆

۱۵۶

شکر بھی ٹھہرا شکایت، میں کیا کروں تو کیا کروں
بات کرنی ہے قیامت، میں کیا کروں تو کیا کروں
کر دیا مجبور اس عاشق مزاجی نے مجھے
آ ہی جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں
جتنی باتیں کام کی تھیں کر گئے سب اہل عشق
نو گرفتار محبت، میں کروں تو کیا کروں
التجائیں جس قدر تھیں اس بت کافر سے کیں
اب خدا سے عرض حاجت میں کروں تو کیا کروں
پا برہنہ دشت ویراں ، دور منزل راہ سخت
و بتا اے شام غربت میں کروں تو کیا کروں
دل تو ہے ان کی نظر میں کیا بہانہ چل سکے
دوستو حاضر میں حجت، میں کروں تو کیا کروں
میری لاشے پر کہا کیا بے وفا یہ شخص تھا
بے مروت سے مروت میں کروں تو کیا کروں
یہ کسی نے سچ کہا ہے بندگی بے چارگی
شکوہ آزار قسمت، میں کروں تو کیا کروں

مجھ سے فرماتے ہیں وہ یہ تو خدا کا کام ہے
تیری تسکین طبیعت میں کروں تو کیا کروں

ہوش ہی جاتے رہیں تو آدمی کیا کر سکے
دیکھ لوں جب اچھی صورت میں کروں تو کیا کروں

دل سے وہ کافر صنم نکلے تو سب کچھ ہو قبول
جا کے مسجد میں عبادت میں کروں تو کیا کروں

دل نے کی ہے جو خطا اپنے کیے کو پائے گا
ایسے مجرم کی شفاعت میں کروں تو کیا کروں

ضبط غم بھی ناصح مشفق کیا دو چار دن
اور اے حضرت سلامت میں کروں تو کیا کروں

ان کو عادت جور کی ہے وہ کریں تو کیا کریں
ترک عادت ہے عداوت میں کروں تو کیا کروں

کر دیا شاہ دکن نے داغ مستغنی مجھے
آرزوئے جاہ و دولت میں کروں تو کیا کروں

☆☆☆

۱۵۷

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں
کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں

یوں وفا عہد وفا کرتے ہیں
آپ کیا کہتے ہیں کیا کرتے ہیں

ہم کو چھیڑو گے تو پچھتاؤ گے
ہنسنے والوں سے ہنسا کرتے ہیں

نامہ بر تجھ کو سلیقہ ہی نہیں
کام باتوں میں بنا کرتے ہیں

چلیے عاشق کا جنازہ اٹھا
آپ بیٹھے ہوئے کیا کرتے ہیں

یہ بتاتا نہیں کوئی مجھ کو
دل جو آتا ہے تو کیا کرتے ہیں
حسن کا حق نہیں رہتا باقی
ہر ادا میں وہ ادا کرتے ہیں
تیر آخر بدل کافر ہے
ہم اخیر آج دعا کرتے ہیں
روتے ہیں غیر کا رونا پہروں
یہ ہنسی مجھ سے ہنسا کرتے ہیں
تم ملو گے نہ وہاں بھی ہم سے
حشر سے پہلے گلا کرتے ہیں
جھانک کر روزن در سے مجھ کو
کیا وہ شوخی سے حیا کرتے ہیں
اس نے احسان جتا کر یہ کہا
آپ کس منہ سے گلا کرتے ہیں
روز لیتے ہیں نیا دل دلبر
نہیں معلوم یہ کیا کرتے ہیں
داغ تو دیکھ تو کیا ہوتا ہے
جبر پر صبر کیا کرتے ہیں

☆☆☆

۱۵۸

ان کو کہاں ہے صبر و تحمل عتاب میں
دم بھر کے بعد اور خط آیا جواب میں
کیوں فکر اس قدر ہے رقیبوں کے باب میں
ان کے گنہ بھی ڈال دو میرے حساب میں
دیکھا دل ان کا غیر نے سینے پہ رکھ کے ہاتھ
وہ کاش دیکھتے نہ مجھے اضطراب میں

صوفی کو اجتناب ہے واعظ کو احتراز
کیا زہر گھل گیا ہے الٰہی شراب میں

یا رب نہ پوچھ عرصہ محشر میں راز دل
کرتا ہو میں حجاب کی باتیں حجاب میں

عاشق تو کب دبیں گے فرشتوں سے بعد مرگ
تکرار ہو نہ جائے سوال و جواب میں

دل دے کے مفت مول لیا پھر ہزار بار
اپنے دھوئیں بکھر گئے عہد شباب میں

اس نے بغیر خط کے پڑھے لکھ دیا جواب
یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں

تر بھر ہوئے ہیں کیسے وہ برسے ہیں کس قدر
لگتی لگاتی بات جو کہہ دی عتاب میں

آو نا اتنی دیر ہمیں تم کریں کلام
روز جزا ابھی ہے توقف حساب میں

میں دیکھتا ہوں دیکھتے ہی وصل ہجر بھی
تعبیر مجھ کو خواب کی ملتی ہے خواب میں

پوچھے تو کوئی حضرت واعظ سے اتنی بات
ایسے ہی تھے جناب بھی عہد شباب میں

آنکھ اپنی بند ہوتے ہی پردے سے اٹھ گئے
دیکھا تھا ہم نے خاک جہان خراب میں

تجھ مجھ پہ جور کر کے پشیمان بھی نہیں
میں تم سے دل لگا کے پڑا کس عذاب میں

کچھ ہوش ہو تو داغ کو سمجھائیں نیک و بد
ڈوبا ہوا ہے نشہ جام شراب میں

یا تو ایسی مہربانی مجھ پہ یا کچھ بھی نہیں
ابتدا ہی ابتداء تھی انتہا کچھ بھی نہیں

بعد شوخی کے تری طرز حیا کچھ بھی نہیں
وہ ادائے دلربا تھی یہ ادا کچھ بھی نہیں

دیکھ کر تصویر یوسف کہہ دیا کچھ بھی نہیں
آپ ہی سب کچھ ہیں گویا دوسرا کچھ بھی نہیں

پوچھنے والوں نے میرا ناک میں دم کر دیا
جس نے پوچھا حال کچھ، کہنا پڑا کچھ بھی نہیں

گر نہ ہو عمر جوان و شاہد و سامان عیش
بے مزہ ہے زندگی اس کا مزا کچھ بھی نہیں

ان کو خط لکھا ہے سو پہلو بچا کر خوف سے
ہے عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہیں

سینکڑوں دیں جھڑکیاں مجھ کو ہزاروں گالیاں
اور پھر کہتے ہیں میں نے تو کہا کچھ بھی نہیں

سن کے حال دل مرا رکھتے ہیں وہ کانوں پہ ہاتھ
ہائے اس انداز سے گویا سنا کچھ بھی نہیں

اس ستم پر صبر کرنا یہ ہمارا کام تھا
آپ کے نزدیک تسلیم و رضا کچھ بھی نہیں

جب نہ ہو قدر وفا اپنی وفا ہے بے نشاں
ہم نے یہ مانا اگر ہے بھی تو کیا کچھ بھی نہیں

تم اگر بے داد گر ہو تو خدا ہے داد گر
یہ نہ سمجھو پرسش روز جزا کچھ بھی نہیں

آگے اس بیگانہ وش کے ہیچ ہیں سب کوئی ہو
آشنا کچھ بھی نہیں نا آشنا کچھ بھی نہیں

بے خودی ہے وصل میں یا چھائی ہے تیری حیا
دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں

اپنے دم کو آدمی ہر دم غنیمت جان لے

خاک کا پھر ڈھیر ہے بعد فنا کچھ بھی نہیں
تو نے قسام ازل غیروں کو کیا کیا کچھ دیا
داغ ہے محروم اس کے نام کا کچھ بھی نہیں

☆☆☆

۱۶۰

زندگی کا نہیں سامان سر مو دل میں
مژہ یار نے کیا پھیر دی جھاڑو دل میں
ایک تیرے ہی نہ رہنے سے رہا کیا کیا کچھ
کوئی حسرت نہ رہی جب سے رہا تو دل میں
یہی دھڑکا ہے کہ خالی نہ رہے وصل کی شب
دل ہے پہلو میں تو ہے آپ کا پہلو دل میں
اشک پیتا ہوں اگر ضبط محبت کے لیے
ریزے الماس کے بن جاتے ہیں آنسو دل میں
شانپ سا لوٹ رہا ہے شب ہجراں کیا کیا
لہرں لیتا ہے خیال خم گیسو دل میں
ساتھ ہر سانس کے آ جاتی ہے پھولوں کی مہک
بس بس گئی ہے گل عارض کی جو خوشبو دل میں
ضعف اس درجہ بڑھا ہے کہ الٰہی توبہ
درد بھی اب تو بدلتا نہیں پہلو دل میں
اب کہاں ہوش' کہاں صبر' کہاں تاب و تواں
کر گئی گھر یہ تری نرگس جادو دل میں
تیر کی طرح سے چلتی ہیں نگاہیں دل پر
تیغ کی طرح اتر جاتے ہیں ابرو دل میں
پہلوئے غیر میں بیٹھے وہ نظر آتے ہیں
سوچتا ہوں جو کبھی وصل کا پہلو دل میں
کیا کہوں گزرے ہیں دن رات مجھے سولی پر

جب سمایا ہے کسی کا قد دل جو دل میں
روح قالب میں ہے یا غنچے میں بوئے پنہاں
بند شیشے میں پری ہے کہ پری رو دل میں
نوک پیکاں جو ادھر ہے لب سوفار ادھر
تیر سفاک ہوا خوب ترازو دل میں
اب وہ آتے ہیں نکلنے کے لیے ہو جاؤ تیار
آرزو بیٹھ رہی چھپ کے کہاں تو دل میں
خلش و حسرت و بیتابی و آزار و الم
سب کے سب ایک طرف سب سے سوا تو دل میں
شیوہ راستی ایسا ہے دکن میں اے داغ
بل نہیں رکھتے مسلمان سے ہندو دل میں

☆☆☆

۱۶۱

کسی کا مجھ کو نہ محتاج رکھ زمانے میں
کمی ہے کون سی یارب ترے خزانے میں
اس انفعال سے گھر چھوڑنا پڑا مجھ کو
وہ آج آئیں گے میرے غریب خانے میں
جو ہو اجازت صیاد و طاقت پرواز
قفس کو لے کے چلا جاؤں آشیانے میں
رقیب بھی تو اسے کان رکھ کے سنتے ہیں
عجب طرح کا مزہ ہے مرے فسانے میں
نہ باز آ دل مضطر سوال پیہم سے
وہ سوچتے ہیں ابھی دیر ہے بہانے میں
لڑیں وہ مرے عوض تجھ سے رحم کھا کھا کر
اگر ہوں لیلی و شیریں ترے زمانے میں
ملا نہ خرمن ہستی سے کچھ سوائے اجل

بھر ہے زہر مگر اس کے دانے دانے میں
ہمارے دل پہ لگائیں تو وہ خدنگ نگاہ
یہ تیر ڈوب کے رہ جائے گا نشانے میں
سرِ نیاز کے جھکتے ہی آنکھ سے دیکھا
بھرا ہے جلوہ عجب تیرے آستانے میں
نہ رکھ مجھے قفس آہنی میں اے صیاد
بجائے خار تھے گل میرے آشیانے میں
مرے وکیل بنے جو حضرت ناصح
یہ فکر ہے انہیں کیا دوں گا محتانے میں
پڑھیں گے حضرت زاہد وہاں بھی جا کے نماز
بنے گی چھوٹی سی مسجد شراب خانے میں
مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہو گا
خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

☆☆☆

۱۶۲

وہ دشنام لاکھوں مجھے دے رہے ہیں
مزے لینے والے مزے لے رہے ہیں
تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہیں
کلیجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں
عجب خوبیاں خوبرویوں میں دیکھیں
برائی میں بھی سب سے اچھے رہے ہیں
رقیبوں کی ہے چاندنی چار دن کی
ہمیشہ کہیں دور دورے رہے ہیں؟
وہاں خاک اڑتی ہے اب وائے حسرت
جہاں سالہا سال جلسے رہے ہیں
مزہ دے گیا ہے فسانہ ہمارا

مہینوں وہاں اس کے چرچے رہے ہیں
جدھر سے وہ گزرے قیامت بپا تھی
کہ نقش قدم تک تڑپتے رہے ہیں
عدم کو چلے جائیں گے ہجر میں ہم
اکیلے رہیں گے اکیلے رہے ہیں
محبت میں اچھا نہیں دوڑ چلنا
جو آگے چلے ہیں وہ پیچھے رہے ہیں
نصیبوں سے ملتا ہے درد محبت
یہاں مرنے والے ہی اچھے رہے ہیں
یونہیں روز محشر بھی انکار ہو گا
کبھی میری سن کے وہ چپکے رہے ہیں
یہ حجت نئی ہے کہ اب دل کو واپس
نہیں لیتے ہم اور وہ دے رہے ہیں
جنہیں اس نے لکھا ہے حرف تسلی
بہ کم بخت برسوں تڑپتے رہے ہیں
خدا زندہ رکھے مرے دوستوں کو
بہت چل بسے اور تھوڑے رہے ہیں
گئی داغ کے ساتھ مہر و محبت
فقط اب تو دعوے ہی دعوے رہے ہیں

☆☆☆

۱۶۳

خط میں لکھے ہوئے رنجش کے کلام آتے ہیں
کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں
تاب نظارہ کسے دیکھی جو ان کے جلوے
بجلیاں کوندتی ہیں جب لب بام آتے ہیں
تو سہی حشر میں تجھ سے جو نہ یہ کہوا دوں

دوست وہ ہوتے ہیں جو وقت پہ کام آتے ہیں

رہرو راہ محبت کا خدا حافظ ہے

اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

وہ ڈرا ہوں کہ سمجھتا ہوں یہ دھوکا تو نہ ہو

اب وہاں سے جو محبت کے پیام آتے ہیں

صبر کرتا ہے کبھی اور تڑپتا ہے کبھی

دل ناکام کو اپنے یہی کام آتے ہیں

نہ کسی شخص کی عزت نہ کسی کی توقیر

عاشق آتے ہیں تمہارے کہ غلام آتے ہیں

رسم تحریر بھی مٹ جائے یہی مطلب ہے

ان کے خط میں مجھے غیروں کے سلام آتے ہیں

وصل کی رات گزر جائے نہ بے لطفی میں

کہ مجھے نیند کے جھوکے سرشام آتے ہیں

گریہ ہو نالہ ہو‘ حسرت ہو کہ ارمان وصل

آنے والے تری فرقت میں مدام آتے ہیں

داغ کی طرح سے گل ہوتے ہیں صدقے قربان

بہر گل گشت چمن میں جو نظام آتے ہیں

☆☆☆

۱۶۴

ہوا رشک عدو بھی عاشقی میں

لگا دی اور قسمت نے لگی میں

کروں کیا چار دن کی زندگی میں

رہی جاتی ہے حسرت جی کی جی میں

بتوں سے اب معافی چاہتا ہوں

خدا سے کچھ کہا تھا بے خودی میں

نہ اترا اے دل ناداں شب وصل

کوئی غم ہو ہ جاتا ہے خوشی میں
مری جانب سے اے قاصد یہ کہنا
بھلا یہ بات دیکھی ہے کسی میں
اکیلے بیٹھ ک رکیا سوچتے ہو
یہ تنہائی ہے داخل بے کسی میں
تمھیں کھل جائے گی دل کی تمنا
ابھی ہے بند خوش بو اس کلی میں
وہ لے کر کیا کریں عشاق کے دل
کسی میں داغ ہے کانٹا ہے کسی میں
عدو سے مل کے پھر ایسی ڈھٹائی
ذرا شرمائے ہوتے اپنے جی میں
دیا دل ہم نے ان کو یہ سمجھ کر
کہ اپنی جان بچتی ہے اسی میں
نہ ہو راحت نصیب اہل زمیں کو
ہمیشہ ہے فلک اس پیروی میں
وہ بگڑے ذکر دشمن پر شب وصل
غضب کا رنج پھیلا ہے خوشی میں
تجھی پر جان دیتا کیوں زمانہ
اگر یہ بات ہوتی ہر کسی میں
نہ دیکھا سایہ دیوار تک بھی
بہت چکر لائے اس گلی میں
دل ویراں کے ظاہر پر نہ جاؤ
نہ ہونے پر بھی سب کچھ ہے اسی میں
ترا آزردہ ہونا بھی ادا ہے
مگر وہ دل لگی میں یا ہنسی میں
پری سے نقشہ اچھا حور سے آنکھ
تری صورت نہیں ملتی کسی میں

عداوت ان کی ظاہر ہو نہ الفت
وہی ہے جو سمجھ لو اپنے جی میں
تمھیں کیا چھیڑ کر خوش ہوں وہ اے داغ
کہ تم روئے دیتے ہو ہنسی میں

☆☆☆

۱۶۵

اثر ہے خار حسرت کے بیاں میں
کہ اس کے حرف چبھتے ہیں زباں میں
نزاکت سے نہ آئے جو گماں میں
کوئی کیا لائے اس کو امتحاں میں
پڑے تھے اشک جو عشق نہاں میں
وہ چھالے بن کے پھوٹے ہیں زباں میں
کھلے گر بال و پر اب کے تو صیاد
قفس رکھا ہوا ہے آشیاں میں
ہوئی جاتی ہے عالم کی صفائی
رہو تم امتحاں ہی امتحاں میں
نہیں مرنے کا اپنے غم، یہ غم ہے
کہ پھر آنا نہ ہو گا اس جہاں میں
یہ ممکن تھا کہ رسوائی نہ ہوتی
سمائی بھی ہو تیرے رازداں میں
مقدر نے دکھایا، میں نے دیکھا
نہ تھا جو کچھ مرے وہم و گماں میں
ادھر وحشت ادھر ہے خوف رہزن
کبھی تنہا کبھی میں کارواں میں
یہ کہہ کر وہ مرے دل میں نہ ٹھہرے
ہمیں ہوتی ہے وحشت اس مکاں میں

غنیمت ہے جو وہ کرتے نہیں بات
ہماری موت ہے ان کی زباں میں

خدا کے آگے سچ کہنا پڑے گا
زباں میری لگا لینا زباں میں

سنا دے قصہ خواں ان کو مرا حال
لگا دے یہ بھی ٹکڑا داستاں میں

ہوا بگڑی ہوئی ہے کچھ چمن کی
چلو اے ہم صفیرو آشیاں میں

نہیں ہے انتہا اہل وفا کی
بہت دشواریاں ہیں امتحاں میں

کیا ہے عاشقوں نے اس کو بدنام
برائی کون سی ہے آسماں میں

جو کچھ کہتے ہو منہ سے کر دکھاؤ
دھرا کیا ہے فقط خالی بیاں سے

چلے آتے ہیں وہ مقتل سے ناخوش
برا نکلا ہے کوئی امتحاں میں

نمود حسن کو ہے عشق درکار
بہت ہوتے ہیں یوسف کارواں میں

مرے دل کو مرے نالوں کو روکے
اگر طاقت ہے تیرے پاسباں میں

چل اے شوق ستم اس سرزمیں پر
جو ہو کچھ ملتی جلتی آسماں میں

کہا دل تھام کر اس سنگ دل نے
اثر ہے درد مندوں کی فغاں میں

کہا سب نے کلام داغ سن کر
غنیمت ہے یہ دمِ ہندوستاں میں

☆☆☆

۱۶۶

دم نہیں، دل نہیں، دماغ نہیں
کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں
گر قناعت نہیں ہے انساں کو
کبھی حاصل اسے فراغ نہیں
ایسے ویرانے میں وہ کیوں آئیں
خانہ دل ہے خانہ باغ نہیں
بات کرنی ہو تو بار ہے تم کو
بات سننے کا بھی دماغ نہیں
تھی زمانے میں روشنی جس کی
ہائے اس گھر میں اب چراغ نہیں
مست کر دے نگاہ سے ساقی
حاجت غیر و ایاغ نہیں
فصل گل جوش پر ہے اب کے برس
دل افسردہ باغ باغ نہیں
کھوج ملتا ہے ہر مسافر کا
عمر رفتہ کا کچھ سراغ نہیں
داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

☆☆☆

۱۶۷

نیند آئے جو کسی رات یہ ممکن ہی نہیں
مجھ پہ گزرے نہ قیامت وہ کوئی دن ہی نہیں
دم شماری دل مجبور بری ہوتی ہے

جان کی خیر اسی میں ہے کہ تو گن ہی نہیں
قابل دید ہے بے تابی دل کا مضموں
حرف کوئی مری مکتوب میں ساکن ہی نہیں
کس بھروسے پہ دکھاؤں نگہ یار کو دل
چور کا سارے جہاں میں کوئی ضامن ہی نہیں
ہے لڑکپن کا زمانہ وہ ادا کیا جانیں
ابھی موسم ہی نہیں، دن ہی نہیں، سن ہی نہیں
مانگتا ہوں جو دعا وصل کی ان کے آگے
چپکے چپکے وہ کہے جاتے ہیں ممکن ہی نہیں
غیر آسیب ہے، سایے سے بھی اس کے بچنا
آدمیت ہو اگر اس میں تو وہ جن ہی نہیں
کون گرداب محبت سے نکالے مجھ کو
آشنا کوئی مددگار و معاون ہی نہیں
آپ کے دل کی خبر کیوں نہ ہو میرے دل کو
کیا زمانے میں کوئی صاحب باطن ہی نہیں
آپ اے حضرت ناصح کوئی تدبیر کریں
آپ سا کوئی مرا مشفق و محسن ہی نہیں
کس کو اے داغ سنائیں غزل اپنی کہہ کر
میر و مرزا بھی نہیں غالب و مومن ہی نہیں

☆☆☆

۱۶۸

خدا سے گفتگو ہے اور میں ہوں
کل اے بے مہر تو ہے اور میں ہوں
ادھر محفل میں ہیں پروانہ و شمع
ادھر وہ شمع رو ہے اور میں ہوں
شب وصل عدو ہے اور تو ہے

دل پر آرزو ہے اور میں ہوں
نکالوں چھان کر ساری خدائی
اب اس کی جستجو ہے اور میں ہوں
مے و ساغر کہاں روز جدائی
مرے دل کا لہو ہے اور میں ہوں
تن بے سر سے ہے قاتل کی تعریف
صدائے بے گلو ہے اور میں ہوں
ہمیشہ تازہ گل رو دیکھتا ہوں
بہار رنگ و بو ہے اور میں ہوں
نکالی چھیڑ گر مجھ سے سر بزم
سمجھ لو عدو ہے اور میں ہوں
نہ چھوڑوں گا دل خوں گشتہ تجھ کو
کہ اب تیرا لہو ہے اور میں ہوں
نہ آئے اور کوئی دم تو پھر کیا
یوں ہی سی آرزو ہے اور میں ہوں
کہیں جمتی نہیں اپنی طبیعت
خیال چار سو ہے اور میں ہوں
ملیں گے کل کہ وہ سمجھیں گے مجھ سے
کہا ہے داغ تو ہے اور میں ہوں

☆☆☆

۱۶۹

صبح تک دل کو دلاسے شب غم دیتے ہیں
جس کو تم دے نہیں سکتے اسے ہم دیتے ہیں
حسب خواہش وہ کہاں رنج و الم دیتے ہیں
مانگنے والے کو آزار بھی کم دیتے ہیں
خاک دیتے ہیں جو یوں اہل کرم دیتے ہیں

سو بتاتے ہیں اگر ایک درم دیتے ہیں

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے
میں نے کم بخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں

کس نے خوش بو سے بسایا ہے کفن کو میرے
کہ دعائیں مجھے سب اہل عدم دیتے ہیں

وہ جو ارشاد کریں یاد رہے یا نہ رہے
نامہ برہم تجھے قرطاس و قلم دیتے ہیں

مجھ سے وہ کہتے ہیں پروانے کو دیکھا تو نے
دیکھ یوں جلتے ہیں اس طرح سے دم دیتے ہیں

خاکساران محبت کا یہی تو ہے علاج
گھول کر ان کو ترا نقش قدم دیتے ہیں

سادگی ہے کہ شرارت ہے جو ہر بات پہ وہ
میرے دشمن کو مرے سر کی قسم دیتے ہیں

عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو
دینے والی بھی کہیں لے کے قسم دیتے ہیں

طعنہ الفت دشمن پہ کہا ظالم نے
ایک سے لیتے ہیں دل ایک کو ہم دیتے ہیں

مدعا یہ ہے تڑپتا ہی سسکتا ہی رہے
گھول کر آب بقا میں مجھے سم دیتے ہیں

دل شکن ان سے زیادہ کوئی لکھے گا جواب
کس لیے ہاتھ میں دشمن کے قلم دیتے ہیں

تو وفا کرتی جو اے عمر رواں کیا ہوتا
بے وفائی پہ تری سینکڑوں دم دیتے ہیں

زاہدوں کو برکت کا ہے مہینہ رمضان
فاقے کرتے ہیں مگر کب یہ بھرم دیتے ہیں

ابر نیساں کے ہر اک قطرے پہ کہتی ہے صدف
واہ دل کھول کے یوں اہل کرم دیتے ہیں

رنج دینے کا عبث داغ ہے شکوہ ان سے
جس کو دیتا ہے خدا اس کو صنم دیتے ہیں

☆☆☆

۱۷۰

کیوں چراتے ہو دیکھ کر آنکھیں
کر چکیں میرے دل میں گھر آنکھیں
ضعف سے کچھ نظر نہیں آتا
کر رہی ہیں ڈگر ڈگر آنکھیں
چشم نرگس کو دیکھ لیں پھر ہم
تم دکھا دو جو اک نظر آنکھیں
ہے دوا ان کی آتش رخسار
سینکتے ہیں اس آگ پر آنکھیں
کوئی آسان ہے ترا دیدار
پہلے بنوائے تو بشر آنکھیں
جلوہ یار کی نہ تاب ہوئی
ٹوٹ آئی ہیں کس قدر آنکھیں
دل کو تو گھونٹ گھونٹ کر رکھا
مانتی ہی نہیں مگر آنکھیں
نہ گئی تاک جھانک کی عادت
لیے پھرتی ہیں در بدر آنکھیں
کیا یہ جادو بھرا نہ تھا کاجل
سرخ کر لیں جو پونچھ کر آنکھیں
ناوک و نیشتر تری پلکیں
سحر پرداز و فتنہ گر آنکھیں
یہ نرالا ہے شرم کا انداز
بات کرتے ہو ڈھانک کر آنکھیں

خاک پر کیوں ہو نقش پا تیرا
ہم بچھائیں زمین پر آنکھیں

نوحہ گر کون ہے مقدر پر
رونے والوں میں ہیں مگر آنکھیں

یہی رونا ہے گر شب غم کا
پھوٹ جائیں گی تا سحر آنکھیں

حال دل دیکھنا نہیں آتا
دل کی بنوائیں چارہ گر آنکھیں

داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ
ان کو دے دو نکال کر آنکھیں

☆☆☆

۱۷۱

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں
ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

تیور ترے اے رشک قمر دیکھ رہے ہیں
ہم شام سے آثار سحر دیکھ رہے ہیں

میرا دل گم گشتہ جو ڈھونڈا نہیں ملتا
وہ اپنا دھن' اپنی کمر دیکھ رہے ہیں

کوئی تو نکل آئے گا سرباز محبت
دل دیکھ رہے ہیں وہ جگر دیکھ رہے ہیں

ہے مجمع اغیار کہ ہنگامہ محشر
کیا سیر مرے دیدہ تر دیکھ رہے ہیں

اب اے نگہہ شوق نہ رہ جائے تمنا
اس وقت ادھر سے وہ ادھر دیکھ رہے ہیں

ہرچند کہ ہر روز کی رنجش ہے قیامت
ہم کوئی دن اس کو بھی مگر دیکھ رہے ہیں

آمد ہے کسی کی کہ گیا کوئی ادھر سے
کیوں سب طرف راہ گزر دیکھ رہے ہیں
تکرار تجلی نے ترے جلوے میں کیوں کی
حیرت زدہ سب اہل نظر دیکھ رہے ہیں
نیرنگ ہے ایک ترا دید کے قابل
ہم اے **فلک** شعبدہ گر دیکھ رہے ہیں
کب تک ہے تمہارا سخن تلخ گوارا
اس زہر میں کتنا ہے اثر دیکھ رہے ہیں
کچھ دیکھ رہے ہیں دل بسمل کا تڑپنا
کچھ غور سے قاتل کا ہنر دیکھ رہے ہیں
اب تک تو جو قسمت نے دکھایا وہی دیکھا
آئندہ ہو گیا نفع و ضرر دیکھ رہے ہیں
پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت
اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہیں
کیوں کفر ہے دیدار صنم حضرت واعظ
اللہ دکھاتا ہے، بشر دیکھ رہے ہیں
خط غیر کا پڑھتے تھے، جو ٹوکا تو وہ بولے
اخبار کا پرچہ ہے، خبر دیکھ رہے ہیں
پڑھ پڑھ کے وہ دم کرتے ہیں کچھ ہاتھ پر اپنے
ہنس ہنس کے مرے زخم جگر دیکھ رہے ہیں
میں داغ ہوں مرتا ہوں ادھر دیکھیے مجھ کو
منہ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہیں

☆☆☆

۱۷۲

ان کے اک جاں نثار ہم بھی ہیں
ہیں جہاں سو ہزار، ہم بھی ہیں

تم بھی بے چین ، ہم بھی ہیں بے چین
تم بھی ہو بے قرار، ہم بھی ہیں

اے فلک کہہ تو کیا ارادہ ہے
عیش کے خواستگار ہم بھی ہیں

کھینچ لائے گا جذب دل ان کو
ہمہ تن انتظار ہم بھی ہیں

بزم دشمن میں لے چلا ہے دل
کیسے بے اختیار ہم بھی ہیں

شہر خالی کیے دکاں کیسی
ایک ہی بادہ خوار ہم بھی ہیں

شرم سمجھے ترے تغافل کو
واہ کیا ہوشیار ہم بھی ہیں

ہاتھ ہم سے ملاؤ اے موسیٰ
عاشق روئے یار ہم بھی ہیں

خواہش بادہ طہور نہیں
کیسے پرہیز گار ہم بھی ہیں

تم اگر اپنی گوں کے ہو معشوق
اپنے مطلب کے یار ہم بھی ہیں

جس نے چاہا پھنسا لیا ہم کو
دلبروں کے شکار ہم بھی ہیں

آئی مے خانے سے یہ کس کی صدا
لاؤ یاروں کے یار ہم بھی ہیں

لے ہی تو لے گی دل نگاہ تری
ہر طرح ہوشیار ہم بھی ہیں

ادھر آ کر بھی فاتحہ پڑھ لو
آج زیر مزار ہم بھی ہیں

غیر کا حال پوچھیے ہم سے

اس کے جلسے کے یار ہم بھی ہیں
کون سا دل ہے جس میں داغ نہیں
عشق میں یادگار ہم بھی ہیں

☆☆☆

۱۷۳

ی تو نہیں کہ تم سا جہاں میں حسیں نہیں
اس دل کو کیا کروں یہ بہلتا کہیں نہیں
ہاں ہاں کہو زباں سے یا تم نہیں نہیں
ہم کو تمہاری بات کا مطلق یقیں نہیں
دل کے سوا نہ کعبے میں ہے وہ نہ دیر میں
گر ہے تو بس یہیں ہے، نہیں تو کہیں نہیں
چکر ہے رات دن مجھے مانند آسماں
بہلے جہاں پہ دل وہ کوئی سرزمیں نہیں
اس در پہ جبہ سا ہو تو پھر کوئی کیوں اٹھے
یا سنگ آستاں ہی نہیں یا جبیں نہیں
تم مہربان ہو کہ نہ ہو، اس سے بحث کیا
وہ دل نہیں، وہ لاگ نہیں، وہ ہمیں نہیں
دنیا کا حال حضرت عیسیٰ سے پوچھیے
کیا آسمان والوں میں اہل زمیں نہیں
کس طرح بے حجاب ہو کیوں کر ہو بدلحاظ
کیا میرے دل میں وہ نگہہ شرمگیں نہیں
یہ کیا کہا، معاف کرو تم کہا سنا!
دم دے رہا ہوں میں یہ دم واپسیں نہیں
کیوں، ذکر بے وفائی دشمن پہ یاد ہے؟
گردن ہلا ہلا کے وہ کہنا نہیں نہیں
کہتا ہوں دل سے اور حسیں ڈھونڈئے کوئی

آتا ہے پھر خیال کہ ایسا کہیں نہیں
مذہب میں اپنے ترک ملاقات کفر ہے
یہ بات ہم نشیں کی تو کچھ دل نشیں نہیں
واعظ تجھے دکھائیں گے ہم کوئے یار بھی
جا پہنچے ایک دم میں یہ خلد بریں نہیں
کیا لطف دے رہی ہیں ادائیں عتاب کی
ہے موج بحر حسن و چین جبیں نہیں
معشوق بن کے چھوٹ گئے سب ستم شعار
یا رب ستم رسیدوں کی پرسش کہیں نہیں
افسوس ہے کہ درد بھی اب چھوڑتا ہے ساتھ
یہ بھی اخیر وقت کہیں ہے کہیں نہیں
احباب چشم تر سے اٹھاتے ہیں ہاتھ کیوں
یہ پردہ آنکھ کا ہے مری آستیں نہیں
باتیں تمہاری اور ہماری شکایتیں
جو کچھ سنی ہیں ہم نے وہ تم سے کہیں نہیں
جلوت میں یوں ہے وہ کہ تلاشی ہے چشم شوق
خلوت میں اس طرح ہے کہ خلوت گزیں نہیں
کہتے ہیں لوگ داغ سے وہ بدگمان ہیں
ایسا تمہاری ذات سے اس کو یقین نہیں

☆☆☆

۱۷۴

وہ نہایت ہمیں مغرور نظر آتے ہیں
پاس بیٹھے ہیں مگر دور نظر آتے ہیں
زاہد خشک کی بھی رال ٹپک پڑتی ہے
ترو تازہ اگر انگور نظر آتے ہیں
اشک پر خوں کا جو ٹیکا ہی لگا رہتا ہے

دل کے اندر کئی ناسور نظر آتے ہیں
یاد آتے ہیں وہ دندان مسی آلودہ
جب ستارے شب دیجور نظر آتے ہیں
ہم نشیں ان کے منان کے لیے بھیجے تھے
وہ سوا مجھ سے بھی مجبور نظر آتے ہیں
سرد مہری سے تری سرد ہوئے ہیں ایسے
دل جو پرسوز تھے کافور نظر آتے ہیں
چاند سورج کو فلک اپنے لیے رہنے دے
ہم کو کیا کیا رخ پرنور نظر آتے ہیں
چشم مستان قدح خوار میں شب کو اختر
چرخ پر ساغر بلور نظر آتے ہیں
وصف خوبان جہاں پر یہ کہا اس بت نے
آپ کی آنکھ میں سب حور نظر آتے ہیں
اے فلک ان کے علاوہ بھی حسیں ہیں کہ نہیں
جو زمانے میں ہیں مشہور نظر آتے ہیں
خانہ غیر میں بے پردہ ہے وہ ماہ جمال
کہ ستارے مجھے بے نور نظر آتے ہیں
نہیں خم خانہ عالم میں کوئی بھی ہشیار
ہم کو مخمور بھی مخمور نظر آتے ہیں
سخت جاں ہو دل بسمل تو کرے کیا قاتل
وار بیٹھے ہوئے بھرپور نظر آتے ہیں
شکر کرتا ہوں انہیں دیکھ کر دشمن ہوں کہ دوست
مجھ کو دنیا میں جو مسرور نظر آتے ہیں
اجر ملتا ہے اٹھاتے ہیں جو بار غم عشق
ہم کو عاشق ترے مزدور نظر آتے ہیں
مر کے بھی داغ محبت کے نشاں کچھ نہ مٹے
داغ کے دل میں بدستور نظر آتے ہیں

☆☆☆

۱۷۵

اس "نہیں" کا کوئی علاج نہیں
روز کہتے ہیں آپ آج نہیں

کل جو تھا آج وہ مزاج نہیں
اس تلون کا کچھ علاج نہیں

آئینہ دیکھتے ہی اترائے
پھر یہ کیا ہے اگر مزاج نہیں

لے کے دل رکھ لو کام آئے گا
گو ابھی تم کو احتیاج نہیں

ہو سکیں ہم مزاج واں کیوں کر
ہم کو ملتا ترا مزاج نہیں

چپ لگی لعل جاں فزا کو ترے
اس مسیحا کا کچھ علاج نہیں

دل بے مدعا خدا نے دیا
اب کسی شے کی احتیاج نہیں

کھوٹے داموں میں یہ بھی کیا کہنا
درہم داغ کا رواج نہیں

بے نیازی کی شان کہتی ہے
بندگی کی کچھ احتیاج نہیں

دل لگی کیجیے رقیبوں سے
اس طرح کا مرا مزاج نہیں

عشق ہے پادشاہ عالم گیر
گرچہ ظاہر میں تخت و تاج نہیں

درد فرقت کی گو دوا ہے وصال
اس کے قابل بھی ہر مزاج نہیں

یاس نے کیا بجھا دیا دل کو
کہ تڑپ کیسی، اختلاج نہیں
ہم تو سیرت پسند عاشق ہیں
خوب رو کیا جو خوش مزاج نہیں
حور سے پوچھتا ہوں جنت میں
اس جگہ کیا بتوں کا راج نہیں
صبر بھی دل کو داغ دے لیں گے
ابھی کچھ اس کی احتیاج نہیں

☆☆☆

۱۷۶

یہ بت جو دیتے ہیں، جھوٹی زبان دیتے ہیں
خدا کے واسطے پر لوگ جان دیتے ہیں
ہم امتحان کے ساتھ امتحان دیتے ہیں
وہ جان لینے کو آئیں تو جان دیتے ہیں
زمین کوچہ جاناں کا رتبہ ایسا ہے
فرشتے اس کے عوض آسماں دیتے ہیں
تکان پہنچے نہ قاتل کے دست نازک کو
ٹھہر ٹھہر کے بہت امتحان دیتے ہیں
عدو کی بزم ہے کچھ ان کی انجمن تو نہیں
وہ اپنے ہاتھوں سے کیوں پھول پان دیتے ہیں
یہ نامہ بر نے کہا مجھ سے کیا وہ دل میں نہیں
کہ آپ اور جگہ کا نشان دیتے ہیں
خیال عارض و لب سے بڑھا ہے دل میں لہو
گرہ سے اپنی یہی مہمان دیتے ہیں
مرے فسانے کو سن سن کے نیند اڑتی ہے
دعائیں مجھ کو ترے پاسبان دیتے ہیں

خیال رشک سے مر جائے مدعا یہ ہے
وہ مفت غیر کا مجھ کو مکان دیتے ہیں

تری نگاہ نے تیری ادا نے مارا ہے
دھائیاں یہی سب نوجوان دیتے ہیں

کیا ہے بوسے کا وعدہ مگر وہ احساں
کوئی یہ جانے کہ دونوں جہان دیتے ہیں

ملے گا تارک دنیا کو کیا بجز جنت
وہاں مکان کے بدلے مکان دیتے ہیں

وہ تم کہ روز نئی بدگمانیاں ہیں تمھیں
وہ ہم کو روز نیا امتحان دیتے ہیں

سنا ہے بات بھی کرنی نہیں آتی
تمہارے منہ میں ہم اپنی زبان دیتے ہیں

وہ رنج بندے کو اپنے خدا نہیں دیتا
جو مجھ کو ایک مرے مہربان دیتے ہیں

کہے جو داغ کہ ہم جاں نثار ہیں سب جھوٹ
یہ لوگ مفت کہیں اپنی جان دیتے ہیں

☆☆☆

۱۷۷

اسیر دام بلا اور کون ہے، میں ہوں
شکار تیر جفا اور کون ہے ، میں ہوں

تیری ادا پہ فدا اور کون ہے میں ہوں
تباہ میرے سوا اور کون ہے میں ہوں

شہید زہر حیا اور کون ہے میں ہوں
قتیل تیغ ادا اور کون ہے میں ہوں

کہاں سے آؤ شب غم صدا تسلی کی
یہاں تو یار خدا اور کون ہے میں ہوں

مجھے تو رنج نہ دے تو کہ اے دل ناداں
جہاں میں دوست ترا اور کون ہے میں ہوں

بندھی ہے شرط اسی سے رہ محبت میں
حریف بادصبا اور کون ہے میں ہوں

شریک روح بھی میری ہے میرے ماتم میں
شمول اہل عزا اور کون ہے میں ہوں

تمہارا عاشق شیدا ہوں خیر جیسا ہوں
برا ہوں یا بھلا اور کون ہے میں ہوں

دعا جو میں نے یہ مانگی خدا بروں سے بچائے
تو سن کے بولے برا اور کون ہے میں ہوں

مٹے ہوؤں کا ہمیشہ نشان رہتا ہے
بقا کے غم میں فنا اور کون ہے میں ہوں

عدو کا عشق، حسینوں کا رشک خوئے ستم
تمہارے دل سے جدا اور کون ہے میں ہوں

خیال یار یہ کہتا ہے مجھ سے خلوت میں
ترا رفیق بتا اور کون ہے میں ہوں

اس آرزو نے کیا اپنی جان سے بیزار
اس اپنے دم سے خفا اور کون ہے میں ہوں

ستم شریک فلک اور کون ہے تم ہو
شریک اہل وفا اور کون ہے میں ہوں

حجاب مجھ سے ' حیا مجھ سۓ عار ہے مجھ سے
اس انجمن میں نیا اور کون ہے میں ہوں

وہ داغ جس کو گل باغ عشق کہتے ہیں
بہار رنگ وفا اور کون ہے میں ہوں

واعظ بڑا مزا ہو اگر یوں عذاب ہو
دوزخ میں پاؤں ہاتھ میں جام شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو عاشق خراب ہو
کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

تو مجھ پر شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو
یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا میں کیا دھرا ہے قیامت میں لطف ہے
میرا جواب ہو نہ تمہارا جواب ہو

ساقی ہمارے جام میں کیوں بال پڑ گیا
ایسا نہ ہو کہ غیر کی جھوٹی شراب ہو

نکلے جدھر سے وہ یہی چرچا ہوا کیا
اس طرح کا جمال ہو، ایسا شباب ہو

دو بار تو نے ذکر کیا رشک حور کا
ناصح خدا کرے تجھے دونا ثواب ہو

دنیا سے روسیاہ چلا ہوں پس فنا
منہ پہ مرے کفن سے جدا اک نقاب ہو

مہجور کی دعا کو شب قدر چاہیے
یوسف کے دیکھنے کا زلیخا کا خواب ہو

بولیں سوال وصل پہ وہ ان کو کیا غرض
خاموش ہیں کہ کوئی کہے لاجواب ہو

ایسا لگا ہوا ہے مئے ناب کا مزہ
پانی بھی میں پیوں تو مرا منہ خراب ہو

جلتا نہیں رقیب تعجب کی بات ہے
بجلی تمہیں زمیں پر، تمہیں آفتاب ہو

یارب شمار جرم سے بس منفعل نہ کر

تنخواہ تو نہیں ہے کہ جس کا حساب ہو
یہ مدعا ہے کہہ نہ سکوں حرف مدعا
کیوں کر نہ عرض حال سے پہلے عتاب ہو
عاشق کی ایک حال میں گزرے تو لطف کیا
دل کو کبھی سکوں ہو کبھی اضطراب ہو
میں بو الہوس نہیں جو سزاوار لطف ہوں
میرے زہے نصیب جو مجھ پر عتاب ہو
در پردہ تم جلاؤ جلاؤں نہ میں، چہ خوش
میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

☆☆☆

۱۷۹

ہے تاب میں وز دیدہ نظر دیکھیے کیا ہو
پھر دیکھ لیا اس نے ادھر دیکھیے کیا ہو
بھیجا ہے خط شوق اسے دل نے نہ مانا
اب فکر ہے یہ آٹھ پہر دیکھیے کیا ہو
لڑنے تو لگیں اس کی نگاہوں سے نگاہیں
اس جنگ کا انجام مگر دیکھیے کیا ہو
دل جب سے لگایا ہے کہیں جی نہیں لگتا
کس طرح سے ہوتی ہے بسر دیکھیے کیا ہو
جب چھیڑتی ہے باد صبا زلف دوتا کو
دھری ہوئی جاتی ہے کمر دیکھیے کیا ہو
اب کے تو بہ مشکل دل مضطر کو سنبھالا
اندیشہ ہے یہ بار دگر دیکھیے کیا ہو
جو کہنے کی باتیں ہیں وہ سب میں نے کہی ہیں
ان کو مرے کہنے کا اثر دیکھیے کیا ہو
اندیشہ فردا میں عبث جان گھلائیں

ہے آج کسے کل کی خبر دیکھیے کیا ہو
زاہد کو بڑا ناز ہے مے کش کو بڑا عجز
اللہ کو مقبول مگر دیکھیے کیا ہو
پی ہم نے ہوشربا اور بہت پی
سوچا نہیں کچھ نفع و ضرر دیکھیے کیا ہو
وہ بیٹھے بٹھائے تو اٹھاتے ہیں قیامت
جائیں جو سر راہ گزر دیکھیے کیا ہو
میں وصل میں بے تاب جو ہوں آخر شب سے
دل ان کا دھڑکتا ہے سحر دیکھیے کیا ہو
پھر یاس مٹاتی ہے مرے دل کی تمنا
بن بن کے بگڑتا ہے یہ گھر دیکھیے کیا ہو
اے داغ انہیں بھی تو ہے دشمن ہی کا دھڑکا
ہے دونوں طرف ایک ہی ڈر دیکھیے کیا ہو

☆☆☆

۱۸۰

کیوں وعدہ وصال سے بدگماں نہ ہو
یہ شرط ہے نئی کہ خدا درمیاں نہ ہو
دل بدگماں ہے اور سوا بد گماں نہ ہو
دیجیے خط اس کو جس دھن ہو زباں نہ ہو
مرتا ہے تجھ پہ ایک زمانہ شباب میں
اچھا تو ہے کہ پیر کوئی نوجواں نہ ہو
سارا جہان جہان کو کہتا ہے بے وفا
مجھ کو یہ فکر ہے تمہیں جان جہاں نہ ہو
انداز جاں وہی نہیں آتا ابھی مجھے
مٹی مری خراب دم امتحاں نہ ہو
پوچھیں وہ جب خوشی سے قیامت کی بات ہے

میرا ہی حال اور مجھی سے بیاں نہ ہو
یارب پس فنا بھی رہے شرم بے کسی
ہی مشت خاک گرد رہ کارواں نہ ہو
حوروں کے ہاتھ پڑ گئے جنت میں ہم غریب
کیا آدمی کا بس ہے جو اپنا مکاں نہ ہو
تڑپاؤ گے جگر کو کہ دل کو لٹاؤ گے
منظور کیا ہے، درد کہاں ہو کہاں نہ ہو
رہتی ہے اس سے ہی در جاناں پہ دل لگی
سر پھوڑیں سنگ در سے اگر پاسباں نہ ہو
مجھ کو ملا یہ شکوہ دشنام پر جواب
آپ اس سے عشق کیجیے جس کی زباں نہ ہو
یا رب بنا دے تو اسی صورت کا اور کچھ
اس آسماں سے تنگ ہیں یہ آسماں نہ ہو
آفت کی تاک جھانک قیامت کی شوخیاں
پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہ ہو
کیا کر سکے وہ غیر کی تجھ سے شکایتیں
جس ناتواں سے اپنی حقیقت بیاں نہ ہو
واعظ بجا ہے کہیے جو ویرانے کو بہشت
جنت اسی کا نام ہے آدم جہاں نہ ہو
جھوٹا ہوا جو وعدہ ترا اس کا غم نہیں
ڈر ہے کہ لب سے غیر کے جھوٹی زباں نہ ہو
اب اس نگاہ شرم میں وہ شوخیاں کہاں
وہ تیغ کیا چلے گی جو برسوں رواں نہ ہو
تقدیر پھر لائی ترے در سے رات کو
دھوکا مجھے ہوا کہ پرایا مکاں نہ ہو
اے داغ عیش میں ہوں دل شاد شاد ہے
انساں وہ ہے جس کو غم دو جہاں نہ ہو

☆☆☆

۱۸۱

میرے پہلو سے وہ اٹھے غیر کی تعظیم کو
بندگی کو بندگی، تسلیم ہے تسلیم کو

اے تپ سوز محبت تیری آمد دیکھ کر
رونگٹے اٹھتے ہیں میرے جسم پر تعظیم کو

ہے رضائے دوست سے بڑھ کر الفت فرزند سے
ورنہ کیا دوبھر تھے اسمعیل ابراہیم کو

آج مجھ سے حضرت ناصح یہ جل کر کہہ گئے
آسماں سے اب فرشتے آئیں گے تعلیم کو

مجھ سے مے آشام کی، کب اوس سے بجھتی ہے پیاس
بجھ گیا دل دیکھتے ہی کوثر و تسنیم کو

ہے بڑی دولت جو ہاتھ آ جائے کوئی خوب رو
اے مہوس ڈھونڈتا ہے کیا طلا و سیم کو

آسماں دیتا ہے مجھ کو رنج غیروں کو خوشی
واہ کیا کہنا ہے، کیا کہتے ہیں اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہے دم بھر میں کچھ، دم بھر میں کچھ
آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب یہیں اے داغ وحشت ہے تو آسائش کہاں
جایئے ہندوستاں سے کون سی اقلیم کو

☆☆☆

۱۸۲

ہمارے دل میں بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو
امانت دار کا گھر ہے امانت اپنی رہنے دو

جو ہیں مشتاق ان کے دل میں حسرت اپنی رہنے دو

کوئی دن اور بھی پردے میں صورت اپنی رہنے دو
نہیں ہے اشتہا اب تک بہت غم کھا کے آیا ہوں
کہوں گا اہل جنت سے یہ نعمت اپنی رہنے دو
غضب کی بات ہے یہ مشورہ دیتے ہیں وہ مجھ کو
رقیبوں سے بھی تم صاحب سلامت اپنی رہنے دو
کسی کو چاہ کر پچھتاؤ گے، وہ مجھ سے کہتے ہیں
تم اپنے ہی لیے جھوٹی محبت اپنی رہنے دو
ڈرایا ہے منایا ہے یہ کہہ کر وصل میں اس نے
بگڑ جائیں گے ہم بس بس شکایت اپنی رہنے دو
شکایت نامہ آیا ہے جواب خط میں اے ہمدم
یہ ہے قسمت کا لکھا، خیر قسمت اپنی، رہنے دو
لڑیں گے فتنہ محشر سے، یہ فتنے نگاہوں کے
ابھی تم اپنے قبضے میں قیامت اپنی رہنے دو
ہمیں دیدار سے محروم رکھ کر ہے نظر دل پر
پرایا مال تاکو اور دولت اپنی رہنے دو
محبت اور پھر کس کی محبت یار ناداں ہیں
کہا کیوں مجھ سے قابو میں طبیعت اپنی رہنے دو
مرے ناصح جو تنگ آئے تو یوں کہنے لگے باہم
نہیں سنتا کوئی یارو نصیحت اپنی رہنے دو
اگر اے حضرت دل ہے وہ ہرجائی تو کیا غم ہے
بھٹکتی تم بھی ڈانواں ڈول نیت اپنی رہنے دو
دعائیں مانگتا ہوں میں جناب کبریائی میں
نہ چھیڑو یہ نہیں موقع، شرارت اپنی رہنے دو
بظاہر مہربانی ہے تو دل میں بدگمانی ہے
سلام ایسی عنایت کو، عنایت اپنی رہنے دو
نہ گھبر جائے رہ کر ایک مہماں خانہ دل میں
کچھ الفت میری رہنے دو کچھ الفت اپنی رہنے دو

نہ توڑو آئینے کو رشک سے آئینہ رو ہو کر
اسی میں ملتی جلتی کچھ شباہت اپنی رہنے دو
وہاں ہے بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اس کو
یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑو، عبادت اپنی رہنے دو

☆☆☆

۱۸۳

نہ دنیا سے ملے راحت نہ تجھ سے چین اصلا ہو
مگر پھر یہ دعا دیتا ہوں تو ہو اور دنیا ہو
ترے دیدار کو بھی مجمع محشر ہی زیبا ہو
کہ جیسے دیکھنے والے ہوں ویسا ہی تماشا ہو
انہیں یہ جستجو ہے مرنے والا کوئی پیدا ہو
مگر بہتر سے بہتر ہو، مگر اچھے سے اچھا ہو
جو وحدت میں دوئی اس مرتبے کی ہو تو زیبا ہو
تمہیں تم ہو تو بہتر ہو، ہمیں ہم ہوں تو اچھا ہو
یہ فرمایا انہوں نے دیکھ کر تصویر یوسف کی
اسے تو مول وہ لے جو کوئی آنکھوں کا اندھا ہو
خمار مے سے یوں وقت سحر بگڑا مزاج اپنا
کسی نے رات بھر جیسے پریشاں خواب دیکھا ہو
کلیجے سے لگا لیتا ہوں برگ لالہ و گل کو
عجب کیا ہے اگر یہ بھی کسی کے دل کا ٹکڑا ہو
تری زلفیں بھی ہیں صیاد، آنکھیں بھی شکاری ہیں
تماشا دیکھنے کا ہے جو میرے دل پہ جھگڑا ہو
اگر غافل نہ ہوتے ہم تو کب کے مر چکے ہوتے
کسے یہ یاد کل کیا تھا، کسے معلوم کل کیا ہو
جہنم ہو کہ جنت کیا اندھیرے میں نظر آئے
شرر ہی سنگ مرقد کا چراغ راہ عقبیٰ ہو

ہوئی یہ انتظار یار میں ہر اشک کی صورت
جو تھم جائے تو پتھر ہو جو بہہ جائے تو دریا ہو
نہ عاشق ہو کسی کا اور کوئی دنیا میں وہ کہتے ہیں
ہمارا چاہنے والا ہی پیدا ہو جو پیدا ہو
نگاہ پاک سے دیکھے جمال پاک محبوبی
اگر دامان یوسف پردہ چشم زلیخا ہو
لڑیں گے آپ حوروں سے ملیں گے آپ غیروں سے
مجھے ڈر ہے کہ جنت میں کوئی فتنہ نہ برپا ہو
ابھی نفرت ہے تم کو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں
خدا چاہے تو اس کم بخت کو دل سے تمہیں چاہو

☆☆☆

۱۸۴

عشق تاثیر کرے اور وہ تسخیر بھی ہو
یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو
کاش تجھ سے ہی مقابل تری تصویر بھی ہو
دعویٰ ناز بھی ہو شوخی تحریر بھی ہو
جعل سازوں نے بنایا ہے شکایت نامہ
کیوں خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو
طمع زر ہی سے انسان کی مٹی ہے خراب
خاک میں ہم تو ملا دیں اگر اکسیر بھی ہو
جب مقابل ہی نہ ہوں کس کو بتاؤں اچھا
سامنے آپ بھی ہوں آپ کی تصویر بھی ہو
پہلے یہ شرط مصور سے وہ کر لیتے ہیں
بانکی صورت بھی کچھ ہاتھ میں شمشیر بھی ہو
مارے باندھے ہی سے چھوڑے گا فلک اپنی چال
کہکشاں اس کے لیے تیغ بھی زنجیر بھی ہو

کوئی نادان ہوں، یاروں کے کہے میں آؤں
جس کو تدبیر بتاتے ہیں وہ تدبیر بھی ہو

کاش وہ محفل اغیار میں اے جذبہ دل
میری تعظیم بھی دے مجھ سے بغل گیر بھی ہو

جو نکمے ہیں کوئی کام نہیں کر سکتے
انہیں بوڑھوں میں شمار فلک پیر بھی ہو

لڑ پڑے غیر سے کیا خیر ہے کیسا ہے مزاج
تم جو چپ چپ بھی ہو، مضطر بھی ہو دلگیر بھی ہو

وصل کا خواب سناتے ہیں تمھیں یہ سن لو
خواب جس طرح کا ہے ویسی ہی تعبیر بھی ہو

تیری بزم طرب و عیش کو لگتی ہے نظر
ہیں جہاں اور وہاں عاشق دل گیر بھی ہو

گو ہے شوخی وہ اثر دیدہ نرگس میں کہاں
اس کی آنکھوں کی طرح سرمہ تسخیر بھی ہو

تم نمک خوار ہوئے شاہ دکن کے اے داغ
اب خدا چاہے تو منصب بھی ہو جاگیر بھی ہو

☆☆☆

۱۸۵

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ
مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

نہ جاؤ، حال دل زار دیکھتے جاؤ
کہ جی نہ چاہے تو ناچار دیکھتے جاؤ

بہار عمر میں باغ جہاں کی سیر کرو
کھلا ہوا ہے یہ گلزار دیکھتے جاؤ

یہی تو چشم حقیقت نگر کا سرمہ ہے
نزاع کافر و دیں دار دیکھتے جاؤ

اٹھاؤ آنکھ نہ شرماؤ یہ تو محفل ہے
غضب سے جانب اغیار دیکھتے جاؤ
نہیں ہے جنس وفا کی تمہیں جو قدر نہ ہو
بنیں گے کتنے خریدار دیکھتے جاؤ
تمہیں غرض جو کرو رحم پائمالوں پر
تم اپنی شوخی رفتار دیکھتے جاؤ
قسم بھی کھائی تھی قرآن بھی اٹھایا تھا
پھر آج ہے وہی انکار دیکھتے جاؤ
یہ شامت آئی کہ اس کی گلی میں دل نے کہا
کھلا ہے روزن دیوار دیکھتے جاؤ
ہوا ہے یہ بھی ہنگامہ اور کچھ ہو گا
فغاں میں حشر کے آثار دیکھتے جاؤ
شب وصال عدو کی یہی نشانی ہے
نشان بوسہ رخسار دیکھتے جاؤ
تمہاری آنکھ مرے دل سے لے سبب بے وجہ
ہوئی ہے لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ
ادھر کو آ ہی گئے اب تو حضرت زاہد
یہیں ہے خانہ خمار دیکھتے جاؤ
رقیب برسر پرخاش ہم سے ہوتا ہے
بڑھے گی مفت میں تکرار دیکھتے جاؤ
نہیں ہیں جرم محبت میں سب کے سب ملزم
خطا معاف خطا وار دیکھتے جاؤ
دکھا رہی ہے تماشا فلک کی نیرنگی
نیا ہے شعبدہ ہر بار دیکھتے جاؤ
بنا دیا مری چاہت نے غیرت یوسف
تم اپنی گرمئ بازار دیکھتے جاؤ
نہ جاؤ بند کیے آنکھ رہ روان عدم

ادھر ادھر بھی خبردار دیکھتے جاؤ
سنی سنائی پہ ہرگز کبھی عمل نہ کرو
ہمارے حال کے اخبار دیکھتے جاؤ
کوئی نہ کوئی ہر اک شعر میں ہے بات ضرور
جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

☆☆☆

ردیف ہ

۱۸۶

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ
منظور تو ہے میری ملاقات سے توبہ
کیوں کر نہ کروں شور مناجات سے توبہ
آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ
زاہد سے چھپایا ہے اسے گوشہ دل میں
بھاگی تھی کسی رند خرابات سے توبہ
یہ فصل اگر ہو گی تو ہر روز پئیں گے
ہم مے سے کریں توبہ کہ برسات سے توبہ
کیوں کر وہ ادھر آئے کہ اے حضرت زاہد
بچتی ہی نہیں قبلہ حاجات سے توبہ
تعریف صنم بات ہے پتھر نہیں زاہد
کیا ٹوٹ گئی حرف و حکایات سے توبہ
بیعت بھی جو کرتا ہے تو وہ دست سبو پر
چکراتی ہے کیا رند خرابات سے توبہ
اللہ دکھائے نہ مجھے روز و شب ہجر
اس دن سے حذر کیجیے اس رات سے توبہ
خود ہم نہ ملیں گے نہ کہیں جائیں گے مہماں

کی آپ نے واللہ نئی گھات سے توبہ
کافر تری تقریر تو اچھی ہے دیں کیا
کرتے ہیں مسلمان بری بات سے توبہ
وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل
واعظ کو بلاؤ کہ چلی ہات سے توبہ
پھسلاتے ہیں کیوں آپ مجھے حضرت ناصح
منت سے کروں گا نہ مدارات سے توبہ
آفت ہے، قیامت ہے یہ پاداش غضب ہے
توبہ ، عمل بد کی مکافات سے توبہ
دنیا میں کوئی بات ہی اچھی نہیں زاہد
اس بات سے توبہ، کبھی اس بات سے توبہ
مسجد نہیں دربار ہے یہ پیر فغاں کا
دروازے کے باہر رہے اوقات سے توبہ
امید ہے مجھ کو یہ ندا آئے دم مرگ
مقبول ہوئی اس کی عنایات سے توبہ
یہ داغ قدح خوار کے کیا جی میں آئی
سنتے ہیں کیے بیٹھے ہیں وہ رات سے توبہ

☆☆☆

۱۸۷

کیوں برسر عتاب ہو، کیا اس سے فائدہ
کوئی اگر خراب ہو کیا اس سے فائدہ
حاصل بھی کچھ، نتیجہ بھی کچھ، دل جو دیں تمھیں
نقصان بے حساب ہو کیا اس سے فائدہ
یکتا اگر ہوئے تو خدا بن نہ جاؤ گے
مانا تم انتخاب ہو کیا اس سے فائدہ
کیا لطف وصل ہے جو دوبارہ نہ ہو نصیب

دونا جو اضطراب ہو کیا اس سے فائدہ
چھریوں سے کم نہیں ہیں نگاہوں کی تیزیاں
ٹکڑے جو یوں نقاب ہو کیا اس سے فائدہ
گر دل ملے تو آنکھ ملانے کا لطف ہے
کیوں شکوہ حجاب ہو کیا اس سے فائدہ
چلتا ہے کون کون چلے بزم وعظ سے
بدنام کیوں شراب ہو کیا اس سے فائدہ
کیوں خاکسار بن کے رہوں کوئے یار میں
مٹی مری خراب ہو کیا اس سے فائدہ
حرف سوال کہہ کے تقاضا نہ چاہیے
جب صاف ہی جواب ہو کیا اس سے فائدہ
ایسوں سے وہ نگاہ ملاتے نہیں کبھی
گر داغ آفتاب ہو کیا اس سے فائدہ

☆☆☆

۱۸۸

دل کی ہے پرورش خلش درد و غم کے ساتھ
کتنے لگے پڑے ہیں یہاں ایک دم کے ساتھ
چلتا ہے ساتھ ایک مسافر کے دوسرا
اے کاش آرزو بھی نکل جائے دم کے ساتھ
مردے سے بھی رقیب کے مجھ کو تو خوف ہے
کیا جانے کیا کرے گا یہ اہل عدم کے ساتھ
عادت بھی ہے دروغ کی، خوف خدا بھی ہے
وہ کانپ جاتے ہیں جھوٹی قسم کے ساتھ
لکھتا ہوا چلا ہوں خط شوق راہ میں
چلتے ہیں میرے پاؤں برابر قلم کے ساتھ
اس کو یہ آرزو ہے مرا حال دیکھ لو

لب پر مرے دل آنے لگا شرح غم کے ساتھ

ہے آسماں کو ابر گہر بار سے حسد
نبھتی نہیں بخیل کی اہل کرم کے ساتھ

کیا جور کا مزہ ہے اگر آسمان نہ ہو
جو بات جس کی ہے وہ اسی کے ہے دم کے ساتھ

دونوں کا نام عشق میں مشہور ہو گیا
میرا وفا کے ساتھ تمہارا ستم کے ساتھ

سیدھی طرح کبھی نہیں رہتی تمہاری زلف
کرتی ہے بانکپن یہ بڑے پیچ و خم کے ساتھ

اک بار جان لی جو کسی کی تو کیا مزہ
کچھ کچھ کرم بھی کیجیے ہر ہر ستم کے ساتھ

افسوس اس زمانے میں وہ چیز ہی نہیں
دل کو ملا کے دیکھتے ہم جام جم کے ساتھ

اہل دول نہ دیکھیں مجھے چشم کم سے داغ
دولت لگی پڑی ہے مرے دم قدم کے ساتھ

☆☆☆

۱۸۹

مانند طور بام پہ دیکھا تو کچھ نہ کچھ
بجلی تھی یا چھلاوا مگر تھا تو کچھ نہ کچھ

قاصد کی چال اور ہے تیور کچھ اور ہیں
اچھا برا جواب یہ لایا تو کچھ نہ کچھ

گو محفل رقیب میں جانا نہ چاہیے
دیکھیں گے ہم بلا سے تماشا تو کچھ نہ کچھ

ہر چند اضطراب میں ہم نے کہا ہے حال
قاصد بڑا فہیم ہے سمجھا تو کچھ نہ کچھ

گو عرض مدعا پہ مجھے گالیاں ملیں

نکلے گی میرے دل کی تمنا تو کچھ نہ کچھ

اچھا برا جواب ملے جائے نامہ بر
انکار ہی سہی مجھے لگا تو کچھ نہ کچھ

کچھ وہم ہے کہ فکر ہے دل میں شب وصال
اندیشہ مند آپ کو پایا تو کچھ نہ کچھ

کیوں تیر وہ لگائے جو لے دل میں چٹکیاں
ہوتی ہے اس کی بات میں ایذا تو کچھ نہ کچھ

ہنگام امتحان ستم یاد تو کیا
بارے انہیں ہوئی مری پروا تو کچھ نہ کچھ

گو داور قیامت اسے صاف چھوڑ دے
ہم بھی جتائے جائیں گے دعوا تو کچھ نہ کچھ

عشرت نہ ہو قلق ہو یہ قسمت کی بات ہے
پھل عاشقی کا داغ نے پایا تو کچھ نہ کچھ

☆☆☆

۱۹۰

دنیا سے کیا غرض جو رہے ہم سے واسطہ
اس واسطے سے چھوڑ دو عالم سے واسطہ

تیرے مریض غم کی دعا ہے یہ دم بہ دم
ڈالے خدا نہ عیسیٰ مریم سے واسطہ

رشک پری انہیں جو کہا' یہ ملا جواب
جب ہم پری ہیں کیا ہمیں آدم سے واسطہ

جب غیر ' غیر ہے تو اسے کیوں ہو لاگ ڈانٹ
کچھ تم سے واسطہ ہے نہ کچھ ہم سے واسطہ

سچ ہے مقام دوست کے طالب کو کیا غرض
جنت سے واسطہ نہ جہنم سے واسطہ

الفت میں دونوں لازم و ملزوم ہو گئے

غم کو غرض ہے دل سے اسے غم سے واسطہ
پیغام بر رقیب کو آخر بنا لیا
پیدا کیا یہ کوشش پیہم سے واسطہ
آخر بغیر تر ہوئے دامن نہ بچ سکا
اس کو پڑا ہے دیدہ پرنم سے واسطہ
کیوں مانتے ہیں حضرت زاہد کو مجھے
کوئی تو ہے جناب مکرم سے واسطہ
محبوب بادشاہ دکن شادمان رہے
اے داغ ہم کو ہے فقط اس دم سے واسطہ

☆☆☆

ردیف ے

۱۹۱

نفرت ہے حرف وصل سے اچھا یوں ہی سہی
لو آؤ اور بات سنو وہ نہیں سنی
چھوڑوں گا نہ میں ہاتھ چلے آؤ ساتھ ساتھ
نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں سہی
ظاہر تو اختلاط کی باتیں ہوا کریں
دل میں اگر نہیں ہے محبت نہیں سہی
مشق جفا کے واسطے کس کی تلاش ہے
کوئی اگر نہیں ہے تو یہ کمتریں سہی
اقرار کر کے گھورتے ہو کیوں مری طرف
باور سہی، یقین سہی، دل نشیں سہی
آرام کچھ کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا
زیر فلک نہیں ہے تو زیر زمیں سہی
بے داد کر کے چاہتے ہو پھر جفا کی داد

بہتر، بجا، درست، صحیح ، آفریں سہی
سجدے ہی کرتے جائیں گے ہم تیری یاد میں
ہے نقش پا سے عار تو نقش جبیں سہی
بے دل لگی بھی داغ گزرنی محال ہے
وہ دل نہیں سہی، وہ تمنا نہیں سہی

☆☆☆

۱۹۲

ایک طوفاں ہے غم عشق میں رونا کیا ہے
نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے
دیکھ کر سانولی صورت تری یوسف بھی کہے
چٹ پٹا حسن نمک دار سلونا کیا ہے
چار باتیں بھی کبھی آپ نے گھل مل کے نہ کیں
انہیں باتوں کا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے
کاوش و کینہ و بے رحمی و آزار وہی
اور اب اس کے سوا آپ سے ہونا کیا ہے
آشنا بحر محبت سے نکالیں نہ مجھے
ڈوبنے والے کو دشوار ڈبونا کیا ہے
کاش مل جائے ترا سایہ دیوار ہمیں
اوڑھنا کیا ہے، فقیروں کا بچھونا کیا ہے
لحد تنگ میں کروٹ بھی نہ لینے پائے
پاؤں پھیلا کے نہ سوئے تو وہ سونا کیا ہے
تیغ کھینچے ہوئے وہ ترک پھر اس پر یہ غضب
ہم تڑپ دیتے ہیں بس آپ سے ہونا کیا ہے
مزرع دل میں عبث تخم محبت بویا
جس سے حاصل نہ ہوا اس تخم کا بونا کیا ہے
ابر رحمت ہے ادھر دیدہ پرنم ہے ادھر

مشکل اس نامہ اعمال کا دھونا کیا ہے
تم پہ مر جائیں گے اس آس پہ ہم جیتے ہیں
زندگی شرط ہے تو جان کا کھونا کیا ہے
چمپئی رنگ پھر اس رنگ میں بجلی کی چمک
مات کندن ہے ترے رنگ سے سونا کیا ہے
اس کی ٹھوکر سے بھی کم بخت نہ جاگا افسوس
موت ہے داغ سیہ مست کا سونا کیا ہے

☆☆☆

۱۹۳

آرزو ہے وفا کرے کوئی
جی نہ چاہے تو کیا کرے کوئی
گر مرض ہو دوا کرے کوئی
مرنے والے کا کیا کرے کوئی
کوستے ہیں جلتے ہوئے کیا کیا
اپنے حق میں دعا کرے کوئی
ان سے سب اپنی اپنی کہتے ہیں
میرا مطلب ادا کرے کوئی
چاہ سے آپ کو تو نفرت ہے
مجھ کو چاہے خدا کرے کوئی
اس گلے کو گلہ نہیں کہتے
گر مزے کا گلا کرے کوئی
یہ ملی داد رنج فرقت کی
اور دل کا کہا کرے کوئی
تم سراپا ہو صورت تصویر
تم سے پھر بات کیا کرے کوئی
کہتے ہیں ہم نہیں خدائے کریم

کیوں ہماری خطا کرے کوئی
جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں
ایسی جنت کو کیا کرے کوئی
اس جفا پر تمھیں تمنا ہے
کہ مری التجا کرے کوئی
منہ لگاتے ہی داغ اترایا
لطف ہے پھر جفا کرے کوئی

☆☆☆

۱۹۴

ہر چند شوخیوں کی حیا پردہ دار ہے
آنکھوں میں تیری فتنہ بے قرار ہے
جتنا وہ مہربان ہے یہ بے قرار ہے
دل کا معاملہ بھی عجب پیچ دار ہے
سب کچھ تو ہو چکا یہ فقط انتظار ہے
کہہ دیں بگڑ کے آپ تجھے اختیار ہے
اس فتنہ گر سے ہم سے تو رہتے ہیں توڑ جوڑ
شامت تو اس کی ہے جو ناکردہ کار ہے
قیمت سوائی پہنچی ہے پہلے کشید سے
جو مے فروش ہے وہ مرا قرض دار ہے
بے وجہ یوں ہوئی آپ کی تصویر حیرتی
مشتاق ہے کسی کا اسے انتظار ہے
ان پہلوؤں سے پوچھ لیا اس نے دردِ دل
نکلا مری زبان سے بے اختیار ہے
دل میں ہیں نامہ بر سے بہت بدگمانیاں
منہ پر یہ کہہ رہا ہوں ترا اعتبار ہے
اب تک تو ابتدائے محبت میں ہیں مزے

آ گئے مرا نصیب ہے اللہ یار ہے
جب تک وفا ہو وعدہ یہاں زندگی کہاں
مجھ سے زیادہ عہد ترا پائیدار ہے
یہ آپ جانیں داغ میں جو ہیں برائیاں
اتنا تو ہم کہیں گے بڑا وضع دار ہے

☆☆☆

۱۹۵

کب وہ چونکے جو شراب عشق سے مستانہ ہے
شور محشر اس کو بہر خواب اک فسانہ ہے
پھر سر شوریدہ پر جوش جنوں دیوانہ ہے
پھر دل تفسیدہ پر برق بلا پروانہ ہے
خوب ہی چلتی ہوئی وہ نرگس مستانہ ہے
آشنا سے آشنا بیگانے سے بیگانہ ہے
آتے جاتے ہیں نئے ہر روز مرغ نامہ بر
بندہ پرور آپ کا گھر بھی کبوتر خانہ ہے
فاتحہ پڑھنے کو آیا تھا مگر وہ شمع رو
آج میری قبر کا جو پھول ہے پروانہ ہے
درد سے بھرتے ہیں آنسو ضبط سیپتے ہیں ہم
آنکھ کی ہے آنکھ یہ پیمانے کا پیمانہ ہے
پائے ساقی پر گرایا جب گرایا ہے مجھے
چال سے خالی کہاں یہ لغزش مستانہ ہے
کوہ کن کا تھا یہی پیشہ جو کاٹا تھا پہاڑ
کام مشکل جان کنی اے ہمت مردانہ ہے
جب پڑا ہے وقت کوئی ہو گئے ہیں سب الگ
دوست بھی اپنا نہیں بیگانہ تو بیگانہ ہے
اس کے در پر جا کے ہوتا ہے گدا کو بھی یہ ناز

لوگ کہتے ہیں مزاج اس شخص کا شاہانہ ہے
مجھ کو لے جا کر کہا ناصح نے ان کے روبرو
آپ کے سر کی قسم یہ آپ کا دیوانہ ہے
اس کو دیوانہ بنا لوں تو کروں جھک کر سلام
میں تو بھولا ہوں مگر دشمن بڑا فرزانہ ہے
ہم نے دیکھا ہی نہیں خالی نحوست سے کوئی
زاہدوں کو نامبارک سبحہ صد دانہ ہے
داغ یہ ہے کوئے قاتل مان ناداں ضد نہ کر
اٹھ یہاں سے ادھر گھر بیٹھ کچھ دیوانہ ہے

☆☆☆

۱۹۶

کلیجا کرے خون وہ دل یہی ہے
تمہاری برابر کا قاتل یہی ہے
جو بے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے
جو بے زخم تڑپے وہ بسمل یہی ہے
نہیں یک دلی سخت مشکل یہی ہے
کہ وہ دل وہی اور یہ دل یہی ہے
برائی نہ چاہے بروں سے نباہے
اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے
نہ ٹھہرا وہ ناوک تو دل یوں پکارا
ٹھہرا اے مسافر کہ منزل یہی ہے
چھپاتے ہو مٹھی میں کیوں دیکھ پایا
یہی ہے یہی ہے مرا دل یہی ہے
کرے مجھ سے ہرچند وہ بھولی باتیں
مگر پھر کہوں گا کہ قاتل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا

کرے صبر انساں مشکل یہی ہے
رہ عشق میں راہ زن کیا نہ ہو گا
مجھے خوف منزل بہ منزل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی
اگر آپ کا رنگ محفل یہی ہے
ترا جلوہ ٹھہرا ہے مقصود عالم
کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے
بھری بزم میں تجھ کو آتا ہے کیسا
یہ پہچان جانا کہ مائل یہی ہے
تڑپنے سے جس کے تسلی ہو تجھ کو
مری جان اس کام کا دل یہی ہے
ہماری شب غم گزر جائے یا رب
کہ آسان کرنے کی مشکل یہی ہے
خدا نے بنایا بتوں نے بگاڑا
نہ کعبہ نہ بت خانہ وہ دل یہی ہے
مری بزم کا عیش سن کر وہ بولے
اگر موت سے ہے تو غافل یہی ہے
وفا وہ کریں داغ یہ کس نے مانا
مگر آپ کا زعم باطل یہی ہے

☆☆☆

۱۹۷

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی
چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی
پہلے گالی دی سوال وصل پر
پھر ہوا ارشاد کیوں کیسی کہی
پیر زن کے ساتھ بول اٹھی اجل

اس نے اے فرہاد کیوں کیسی رہی
تم نے دل کی بات کیوں کیسی سنی

ہم نے یہ رو داد کیوں کیسی کہی
عاشقوں کے قتل پر اتنی خوشی

آپ ہیں جلاد کیوں کیسی کہی
مانگتے تھے میرے ملنے کی دعا

وہ بھی دن ہیں یاد کیوں کیسی کہی
لے چلیں گے آج تجھ کو ان کے پاس

اے دل ناشاد کیوں کیسی کہی
حشر میں پوچھے گا کہہ کر سرگزشت

یہ کہانی یاد کیوں کیسی کہی
سن لیے وصل عدو کے تم نے شعر

یہ مبارک باد کیوں کیسی کہی
میں کروں تیری طرح تجھ پر ستم

اے ستم ایجاد کیوں کیسی کہی
دل لگایا اب تو ہم نے پند گو

ہرچہ بادا باد کیوں کیسی کہی
صید کر لو طائر جان رقیب

تم بنو صیاد کیوں کیسی کہی
ہم نے تجھ سے آج اپنی آرزو

بے کیے فریاد کیوں کیسی کہی
تو بھی اے ناصح کسی پر جان دے

ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی
داغ تجھ کو باغ جنت ہو نصیب

خانماں برباد کیوں کیسی کہی

☆☆☆

کہا تھا ہ نے جو کچھ راز داں سے
سنا وہ آج دشمن کی زباں سے
یہ ہے امید جسم ناتواں سے
کروں میں اڑ کے باتیں اسماں سے
ملا تھا یا نہیں اس دل ستاں سے
ترا آنا ہوا قاصد کہاں سے
برستے ہیں وہ فتنے آسماں سے
قیامت مٹ گئی میرے نشاں سے
نکالو داغ کو اپنے مکاں سے
چلا آئی اہے یہ دیوانہ کہاں سے
وہی کہتا ہوں میں سنتا ہوں جو کچھ
ملی ہے یوں زباں ان کی زباں سے
ہدف دل کو کرے گا اک نہ اک دن
یہ تیرا کھیلنا تیر و کماں سے
انہیں غصہ ہمیں ہے شوق قاصد
چلیں گے وہ وہاں سے ہم یہاں سے
مری آہیں رقیبوں کی دعائیں
یہ فوجیں لڑ رہی ہیں آسماں سے
چلے بے راہ اکثر رہرو شوق
بچی جاتی ہے منزل کارواں سے
ہر اک میں عیب نکلیں گے کہاں تک
تمہیں اچھے سہی سارے جہاں سے
سنا ہے آئی کچھ اس پر بھی آفت
مزہ ملنے کا اب ہے پاسباں سے
کہاں اے داغ اب اپنا ٹھکانا

اٹھا بیٹھے ہیں دل دونوں جہاں سے

☆☆☆

۱۹۹

تاثیر محبت نے کیوں دیر لگائی ہے
یارب مری قسمت نے کیوں دیر لگائی ہے
مظلوم جفا آخر کب داد کو پہنچیں گے
کیاجانے قیامت نے کیوں دیر لگائی ہے
مے خانے پہ آ جائے گھنگھور گھٹا گھر کر
اللہ کی رحمت نے کیوں دیر لگائی ہے
وہ سنگ دل آتا ہے کب میرے جنازے پر
لے جانے میں خلقت نے کیوں دیر لگائی ہے
لڑتی نہیں آنکھ ان کی گو سامنے بیٹھے ہیں
شوخی نے شرارت نے کیوں دیر لگائی ہے
کم ظرف نہیں مے کش ہے ان کو حیا مانع
ساقی تری ہمت نے کیوں دیر لگائی ہے
کل صبح قیامت ہے کیا جانے کوئی اس کو
میری شب فرقت نے کیوں دیر لگائی ہے
دشوار نہیں میرے لکھے کا بدل دینا
پھر کاتب قدرت نے کیوں دیر لگائی ہے
تم کہہ نہ سکے جلدی اشعار بہت اچھے
اے داغ طبیعت نے کیوں دیر لگائی ہے

☆☆☆

۲۰۰

کس طرح کہوں قیس ترے دل کو لگی ہے
نالوں سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے

اے راہ نما راہ لے تو اور طرف کی
کچھ اورہوا رہرو منزل کو لگی ہے
مٹتی ہے کوئی داغ محبت کی نشانی
یہ چوٹ غضب کی مہ کامل کو لگی ہے
جام مئے کوثر لیے مشتاق ہیں حوریں
کیوں دیر الٰہی مرے قاتل کو لگی ہے
تعریف سنی حضرت یوسف کی جو مجھ سے
اک چوٹ مرے حور شمائل کو لگی ہے
انصاف ہے دشمن نے بھی حق میں ہمارے
اچھی ھی کہی ہے تو بری دل کو لگی ہے
میں تیرے سوا اور نہ اللہ سے مانگوں
مدت سے یہی دھن ترے سائل کو لگی ہے
مجبور ہوا شکر جفا سے بھی تو کم بخت
کیا موت کی ہچکی ترے بسمل کو لگی ہے
دیکھا نہ کنارا کبھی کشتی نے ہماری
کب ٹھیس حباب لب ساحل کو لگی ہے
کچھ روتے ہیں کچھ مرتے ہیں کچھ لوٹ رہے ہیں
کس کی نظر بد تری محفل کو لگی ہے
جب سے یہ سنا ہے، داغ نے کی عشق سے توبہ
گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں کیا دل کو لگی ہے

☆☆☆

۲۰۱

وقت انصاف جو ت پاس ہمارے ہوتے
روبرو داور محشر کے اشارے ہوتے
بزم دشمن میں ترے ہم کو نظارے ہوتے
اور اس بات کے آنکھوں میں اشارے ہوتے

کس نے یوں پیار کیا کس نے وفا ایسی کی
کیوں کریں قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے

شب فرقت میں دھواں دھار گھٹا چھائی ہے
کاش گنتے جو نمودار ستارے ہوتے

پھول تھے غیر کی قسمت میں اگر اے ظالم
تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے

قیس و فرہاد بھلے کو نہ ہوئے آج کے دن
وہ بھی سو جان سے قربان تمہارے ہوتے

تارے گن گن کے گزاری شب دیجور فراق
کیامصیبت تھی جو گنتی کے ستارے ہوتے

نامہ بر رہ کے وہاں تجھ کو خبر لانی تھی
چار دن اور مصیبت کے گزارے ہوتے

جور کے لطف تھے جب بدمزگی کے تھے مزے
جو تمہارے تھے وہی ڈھنگ ہمارے ہوتے

کیوں مرے پاس تڑپنے کو رہے پہلو میں
آپ بھی حضرت دل ساتھ سدھارے ہوتے

زلفیں بکھری ہوئی تم نے جو سنواریں تو کیا
کام بگڑے ہوئے عاشق کے سنوارے ہوتے

چار دن بھی نہ رقیبوں سے نبھی دیکھ لیا
جو ہمارے نہ ہوئے کب وہ تمہارے ہوتے

امتحاں گاہ محبت میں نہ ٹھہرے اغیار
یوں نہ گھبراتے اگر دل کے کرارے ہوتے

بے نیازی کی ادا ان میں نہ ہوتی ہرگز
داغ یہ بت جو نہ اللہ کو پیارے ہوتے

وہ قتل کیا اس نے یہ شہرت ہو کسی کی
کیا لطف ہو محشر میں بھی تربت ہو کسی کی
ہم اپنے ہی سر لیں گے مصیبت ہو کسی کی
آئے گی اسی جان پہ آفت ہو کسی کی
مٹ جائے کوئی حسن سے شہرت ہو کسی کی
ماتم ہو کسی کا شب عشرت ہو کسی کی
پیغام دیا تھا کوئی مرتا ہے خبر لو
قاصد سے کہا گر یہی عادت ہو کسی کی
تم ظلم کیے جاؤ یہ ذمہ ہے ہمارا
پرسش بھی جو فردائے قیامت ہو کسی کی
وہ صدمے اٹھائے ہیں کہ ہر دم یہ دعا ہے
دنیا میں کسی کو نہ محبت ہو کسی کی
ہم لطف کے رتبے کو ابھی جانچ رہے ہیں
دل دیں اگر ایسی ہی عنایت ہو کسی کی
بے دل ہیں یہ معشوق بھی عاشق سے زیادہ
دل ہو تو ضرور اس میں محبت ہو کسی کی
کیوں وصل کی شب ہاتھ لگانے نہیں دیتے
معشوق ہو یا کوی امانت ہو کسی کی
انصاف اسی روز تو ٹھہرا ہے ہمارا
ایسا نہ ہو شرمندہ قیامت ہو کسی کی
اے نامہ بر انداز سخن سیکھ لے ہم سے
تعریف کے پہلو میں شکایت ہو کسی کی
لپٹا دے مجھے تیغ سے اے شوق شہادت
پوری نہ کسی طرح سے حجت ہو کسی کی
دشمن کی کبھی تم سے برائی نہ کروں گا
کیا فائدہ کیوں مفت میں غیبت ہو کسی کی
دیکھی ہے وہ شوخی کہ یہ جی چاہ رہا ہے

مٹی کے بھی پتلے میں شرارت ہو کسی کی

آتا ہے مجھے نرگس حیراں سے یہی وہم
کم بخت کی آنکھوں میں نہ حسرت ہو کسی کی

اے داور محشر نظر رحم کسی پر
مجھ کو نہیں منظور کہ ذلت ہو کسی کی

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہیں کا
طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی

اے نامہ بر احوال غم ہجر تو لکھ دوں
ایسا نہ ہو میری ہی سی حالت ہو کسی کی

لڑنا، کبھی ملنا، کبھی آنا، کبھی جانا
تم شوخ ہو یا شوخ طبیعت ہو کسی کی

لو رہنے دو تسکیں کے لیے غیر کی تصویر
شاید جو نہ ہوں میں تو ضرورت ہو کسی کی

یہ داغ ہماری نہیں سنتا نہیں سنتا
ایسی بھی الٰہی نہ بری مت ہو کسی کی

☆☆☆

۲۰۳

عشق میں عیش کے بدلے یہ تباہی کیسی
پھنس گئی جان مصیبت میں الٰہی کیسی

چاہتے ہو مری چاہت کا رقیبوں سے ثبوت
جب ہو مجرم کو خود اقرار گواہی کیسی

ابھی آئی، ابھی چھائی، شب ہجراں اے چرخ
دوڑتی ہے ترے منہ پہ یہ سیاہی کیسی

ترک خوں خوار ترا غمزہ پھر اس پر چالاک
دل سے لڑتا ہے لڑائی یہ سپاہی کیسی

دل نہیں مال تو اس کا تمھیں لالچ کیسا

تم نہیں چور تو دزدیدہ نگاہی کیسی
تم تو دل دار و وفا دار ہو، لو کیا کہنا
منصفی شرط ہے کیوں ہم نے نباہی کیسی
پارسا جان کے وہ مجھ سے ملے دھوکے میں
آ گئی کام مری پاک نگاہی کیسی
ابر آیا ہے فلک پر کہ شب غم یا رب
یہ سپیدی میں جھلکتی ہے سیاہی کیسی
اس سے بڑھ کر تو گنہ گار نہ دیکھا نہ سنا
جب کیا عشق تو ناکردہ گناہی کیسی
کیا بری چیز ہے الفت کا برا ہو، اے داغ
دل سے ہم دم نے برائی مری چاہی کیسی

☆☆☆

۲۰۴

فراق یار میں تسکیں دل بے تاب کو ہوتی
جو اپنے عیش سے فرصت مرے احباب کو ہوتی
پسند آتی اگر اس شوخ کو اس دل کی بے تابی
یہ حسرت برق کو، یہ آرزو سیماب کو ہوتی
بنایا ان حسینوں کو تباہی کے لیے ورنہ
ترقی سی ترقی عالم اسباب کو ہوتی
شب فرقت جو دیکھا چودھویں کا چاند کیا دیکھا
میسر اس صورت دیدہ بے خواب کو ہوتی
پڑی تھی مخمصے میں جان مجھ مے کش کی مر جاتا
اگر کچھ دیر اے زاہد شراب ناب کو ہوتی
نئی سیریں، نرالے رنگ کیوں کر دیکھتا کوئی
ہمیشہ کیوں نہ گردش عالم اسباب کو ہوتی
رہا پردے میں وہ بت ورنہ ابرو کے اشارے سے

قیامت تھی کہ جنبش کعبے کی محراب کو ہوتی
مزہ جب تھا نہ رہتا نام کو بھی اس میں دم باقی
یہاں تک پیاس تیرے خنجر بے آب کو ہوتی
نگاہ شوق موسیٰ کی طرح گر دیکھتی تجھ کو
کہاں یہ تاب تیرے روئے عالم تاب کو ہوتی
شب غم داغ سینے سے نہ اٹھا ہاتھ ہی ورنہ
فروغ داغ سے نسبت نہ کچھ مہتاب کو ہوتی

☆☆☆

۲۰۵

یہ چرچے ہیں ہمیں دونوں دم سے
نہ تم سے پھر زمانے میں نہ ہم سے
اگر مر جائیں تو چھوٹ جائیں غم سے
مگر یہ ہو نہیں سکتا ہے ہم سے
ہمیں ہے کس کی حسرت تیری حسرت
محبت کس کے دم سے؟ تیرے دم سے
نہ لکھیں گے جواب خط کسی کو
یہی لکھ دے وہ کاش اپنے قلم سے
یہاں تک ہو گئے ہیں محو دیدار
یہ آنکھیں کم نہیں بیت الصنم سے
نہ کیوں ہو ان کی گھبرائی ہوئی چال
کہ فتنے لپٹے جاتے ہیں قدم سے
پسند آئی انہیں خود طرز رفتار
نظر اٹھتی نہیں اپنے قدم سے
غلط ہر وعدہ پھر ہر بار کہنا
ہماری توبہ ہی جھوٹی قسم سے
کہا آیا جزا روز شکوہ پر

تجھے پالا پڑے گا پھر بھی ہم سے

شب وعدہ ہمارے خواب میں آئے

وہ سچے بن گئے جھوٹی قسم سے

ملا یہ خامہ فرسائی پہ الزام

ہمیں لکھا ہے خط ٹوٹے قلم سے

مرے سر پر نہ رکھو ہاتھ اپنا

کہ ہو گا درد سر جھوٹی قسم سے

زمانے کو فلک کو ساتھ لے لو

یہ جی بھرتا نہیں تھوڑے ستم سے

دم تحریر خط یہ ہیں دعائیں

چلے قاصد سوا میرے قلم سے

کہیں گے ہم کہ ہم کو چاہتے ہو

اگر تم ہاتھ اٹھا بیٹھے ستم سے

خدا با آبرو دے رزو اے داغ

نہیں ہے بحث ہم کو بیش و کم سے

☆☆☆

۲۰۶

اجل روج جدائی کیوں نہ آئی

کسی کی مجھ کو آئی کیوں نہ آئی

بہت عاشق تھے خواہان قیامت

بلائے سے نہ آئی کیوں نہ آئی

تعجب ہے کہ اس بے داد پر بھی

ترے آگے برائی کیوں نہ آئی

محبت میں جو دل پر آئی تھی چوٹ

جگر پر وہ رسوائی کیوں نہ آئی

عدو کو چھیر لاتا در سے

مجھے یہ رہ نمائی کیوں نہ آئی
ترا شفاف چہرہ تن بدن صاف
طبیعت میں صفائی کیوں نہ آئی
مسیحائی اگر آتی ہے تم کو
ادائے جاں فزائی کیوں نہ آئی
مجھے بھولا سمجھ لے ورنہ واعظ
سمجھ میں پارسائی کیوں نہ آئی
ہزاروں چاہتے ہیں داغ تم کو
تمہیں پھر بے وفائی کیوں نہ آئی

☆☆☆

۲۰۷

پوچھتے ہیں وہ مزاج اچھا تو ہے
مار کھانے کا علاج اچھا تو ہے
پاس کلی وجہ استغنا ہوئی
جب نہ ہو کچھ احتیاج اچھا تو ہے
گر حسینوں میں بھی ہو رسم وفا
کیا برا ہے یہ رواج اچھا تو ہے
آشیاں زیب سر مجنوں ہوا
اے جنوں تنکوں کا تاج اچھا تو ہے
سینہ کوبی دل خراچی چاہیے
ہو سکے جو کام کاج اچھا تو ہے
دل نہ ٹھہرے گا تو کیا ٹھہرے گا عشق
قلب کا یہ اختلاج اچھا تو ہے
داغ کو دی ہے تسلی آپ نے
واقعی وہ کل سے آج اچھا تو ہے

☆☆☆

۲۰۸

پھول دن بھر میں تروتازہ کہاں رہتا ہے
آدمی تیس برس تک بھی جواں رہتا ہے
داغ حسرت جو پس مرگ عیاں رہتا ہے
یہ نشان قدم عمر رواں رہتا ہے
دل میں پھرتا ہے جو آنکھوں سے نہاں رہتا ہے
پوچھتے پھرتے ہیں وہ داغ کہاں رہتا ہے
کون سا چاہنے والا ہے تمہارا ممنون
سر تو رہتا نہیں احسان کہاں رہتا ہے
دست در سینہ عشاق پہ مارا اکثر
تیغ سے بڑھ کے ترا ہاتھ رواں رہتا ہے
وہ کڑی بات سے لیتے ہیں جو چٹکی دل میں
پہروں ان کے لب نازک پہ نشاں رہتا ہے
میں برا ہوں تو برا جان کے ملیے مجھ سے
عیب کو عیب سمجھیے تو کہاں رہتا ہے
خانہ دل میں تکلیف بھی رہے تھوڑا سا
کہ ترا داغ' ترا درد' یہاں رہتا ہے
لامکاں تک کی خبر حضرت واعظ نے کہی
یہ تو فرمائیں کہ اللہ کہاں رہتا ہے
ہم تو سمجھے تھے کہ درباں ہے تمہارا نوکر
کیا خبر تھی ملک الموت یہاں رہتا ہے
ان کے آتے ہی مجھے حور کا آیا جو خیال
بولے گھبرا کے کوئی اور یہاں رہتا ہے
اپنے کوچے میں نئی راہ نکال اپنے لیے
کہ یہاں مجمع آفت زدگاں رہتا ہے

جیسی دو آنکھیں ہیں دو دل بھی ملے ہیں مجھ کو
وقت پر ایک یہاں ایک وہاں رہتا ہ

گرچہ وہ کوستے ہیں فخر ہے اس کا مجھ کو
نام میرا ہی انہیں وردِ زباں رہتا ہے

کچھ مجھے وہم بندھا کرتے ہیں تنہائی میں
کچھ انہیں بھی مری جانب سے گماں رہتا ہے

کیا کروں عشق میں بے تابیِ دل کا شکوہ
صبر کرنے سے بھی پہروں خفقاں رہتا ہے

میرے مطلب کی کہانی سے انہیں ہے نفرت
یہی افسانہ مجھے نوکِ زباں رہتا ہ

زخم آئیں تو سبھی خشک ہوا کرتے ہیں
داغ مٹتا ہی نہیں اس کا نشاں رہتا ہے

☆☆☆

۲۰۹

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

جو زمانے کے ستم ہیں وہ زمانہ جانے
تو نے دل اتنے ستائے ہیں کہ جی جانتا ہے

مسکراتے ہوئے وہ مجمعِ اغیار کے ساتھ
آج یوں بزم میں آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

سادگی، بانکپن، اغماض، شرارت، شوخی
تو نے انداز وہ پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

انہی قدموں نے تمہارے انہی قدموں کی قسم
خاک میں اتنے ملائے ہیں کہ جی جانتا ہے

تم نہیں جانتے اب تک، یہ تمہارے انداز
وہ مرے دل میں سمائے ہیں کہ جی جانتا ہے

کعبہ و دیر میں پتھرا گئیں دونوں آنکھیں
ایسے جلوے نظر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
دوستی میں تری درپردہ ہمارے دشمن
اسی قدر اپنے پرائے ہیں کہ جی جانتا ہے
داغ وارفتہ کو ہم ترے کوچے سے
اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے

☆☆☆

۲۱۰

تم لبھاتے ہو بار بار کیسے
ایسی باتوں کا اعتبار کیسے
جب تلون مزاج وہ ٹھہرے
بے وفائی کا اعتبار کیسے
مانگتا ہے دعا رقیب آ کر
کھینچ لایا مرا مزار کیسے
میرے مرنے کے بعد رو کے کہا
اب کہیں گے وفا شعار کیسے
تاک میں دل کی ہے نشیلی آنکھ
اور کہتے ہیں ہوشیار کیسے
دیکھیے رنگ لائے ہیں کیا جو بن
لوٹتی ہے تری بہار کیسے
اک زمانے میں پڑ گئی ہل چل
کر دیا تم نے بے قرار کیسے
داغ کو دو ہی دن میں بھول گئے
آپ کہتے تھے جاں نثار کیسے

☆☆☆

۲۱۱

دل کے رہنے کا اعتبار کسے
اور کہنے کا اختیار کسے

دل سے دشمن کا اعتبار کسے
ہم بنائیں صلاح کار کسے

یاد بھی ہے کہ آج بھول گئے
کل کیا تھا امیدوار کسے

موت سے پیشتر ہی مرجاؤں
اس قدر تاب انتظار کسے

جب کہا میں نے ہائے لوٹ لیا
دل پکارا کہ میرے یار کسے

غیر کو بھی ملا لیا ہم نے
وہ بنائیں گے راز دار کسے

ذکر دشمن تو خوب تھا کہیے
اب گزرتا ہے ناگوار کسے

دل دعا کیا کرے مرے حق میں
بخشوائے گناہ گار کسے

بجلیاں ہیں یہ شوخیاں تیری
اور کہتے ہیں بے قرار کسے

داغ سے وہ اگر نہیں ملتے
نہ ملیں ہے یہ افتخار کسے

☆☆☆

۲۱۲

ہیں خون دل سے دیدہ گریاں بھرے ہوئے
دونوں چراغ ہیں شب ہجراں بھرے ہوئے

زخموں پہ مرے کان ملاحت سے ہاتھ سے
خالی کئی ہوئے ہیں نمک داں بھرے ہوئے
منکر ہے قتل غیر سے کیوں دیکھ تو ذرا
آیا ہے کون خون داماں بھرے ہوئے
خالی نہیں فساد سے یہ تیوری کے بل
آتے ہو تم کہیں سے مری جان بھرے ہوئے
مجھ رند پاک باز کو خالی سمجھ نہ شیخ
اس دل میں ہیں خزانہ عرفاں بھرے ہوئے
ہیں جنتی گلی میں تری کشتگان تیغ
ہیں اس زمیں میں گنج شہیداں بھرے ہوئے
اے داغ دل ترا نہ شگفتہ ہوا کبھی
عالم میں ہیں گلوں سے گلستاں بھرے ہوئے

☆☆☆

۲۱۳

ایسے تنگ آئے ہاتھ سے دل کے
روئے ہم غیر سے گلے مل کے
عرش سے آگے آگے ملتے ہیں
کچھ آثار اپنی منزل کے
عشق پر زور، حسن زور شکن
رہ گئے آج ہاتھ مل مل کے
بوسہ دینے کا لطف تو یہ ہے
ہونٹ ملنے نہ پائیں سائل کے
ہاتھ گردن میں ڈال کر بولے
کس سے ملیے ترے گلے مل کے
شوق سے آپ آئینہ دیکھیں
ہوش اڑ جائیں گے مقابل کے

داغ کے عشق پہ یہ ناز کرو
ہم ہیں معشوق فرد کامل کے

☆☆☆

۲۱۴

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
خودبخود غیب سے ہو جائے گا ساماں کوئی
بیچتا ہوں جو خریدے مرے ارماں کوئی
مفت دیتا ہوں اگر مان لے احساں کوئی
عشق جس کو نہ ہو ایسا نہیں انساں کوئی
آگے تقدیر ہے خوش ہو کہ پشیماں کوئی
مل گیا اور ہی غارت گر ایماں کوی
لے گیا لوٹ کے مجھ سے ترے ارماں کوئی
تھا ابھی چشم تصور میں نمایاں کوئی
ہو گیا دیکھتے ہی دیکھتے پنہاں کوئی
لائے کیوں کر یہ یقیں دل سے مسلماں کوئی
بے قسم کھائے وہ کرتے نہیں پیاں کوئی
پانی پی پی کے دعا دیں تجھے بسمل قاتل
ان کو پہنچا دے سرچشمہ حیواں کوئی
ان اچٹتی ہوئی باتوں کے نہیں م قائل
کرے انکار باندازہ پیاں کوئی
دیر ہو جائے بلا سے انہیں آرائش میں
رہ نہ جائے کسی کم بخت کا ارماں کوئی
رکھ کے پیکاں مرے زخموں میں لگانا ٹانکے
ہو یو نہیں دیکھ کے انگشت بدنداں کوئی
شکوہ رنجش و بیداد بھی کرنا قاصد
مگر اتنا نہ کہ ہو جائے پشیماں کوئی

جانتے بھی ہو اس ارمان بھرے کو کہ نہیں
شب کو بیٹھتا تھا کسی گوشے میں پنہاں کوئی

برسوں امید شہادت میں جئے ہم اے خضر
تیغ سے بڑھ کے نہیں دم کا نگہباں کوئی

نظر آتا نہیں محفل میں کہیں پروانہ
بن کے بیٹھا ہے کہاں شمع شبستاں کوئی

حسرتیں یوں تو محبت میں بہت ہوتی ہیں
دل میں رکھنے کا نکل آتا ہے ارماں کوئی

منفعل روز قیامت ہو وہ ظالم توبہ
داد خواہی سے نہ ہو جائے پشیماں کوئی

چشم بد دور وہ صیاد ہیں تیری آنکھیں
سامنے ہو کے نکلتا نہیں انساں کوئی

ایک مہماں نے اتے ہی یہ گھر لوٹ لیا
وہ جو دل میں ہے تو باقی نہیں ارماں کوئی

دل تڑپ کے ادھر آتا ہے تو بڑھتی ہے خلش
ہے مگر دوسرے پہلو میں بھی پیکاں کوئی

اس کو میں لکھ کے خط شوق پتا بھول گیا
غیر ہی لکھ دے مرے نامے کا عنواں کوئی

طبع حاضر ہے، صفائی بھی ہے، نیت بھی درست
اب تو کر لیجیے خدا کے لیے پیاں کوئی

میں شب وصل زباں چوس کے چھوڑوں کیوں کر
کر سکے غیر سے کیوں وعدہ پیائی کوئی

اے حیات ابدی کچھ تو سہارا دتیا
نظر آتا ہے مجھے جان کا خواہاں کوئی

ہے حسینوں کی عدالت میں اسی کی بخشش
ہو جو ناکردہ خطا دل سے پشیماں کوئی

ہو گی اس بزم میں گلدستہ نرگس کی بہار

باندھ دے اس میں مرا دیدہ حیراں کوئی
آتشیں آہ نے بل خاک نکالے دیکھو
سیدھے کرتا ہے ادھر ناوک جاناں کوئی
جب سے کی عشق سے توبہ نظر آتے ہیں یہ خواب
کھینچتا ہے کوئی دامن تو گریباں کوئی
توڑ کر عہد بت شکن نے یہ کہا
آپ کی عمر کا رشتہ نہیں پیماں کوئی
دل میں چبھ جاتی ہیں کس طرح تمہاری آنکھیں
سرخ دیکھا نہ کسی ناوک مژگاں کوئی
فرصت ناز بھی پہروں نہیں ملتی افسوس
وہ ہے مصروف ستم ہائے فراواں کوئی
آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں جاتی ظالم
دل میں دل ڈال دے کس طرح سے انساں کوئی
مٹ چکی ہے خلش دل مگر اب بھی اے داغ
پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہے ارماں کوئی

☆☆☆

۲۱۵

تری محفل میں یہ کثرت کبھی تھی
ہمارے رنگ کی صحبت کبھی تھی
اس آزادی میں کیا وحشت کبھی تھی
مجھے اپنے سے بھی نفرت کبھی تھی
ہمارا دل ہمارا دل کبھی تھا
تری صورت، تری صورت کبھی تھی
ہوا انسان کی آنکھوں سے ثابت
عیاں کب نور میں ظلمت کبھی تھی
دکن میں آئے ہم ہندوستاں سے

تصور میں بھی یہ صورت کبھی تھی
مٹی کیا آبروئے عشق افسوس
کہ اس ذلت میں بھی عزت کبھی تھی

جہاں سو حسرتوں کی پوٹ ہے اب
یہیں اک شخص کی تربت کبھی تھی

ذرا انصاف کیجیے کون ہوں میں
نہ تھی یا کچھ مری عزت کبھی تھی

اسی حسرت میں اب دل مبتلا ہے
کہ جس امید میں حسرت کبھی تھی

ابھی باقی ہے کچھ آزار کا شوق
وہ پھر ہو جو مری حالت کبھی تھی

ترحم بھی تجھے ہم پر کبھی تھا
تسلی بھی دم رخصت کبھی تھی

نہ دی دو گز زمیں مرقد کو میرے
کہا اس کوچے میں تربت کبھی تھی

کریں کیا اب زمانے کی شکایت
کہ دنیا منزل راحت کبھی تھی

محبت سے تری ہوتا ہے اب رنج
عداوت سے تری الفت کبھی تھی

شب ہجراں میں سویا کون کم بخت
کبھی کچھ ہوش تھا غفلت کبھی تھی

دل ویراں میں باقی ہیں یہ آثار
یہاں غم تھا یہاں حسرت کبھی تھی

مزا آتا نہیں وہ قتل میں اب
ترے کوچوں میں جو لذت کبھی تھی

شکایت سن کے یہ ہوتا ہے ارشاد
تری تقدیر میں راحت کبھی تھی

یہ تہمت رکھ کے ہم ان سے ملیں گے
ہماری آپ کی صحبت کبھی تھی

تمہاری سادگی یہ کہہ رہی ہ
نگاہ ناز اک آفت کبھی تھی

ہجوم غم سے اب تک مر نہ جاتا
مجھے مرنے کی بھی فرصت کبھی تھی

دل برباد میں اڑتی ہے اب خاک
یہ بستی غیرت جنت کبھی تھی

یہ دل حاضر ہے لیجیۓ اس سے کیا بحث
نہ تھی یا آپ کی نیت کبھی تھی

نہیں ہے اب نہیں ہے صاف سن لو
کبھی تھی مجھ کو ہاں چاہت کبھی تھی

تم اترائے کہ بس مرنے لگا داغ
بناوٹ تھی جو وہ حالت کبھی تھی

☆☆☆

۲۱۶

ہ تیرے کام اے دل مضطر بنائیں گے
اب کے بگڑ گئے تو مکرر بنائیں گے

تصویر یار اپنی جبیں پر بنائیں گے
بگڑا ہوا ہم اپنا مقدر بنائیں گے

جنت کے بدلے دل میں ترے گھر بنائیں گے
یہ یادگار ہم سر محشر بنائیں گے

ایمان کی تو یہ ہے غضب ہیں بتان ہند
اپنا ہی سا مجھے ھی یہ کافر بنائیں گے

حرف غلط کی نہیں مری تقدیر کا لکھا
احباب چھیل کر اسے کیوں بنائیں گے

اوروں پہ کیوں نزول بلا اپنے ساتھ ہو
اب ہم مکان شہر سے باہر بنائیں گے

کیا بن پڑے گا کوئی نہ دل کا مسودہ
اکثر مٹائیں گے ابھی اکثر بنائیں گے

ہو گا یونہیں جو تشنہ خوں ایک ایک کا
کویں مے فروش بادہ احمر بنائیں گے

دینے لگا ہے ہم کو مزا خار آرزو
اس کو بڑھا کے صورت نشتر بنائیں گے

باعث بگاڑ کے ہیں وہی جن سے تھی امید
ان سے بنیں گے کام یہ اکثر بنائیں گے

جب دل بگڑ چکا ہے تو بنائے سے کب بنا
کیا خاک وہ بنائیں گے پتھر بنائیں گے

دشمن ہمارے واسطے تکلیف کیوں کریں
ہم اپنے آپ قتل کا محضر بنائیں گے

داماں حشر خانہ بدوشوں سے کب چھٹا
اس کو بھی چیر پھاڑ کے بستر بنائیں گے

تیرے بگاڑنے تو بگاڑا ہے دل مرا
تیرے بناؤ میں بھی مرے دم پر بنائیں گے

خالی نہ ہو گی لطف سے بے داد محتسب
ہم شیشہ شکستہ کو ساغر بنائیں گے

کہتے ہیں وہ جلائیں گے ہم تجھ کو حشر تک
دشمن کی قبر تیرے برابر بنائیں گے

ہو گا شب فراق کا غم بھی بہت بڑا
دل کو ہزار ہاتھ کا کیوں کر بنائیں گ

اس نازنیں کو لکھیں گے جب سطر اشتیاق
دل کی رگوں سے ہم خط مسطر بنائیں گے

بے کار جائے نہ کوئی فتنہ خرام

وہ رفتہ رفتہ شہر کو محشر بنائیں گے
کیوں عکس جا سکے گا جو ت وناز کر سکے
ہم آئینے میں سد سکندر بنائیں گے
عادت ہی ہو گئی ہے وہ دیکھیں گے جب مجھے
چتون غضب کی قہر کے تیور بنائیں گے
منہ دیکھتے ہیں دیر سے نیچی نظر کیے
پلکوں سے آئینے میں وہ جوہر بنائیں گے
وہ جھانکتے جو آئیں گے ہم دیکھ لیں گے صاف
تصویر غیر روبروئے در بنائیں گے
وہ کم سنی میں کھیل بھی کھیلیں گے تو یہی
مٹی کے تیغ و ناوک و خنجر بنائیں گے
کچھ تجھ کو بھی تو خانہ خرابی کی قدر ہو
خانہ خراب دل میں ترے گھر بنائیں گے
ہر وقت داغ کا یہی تکیہ کلام ہے
میرے حضور مجھ کو تونگر بنائیں گے

☆☆☆

۲۱۷

گر میرے اشک سرخ سے رنگ حنا ملے
جو چور کی ساز ہو وہ مجھ کو سزا ملے
جاتے تھے منہ چھپائے ہوئے مے کدے کو ہم
آتے ہوئے ادھر سے کئی پارسا ملے
پس ماندگان قافلہ کا انتظار تھا
جو رہ گئے تھے راہ میں بارے وہ آ ملے
اپنی بھی شامت آ گئی توبہ کے ساتھ ہی
عہد شباب کے جو کہیں آشنا ملے
جنت سے عار حور کی صحبت سے اجتناب

کیا جانے بندگی کا صلہ مجھ کو کیا ملے
شوقِ وصال خاک میں سب کو ملائے گا
تم کیوں ملو کسی سے تمہاری بلا ملے
اللہ دے تو فقر کی دولت ہے سلطنت
جتنے فقیر مجھ کو ملے بادشاہ ملے
جو اپنے دل سے آپ کرے بدمزاجیاں
ایسے اکھل کھرے سے بھلا کوئی کیا ملے
دنیا میں دل لگی کے لیے کچھ تو چاہیے
ہم ان بتوں سے ملتے ہیں جب تک خدا ملے
اک بات ہم کہیں تو ابھی کھوئے جاؤ گے
اس طرح سے کہ تم کو نہ اپنا پتا ملے
اب منصفی ہے داورِ محشر کے علم پر
میرے گواہ ٹوٹ کے دشمن سے جا ملے
لو آؤ دل ملائیں تمہاری نگاہ سے
شوخی سے شوخ اور حیا سے حیا ملے
اس دل ستاں کا ہے وہی دروازہ نامہ بر
درباں بھی تجھ سے دل کو جہاں پوچھتا ملے
یہ بھید کیا ہے مجھ سے ما آج یوں رقیب
جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ملے
اس کے ہجوم ناز میں کھویا گیا ہے دل
جو اس طرح کی بھیڑ میں گم وہ کیا ملے
اس واسطے اٹھائی ہیں تیری برائیاں
ڈرتا ہوں کہ اور نہ تجھ سے برا ملے
اے داغ اپنی وضع ہمیشہ یہی رہی
کوئی کھچا کھچے، کوئی ہم سے ملا ملے

☆☆☆

ساقیا دے بھی مئے روح افزا تھوڑی سی
بے وفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی

ہم تو اس آنکھ کے ہیں دیکھنے والے دیکھو
جس میں شوخی ہے بہت اور حیا تھوڑی سی

وعدہ غیر پہ کیا ہوتی ہے جلدی ان کو
ہاتھ دھو ڈالتے ہیں مل کے حنا تھوڑی سی

نغمہ دل کش ہو تو دم ساز دم عیسیٰ ہے
کبھی آ جاتی ہے کانوں میں صدا تھوڑی سی

تم مرے جرم کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سے
کہ خطا وار بتاتا ہے خطا تھوڑی سی

ابھی بت خانے کے سجدوں سے تو فرصت ملے
جا کے مسجد میں بھی کر لیں گے ادا تھوڑی سی

مرگ فرہاد پہ حسرت سے کہا شیریں نے
عمر عاشق ہی کو دیتا ہے خدا تھوڑی سی

وائے تقدیر گرے ٹوٹ کے ناخن اپنے
رہ گئی تھی گرہ بند قبا تھوڑی سی

آئے ہمسائے میں وہ گونہ یہاں تک آئے
آج مقبول ہوئی ہے میری دعا تھوڑی سی

کیوں فلک مجھ کو کھلاتا ہے غم عشق بہت
ایسے تو بیمار کو دیتے ہیں غذا تھوڑی سی

بعد مردن مرے مرقد میں بنا دیں روزن
آتی جاتی رہے دنیا کی ہوا تھوڑی سی

منصفی شرط ہے آکر کوئی کب تک بخشے
روز ہو جاتی ہے بھولے سے خطا تھوڑی سی

داغ یہ مے ہے، یہ ساغر ہے، کہاں کی توبہ

پی خدا کے لیے اے مرد خدا تھوڑی سی

☆☆☆

۲۱۹

جان سے چھوڑ دے تو اے ستم ایجاد مجھے
کہ ملے روز نئی لذت بے داد مجھے
تم سلامت رہو آزاد کے دینے والے
کون سنتا ہے مبارک مری فریاد مجھے
اہل محشر سے یہ پوچھوں گا خدا لگتی بات
تم نے دیکھا ہے بھی ندیا میں کبھی ناشاد مجھے
حسن کا دام بلا ہے چمن عالم میں
نظر آتا ہے ہر اک پھول بھی صیاد مجھے
بندگی ایسی غلامی کو اگر قدر نہ ہو
قتل کر ڈال جو کرتا نہیں آزاد مجھے
آسماں ٹوٹ پڑا مجھ پر تری الفت میں
پہلے ہی سے نظر آتی تھی یہ افتاد مجھے
کچھ تو امید بندھے ان سے وفاداری کی
کاش دشمن ہی سمجھ کر وہ کریں یاد مجھے
خانہ دل سے یہ ماتم کی صدا آتی ہے
غم سے آباد کیا ، جان سے برباد مجھے
ہچکیاں داغ دم نزع چلی آتی ہیں
شایداس بھونے والے نے کیا یاد مجھے

☆☆☆

۲۲۰

تم ن بدلے ہم سے گن گن کے لیے
ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لیی

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ
شوخیاں زیور ہیں اس سن کے لیے

وصل میں تنگ آ کے وہ کہنے لگے
کیا یہ جوبن تھا اسی دن کے لیے

چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں
آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لیے

فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ اٹھا رکھا ہے کس دن کے لیے

دے مئے بے درد اے پیر مغاں
چاہیے اک پاک باطن کے لیے

مے کشو مژدہ اب آئی فصل گل
بلبل نے چونچ میں تنکے لیے

ہم نشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
چھوڑ دیں غیروں کو کیا ان کے لیے

ہیں رخ نازک پہ گنتی کے نشاں
کس نے تیرے بوسے گن گن کے لیے

وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لیے

آج کل میں داغ ہو گئے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لیے

☆☆☆

۲۲۱

آئے بھی تو وہ منہ کو چھپائے مرے آگے
اس طرح سے آئے کہ نہ آئے مرے آگے

کیا دم کا بھروسا ہے پھر آئے کہ نہ آئے
جانا ہے جو قاصد کو تو جائے مرے آگے

کچھ تذکرہ رنجش معشوق جو آیا
دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے

دل میں نے لگایا ہے مگر دیکھیے کیا ہو
سب جھینکتے ہیں اپنے پرائے مرے آگے

بجھتے ہوئے دیکھوں گا نہ میں دل کی لگی کو
کوئی نہ کبھی شمع بجھائے مرے آگے

مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سمجھو
کوسا ہو اگر میں نے تو آئے مرے آگے

تیور یہی کہتے تھے کہ یہ نام ہے مرا
لکھ کر کئی حرف اس نے مٹائے مرے آگے

دیکھے تو کوئی قاصد جاناں کی دلیری
واپس مرے خط لا کے جلائے مرے آگے

بچھڑے ہوئے معشوق ملیں سب کو الٰہی
تنہا کوئی جنت میں نہ جائے مرے آگے

محشر میں بھی ہے خواہش خلوت مجھے ایسی
کہتا ہوں کیا میرا نہ آئے مرے آگے

کچھ داغ کا مذکور جو آیا تو وہ بولے
آئے تھے برا حال بنائے مرے آگے

☆☆☆

۲۲۲

یہ جو ہے حکم مرے پاس نہ آئے کوئی
اس لیے روٹھ رہے ہیں کہ منائے کوئی

یہ نہ پوچھو کہ غم ہجر میں کیسی گزری
دل دکھانے کا اگر ہو تو دکھائے کوئی

تاک میں ہے نگہ شوق خدا خیر کرے
سامنے سے مرے بچتا ہوا جائے کوئی

ہو چکا عیش کا جلسہ تو مجھے خط بھیجا
آپ کی طرح سے مہما ن بلائے کوئی

ترک بیداد کی تم داد نہ چاہو مجھ سے
کر کے احسان نہ احسان جتائے کوئی

یوں شب وصل ہو بالیدگئی عیش و نشاط
آپ اپنے میں خوشی سے نہ سمائے کوئی

حال افلاک و زمیں کا جو بتایا بھی تو کیا
بات وہ ہے جو ترے دل کی بتائے کوئی

درد الفت کے مزے لیتے ہیں قسمت والے
خون دل زہر نہیں ہے کہ نہ کھائے کوئی

کیوں وہ مے داخل دعوت ہی نہیں اے واعظ
مہربانی کر کے بلا کر جو پلائے کوئی

وعدہ وصل اسے جان کے خوش ہو جاؤں
وقت رخصت بھی اگر ہاتھ ملائے کوئی

سر مہری سے زمانے کی ہوا ہے دل سرد
رکھ کر اس چیز کو کیا آگ لگائے کوئی

آپ نے داغ کو منہ بھی نہ لگایا افسوس
اس کو رکھتا تھا کلیجے سے لگائے کوئی

☆☆☆

۲۲۳

وہ کھینچتے ہیں خنجر براں کبھی کبھی
مشکل ہماری ہوتی ہے آساں کبھی کبھی

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہے گاہ گاہ
بن جاتے ہیں ہ آپ ہی ناداں کبھی کبھی

اقرار سے زیادہ ہے انکار آپ کا
ہر دم نہیں نہیں ہے تو ہاں ہاں کبھی کبھی

ہر وقت ان کی شرم سے اٹھتی نہیں پلک
ہوتا ہے دل کے پار یہ پیکاں کبھی کبھی

دل رفتہ رفتہ خوگر غم ہو تو خوب ہے
آیا کرے مری شب ہجراں کبھی کبھی

رہ رہ کے یاد آتے ہیں اپنے ستم انہیں
ہوتے ہیں جھوٹ موٹ کے احساں کبھی کبھی

اس جبر پر بھی ہے وہی آفت لگی ہوئی
ہوتا ہے شوق سلسلہ جنباں کبھی کبھی

میری مجال ہے جو کروں عرض مدعا
نظروں میں بات ہوتی ہے پنہاں کبھی کبھی

سنتے ہیں کان رکھ کے فرشتے بھی اس کی بات
کہتا ہے دور دور کی انساں کبھی کبھی

شکر خدا کہ عشق نے کچھ کچھ اثر کیا
وہ دیکھتے ہیں داغ کا دیواں کبھی کبھی

☆☆☆

۲۲۴

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل، زلف دوتا لپٹی
چھٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی

صبا اٹکھیلیاں کرتی ہے کیا کیا راہ میں ان سے
کبھی کاکل سے آ لپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی

لپٹتا ہے گلے سے جس طرح بچھڑا ہوا کوئی
ہمارے حلق سے اس طرح وہ تیغ جفا لپٹی

کبھی لپٹا نہ تو میرے گلے سے کیوں نہ رشک آئے
رہی اے بے وفا ہر دم ترے تن سے قبا لپٹی

وہ ہوں میں کشتہ فرقت غنیمت اس کو جانوں گا
زمیں بھی میری میت سے اگر بعد فنا لپٹی

قیامت تھک گئی جب اٹھتے اٹھتے میرے نالوں سے
تو آخر مضطرب ہو کر ترے قدموں سے جا لپٹی
گھری ہیں ان کی آنکھیں دیکھنا کیا شرم و شوخی میں
نگاہوں سے ادا لپٹی تو پلکوں سے حیا لپٹی
وہ ہوں گردش زدہ میں، چھولیا جب میرے دامن کو
تو چکراتی ہوئی پہروں بگولے میں ہوا لپٹی
جلانے کو مرے بزم و چمن میں رات دن دیکھو
جو لپٹا شمع سے پروانہ، بلبل گل سے جا لپٹی
کوئی دیکھے تو بانکی وضع رند لاؤ بالی کی
کہ اس کے سر سے ہے وہ لٹ پٹی دستار کیا لپٹی
وہ کہتے ہیں عجب تاثیر دیکھی خون عاشق میں
چھڑائی جس قدر ہاتھوں سے یہ مہندی سوا لپٹی
نہ روکے سے رکا آخر گیا داغ اس کے کوچے میں
نہ مانا ایک کا کہنا بہت خلق خدا لپٹی

☆☆☆

۲۲۵

گلشن میں ہرے ہو کے شجر لائے ثمر بھی
اے بارش رحمت کوء چھینٹا تو ادھر بھی
عاشق ہیں ترے حور و ملک جن و بشر بھی
دیتا ہے خدا حسن تو پڑتی ہے نظر بھی
وہ صبح کو اٹھتے ہی ملا لیتے ہیں صورت
آئینہ بھی رہتاہے برابر گل تر بھی
کیا تیز رو راہ محبت ہے الٰہی
پیچھے رہی جاتی ہے مرے دل سے نظر بھی
رکھتا ہی نہیں کوئی کہاں جا کے رہے دل
مثل گل بازی یہ ادھر بھی ہے ادھر بھی

میں صبح وصل نہ دیکھوں اسے جاتے
آنکھوح ہی میں آ جائے سپیدی سحر کی
اللہ کرے ہو ترے درباں کو بھی وحشت
میرا ہی گریبان بنے پردہ در بھی
بت خانے میں کیوں رہے لگے حضرت زاہد
ایسوں کا ٹھکانا نہیں اللہ کے گھر بھی
اقرار سے پہلے تو رہا کرتے تھے پیغام
جب وعدہ کیا پھر نہیں ہوتے وہ خبر بھی
بیٹھو بھی، مرے قتل پہ کیا باندھو گے تلوار
دیکھوں تو سہی باندھنی آتی ہے کمر بھی
اے داغ دم نزع ہیں وہ منتظر اس کے
کیوں دیر لگا رکھی ہے جلدی کہیں مر بھی

☆☆☆

۲۲۶

اک چیز ہے اس علام ہستی میں بشر بھی
دنیا کا طلب گار بھی دنیا سے حذر بھی
اس تیر کا زخمی ہے مرا دل بھی جگر بھی
اچھوں کی بری ہوتی ہے سیدھی سی نظر بھی
دیکھوں کسی محبوب کو میں سامنے تیرے
منت سے کہے تو نگہہ لطف ادھر بھی
یہ کان تک آئے گی بری ہو کہ بھلی ہو
رک جائے گی کیا تیری طرح تیری خبر بھی
کیا ایک ہی ڈورے میں بندھی ان کی نزاکت
جب ہلتی ہے گردن تو لچکتی ہے کمر بھی
بے تاب تری بزم میں دیکھا جسے دیکھا
ہوش اڑتے ہیں مے اڑتی ہے اڑتی ہے خبر بھی

دل اس نے لیا مجھ کو ملی دولت دیدار
کیا لوٹ کا سامان ادھر بھی ہے ادھر بھی

گنتے ہیں دنیا کے جو سب چاہنے والے
پوچھے تو کوئی تمھیں دنیا کی خبر بھی

جب جرم محبت کی سزا مل گئی اک بار
تقصیر وہی ہم سے ہوئی بار دگر بھی

روندا ہے غضب لشکر غم نے مرے دل کو
ایسی نہیں پامال کوئی راہ گزر بھی

ہوتی ہے دعا کافر و دین دار کی مقبول
اللہ کی سرکار میں لٹتا ہے اثر بھی

اچھا ہے کہ جنگل میں ہو پانی کا سہارا
لے جائے مرا نامہ رساں دیدہ تر بھی

فرماتے ہیں وہ سنتے ہیں جب داغ کے اشعار
اللہ زباں دے تو زباں میں ہو اثر بھی

☆☆☆

۲۲۷

ہ سے برگشتہ کسی کی نظر ایسی تو نہ تھی
گرچہ تھی چشم تغافل مگر ایسی تو نہ تھی

شب کو جو حال رہا ہے وہ خدا پر روشن
تجھ سے امید مجھے بے خبر ایسی تو نہ تھی

وہی دل ہے، وہی لب ہیں، وہی انداز بیاں
جیسی اب ہے یہ دعا بے اثر ایسی تو نہ تھی

کے گھڑی اور جیون گا یہ بتا دے کم بخت
فکر تجھ کو کبھی اے چارہ گر ایسی تو نہ تھی

شکل یوسف کی جو تعریف سنی فرمایا
منصفی شرط ہے دیکھو ادھر ایسی تو نہ تھی

بارہا آئے گے نامہ و پیغام و سلام
تجھ کو جلدی کبھی اے نامہ بر ایسی تو نہ تھی
وصل کے ساتھ ہی جاتے رہے کیا لیل و نہار
شام ایسی تو نہ تھی وہ سحر ایسی تو نہ تھی
آگ دل کی بھی اثر کر گئی شاید اس میں
پیشتر سوزش داغ جگر ایسی تو نہ تھی
داغ صاحب کی محبت نہ چھپائے سے چھپی
ایسی مشہور ہوئی، یہ خبر ایسی تو نہ تھی

☆☆☆

۲۲۸

شکست عہد سے وہتا ہی کیا ہے
انہیں اس بات کی پروا ہی کیا ہے
ترقی کر رہی ہے ان کی شوخی
ابھی تڑپے گا دل تڑپا ہی کیا ہے
بڑی آنکھیں تمہاری ہیں اگر ہوں
ان آنکھوں نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے
حقیقت میں ہو تم دنیا سے اچھے
حقیقت میں مگر دنیا ہی کیا ہے
ہمارے دل میں ہے ساری خدائی
خدا کے گھر میں اب رکھا ہی کیا ہے
ملے گی حشر میں کیا داد مجھ کو
مری فریاد سے ہوتا ہی کیا ہے
سمجھتا ہی نہیں قاصد مری بات
زبان نامہ بر پر کیا ہی کیا ہے
شکایت ہی سہی عرض تمنا
ذرا انصاف کر بے جا ہی کیا ہے

تجھے دنیا میں لوں عقبیٰ میں چاہوں
بجز اس کے مرا دعویٰ ہی کیا ہے

رہی کیوں اس دل ویراں میں حسرت
نہ ہو وحشت تو وہ صحرا ہی کیا ہے

ہمیشہ دیکھتی ہیں دل کی آنکھیں
ہمارا آپ کا پردا ہی کیا ہے

ادا ہے ابتدا مشق جفا کی
بہت ہو گا ستم اتنا ہی کیا ہے

فقط اک جان وہ بھی تجھ پہ قربان
محبت نے یہاں چھوڑا ہی کیا ہے

اگر سن لیں وہ حال زار اے داغ
ترے کہنے کا پھر کہنا ہی کیا ہے

☆☆☆

۲۲۹

کسی کے ہیں جلوے یہاں کیسے کیسے
عیاں کیسے کیسے پنہاں کیسے کیسے

دیے داغ نے امتحاں کیسے کیسے
مٹائے ہیں ان کے گماں کیسے کیسے

نشیب و فراز کو سمجھائے کیا کیا
ملائے زمین آسماں کیسے کیسے

ہوئیں ان سے غمازیاں کیسی کیسی
بنے تھے مرے رازداں کیسے کیسے

وہ جو اوپری دل سے کرتے ہیں وعدہ
تو کھاتی ہے پلٹے زباں کیسے کیسے

بتایا کیے مجھ کو مجرم وہ ناحق
ملایا کیے ہاں میں ہاں کیسے کیسے

ملے زاہد پیر کو حور توبہ
وہاں ہوں گے رعنا کیسے کیسے

نہ آثار عشرت، نہ سامان راحت
نشاں سے ہوئے بے نشاں کیسے کیسے

چھٹے قافلے والے اول ہی منزل
پڑے رہ گئے ناتواں کیسے کیسے

نہ مانی نہ مانی مری بات اس نے
ہوئے دوست ہم داستاں کیسے کیسے

سکھائے پڑھانے کو ہیں دوست دشمن
یہاں کیسے کیسے، وہاں کیسے کیسے

کھلائے ہیں گل نوک مژگاں نے کیا کیا
بنائے ہیں دل پر نشاں کیسے کیسے

نہیں حیدر آباد پیرس سے کچھ کم
یہاں بھی سجے ہیں مکاں کیسے کیسے

گئے دیدہ و دل بھی ہمراہ قاصد
روانہ ہوئے ارمغاں کیسے کیسے

مرے ساتھ غیروں پہ بھی آفت آئی
نکالے گئے مہماں کیسے کیسے

گزرگاہ ارمان و حسرت رہا دل
گزرتے رہے کارواں کیسے کیسے

شکایت حکایت ہی میں رات گزری
رہے تذکرے درمیاں کیسے کیسے

وطن سے چلے داغ جب ہم دکن کو
چھٹے اہل ہندوستاں کیسے کیسے

قیامت ہے اگر میں نے فغاں کی
فرشتے خیر مانگیں آسماں کی
تلاش ان کو ہے میرے رازداں کی
نئی ترکیب نکلی امتحاں کی
تمنا اور وہ بھی امتحاں کی
خبر تھی کس کو مرگ ناگہاں کی
کہاں اے چارہ گر دل میں حرارت
یہ گرمی ہے فقط ضبط فغاں کی
نہیں کچھ ہرزہ گو دیوانہ عشق
سنو تو کہہ رہا ہے یہ کہاں کی
دبا ہے خاک صرصر میں نشیمن
نظر پڑتی نہیں اب باغباں کی
کرے گی سجدہ میت بھی ہماری
کہ مٹی دی ہے اس نے آستاں کی
شب غم آئے خواب مرگ کیوں کر
یہاں دیکھی ہیں آنکھیں پاسباں کی
تمھیں سنواؤں کیوں کر اس کی باتیں
مرے دل میں یہ کیفیت زباں کی
مرے مرنے سے گو اس کو ہوئی عید
خوشی جو چاہیے تھی وہ کہاں کی
در جاناں پہ ہنگامہ نہ دیکھا
کماں اتری ہوئی ہے پاسباں کی
دھن کے ہے مزا تیرے دھن کا
زبان کو چاٹ ہے تیری زباں کی
خدا کے سامنے بھی بت بنے وہ
ہمیں نے ان کی کیفیت بیاں کی
یونہی رہ جائے وہ بیٹھا کا بیٹھا

کھلی رہ جائیں آنکھیں پاسباں کی
رگ بسمل میں باقی ہے ابھی دم
لگا دے اور بھی اک امتحاں کی
دل اس کا ہے کہ جس نے اپنی حالت
بیاں کی اور پھر تجھ سے بیاں کی
وہ سن کر داغ کے اشعار بولے
خدا جانے یہ بول ہے کہاں کی

☆☆☆

۲۳۱

کبھی ہم سے نہ کہنا "تیرا کہنا ہم نہ مانیں گے"
جو ضد آئی تو بے منوائے اصلا ہ نہ مانیں گے
خیال غیر ہو گا، دل ہمارا پاسباں ہو گا
رہیں خلوت سرا میں آپ تنہا ہم نہ مانیں گے
گواہی کون دے میرا ثبوت عشق کیوں کر ہو
وہ کہتے ہیں قیامت تک یہ دعویٰ ہم نہ مانیں گے
ترا ثانی کہاں پیدا فقط کہنے کی باتیں ہیں
اگر سارا زمانہ مان لے گا ہم نہ مانیں گے
ہم ایسے ہی تو ہیں وہ ہم کو پوچھیں اس عنایت سے
یقیں آتا نہیں قاصد ہے جھوٹا ہم نہ مانیں گے
بہت ہم درد و یک جاں و دوقالب ہم نے دیکھے ہیں
نہیں ہے کوئی دنیا میں کسی کا ہم نہ مانیں گے
بلا سے گر کوئی اس بات کا دل میں برا مانے
مگر معشوق ہو وعدے کا سچا ہم نہ مانیں گے
سوال ان کا یہ ہے دنیا میں کر لو فیصلہ ہم سے
اٹھاؤ گے اگر عقبیٰ میں جھگڑا ہم نہ مانیں گے
وہ کہتے ہیں ہم اشک و آہ سوزاں کے نہیں قائل

بہم ہوں آب و آتش دونوں یک جا ہم نہ مانیں گے
نکل جائے اگر پہلو سے دل یہ ہے یقیں ہم کو
نکل جائے کبھی دل سے تمنا ہم نہ مانیں گے
بڑھے تکرار کیوں پہلے ہی اس کا فیصلہ کر لو
یہ کہنا مان لیں گے ہم یہ کہنا ہم نہ مانیں گے
تمھیں خط غلامی داغ لکھ دے کیا سند اس کی
کہ ایسا شخص ہو بندہ کسی کا ہم نہ مانیں گے

☆☆☆

۲۳۲

نزاکت مانع زور آزمائی ہوتی جاتی ہے
کہ شاخ گل سی جب ان کی کلائی ہوتی جاتی ہے
پھنسا کر زلف میں دل عمر بھر ان کی بلا رکھے
اسیری ہوتی جاتی ہے، رہائی ہوتی جاتی ہے
مبارک باد اب صیاد کو، مژدہ اسیری کو
بہت مشہور میری خوش نوائی ہوتی جاتی ہے
بڑھایا شوق نے آگے، ہٹایا خوف نے پیچھے
رسائی میں بھی اس تک رسائی ہوتی جاتی ہے
نکل جائیں گے بل ملنا نہ چھوڑا راست بازوں سے
بہت سیدھی تمہاری کج ادائی ہوتی جاتی ہے
ہمیں بھی صبر آئے، صاف کہہ دو ہم نہیں رہتے
الگ ہر چیز کیوں اپنی رسائی ہوتی جاتی ہے
مخاطب ہوں کسی سے بزم میں وہ چوٹ ہے مجھ پر
مرے ہی سامنے میری برائی ہوتی جاتی ہے
وہ چشم فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں
بہت اے شوخ تجھ میں بے حیائی ہوتی جاتی ہے
ابھی سے کیا ہوا جاتا ہے خون مدعا یا رب

کہ رنگت کاغذ خط کی حنائی ہوتی جاتی ہے

خدا جانے یہ ہے کیا بھید کیا ہونا ہے اے کافر
جدھر تو ہے ادھر ساری خدائی ہوتی جاتی ہے

نہ میں آتش نہ وہ سیماب، یا رب کیا سبب اس کا
جہاں تک دل ملاتا ہوں جدائی ہوتی جاتی ہے

خدا ہے طالب دیدار محشر کوئی رہ جائے
بہت مشہور تیری خود نمائی ہوتی جاتی ہے

کدورت ہی کدورت تھی مٹایا داغ کو جس نے
بحمد اللہ اب ان سے صفائی ہوتی جاتی ہے

☆☆☆

۲۳۳

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی
یہی کم بخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی

حسن معشوق سے بھی حسن سخن ہے کم یاب
ایک ہوتی ہے ہزاروں میں طبیعت اچھی

میری تصویر بھی دیکھی تو کہا شرما کر
یہ برا شخص ہے اس کی نہیں نیت اچھی

ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصاں دیکھا
نہ محبت تری اچھی نہ عداوت اچھی

کس صفائی سے کیا وصل کا تو نے انکار
اس محل پر تو زباں میں تری لکنت اچھی

ہجر میں کس کو بلاؤں نہ بلاؤں کس کو
موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی

قبر میں نیند اڑاتے ہیں نکیرین عبث
ان سوالوں سے تو دشمن کی حکایت اچھی

دیکھنے والوں سے انداز کہیں چھپتے ہیں

ہم کو پردے میں نظر آتی ہے صورت اچھی
میری شامت کی دکھائی اسے دشمن کی شبیہ
مسکرا کر یہ کہا اس نے نہایت اچھی
میری تربت پہ یہ ظالم نے کہا پچھتا کر
مل گئی عیش ابد کی تجھے فرصت اچھی
جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر
جس کا انجام ہو اچھا وہ مصیبت اچھی
آدمیت سے علاقہ ہے نہ دنیا کا مزا
پھر جہنم سے ہے کس بات میں جنت اچھی
پھوٹ کر روئے بظاہر جو لحد پر دشمن
اس بہانے سے بنائی مری تربت اچھی
ہم نشینوں کو مشیروں کو ترے دیکھ لیا
بری صحبت ہے بری، اچھی ہے صحبت اچھی
ہے سر ناز فروشی تو خریدار بہت
بیچ ڈالو اسے مل جائے گی قیمت اچھی
عیب اپنے بھی بیاں کرنے لگے آخر کار
ہو گئی ان کو برا کہنے کی عادت اچھی
خود ستائی پہ نہ محمول ہو اے رشک مسیح
کہوں کس منہ سے ہے میری طبیعت اچھی
تم بناؤ تو سہی مہر و محبت کے گواہ
ایسے دعوے میں تو جھوٹی بھی شہادت اچھی
زور زور سے بھی کہیں داغ حسیں ملتے ہیں
اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

☆☆☆

۲۳۴

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے

ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے
ان کی فرمائش نئی دن رات ہے
اور تھوڑتی سی مری اوقات ہے
تم کو صحبت غیر سے دن رات ہے
دیکھو اپنی بات اپنے ہات ہے
آپ کی ہر بات میں یہ بات ہے
چال ہے فقرہ ہے دم ہے گھات ہے
حور کی خواہش پہ یہ طعنے ملے
وہ کیا نیت ہے کیا اوقات ہے
تو نے قاصد جو کہی دل کو لگی
یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے
پھر خدا جانے کہاں تم ہم کہاں
عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے
جان کے خواہاں ہیں سب جان جہاں
سچ ہے بے پروا اسی کی ذات ہے
ذکر دشمن پر بگڑنا ہے بجا
واقعی لگتی لگاتی بات ہے
شکوے کے بدلے کیا شکر ستم
پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے
ان کا قاصد لے چلا ہے دل مرا
تازہ فرمائش نئی سوغات ہے
یہ ملا اظہار الفت پر جواب
آپ ایسے ہی تو ہیں کیا بات ہے
شب کو جاگیں بزم میں وہ دن کو سوئیں
رات کا دن اور دن کی رات ہے
اس نے باتوں کا مری دے کر جواب
کہہ دیا خاموش، یہ شہ مات ہے

کیوں پھسل پڑتے ہیں **ملک** حسن میں
کیا وہاں برسات ہی برسات ہے
جب کہا میں نے کہ لو مرتا ہوں میں
بولے بسم اللہ اچھی بات ہے
ضعف سے اٹھتے نہیں دست دعا
اب ہماری شرم اس کے ہات ہے
کہتے ہوٴ دشنام دے کر لیں گے دل
مفت کیوں دیتے ہو کیا خیرات ہے
باوفا ہیں غیر اس کی کیا **دلیل**
ان کا دعویٰ محض بے اثبات ہے
بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمھیں
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے
داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج
آدمی خوش وضع، خوش اوقات ہے

☆☆☆

۲۳۵

اب وہ یہ کہہ رہے ہیں مری مان جایئے
اللہ تیری شان کے قربان جایئے
بگڑے ہوئے مزاج کو پہچان جایئے
سیدھی طرح نہ مانیئے گا مان جایئے
اللہ جانتا ہے اگر جان جایئے
اس دل کے شوق کو تو ابھی مان جایئے
کس کا ہے خوف روکنے والا ہی کون ہے
ہر روز کیوں نہ جایئے مہمان جایئےھ
محفل میں کس نے آپ کو دل میں چھپا لیا
اتنوں میں کون چور ہے پہچان جایئے

ہیں تیوری میں بل تو نگاہیں پھری ہوئی
جاتے ہیں ایسے آنے سے اوسانؔ جایئے
دو مشکلیں ہیں ایک جتانے میں شوق کے
پہلے تو جان جایئے پھر مان جایئے
انسان کو ہے خانۂ ہستی میں لطف کیا
مہمان آیئے تو پشیمان جایئے
گو وعدۂ وصال ہو جھوٹا مزا تو ہے
کیوں نہ ایسے جھوٹ کے قربان جایئے
رہ جائے بعد میں وصل بھی چیٹک لگی ہوئی
کچھ رکھیے کچھ نکال کے ارمان جایئے
اچھی کہی کہ غیر کے گھر تک ذرا چلو
میں آپ کا نہیں ہوں نگہبان جایئے
آئے ہیں آپ غیر کے گھر سے کھڑے کھڑے
یہ اور کو جتایئے احسان جایئے
دونوں سے امتحان وفا پر یہ کہہ دیا
منوایئے رقیب کو یا مان جایئے
کیا بدگمانیاں ہیں انہیں مجھ کو حکم ہے
گھر میں خدا کے بھی تو نہ مہمان جایئے
کیا فرض ہے کہ سب مری باتیں قبول ہیں
سن سن کے کچھ نہ مانئے کچھ مان جایئےھ
سودائیاں زلف میں کچھ تو لٹک بھی ہو
جنت میں جایئے تو پریشان جایئے
دل جو جو دیکھ لو تو یہی پیار سے کہو
قربان جایئے ترے قربان جایئے
جانے نہ دوں گا آپ کو بے فیصلہ ہوئے
دل کے مقدمے کو ابھی چھان جایئے
یہ تو بجا ہے کہ آپ کو دنیا سے کیا غرض

جاتی ہے جس کی جان اسے جان جایئے
غصے سے ہاتھ یہ نشانی نہ گر پڑے
دامن میں لے کے میرا گریبان جایئے
یہ مختصر جواب ملا عرض وصل پر
دل مانتا نہیں کہ تری مان جایئے
وہ آزمادہ کار تو ہے گر ولی نہیں
جو کچھ بتائے داغ اسے مان جایئے

☆☆☆

۲۳۶

اس لیے وصل سے انکار ہے ہم جان گئے
یہ نہ سمجھے کوئی کیا جلد کہا مان گئے
تو وہ ہے سب بت کافر ترے قربان گئے
جو خدا کو بھی نہ مانیں وہ تجھے مان گئے
دعویٰ مہر و وفا پر وہ برا مان گئے
الٹے نادم ہوئے احسان کے احسان گئے
گھیر کے دل میں نہ ہوں اس کی تلاشی لینا
کہ شب ہجر میں چوری مرے ارمان گئے
تیرے عاشق کا جنازہ نہ گیا ہو آگے
ابھی اس راہ سے کچھ لوگ پریشان گئے
کیا کرے دیکھیے ہر روز کا آنا جانا
کہ جہاں شام ہوئی اور وہ مہمان گئے
دیکھ کہتے ہیں اسے آئی گی کا سودا
ہم ترے آتے ہی سو جان سے قربان گئے
آپ ہی قید ہوئے جاتے ہوئے اپنے گھر میں
بدلیاں رہتی ہیں وہ آئے یہ دربان گئے
یا الٰہی کہیں لٹتی تو نہیں راہ عدم

جانے والے جو یہاں چھوڑ کے سامان گئے
کہتے ہیں شکوے بے داد کرے گا پھر بھی
ہم اگر روز جزا تیرا کہا مان گئے
رہ گئے وشت محبت میں نہ کچھ ساتھ دیا
حضرت خضر بھی دوچار ہی میدان گئے
آج کا نالہ بلبل میں بھی تاثیر نہیں
کیا عجب گل یہ پکارے کہ مرے جان گئے
ان کے عاشق ہیں وہ جانیں کہ نہ جانیں ہم کو
یہ سمجھتے ہیں کہ جب جان گئے مان گئے
عشق منہ پر مرے لکھا ہو تو کیا اس کا علاج
جان پہچان نہ تھی اور وہ پہچان گئے
مجھ کو مشتاق نہ رکھنا شب وصل انہیں
حور کے واسطے کیا چھوڑ کے ارمان گئے
ہم نے آتے ہی یہ محفل میں تماشا دیکھا
غیر کے ہوش اڑے، آپ کے اوسان گئے
خانہ دل ہے الٰہی کہ مسافر خانہ
کتنے ہی آئے تھے یہاں کتنے ہی ارمان گئے
آزمائش ہی پہ ٹھہرا تھا محبت کا ثبوت
اب تو پہچان گئے جان گئے مان گئے
خلش خار تمنا نے لٹا رکھا تھا
تیرے ارمان گئے دل سے کہ پیکان گئے
بندہ عشق ہو ایسے کہ الٰہی توبہ
تم نے معشوق کو اے داغ خدا جانے گئے

☆☆☆

۲۳۷

وہ نیم وعدہ کر کے جو خاموش ہو گئے

امیدوار ہوش سے بے ہوش ہو گئے

تلچھٹ بھی آج حضرت زاہد نے صاف کی
مے نوش کیا ہوئے کہ بلا نوش ہو گئے

کافی ہے میرے قتل سے اتنا نہیں لحاظ
دو چار دن کے واسطے روپوش ہو گئے

احباب کو جنازہ اٹھانا بھی بار تھا
ہم خاک میں ملے وہ سبک دوش ہوگئے

بگڑا مزاج ان کا تو محفل بگڑ گئی
سامان عیش اڑ کے مرے ہوش ہو گئے

ماتم ہے طفل اشک کا یا دل کا سوگ ہے
کیوں مردمان دیدہ سیہ پوش ہو گئے

ہاں ہاں ٹھہر کے اٹھا رخ سے تو نقاب
پیدا طبیعتوں میں بہت جوش ہو گئے

کیا کیا شب فراق رہی ہم کو بے خودی
اکثر ستون در سے ہم آغوش ہو گئے

میری برائیاں تو نہ کرتا ہو مدعی
کیا غور ہے کہ وہ ہمہ تن گوش ہو گئے

اے داغ سب زمانہ ماضی کے ذوق شوق
یک بار دل سے محو و فراموش ہو گئے

☆☆☆

۲۳۸

اس نے جب اک نگاہ دیکھا ہے
حال دل کا تباہ دیکھا ہے

سچ بتا تو نے بھی شب فرقت
کبھی روز سیاہ دیکھا ہے

دل ہے دونوں طرف کا جانب دار

کہیں ایسا خواہ دیکھا ہے
مجھ کو بے جرم کیوں سزا ملتی
کچھ نہ کچھ تو گناہ دیکھا ہے
بزم میں مجھ کو تاک کر بولے
چھپ کے بیٹھے ہو واہ دیکھا ہے
ساتھ اس بت کے اہل تقویٰ کو
صورت گرد راہ دیکھا ہ
آئینہ دیکھ دیکھ کر تم نے
کیا سفید و سیاہ دیکھا ہے
اس سے پوچھا ہے اس نے اپنا حال
جب کوئی داد خواہ دیکھا ہے
واقعی ہم نے تیرے کوچے میں
داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

☆☆☆

۲۳۹

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے
اس ادا کا کہیں جواب بھی ہے
رحم کر میرے حال پر واعظ
کہ امنگیں بھی ہیں شباب دیکھا ہے
عشق میں یہ متاع درد کی قدر
یہ گراں بھی ہے انتخاب بھی ہے
مار ڈالا ہے اس دورنگی نے
مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے
سن لی کیفیت جناں واعظ
دیکھ اس قسم کی شراب بھی ہے
کیا رہے گا یہی ترا عالم

ساتھ عالم کے انقلاب بھی ہے
جھٹپٹے وقت گھر چلے جانا
دن بھی ہے گرم آفتاب بھی ہے
عشق بازی کو ہے سلیقہ شرط
یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے
کچھ ملے پاس کچھ مجھے امید
صبر کے ساتھ اضطراب بھی ہے
اس جفا پر وفا کروں کب تک
آدمیت کا کچھ حساب بھی ہے
تجھ سا نا آشنا نہیں کوئی
بے وفا جان بھی، شباب بھی ہے
دل ہمارا ہے تشنہ مقصود
دشت میں بحر بھی سراب بھی ہے
سو جہنم ہے اک تری رنجش
اس سے بڑھ کر کوئی عذاب بھی ہے
ہوش میں ہو تو کچھ کہیں تم سے
نشہ بھی ہے خمار خواب بھی ہے
داغ کا کچھ پتا نہیں چلتا
کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے

☆☆☆

۲۴۰

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی ہو تو کہاں آتے آتے
نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بہت دیر کی مہرباں آتے آتے
سنا ہے کہ آتا ہے سرنامہ بر کا

کہاں رہ گیا ارمغاں آتے آتے
یقیں ہے کہ ہو جائے آخر کو سچی
مرے منہ میں تیری زباں آتے آتے
سنانے کے قابل جو تھی بات ان کو
رہی رہ گئی درمیاں آتے آتے
مجھے یاد کرنے سے مدعا تھا
نکل جائے دم ہچکیاں آتے آتے
ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں
انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے
کلیجا مرے منہ کو آئے گا اک دن
یونہیں لب پر آہ و فغاں آتے آتے
چلے آتے ہیں دل میں ارمان لاکھوں
مکاں بھر گیا مہماں آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا تھکے سب پیامی
وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے
تمہارا ہی مشتاق دیدار ہو گا
گیا جان سے اک جواں آتے آتے
تری آنکھ پھرتے ہی کیسا پھرا ہے
مری راہ پر آسماں آتے آتے
پڑا ہے بڑا پیچ پھر دل لگی میں
طبیعت رکی ہے جہاں آتے آتے
مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے
چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے
کسی نے کچھ ان کو ابھارا تو ہوتا
نہ آتے نہ آتے یہاں آتے آتے
قیامت بھی آتی تھی ہمراہ اس کے
مگر رہ گئی ہم عناں آتے آتے

بنا ہے ہمیشہ یہ دل باغ و صحرا
بہار آتے آتے خزاں آتے آتے
نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

☆☆☆

۲۴۱

مل گئے بے خودی شوق میں راحت کیسی
ہو گئی دونوں جہاں سے مجھے فرصت کیسی
کیا کہوں دل نے اٹھائی ہے اذیت کیسی
مرنے والے کی رہی رات کو حالت کیسی
چھوڑ دی مشق ستم چھٹ گئی عادت کیسی
باندھ لی آپ نے ساتھ اپنے عداوت کیسی
ایک دل لاکھ خیال' ایک نظر لاکھ جمال
کوئی دیکھے تو یہ وحدت میں ہے کثرت کیسی
کس کی ٹھوکر کا ہے مشتاق مزار عاشق
نشان ہو کے ابھر آئی ہے تربت کیسی
اپنی آنکھوں میں سمایا ہے کچھ ایسا جلوہ
نہیں تمیز بری ہوتی ہے صورت کیسی
کھینچتا ہے مجھے کانٹوں میں جنوں وقت علاج
اور شرماتی ہے وحشت کہ یہ وحشت کیسی
عکس بھی آئینہ میں چار گھڑی بعد آیا
بڑھ گئی حد سے سوا ان کی نزاکت کیسی
خار سر بستر سے نہ چھوٹا دامن
رہی کانٹوں میں الجھ کر شب فرقت کیسی
مجھ پر الزام ہے کیوں تو نے مرا غم کھایا
اور ہوتی ہے امانت میں خیانت کیسی

بندہ چاہے جو خدائی کوئی مل سکتی ہے
لوگ قسمت کو لیے پھرتے ہیں قسمت کیسی

عیش اقبال عجب شے ہے یہ ہم دیکھتے ہیں
چار ہی دن میں بلد جاتی ہے صورت کیسی

جور معشق کی پرسش ہی نہیں دنیا میں
اپنے بندے سے خدا کو ہے محبت کیسی

خواری عشق کا رتبہ کوئی ہم سے پوچھے
ایسی ذلت کی کیا کرتے ہیں عزت کیسی

عذر بے جاہی سے ظالم نے نہ دی مجھ کو نجات
شکوہ ہجر کہاں شرح مصیبت کیسی

امتحاں اور جو باقی ہیں وہ یوں ہوتے ہیں
یہ بھی انداز ہے مجھ سے انہیں نفرت کیسی

ساتھ غیروں کے وہ کیا چھوڑ گئے چنگاری
میرے ہمراہ جلی ہے مری تربت کیسی

حور سے بحث نہیں ہاں یہ بتا اے زاہد
لاکھ دو لاکھ میں ہو ایک وہ صورت کیسی

دوست یک رنگ جو اک جا کہیں مل بیٹھتے ہیں
لطف کے ساتھ گزر جاتی ہے صحبت کیسی

میں جو خاموش ہوں یہ صرف تمہارا منہ ہے
ورنہ ہر بات ہو اک تیری شکایت کیسی

دھمکیاں دیتے ہو تم جذبہ دل کی اے داغ
بندہ پرور یہ محبت میں حکومت کیسی

☆☆☆

۲۴۲

جا کر اس بزم میں آ جاتی ہے شامت کیسی
میرے اللہ نے رکھ لی مری عزت کیسی

عشق نے دی ہیں دعائیں رم رحلت کیسی
مجھ سے مل مل کے گلے روئی ہے حسرت کیسی
آدمی مر کے جئے ہے یہ مصیبت کیسی
یہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی
کبھی آتی ہیں تصور میں جو دو تصویریں
کیا کہوں میں بھٹکتی ہے طبیعت کیسی
سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب
جس کی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی
لے ہی تو لیں گے گنہ گاروں کے ہوتے زاہد
یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی
خواب میں بھی جو برا اس نے کہا سب نے سنا
جلد ہوتی ہے بری بات کی شہرت کیسی
آپ ہی جور کریں آپ ہی پوچھیں مجھ سے
یہ تو فرمایئے ہے آج طبیعت کیسی
اب تو دو چار ہی نالوں کا رہا تھا جھگڑا
ہار دی حضرت دل آپ نے ہمت کیسی
چل کے دو چار قدم آگ لگا دی کس نے
تلملاتی ہوئی پھرتی ہے قیامت کیسی
اس کو میں نے جو کلیجے سے لگا رکھا ہے
درد نے پائی مرے سینے سے راحت کیسی
بے محل بات بھلی بھی تو بری ہوتی ہے
شکر کرتے ہوئے ڈرتا ہوں شکایت کیسی
کوئی دنیا میں نہیں تیری طرح ہرجائی
اے اجل تجھ کو بھی ہے گردش کیسی
تھمیے تھمیے کہ نکل جائے مری جان حزیں
میں تو رخصت نہ ہوا آپ کی رخصت کیسی
تجھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو

اور ہوتی ہے خطا وار کی صورت کیسی
اپنے جینے کی دعا بھی تو نہیں کی جاتی
سی دیے ہونٹ خموشی نے شکایت کی
نگہہ یار کو میں دل میں جگہ دوں لیکن
چور ہو جب کوئی مہمان تو عزت کیسی
چھیڑ ہر وقت کی اچھی نہیں یہ یاد رہے
کبھی کیسی ہے کبھی اپنی طبیعت کیسی
بخش دے پرسش اعمال سے پہلے یا رب
پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی
شعر تو نکلے تو وہ لخت جگر اپنا ہے
اپنی اولاد سے ہوتی ہے محبت کیسی
دل کو سمجھائیں گے، بہلائیں گے پھسلائیں گے
بعد مر جانے کے مل جائے گی فرصت کیسی
نظر آتا ہے پری رو جو کوئی شوخ و شریر
گدگداتی ہے پھر اے داغ طبیعت کیسی

☆☆☆

۲۴۳

کیا خوف ہے ان کو جو ملے داد کسی کی
کچھ کھائے تو جاتی نہیں فریاد کسی کی
ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی
ملتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی
منصف ہو اگر دو ہی گے تم داد کسی کی
سننی ہی پڑے گی تمھیں فریاد کسی کی
جب قطع تعلق ہے تو پھر پاس کہاں کا
رکھتا لگی لپٹی نہیں آزار کسی کی
آرام طلب ہوں کرم عام کے طالب

یوں مفت میں لٹتی نہیں بے داد کسی کی
دل تھامے ہوئے پھرتے ہیں سب گبرو مسلمان
کیا یاد ہے، کیا یاد ہے، کیا یاد کسی کی
اس حسن جہاں سوز سے برپا ہے قیامت
ایسے میں کرے کیا کوئی امداد کسی کی
بڑھتی ہے محبت کی اسیری میں اسیری
پوری نہیں ہوتی کبھی میعاد کسی کی
پڑتی ہی نہیں کل کسی کروٹ کسی پہلو
آئے تجھے آئی دل ناشاد کسی کی
ایمان تو جب لائیں ہم اے شان کریمی
مٹ جائے اگر لذت بیداد کسی کی
نکلی تو سہی جاں اگر سہل نہ نکلی
اٹکی نہیں رہتی مرے جلاد کسی کی
جب دیکھتی ہے نالہ بلبل میں اثر کچھ
اس کو بھی اچک لیتی ہے فریاد کسی کی
اللہ کرے زندہ رہیں دیکھنے والے
اف اف وہ حسیں شکل خداداد کسی کی
یہ حسن کا فتنہ جو بنا بڑھ کے قیامت
تعمیر کسی کی ہے تو بنیاد کسی کی
گھبرا کے اگر موت بھی مانگوں تو کہیں وہ
جاگیر نہیں ہے عدم آباد کسی کی
کیا عیش بھلا دے گا یہ آزار یہ تکلیف
اے حضرت دل کیجیے امداد کسی کی
کم بخت وہی داغ نہ ہو دیکھو تو جا کر
بے چین کیے دیتی ہے فریاد کسی کی

☆☆☆

پرسش جو ان سے ظلم کی روز جزا ہوئی
اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ خطا ہوئی
دل لے کے پوچھتے ہو تیری چیز کیا ہوئی
اچھی کہی، یہ ایک ہی اے دلربا ہوئی
کس دن قبول خاطر اہل وفا ہوئی
ناصح کی بات بات ہماری دعا ہوئی
جلوہ دکھا کے دیکھ لیا بزم ناز میں
وہ مر گیا وہ روح کسی کی ہوا ہوئی
بے دو بدو ہوئے نہ نکلتا کبھی غبار
آج ان سے صاف صاف مری برملا ہوئی
پوری ابھی سنی بھی نہیں تم نے داستاں
اک بات میں بگڑ گئے، یہ بات کیا ہوئی
کیوں میں نے کی شکایت ہجراں بجا درست
کہتا ہوں ہاتھ جوڑ کے بخشو خطا ہوئی
جاتے ہیں بزم غیر میں ہم بھی بھرے ہوئے
دو ٹوک ان سے یا نہ ہوئی آج یا ہوئی
جیتا ہے دیکھ کے تجھ کو ہر اک بشر
کیا بند تیرے عہد میں راہ وفا ہوئی
رحمت کے کارخانے ہیں واعظ کچھ اور ہی
بخشش اسی کی ہو گئی جس سے خطا ہوئی
بند قبا شکستہ ہیں، دامن ہے چاک چاک
کس کی طرف کس غریب کی حاجت روا ہوئی
دل ہاتھ سے گیا ہے تو پھر مل ہی جائے گا
یہ جان تو نہیں ہوئی جب جدا ہوئی
اتنا اثر تو نالہ پر درد نے کیا

چاروں طرف سے حق میں ہمارے دعا ہوئی
کہتے ہیں وہ ہماری اطاعت کرے گا کیا
جس بندہ خدا سے نہ طاعت ادا ہوئی
واعظ مۓ طہور کی قیمت گراں سہی
میں دام پھیر لوں گا اگر بدمزا کوئی
مشہور ہے زمانے میں دونوں کی لاگ ڈانٹ
میری فغاں ہوئی کہ تمہاری ادا ہوئی
یا پی پلا کے حضرت زاہد بھی رنگ لائے
یا یہ ہوا کہ دختر زر پارسا ہوئی
قاتل نے بعد قتل پڑھی عید کی نماز
میری قضا کے ساتھ یہ اچھی ادا ہوئی
جب ان سے پوچھتا ہوں دل گم شدہ کو میں
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کمر میری کیا ہوئی
اے داغ! کس کو دیکھ لیا تو نے خیر ہے
اب تک تو ہوش میں تھا تجھے کیا بلا ہوئی

☆☆☆

۲۴۵

دنیا میں ہیں سب عیش کے ساماں کوئی دن کے
یہ جلوے نظر آتے ہیں ناداں کوئی دن کے
ہیں نغمہ مرغان خوش الحان کوئی دن کے
ہیں رنگ و بہار چمنستان کوئی دن کے
عالم ہے شب و روز ترے وصل کا خواہاں
کرتا ہے کوئی رات کے ارمان، کوئی دن کے
ڈرتی ہے بلا بھی تو مرے روز سیہ سے
ہو سکتی ہے روکش شب ہجراں کوئی دن کے
بے باک ہوئے جاتے ہیں اب وہ کوئی دن میں

درباں کوئی دن کے ہیں نگہباں کوئی دن کے
دل دے کے اب اس شوخ پہ جاتی ہے مری جان
ہیں اور بھی تقدیر میں نقصاں کوئی دن کے
ہے جوش جوانی میں خیال مئے و معشوق
اے دل ہیں یہ سب خواب پریشاں کوئی دن کے
پھر اپنے مقدر میں کہاں وصل کی راتیں
ہم پر ہیں یہ سب آپ کے احساں کوئی دن کے
لے جائے کہاں دیکھیے اب گردش قسمت
دلی میں ہم اے داغ ہیں مہماں کوئی دن کے

☆☆☆

۲۴۶

اطاعت میں اغیار خامی کریں گے
ہمیں بندہ پرور غلامی کریں گے
وہ کیا چارہ تلخ کامی کریں گے
یہی نا کہ شیریں کلامی کریں گے
کروں گا جب اظہار رنج و مصیبت
حمایت مری ان کے حامی کریں گے
یہ ٹھہری ہے آوارگان محبت
جناب خضر کو مقامی کریں گے
ہوئے آپ بدنام جن جن کے پیچھے
وہی آپ کی نیک نامی کریں گے
یہی غم رہے گا مرے دوست ان سے
ذرا پختگی میں جو خامی کریں گے
یہ جانو کہ ہو گی جہاں خاک عاشق
وہیں تو وہ محشر خرامی کریں گے
کریں ہم دغا آپ سے توبہ توبہ

یہ کوفی کریں گے، یہ شامی کریں گے

کوئی کچھ پڑھایا کرے مغ بچوں کو

یہ بس یاد اشعار جامی کریں گے

کہاں تک اٹھائیں یہ نازک مزاجی

کسی اور کی اب غلامی کریں گے

رہے گا نہ دشمن تو مجھ کو خوشی کیا

وہ خود اس کی قائم مقامی کریں گے

قیامت بھی مٹ جائے گی ہر قدم پر

قیامت کی وہ خوش خرامی کریں گے

مرے قتل کے روز میلہ لگے گا

یہ جلسہ وہ اک دھوم دھامی کریں گے

عجب شان پر رحمت عام ہو گی

خوشی خاص بندوں میں حامی کریں گے

نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمہارا

ادا سب پیامی سلامی کریں گے

☆☆☆

۲۴۷

دل پریشان ہوا جاتا ہے

اور سامان ہوا جاتا ہے

خدمت پیر مغاں کر زاہد

تو اب انسان ہوا جاتا ہے

موت سے پہلے مجھے قتل کرو

اس کا احسان ہوا جاتا ہے

لذت عشق الٰہی مٹ جائے

درد ارمان ہوا جاتا ہے

دم ذرا لو کہ مرا دم تم پر

ابھی قربان ہوا جاتا ہے
گر یہ کیا ضبط کروں اے ناصح
اشک پیان ہوا جاتا ہے
بے وفائی سے بھی رفتہ رفتہ
وہ مری جان جان ہوا جاتا ہے
عرصہ حشر میں وہ آ پہنچے
صاف میدان ہوا جاتا ہے
مدد اے ہمت دشوار پسند
کام آسان ہوا جاتا ہے
چھائی جاتی ہے یہ وحشت کیسی
گھر بیابان ہوا جاتا ہے
شکوہ سن آنکھ ملا کر ظالم
کیوں پشیمان ہوا جاتا ہے
آتش شوق بجھی جاتی ہے
خاک ارمان ہوا جاتا ہے
عذر جانے میں نہ کر اے قاصد
تو بھی نادان ہوا جاتا ہے
مضطرب کیوں نہ ہوں ارمان دل میں
قید مہمان ہوا جاتا ہے
داغ! خاموش نہ لگ جائے نظر
شعر دیوان ہوا جاتا ہے

☆☆☆

۲۴۸

جنس دل ، آپ کو کیا؟ مہنگی ہے یا سستی ہے
ہم نہیں بیچتے کچھ زور زبردستی ہے
مجھ کو جلوے سے غش آیا اسے گزرا یہ گمان

نیند غفلت کی ہے یا چھائی ہوئی مستی ہے
اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے
ہم بھی بستے ہیں جہاں خلق خدا بستی ہے
ہے ہمیشہ رخ رنگیں کی بہار اے گل تر
رو کشی اس سے کرے تو، تری کیا ہستی ہے
ہاتھ سے دامن امید کرم چھوٹ گیا
ہم یہ سمجھے کہ یہی وجہ تہی دستی ہے
زہر چڑھتا ہے تری زلف کے نظارے سے
مار رکھتی ہے یہ ناگن یونہی کب ڈستی ہے
ہے یہ اب بے اثری، غیر کے طعنے کیسے
ہم پر آوازے ہماری ہی فغاں کستی ہے
دل کے سو ٹکڑے اڑے تن کو خبر تک نہ ہوئی
چشم بددور یہ قاتل کی سبک دستی ہے
نعمتیں سارے جہاں کی ہوں تو پروا نہ کرے
فاقہ مستی تری کیا بات ہے کیا مستی ہے
کوئی دم موت کا کھٹکا نہیں جاتا دل سے
نیستی کہتے ہیں جس کو وہ یہی ہستی ہے
کہیں روتا تو ادھر سے نہیں گزرا مجنوں
پاؤں سے ناقہ لیلیٰ کے زمیں دھستی ہے
حوصلہ چاہیے انسان کو جو پائے عروج
پست ہمت کو بلندی بھی جو ہے پستی ہے
بہر گل گشت جو آتا ہے وہ نازک اندام
شاخ گل تار رگ گل سے کمر کستی ہے
آدمی روح کو آرام سے رکھے ہر دم
ورنہ پھر اور ہی عالم کو یہ چل بستی ہے
حیدر آباد رہے تا بہ قیامت قائم
یہی اب داغ مسلمانوں کی اک بستی ہے

☆☆☆

۲۴۹

غیر سے میری طرف داری ہے
یہ نئی طرح کی عیاری ہے

ان کو وعدے میں بھی دشواری ہے
مجھ کو ایک ایک گھڑی بھاری ہے

میرے دل میں وہ حنائی فندق
اک چمکتی ہوئی چنگاری ہے

چشم فتاں میں کہاں شرم و حیا
مردمک مردم بازاری ہے

غمزہ و ناز نے کھینچی تلوار
کس سے یہ جنگ کی تیاری ہے

کم نہیں موت سے دل کا آنا
سخت مجبوری و ناچاری ہے

سنگ اسود نہ ٹلا کعبے سے
پتھر اپنی ہی جگہ بھاری ہے

آنکھیں پھرتی ہیں ہزاروں فتنے
اس کی مژگاں کا قلم جاری ہے

کیا کریں شور لب زخم جگر
آپ کا پاس نمک خواری ہے

عرض مطلب پہ زباں قطع ہوئی
بات کرنے کی گنہ گاری ہے

آئے چکر میں جناب زاہد
دختر رز کا قدم بھاری ہے

اتنی ہی رات ہے جتنی سمجھو
یہی آدھی ہے یہی ساری ہے

یہ رہے جان رہے یا نہ رہے
وضع داری بری بیماری ہے
داغ دشمن سے بھی جھک کر ملیے
کچھ عجب چیز ملنساری ہے

☆☆☆

۲۵۰

خوش کس حال میں انسان رہا ہے نہ رہے
ہو کے بے فکر کسی آن رہا ہے نہ رہے
دست معشوق سہی پنجہ وحشت نہ سہی
ثابت اپنا تو گریبان رہا ہے نہ رہے
نہ کیا قتل یونہی سب کو گھلا کر مارا
مرنے والوں کے سر احسان رہا ہے نہ رہے
میرے ہی قتل کی حسرت تیرے دل میں تو رہی
بجز اس کے کوئی ارمان رہا ہے نہ رہے
جو حقیقت سے خبردار ہوا یا ہو گا
پھر حقیقت میں وہ انسان رہا ہے نہ رہے گا
کرتے ہیں عشق کا ہم جان لگا کر سودا
اس میں انجام کو نقصان رہا ہے نہ رہے
خون عاشق سے ہمیشہ ہی رہا فندق بند
سادہ اس تیر کا پیکان رہا ہے نہ رہے
دل بیتاب کو کیوں زلف میں الجھاتے ہو
کوئی باندھے سے تو مہمان رہا ہے نہ رہے
دخل کیا ہم سے محبت میں جو بازی لے جائے
غیر کے ہاتھ میں یہ میدان رہا ہے نہ رہے
راہ میں تیر نگہہ دور سے لیتا ہے خبر
ان کے ہمراہ نگہبان رہا ہے نہ رہے

سخن عشق کی تاثیر سے وہ ڈرتے ہیں
سامنے داغ کا دیوان رہا ہے نہ رہے

☆☆☆

۲۵۱

دیکھیے عشق میں اب جان رہے یا نہ رہے
جان کیا چیز ہے ایمان رہے یا نہ رہے
چاٹ جنت کی قیامت ہے، دل خلق حریص
عمر بھی شوق میں انسان رہے یا نہ رہے
کیا مصیبت ہے کہ تم وعدہ کرو اور نہ آؤ
کوئی کم بخت پریشان رہے یا نہ رہے
اب تو کھا لی ترے ملنے کی قسم اے ظالم
آن رہ جائے، مری جان رہے یا نہ رہے
ہوش میں آؤ نہ گھبراؤ جواب اس کا دو
شب کو جا کر کہیں مہمان رہے یا نہ رہے
آج یاروں نے مری موت کی تیاری کی
یہ بھی کل دیکھیے سامان رہے یا نہ رہے
جلوہ یار قیامت ہے جناب ناصح
کہیے حضرت کے بھی اوسان رہے یا نہ رہے
جذب دل کی نہ خبر تھی تو لگایا کیوں تھا
آپ کے تیر میں پیکان رہے یا نہ رہے
تو تو اک بار مرے دل کی تمنا بر لا
پھر بلا سے کوئی ارمان رہے یا نہ رہے
ہاتھ سے وقت گیا آپ جو قابو سے گئے
عمر بھر کوئی پشیمان رہے یا نہ رہے
تیری تصویر نے دیکھی تھی کب ایسی صورت
دیکھ کر داغ کو حیران رہے یا نہ رہے

☆☆☆

۲۵۲

قیامت ہیں بانکی ادائیں تمہاری
ادھر آؤ لے لوں بلائیں تمہاری

جو پوچھا کبھی شغل تنہائی ان سے
کہا گنتے ہیں ہم خطائیں تمہاری

زمانے میں ہیں یادگار زمانہ
وفائیں ہماری، جفائیں تمہاری

ہمیں دو گے انعام کیا روز محشر
جو ہم بات بگڑی بنائیں تمہاری

پھڑک جائے کیوں کر نہ انسان سن کر
رسیلی سریلی صدائیں تمہاری

تجلی کی موسیٰ سے ہوں دو دو باتیں
اگر شکل ہم دیکھ پائیں تمہاری

ہمیں بے تمہارے ہے سم آب و دانہ
قسم بھی جو کھائیں تو کھائیں تمہاری

ہر اک داستاں ہے نہایت مزے کی
ہم اپنی کہیں یا سنائیں تمہاری

کریں آنکھ سے ہم نظارے تمہارے
سنیں کان سے ہم صدائیں تمہاری

کرو صدقے غیروں کو سر پر سے اپنے
بڑے لینے والے بلائیں تمہاری

ابظاہر محبت جتانے سے حاصل
مجھے کوستی ہیں دعائیں تمہاری

وہ گھبرا گئے آخر اے حضرت دل
کہاں تک سنیں التجائیں تمہاری

یقیں ہے اب سے زیادہ قلق ہو
محبت جو ہم آزمائیں تمہاری

شب غم وہاں سے یہ پیغام آیا
اثر کر چکیں بس دعائیں تمہاری

اٹھائے ہیں صدمے بہت داغ تم نے
الٰہی مرادیں بر آئیں تمہاری

☆☆☆

۲۵۳

نگہہ نکلی، تل دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ، مٹھی کھول، یہ چوری یہیں نکلی

تری خاطر سے کہ دوں آرزو اے نازنیں نکلی
نہیں نکلی، نہیں نکلی، نہیں نکلی، نہیں نکلی

تہہ شمشیر گھٹ کے مری جان حزیں نکلی
تمنا آپ کے دل کی بھی نکلی یا نہیں نکلی

مٹی چین جبیں تو چاند سی تیری جبیں نکلی
پڑی جب گل جھڑی دل میں نہیں سلجھی نہیں نکلی

دعائے بے اثر کی جب ہوئی کچھ سرد بازاری
کلیجے سے ہمارے جل کے آہ آتشیں نکلی

اٹھے دست دعا کیا ضعف نے ایسا گھلایا ہے
جسے میں ہاتھ سمجھا تھا وہ خالی آستیں نکلی

بہت آنکھیں لگی رہتی ہیں اس کی چشم پرفن پر
ہماری تاک میں جو تھی وہ خود زیر کمیں نکلی

بجا اے حضرت واعظ کہاں دنیا کہاں جنت
نرالی آن، بانکی وضع، جب نکلی یہیں نکلی

رسائی ضعف سے مشکل تھی اس کے روئے زیبا تک
ہماری آہ سے مل کر نگاہ واپسیں نکلی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہہ نے تمیچہ مارا زباں سے آفریں نکلی

کہوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں آپ نے مجھ پر
ابھی کم بخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی

مجھے خوش دیکھ کر تم کیوں مبارک باد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی

نکل کر تم میری آغوش سے اس حال کو پہنچے
کہیں سے چل دیا دامن کہیں سے آستیں نکلی

ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھ سکتا ہے
توقع چشم جاناں سے تھی، وہ بھی شرمگیں نکلی

زمانے کو تو یہ ارمان مجھ کو اس کا رونا ہے
وہ تھی کیا بے وفا حسرت جو وقت واپسیں نکلی

مرے ہی سامنے باد صبا نے کیوں نقاب الٹی
چھری کھینچے ہوئے اس شوخ کی چین جبیں نکلی

ٹھکانہ خانہ ویران محبت کا کہاں ہوتا
نہ اس لائق فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی

تمہیں دعویٰ تھا ہم ہوں گے مقابل ماہ کامل سے
خدا کی شان ہے لو وصل کی شب چودھویں نکلی

نیاز و ناز عشق و حسن دیکھا قیس و لیلیٰ میں
جو یہ صحرا نشیں نکلا تو وہ محمل نشیں نکلی

یہ ان کو لاگ ہے وہ پوچھتے ہیں ہر مسافر سے
ہماری سی کوئی صورت کہیں دیکھی کہیں نکلی

اجل نے دی نہ مہلت بات کی بھی رہ گئی حسرت
ادھر گھر سے وہ نکلے تھے ادھر جان حزیں نکلی

مری طبع رواں سے داغ جس دم جوش پر آئی
وہی پانی ہو گئی جو شعر کی پتھر زمیں نکلی

☆☆☆

۲۵۴

عرض احوال کو گلا سمجھے
کیا کہا میں نے، آپ کیا سمجھے
ان اشاروں کو کوئی کیا سمجھے
نگہ ناز سے خدا سمجھے
وعدہ کرنا پھر اس خوشی کے ساتھ
ہم تو اس کو بھی اک ادا سمجھے
چلتے چلتے وہ کہہ گئے مجھ سے
ہم تجھے مطلب آشنا سمجھے
پردے پردے میں گالیاں دیکر
مجھ سے وہ پوچھتے ہیں کیا سمجھے
اپنے بے چین دل کے آگے ہم کو
اس کی شوخی کو بھی حیا سمجھے
ان کنایوں کو اپنے تم سمجھو
بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
خط کو دیکھا نہ دیکھا چاک کیا
اس کو ملب جو مدعا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بت مغرور
اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے
کیا یقیں ہے مری محبت کا
وہ شکایت کو التجا سمجھے
جب کہا اس نے تجھ سے سمجھیں گے
میں نے بھی طعن سے کہا سمجھے
تو پرائی سمجھ پہ کام نہ کر
رمز الفت کو غیر کیا سمجھے

دل نے سمجھا ہے دوست دشمن کو
ایسے نافہم سے خدا سمجھے
آدمیت کی شرط ہے اے داغ
خوب اپنا برا بھلا سمجھے

☆☆☆

۲۵۵

دل کو کیا ہو گیا خدا جانے
کیوں ہے ایسا اداس کیا جانے

اپنے غم میں بھی اس کو صرفہ ہے
نہ کھلا جانے وہ نہ کھا جانے

اس تجاہل کا کیا ٹھکانا ہے
جان کر جو نہ مدعا جانے

کہہ دیا میں نے راز دل اپنا
اس کو تم جانو یا خدا جانے

کیا غرض، کیوں ادھر توجہ ہو
حال دل آپ کی بلا جانے

جانتے جانتے ہی جانے گا
مجھ میں کیا ہے ابھی وہ کیا جانے

کیا ہم اس بدگماں سیبات کریں
وہ ستائش کو بھی گلا جانے

تم نہ پاؤ گے سادہ دل مجھ سا
جو تغافل کو بھی حیا جانے

ہے عبث جرم عشق پر الزام
جب خطا وار بھی خطا جانے

نہیں کوتاہ دامن امید
آگے اب دست نارسا جانے

جو ہو اچھا ہزار اچھوں کا
واعظ اس بت کو تو برا جانے
کی مری قدر مثل شاہ دکن
کسی نواب نے نہ راجا جانے
اس سے اٹھے گی مصیبت عشق
ابتدا کو جو انتہا جانے
داغ سے کہہ دو اب نہ گھبرائے
کام اپنا بتا ہوا جانے

☆☆☆

۲۵۶

کمر کی طرح بے نشان ہے دھن بھی
دھن کا ہے دعویٰ تو کیجیے سخن بھی
ہزاروں کی طرح کے ہیں سامان اس میں
پرانی ہی سرکار چرخ کہن بھی
سنبھل کر ذرا پاؤں رکھیے زمیں پر
اگر چال بگڑی تو بگڑا چلن بھی
بہت خوب رو دل میں بیٹھے ہوئے ہیں
مگر بزم جنت ہے یہ انجمن بھی
نہ خط بھیجتا ہے نہ آتا ہے کوئی
عدم ہو گیا ہے ہمارا وطن بھی
اگر دل ملائے تو مل جائے باہم
زباں سے زباں بھی دھن سے دھن بھی
تجھے ابروئے یار سیدھا نہ دیکھا
عجب بانکپن ہے ترا بانکپن بھی
وہاں کچھ نہ بولا گیا نامہ بر سے
خدا نے دیے تھے زباں بھی دھن بھی

نہ مانا برا میرے سکوے کا اس نے
بڑے کام آیا یہ دیوانہ پن بھی
بلا سے ہوں برباد ہم اڑ کے پہنچیں
نہیں آتی ہم تک ہوائے وطن بھی
طریق محبت میں رہبر ہو اچھا
یہی راہ آسان بھی ہے کٹھن بھی
شرارت سے خالی نہیں ان کی باتیں
جہاں سادگی ہے وہاں بانکپن بھی
سلامت رہے شاہ محبوب یا رب
رعیت بھی آباد ملک دکن بھی
وہی چارہ فرمائے اہل غرض ہے
وہی دست گیر غریب الوطن بھی
فلاطوں خرد ہے تو لقمان حکمت
سکندر چشم ہے تو جم انجمن بھی
مرا شاہ ہے مالک ملک و دولت
مرا شاہ ہے قدر دان سخن بھی
خدا کی عنایت سے ہے داغ سب کچھ
جو وہ مہرباں ہے تو شاہ دکن بھی

☆☆☆

۲۵۷

سینکڑوں ملتے ہیں الزام کے دینے والے
ایک دو بھی نہیں آرام کے دینے والے
میرے قاصد کو دیا اس نے یہ جھنجھلا کے جواب
کون ہوتے ہیں وہ پیغام کے دینے والے
وعدہ وصل پہ یہ پختگی و استحکام
آفریں اے طمع خام کے دینے والے

جاں نثاروں کو ملا کرتے ہیں اکثر دشنام
تم سلامت رہو انعام کے دینے والے

اس خرابات سے وہ اہل خرابات گئے
جام بھر کر مئے گلفام کے دینے والے

آبرو عاشق بدنام کی کب رہتی ہے
نام رکھتے ہیں مجھے نام کے دینے واے

عشق کے حکم سے ہے دست جنوں برسرکار
کام لیتے ہیں سبھی کام کے دینے والے

ناتوانی پہ نہ جا تو کہ ہمیں باقی ہیں
سو دعائیں تجھے دل تھام کے دینے والے

اب مرے سامنے خاموش ہے کیوں کیا عبث
لب گستاخ سے دشنام کے دینے والے

وہی تو وعدہ دیدار کریں گے پورا
مجھ کو دھوکے سحر و شام کے دینے والے

وہی اچھے ہی وہی دانا ہیں تمہارے نزدیک
مشورے تم کو برے کام کے دینے والے

آپ ہیں جان کے ایمان کے لینے واے
آپ ہیں درد کے آلام کے لینے والے

غیر کیا دے گا تمہیں نقد دل و جاں اپنا
نہیں ہوتے کبھی اس نام کے دینے والے

قتل عشق کا وہ حکم نہ دیتے بے وجہ
کچھ سمجھ لیتے ہیں احکام کے دینے والے

داغ عاصی کو ملے نعمت فردوس و نعیم
یا نبیؐ دولت اسلام کے دینے والے

یہ دل ، محبوب سبحانی کے صدقے
محی الدین جیلانی کے صدقے
مرے دل پر چلے وہ خنجر عشق
ملک ہوں جس کی قربانی کے صدقے
تمہاری ذات سے ہے نظم عالم
جہاں بانی کے سلطانی کے صدقے
تمہارے لطف پنہانی کے قربان
تمہارے فیض روحانی کے صدقے
نثار قبہ انور مہ و مہر
فرشتے قبر نورانی کے صدقے
یہ زیبا ہے جو ہوں لوح و قلم بھی
تمہارے اسم لاثانی کے صدقے
سبک روحی میں کب ہے لذت درد
دم بسمل گراں جانی کے صدقے
یہ دل ہو اور جوش قلزم عشق
یہ کشتی موج طوفانی کے صدقے
فدائے شمع پروانہ ہو اے داغ
ہم اپنے قطب ربانی کے صدقے

☆☆☆

۲۵۹

محبت ہے مجھے اس رہ گزر سے
جنازہ بھی مرا جائے ادھر سے
بچانا آفت تیر نظر سے
الٰہی یہ بلا آئی کدھر سے
لچکتی ہے بہت یار نظر سے
ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے

نگہہ دل سے لڑے مژگان جگر سے
بندھا ہے مورچہ کیا گھر کے گھر سے
ٹپکتا ہے یہ صاف اس کی نظر سے
بہت باتیں ہوئی ہیں نامہ بر سے
نہ روکا شام فرقت کو کسی نے
دوھائی دے رہا تھا میں سحر سے
کیا ہے ضبط جب درد محبت
گرے ہیں ٹپ ٹپ آنسو چشم تر سے
انہیں فرحت کہ اس کا سر اتارا
ہمیں فرصت کہ چھوٹے درد سر سے
ہم اپنی جان پر کھیلے ہوئے ہیں
لڑائی ہو پڑی ہے چارہ گر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی
یہ بندے لائے ہیں کیا اپنے گھر سے
تمہارا دیکھنا کیوں کر نہ دیکھوں
نظر کی چوٹ رکتی ہے نظر سے
نرالی وضع زاہد نے بنائی
یہ ہے انسان کیا جانے کدھر سے
ملی سوز و گداز ہجر کی داد
مجھے آنسو مرے شمع سحر سے
شب فرقت تمہیں اتنے تو نالے
کہ میں باتیں کروں دیوار و در سے
نہ دیکھا کر مجھے غصے سے ظالم
تری آنکھوں سے بھی کیوں خون بر سے
مزا آتا ہے ان کے روٹھنے میں
ہمیشہ چھیڑ ہوتی ہے ادھر سے
دغا ہم سے کرو گے آخر کار

یہ ہم سمجھے ہوئے تھے پیشتر سے
انہیں تو حور ہی سے لاگ ٹھہری
الٰہی لاؤں جنت کس کے گھر سے
رقیب روسیہ کیوں سر چڑھا ہے
اسے صدقے کرو تم داغ پر سے

☆☆☆

۲۶۰

لذت سیر دگر چشم تمنا لے گی
ایک بار اور بھی دنیا ابھی پلٹا لے گی
دل کا سرمایہ وہ دزد دیدہ نظر کیا لے گی
اتنا دینا بھی پڑے گا اسے جتنا لے گی
شکوہ دھر نہ بیداد فلک کی فریاد
حشر میں خلق خدا کا نام تمہارا لے گی
پردہ در ہو گی محبت یہ خبر تھی کس کو
ہاتھ میں دامن یوسف کو زلیخا لے گی
نہ کریں میرے لیے حضرت ناصح تکلیف
خود طبیعت دل بیتاب کو سمجھا لے گی
لٹ چکے جان و دل و صبر و خرد روز وصال
کیا دھرا ہے شب غم آ کے یہاں کیا لے گی
ایک مدت سے ہے برباد ہماری مٹی
دیکھیے کب ترے دامن کا سہارا لے گی
چارہ گر ہوں گے تجھے کپڑے چھڑانے مشکل
آڑے ہاتھوں مری وحشت کبھی ایسا لے گی
خاص بخشو گے تمہیں اپنے گنہ گاروں کو
بخشش عام نہ ان کا کبھی ٹھیکا لے گی
کج اداؤں کو بہت ہم نے کیا ہے سیدھا

ہم سے کیا بل کی تری زلف چلیپا لے گی
چین سے آپ رہیں کچھ مری پروا نہ کریں
کیا شب ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی
دل کا سودا تری زلفوں سے بنا رکھا ہے
کیا خبر تھی کہ نگہہ مفت سے ہتھیا لے گی
شب کو دیکھے گی جو یہ داغ دل و چاک جگر
خوف سے کاہ کشاں دانتوں میں تنکا لے گی
غیر ہے خواب شب وصل میں اے آہ رسا
کام بن جائے گا سوتے کو اگر جا لے گی
اوپری دل ہی سے اس دل کے خریدار بنو
جس کو تم لو گے اسی چیز کو دنیا لے گی
کام بگڑا نہ بنائے سے بنے گا ہرگز
میری تدبیر نہ تقدیر سے بدلا لے گی
درد و غم رنج و الم مول لیے کیا کیا کچھ
اور کیا کیا نہ مری خواہش بے جا لے گی
گرم بازاری دل دیکھ کے وہ کہتے ہیں
ہم نہ لیں گے اسے جس چیز کو دنیا لے گی
دل سودا زدہ آزار محبت لے گا
عقل دیوانی نہیں ہے جو یہ سودا لے گی
شاہ دیں دار کا وہ فیض ہے جاری اے داغ
حشر تک جس سے مزے دین کے دنیا لے گی

☆☆☆

۲۶۱

جب سے بسی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے
میں کیا ہوں کہ نکہت گل کس ہوا میں ہے
گرویدہ اس ستم پہ بھی رہتے ہیں سینکڑوں

میری وفا کا رنگ تمہاری جفا میں ہے
خالی نہیں ہے ان کی شرارت سے شرم بھی
جو کچھ بچی ادا ہے وہ شوخی حیا میں ہے
افسوس یہ ہوئی نہ مقدر میں غیر کے
مضبوط جو گرہ ترے بند قبا میں ہے
گزری کبھی نہ چین سے ہم کو کوئی گھڑی
جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے
اے خضر بادہ خوار کو کیا اس کی آرزو
کیفیت شراب بھی آب بقا میں ہے
آسودگان خاک کی آہیں لگی نہ ہوں
دامن دم خرام ترا کس ہوا میں ہے
چٹکی میں ان کی تیر نگاہوں میں ان کی قہر
کیا جانے کتنی دیر ہماری قضا میں ہے
ہنگامہ دوست، دوست رہا بزم غیر میں
کب یہ سنا کہ مجمع اہل وفا میں ہے
مر جاؤں میں اگر ہو وہاں ناز میں کمی
اپنی تو جان ایک سراپا ادا میں ہے
کس طرح عرض حال کرے کیا کرے کوئی
تاثیر شکوے میں نہ اثر التجا میں ہے
سر پھوڑنا فضول ہے ، دم توڑنا عبث
دل پھیر دے بتوں کا یہ قدرت خدا میں ہے
پہلو میں دیکھ کر مرے دل کو مچل گئے
ان کو گمان تھا مری زلف دوتا میں ہے
دن کو کچھ اور ترنگ تو شب کو کچھ اور ڈھنگ
تاثیر رود طرح کی ہماری دعا میں ہے
ہنگام سجدہ سر پہ قیامت بپا ہوئی
ہر ذرہ ایک فتنہ ترے نقش پا میں ہے

دل کو پھنسا رہی ہے وہ زلف سیاہ گوں
یہ مبتلا تو آپ ہی اپنی بلا میں ہے
یا رب شب فراق نہ ہوں مانگ کر خجل
ان کی ادا کا ڈھنگ بھی کوئی قضا میں ہے
یہ وحشت مزاج نہ اس وقت رنگ لائے
دامن قبول کا مرے دست دعا میں ہے
اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یاد خدا میں ہے

☆☆☆

۲۶۲

ہم اس جہان سے ارمان لے کے جائیں گے
خدا کے گھر یہی سامان لے کے جائیں گے
یہ ولولے تو مری جان لے کے جائیں گے
یہ ذوق شوق تو ایمان لے کے جائیں گے
وہ وقت نزع نہ آئیں عدو کے کہنے سے
ہم اور غیر اک احسان لے کے جائیں گے
بیاں کریں گے ترے ظلم ہم قسم کھا کر
خدا کے سامنے قران لے کے جائیں گے
چڑھی نہ تربت مجنوں پہ آج چادر
ہم اپنا چاک گریباں لے کے جائیں گے
ہمیں یہ فکر ہے کہ دل سوچ سمجھ کر دیں
انہیں یہ ضد کہ اسی آن لے کے جائیں گے
صنم کدے کے ہوئے ہم نہ منے کدے کے ہوئے
یہ داغ دل میں مسلمان لے کے جائیں گے
بھرے ہیں کعبہ دل میں جو حسرت و ارمان
مراد اپنی یہ مہمان لے کے جائیں گے

لگا کے لائے ہیں غیروں کو آپ اپنے ساتھ
یہاں سے کیا یہ نگہبان لے کے جائیں گے

بغیر وصل کا وعدہ لیے ٹلیں گے نہ ہم
یہ عہد لے کے یہ پیان لے کے جائیں گے

پھنسا رہے گا دل مبتلا تو دنیا میں
گناہ کس میں پھر انسان لے کے جائیں گے

کچھ آ گیا مرے آگے دیا لیا میرا
یقین تھا وہ مری جان لے کے جائیں گے

خدا کے سامنے جب آپ کی طلب ہو گی
ہم اشک شرم کا طوفان لے کے جائیں گے

نہیں ہے تشنگی حشر کا کچھ اندیشہ
ہم اشک شرم کا طوفان لے کے جائیں گے

کریں گے اہل جزا اہل حشر میں تقسیم
بہت سے ہم ترے ارمان لے کے جائیں گے

کیا ہے سخت پریشان ناصحوں نے مجھے
جب آئیں گے مرے اوسان لے کے جائیں گے

اس آستاں پہ جو دی جان داغ بے کس نے
جنازہ آپ کے دربان لے کے جائیں گے

☆☆☆

۲۶۳

وعدے پہ ان کی بات بنائی ہوئی سی ہے
کھائی ہے وہ قسم کہ جو کھائی ہوئی سی ہے

کسی بوالہوس کے خون میں تم نے رنگے ہیں ہاتھ
اتری ہوئی حنا یہ لگائی ہوئی سی ہے

چھایا ہوا ہے بزم عدو کا خمار سا
آنکھوں میں تیری نیند سمائی ہوئی سی ہے

افسردہ خاطری میں بھی ہے آگ شوق کی
پوری بجھی ہی نہیں یہ بھائی ہوئی سی ہے
تم دل سے مہربان ہو اس کا یقیں نہیں
یہ طرز التفات اڑائی ہوئی سی ہے
دھویا ہے تم نے تیغ کو باقی ہے نم ابھی
یہ خون میں کسی کے نہائی ہوئی سی ہے
ہے چشم نیم باز پہ دھوکا خمار کا
یہ تو لڑی ہوئی سی لڑائی ہوئی سی ہے
میرا نشاں جو کوچہ جاناں میں دیکھیے
اک مشت خاک وہ بھی اڑائی ہوئی سی ہے
دست فلک سے ہائے مری سر نوشت بھی
موہوم اک لکیر مٹائی ہوئی سی ہے
چشمک زنی نہ کی ہو کسی چشم مست نے
نرگس کی آنکھ آج جو آئی ہوئی سی ہے
رنگت اڑی ہوئی سی ہے کیا آج داغ کی
چہرے پہ مردنی بھی تو چھائی ہوئی سی ہے

☆☆☆

۲۶۴

ہر دم اسی کی دھن ہے اسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے
لو دو ہی دن کے بعد یہ ان کا خیال ہے
چھوڑو بھی رسم و راہ کہاں کا وبال ہے
میں کیا کہوں کہ جو مجھے شوق وصال ہے
تم دیکھ لو فقیر کی صورت سوال ہے
جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ
اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے

سن کر مری زباں سے برائی رقیب کی
غصے کو تم نے ضبط کیا یہ کمال ہے
قسمت سے نبھ گئی ہے چلو فیصلہ ہوا
میرا کمال ہے نہ تمہار ا کمال ہے
لیل و نہار سے اپنے گزرتے ہین ایک شکل
جو شب کو خواب تھا وہی دن کو خیال ہے
میں ہوں گدائے مے کدہ مجھ پر ہو کیوں حرام
قاضی کو بھی تو مفت کی واعظ حلال ہے
کس طرح لے سکوں ترے وزد حنا سے دل
اندیشہ ہو گیا ہے کہ یہ چوری کا مال ہے
وہ کہہ رہے تھے بزم میں خنجر نکال کر
اس دل کو لاؤ جس میں امید وصال ہے
جینا ہے ننگ عشق تو مرنا خلاف عقل
یہ بھی محال ہے مجھے وہ بھی محال ہے
کافر نہ میں ہوں اور نہ محشر ہے بزم یار
اپنے کیے سے پھر مجھے کیوں انفعال ہے
اپنے داغ ان کی رنجش بے جا کا کیا علاج
اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

☆☆☆

۲۶۵

دل لے ہی چک ناز سے شوخی سے ہنسی سے
اب ان کی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے
مانی ہیں نیازین یہی مانگی ہیں دعائیں
اللہ بچائے مجھے تیری خفگی سے
آئینے میں کیا دیکھتے ہو اپنی ادائیں
اس ناز اس انداز کو پوچھو مرے جی سے

ارشاد ہوا ہے کہ تجھے قتل کریں گے
پھر بھی یہ ہے تاکید کہ کہنا نہ کسی سے
معشوق کو عشاق نے بے درد بنایا
انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے
ہم کیوں انہیں سمجھا کے عبث رنج اٹھائیں
کچھ بات ہو مطلب نہ بری سے نہ بھلی سے
گھر پھونک دیے آتش الفت نے ہزاروں
یہ آگ قیامت کی لگی دل کی لگی سے
ہوں محو تصور مری باتوں پہ نہ جاؤ
کچھ بے خودی شوق میں کہتا ہوں کسی سے
ایسا ہو نشانہ تو وہ کیوں غیر کو تاکیں
الفت بھی مجھی سے ہے عداوت بھی مجھی سے
دیکھی نہ بہار اور ثمر عشق کا پایا
اس باغ میں پھل پیشتر آتا ہے کلی سے
در پردہ تو ہوتے ہیں گلے ان سے ہزاروں
دیکھا تو دعا صاف نکل جاتی ہے جی سے
دانستہ بھی رو لیتے ہیں اس بزم میں جا کر
اندیشہ ہے مر جائیں نہ ہم فرط خوشی سے
مہمان کہیں جانے کو ہیں آپ بھی تیار
بس لیجیے سلام اپنا بھی وعدہ ہے کسی سے
پہچانو تو کس نقش کفا پا کی ہے یہ خاک
اکسیر اٹھا لائے ہیں دشمن کی گلی سے
گستاخ ہوا جب نہ پذیرا ہوئی منت
نکلا تو سہی کام مگر بے ادبی سے
بھولے سے پیا بھی کوئی ساغر تو گنہ کیا
اک عمر ہوئی توبہ کیے بادہ کشی سے
شہرہ تھا کہ ہے خنجر قاتل میں بہت آب

دم سوکھ گیا اس کا مری تشنہ لبی سے

میں وصل کا سائل ہوں جواب اس کا تو دیجیے
کیوں چپ ہوئے کیا پوچھنے جانا ہے کسی سے

وہ شام شب وصل سے برہم ہیں الٰہی
آثار قیامت ہیں نمودار ابھی سے

اے داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک
کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

☆☆☆

۲۶۶

مشکل ہے ان آنکھوں سے خدا کو کوئی دیکھے
دیکھے تو بت ماہ لقا کو کوئی دیکھے

اس چشم فسوں گر کی حیا کو کوئی دیکھے
اس ظالم مظلوم نما کو کوئی دیکھے

مرے نفس سرد پہ ہیں طعنہ زن احباب
اس وقت زمانے کی ہوا کو کوئی دیکھے

کہتے ہیں کہے جائیں برا حضرت واعظ
پی کر تو مجھے روح فزا کو کوئی دیکھے

کھل کھیلیے کھل جائیے دل کھول کر ملیے
کب تک گرہ بند قبا کو کوئی دیکھے

جب ذکر ہوا طول حیات ابدی کا
وہ بولے مری زلف رسا کو کوئی دیکھے

تقریر سنے کوئی کہ تعریف تمہاری
انداز کو دیکھے کہ ادا کو کوئی دیکھے

کہتا ہوں کہ مر جاؤ تو کچھ ہم کو یقیں ہو
بے درد کی اس شرط وفا کو کوئی دیکھے

اس واسطے لے جاتے ہیں غیر ان کو اڑا کر

ایسا نہ ہو نقش کف پا کو کوئی دیکھے
اے پردہ نشیں تنگ ہیں سب اہل بصارت
کیا دخل ترے ناخن پا کو کوئی دیکھے
نیرنگی انداز صنم کو کوئی سمجھے
دل تنگی مردان خدا کو کوئی دیکھے
جو دیکھتے ہیں چشم تحیر سے ترا حسن
ان دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے
اے داغ سنے ہیں بہت اگلے تو فسانے
کیا حال ہے اب اہل وفا کو کوئی دیکھے

☆☆☆

۲۶۷

دل جگر سب آبلوں سے بھر چلے
مر چلے اے سوز فرقت مر چلے
کہتی ہے رگ رگ ہمارے حلق کی
دم میں دم جب تک رہے خنجر چلے
راہ ہے دشوار و منزل دور تر
پاشکستہ کیا کرے کیوں کر چلے
جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے
جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
دیکھیے پس ماندگان پر کیا بنے
ہم تو اپنی سی بہت کچھ کر چلے
کیسی ہل چل ہے سرائے دھر میں
سب مسافر چھوڑ کر بستر چلے
حضرت دل تھی یہی شرط وفا
آپ میرے حق میں یہ کیا کر چلے
کربلا ہے کوئے قاتل کی زمیں

شام کو پہنچے وہیں دن بھر چلے
غیر کیا جانے کہ پردے پردے میں
وار وہ جس پر چلے اس پر چلے
مار ڈالے گی قفس میں بوئے گل
ہم اسیروں سے ہوا بچ کر چلے
موج طوفانی و گرداب محیط
اپنی کشتی کس طرف بچ کر چلے
حسرتوں سے کیوں نہ ہو دل پائمال
اس زمیں پہ سینکروں لشکر چلے
منزل مقصود کے خواہاں ہیں سب
ساتھ کس کس کو کوئی لے کر چلے
کیا دھرا تھا اسی تہی خم خانے میں
ہم بھی آ کر اپنا بھرنا بھر چلے
ٹکنے دیتی ہے کہیں وحشت ہمیں
چھان کر جنگل پھر اپنے گھر چلے
جادہ راہ حقیقت چھوڑ کر
قافلے کے قافلے اکثر چلے
داغ کے لب پر ہے مصرع درد کا
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

☆☆☆

۲۶۸

اب کیوں نہ کروں نالہ مجھے ڈر تو نہیں ہے
یہ عرصہ محشر ہے ترا گھر تو نہیں ہے
گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہیں ہے
ہاں دل میں نہ ہو' ان کی زباں پر تو نہیں ہے
پھر جائے تو پھر جائے بلا سے نہیں پروا

کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہیں ہے

کیوں مورد بیداد ہوں کچھ وجہ بھی اس کی
لکھا ہوا عاشق مرے منہ پر تو نہیں ہے

چبھتی ہے تری بات مرے دل میں ہمیشہ
آخر یہ زبان ہے کوئی نشتر تو نہیں ہے

کس طرح نہ قدرت کا تماشا نظر آئے
آئینہ رخ صاف ہے پتھر تو نہیں ہے

جاتی ہی رہے گی یہ پریشانی دل بھی
آشفتگی زلف معنبر تو نہیں ہے

معشوق کا جب ذکر کیا مجھ سے کسی نے
گھبر کے یہ پوچھا وہ ستم گر تو نہیں ہے

پیغام بروں کی مجھے باتوں کا یقیں کیا
اے دل یہ کچھ ارشاد پیمبر تو نہیں ہے

فرمایئے اب شوق سے جو مدنظر ہو
دل آپ کے فرمانے سے باہر تو نہیں ہے

کرتا ہے امام آج بہت سہو کے سجدے
پوشیدہ جماعت میں وہ کافر تو نہیں ہے

ہر ایک کو دے روز فلک کیوں درم داغ
ہر شخص کاروزینہ مقرر تو نہیں ہے

آئنے سے ہو جائے گی اس رخ کی صفائی
یہ کینہ دارا و سکندر تو نہیں ہے

احسان ہو ہم پر جو ہمیں آپ بتا دیں
دنیا میں کوئی آپ سے بہتر تو نہیں ہے

پھر قصد صنم خانہ کیا داغ جو تو نے
کم بخت ترے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے

☆☆☆

داد کس کی دوں جو ہوں دونوں برابر سامنے
وہ جب آتے ہیں تو آتا ہے مقدر سامنے
ہم کو کیا حاصل حسینوں میں ہو گر تم آفتاب
شب کو ہاتھ آتے نہیں، رہتے ہو دن بھر سامنے
لیں مرے دل میں کسی کافر نے کیا کیا چٹکیاں
جب نظر آیا مجھے اللہ کا گھر سامنے
تازہ ہنگامے دکھاتا ہے ہمیں وہ فتنہ گر
روز ہوتا ہے نیا سامان محشر سامنے
ہم اگر مانیں تو اے زاہد یہ بے شک ہے گناہ
بے طلب رکھ دے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے
سن چکے لن ترانی ہو چکا ہے ہم سے حجاب
آیئے اب آیئے اے بندہ پرور سامنے
یا الٰہی خیر ہو بیٹھے ہیں وہ یوں بزم میں
تیغ رکھی ہے برابر اور خنجر سامنے
جس طرح جی چاہتا ہے اس طرح ہو بے حجاب
یوں تو ہونے کو وہ ہو جاتا ہے اکثر سامنے
دیدہ و دل کی یونہی تسکین ہونی چاہیے
ایک دلبر ہو بغل میں ایک دلبر سامنے
وہم ہے اس کو کہیں دام وفا میں آ نہ جاؤں
اس لیے رکھ لی برائی سب کی لکھ کر سامنے
بت پرستی سے تو کی توبہ مگر یہ حال ہے
سر پٹکنے کے لیے رہتا ہے پتھر سامنے
مجھ کو ان کے جلوہ دیدار سے غش آ گیا
وہ یہ کہتے ہیں کیا بے خود اسے سرسام نے
اے نگاہ شوق بس اتنی نہ تیزی چاہیے

ہے یہی صورت تو ہوں گے وہ مقرر سامنے
کوئی روکے سے کہیں رکتا ہوں میں شوریدہ سر
توڑ ڈالوں ہو اگر سد سکندر سامنے
دیکھیے اے داغ کیا ہوتی ہے پاداش عمل
دیکھنے والا تو ہے روز محشر سامنے

☆☆☆

۲۷۰

نگاہ شوخ جب اس سے لڑی ہے
تو بجلی تھرتھرا کے گر پڑی ہے
اسے بھی مجھ کو بھی ضد آ پڑی ہے
خرابی بیچ والوں کی بڑی ہے
لہو کی بوند مژگاں سے جھڑی ہے
یہی گلزار دل کی پنکھڑی ہے
قیامت میں قیامت کر گیا کون
کہ دل تھامے صف محشر کھڑی ہے
کریں کیا رند توبہ مے سے زاہد
کہ یہ تو ان کی گھٹی میں پڑی ہے
قدم جمتا نہیں تیری گلی میں
کسی بے تاب ک میت گڑی ہے
عدو بھی تنگ ہے ان کے ستم سے
اسے اپنی مجھے اپنی پڑی ہے
ابھی میں نے کیا تھا یاد اس کو
وہ آیا عمر قاصد کی بڑی ہے
بنا ہے مدعی پیغام بر بھی
جڑی ہے جب مری کھوٹی جڑی ہے
کیا ہے میں نے ضبط آہ جس دم

انی برچھی کی سینے میں گڑی ہے
گل بستر ستارے بن گئے ہیں
ترے ماتھے سے جب افشاں چھڑی ہے
یہ کہتا ہے مرا شوق شہادت
تری تلوار پھولوں کی چھڑی ہے
وہ روٹھیں غیر سے تو ہم منائیں
پرائی آفت اپنے سر پڑی ہے
تجھے دیتا ہوں اپنی جان بھی میں
مرے دل سے مری ہمت بڑی ہے
ٹلیں وہ کب جو دل لینے پر ار جائیں
یہ کیا کچھ کھیل چوسر کی اڑی ہے
الٰہی کب سحر ہو گی شب ہجر
قیامت کی گھڑی ہے جو گھڑی ہے
بگڑ کر ہم نے سو الزام پائے
اب ان کی ہر طرح سے بن پڑی ہے
غزل اک اور بھی اے داغ لکھو
طبیعت اس زمیں میں کچھ لڑی ہے

☆☆☆

۲۷۱

نظر کعبے میں اس بت پر پڑی ہے
کہاں جا کر مری قسمت لڑی ہے
مجھے انجام الفت ک ڑی ہے
یہ غم پہر چونسٹھ گھڑی ہے
وہاں مشق تغافل ہر گھڑی ہے
پرائے دل کو ان کی کیا پڑی ہے
ترے در پر تڑپتے کس کو دیکھا

کہ ہر دیوار سکتے میں کھڑی ہے
پرائے مال پر اتنا تقاضا
تمھیں دل دیں گے جلدی پڑی ہے
مروت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش
نشیلی ہے رسیلی ہے بڑی ہے
زباں تک آ سکے کیا حرف مطلب
ہماری آہ سینے میں اڑی ہے
خزاں سے ہے بہار حسن محفوظ
گل عارض کی کب پتی جھڑی ہے
نہ بیٹھی تیغ عشق اس سنگ دل پر
اچٹ کر چوٹ مجھ پر ہی پڑی ہے
حسینوں کو برا کہتا ہے ناصح
انہی باتوں پہ مجھ سے ہو پڑی ہے
جفائے آسماں کی انتہا کیا
بڑوں کی بات جو کچھ ہے بڑی ہے
خدا سے التجا ہے ناخدا کیا
مری کشتی بھنور میں جا پڑی ہے
ادھر وحشت کے لیے جاتی ہے مجھ کو
ادھر حداد نے بیڑی گھڑی ہے
دل اپنا بیچتے پھرتے ہیں لاکھوں
محبت آج کل پیسے دھڑی ہے
جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر
سواری اس مسافر کی کھڑی ہے
ہمارا دم ہے خنجر میں دم ذبح
ہماری جان قاتل میں پڑی ہے
امانت رکھ تو لوں داغ محبت
مگر ڈرتا ہوں آ جو کھوں بڑی ہے

ڈبونا چاہتا ہے قلزم عشق
کنارے پر مری کشتی اڑی ہے
گھری ہے سو بلاؤں میں مری جان
یہ تنہا ہے اکیلی ہے چھڑی ہے
وہی اک بات ہے لیکن تری بات
عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے
ملازم شاہ آصف جاہ کے ہیں
جناب داغ کی قسمت بڑی ہے

☆☆☆

۲۷۲

ناوک لگا جگر پہ تو دل پرستاں لگی
کاری لگی نظر تری کافر جہاں لگی
ہم بھی دعا کے بعد پہنچے تو خوب تھا
کیوں چرخ تک زمیں سے نہ اک نردباں لگی
شام شب وصال میں پھولی نہیں شفق
تلووں سے تیرے آگ یہ اے آسماں لگی
آتا ہے تم کو تلخی دشنام میں مزہ
اس چاٹ پر لگی تو تمہاری زباں لگی
پوچھتا جو عشق گیر کی تم کو لگی ہے چوٹ
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولے وہ ہاں لگی
اچھا کا جو حور کو کیا قہر ہو گیا
ایسی تمہارے دل کو بری مہرباں لگی
میرا فسانہ تونے جو اے پند گو سنا
کچھ تیرے ہاتھ بات بھی اے نکتہ داں لگی
تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے
اکھڑے قدم وہاں سے طبیعت جہاں لگی

رو رو کے کہہ رہے ہیں وہ مردے پہ غیر کے
کس کی بری نظر رجھے اے نوجواں لگی
بے تاب مجھ کو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغ
کم بخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی

☆☆☆

۲۷۳

کل کچھ طبیعت اپنی جو مشکوک ہو گئی
آج ان سے دو ہی باتوں میں دو ٹوک ہو گئی
ہوتا نہیں ہے سیر غم دو جہاں سے بھی
اے دل یہ کس بلا کی تری بھوک ہو گئی
کیوں غیر کی طرح سے ہم نہ بے وفا ہو۳ئے
اس عاشقی میں ہ سے بڑی چوک ہو گئی
مدت سے رسم مہر و وفا میں کمی تو تھی
آخر ترے زمانے میں متروک ہو گئی
برسات ہی میں مست ہے ارگن کی بھی صدا
کوئل کی کوک اس کے لیے کوک ہو گئی
سب کچھ ہمارے دل کو ملا کیا نہیں ملا
تیری نگاہ لطف جو مسلوک ہو گئی
اے داغ اب نہیں ورم داغ بھی نصیب
دنیا فلک کے ہاتھ سے مفلوک ہو گئی

☆☆☆

۲۷۴

ابروئے یار کیوں نہ کھنچے اس مثال سے
اس کے تو ناخنوں میں پڑے ہیں حلال سے
رہتی ہے اطلاع انہیں دل کے حال سے

ملتی ہیں گالیاں مجھے پہلے سوال سے
دل کو بچا رہا ہوں بتوں کے خیال سے
اللہ تو علیم ہے بندے کے حال سے
جانا کہ یہ بھی ایک طرح کا لگاؤ ہے
ناخوش ہوا نہ میں کبھی ان کے ملال سے
جانیں تیرے خرام کو طاؤس و کبک کیا
لینی تھی اس کی داد کسی پائمال سے
کیا شکوہ فراق کروں اس کی فکر ہے
بے لطفیاں بڑھیں گی ترے انفعال سے
حجت میں ان حسینوں کو آتا ہے کیامزا
وعدہ کیا ہے اس نے بڑی قیل و قال سے
اے محتسب نہ لوٹ اسے تو یہ حکم دے
مسجد بنائے پیر مغاں اپنے مال سے
بخشش نہ ہو گی غیر کی یہ مجھ سے پوچھیے
بندے کو اطلاع ہے عقبیٰ کے حال سے
احوال چارہ گر سے کہاں تک بیاں کروں
دم ناک میں ہے روز کی اس دیکھ بھال سے
دو چار وہ ہمیں نے تو لٹکے بتا دیے
مشہور تم جہاں میں ہوئے جس کمال سے
احسان مانتا ہوں ترا اے دل حزیں
وہ شاد ہیں مرے حزن و ملال سے
ملتی نہیں ہے راہ نکیرین کے لیے
کیا قبر اٹ گئی مری گرد ملال سے
بے جا ہے رشک غیر' بجا ہے یہ روٹھنا
جانے بھی دو ملال بڑھے گا ملال سے
کہتے ہیں کیوں خدا کو کیا یاد ہجر میں
فرصت بڑی ملی تجھے میرے خیال سے

سچ ہے کسی کا چاہنے والا ہو کوئی ہو
دوزخ کو عید ہوتی ہے کافر کے حال سے

تھک کے بند ہوتی ہے یہ چشم انتظار
آتا ہے شب کو خواب تمہارے خیال سے

ہوتا ہے خشک دامن تر کیا طلسم ہے
طوفان گریہ و عرق انفعال سے

اے دست وحشت اور تجھے چاہیے اگر
دامن فلک سے چھین، گریباں ہلال سے

حیرت ہے اس نے صبح کو مجھ سے بیان کیں
باتیں جو کی تھیں رات کو اس کے خیال سے

اے داغ ہے دکن سے بہت دور لکھنو
ملتے امیر احمد و سید جلال سے

☆☆☆

۲۷۵

کیجیے انصاف یہ ناحق کا جھگڑا ہم سے ہے
دل دیا ہے غیر کو اس کا تقاضا ہم سے ہے

وصل کا وعدہ کسی سے ہو وہ گویا ہم سے ہے
کیا یقین ہے جانتے ہیں ہم یہ ایما ہم سے ہے

مٹ گئے جب ہم تو جانو مٹ گئی ساری بہار
ہم ہیں دنیا میں تو یہ گلزار دنیا ہم سے ہے

وصف یوسف پر بت کافر نے جھنجھلا کر کہا
ہم تو دیکھیں اس کی صورت کون اچھا ہم سے ہے

لیلیٰ و مجنوں کا قصہ کوئی سنتا ہی نہیں
بحث عالم کو فقط یا تم سے ہے یا ہم سے ہے

دل یہ کہتا ہے ہمارے دم سے ہیں آثار عاشق
درد ہم سے ہے تپش ہم سے ہے، سودا ہم سے ہے

کیوں نہ حیرت ہو کہ بغض و کینہ و رنج و ملال
ہم کو دشمن سے نہیں ہے تم کو جتنا ہم سے ہے
دل جلوں سے آپ بل بھرتے ہیں یہ اچھا نہیں
چرخ کج رفتار بھی گر ہے تو سیدھا ہم سے ہے
جا چکی تھی رسم الفت' مٹ چکا تھا نام عشق
اب زمانے میں کچھ ان باتوں کا چرچا ہم سے ہے
واہ کیا کہنا ہے کا اچھا دیا تم نے جواب
شکوہ بے جا کو سن کر ناز بے جا ہم سے ہے
دل میں بھی آئے ' تصور میں بھی آئے بے حجاب
ان کو ظاہر میں فقط آنکھوں کا پردا ہم سے ہے
وعدہ دیدار کیسا اور کیا پیمان وصل
کیا کہیں کیوں کر کہیں جو قول ان کا ہم سے ہے
چین کیجیے عیش کیجیے مجمع اغیار میں
آپ کو اب واسطہ ' مطلب' غرض کیا ہم سے ہے
ہم سے جو ملتے نہ تھے اب ان سے ہم ملتے نہیں
جن سے تھی ہم کو شکایت ان کو شکوہ ہم سے ہے
دل میں وہ گھبرا رہے ہیں اور مجھ سے حشر میں
کہتے ہیں کہ ڈال جو کچھ تجھ کو کہنا ہم سے ہے
یا رب اس سے ہیں بہت وابستہ اپنی خواہشیں
آسماں کو بھی کسی شے کی تمنا ہم سے ہے
صاف ہو جاؤ تو پھر ہو گفتگو بھی صاف صاف
جس قدر تکرار ہے یہ رنجش باہم سے ہے
کوئی کافر ہی کرے اے داغ ان کی آرزو
اے تیری شان اب تمنا کی تمنا ہم سے ہے

ڈھونڈتے پھرتے ہیں اک عالم میں شیدائی تجھے
لگ گئی کس کی نظر اے حسن زیبائی تجھے
یہ بٹے کیا خوب حصے عاشق و معشوق کو
ناشکیبائی مجھے دی اور رعنائی تجھے
تو مرے سر پر کھڑی رہتی ہے ہر دم اے اجل؛
اور پھر سارا جہاں کہتا ہے ہرجائی تجھے
چھیڑ کا موقع کوئی ملتا نہ تھا اچھا ملا
میرے دل میں آئی شوخی جب حیا آئی تجھے
دھن لگی رہتی ہے اپنے دوست کی آٹھوں پہر
میں غنیمت جانتا ہوں کنج تنہائی تجھے
شکوہ بے داد کیسا' کیسی فریاد ستم
رنج ہے جبراً قیامت کیوں اٹھا لائی مجھے
اک طرف اہل ہوس ہیں اک طرف ہیں اہل عشق
بزم آرائی میں آتی ہے صف آرائی تجھے
جاتے ہیں سینے میں آیا باہر اے پیکان بار
ہو گئی اتنے میں کس کس سے شناسائی تجھے
بے حجابی کا بہانہ کوئی تجھ سے سیکھ جائے
غیر کے آتے ہی ظالم آئی انگڑائی تجھے
جستجو جس کی ہے اپنے آپ میں تو دیکھ لے
دیکھنے کو دی ہے اے غافل یہ بینائی تجھے
تو اگر سن لے تو کیا جانے کرے کیسا غرور
دیکھ کر سمجھا ہے جو تیرا تماشائی تجھے
گر یہی جھگڑے رہے باہم تو ملنا ہو چکا
رنج تنہائی مجھے ہے فکر رسوائی تجھے
کاش تھمنے دے ٹھہرنے دے مرے دل کی تپش
گو بمشکل کھینچ کر میری کشش لائی تجھے
دوست کو دشمن سمجھ لیتا ہے تو دشمن کو دوست

آ گئی ہے بانکپن کے ساتھ کج آرائی تجھے
ہم کریں گے مرتے مرتے آپ ہی اپنا علاج
چارہ گر آتی نہیں ہے چارہ فرمائی تجھے
آئیں کیوں میرے دلِ ویراں میں فرماتے ہیں وہ
کیا غرض ہم کو مبارک دشت پیمائی تجھے
تیری دانائی کے قائل تھے سب افلاطوں منش
شاعری نے کر دیا اے داغ سودائی تجھے

☆☆☆

۲۷۷

جمع ہیں پاک اک زمانے کے
ہائے جلسے شراب خانے کے
ذکر بے فائدہ نہ کر واعظ
اس زمانے میں اس زمانے کے
دل سے کہتا ہے یہ لبِ سوفار
تیرے قربان اس نشانے کے
برق پھونکے اڑائے بادِ خزاں
چار تنکے ہیں آشیانے کے
ہے مری داستاں بھی کیا مرغوب
حرف بکتے ہیں اس فسانے کے
شبِ وعدہ امیدِ وصل کسے
ہم تو ہیں منتظر بہانے کے
کعبہ و دیر میں دھرا کیا ہے
گرد ہیں تیرے آستانے کے
شبِ فرقت ترے تصور سے
مشورے ہوتے ہیں زمانے کے
تخمِ الفت سے ہے وفورِ اشک

لاکھ دانے ہیں ایک دانے کے
لعل لب اور گوہر دنداں
یہ جواہر ہیں کس خزانے کے
اہل جنت کے بھی دلوں پر داغ
نقش ہیں اس نگار خانے کے

☆☆☆

۲۷۸

رکھ دیں گے اگر شیہ بھی بادہ مجھ نوش کی
خالی بھری دکان کرے مے فروش کی
کیوں ناصحوں کو فکر ہے مجھ بادہ نوش کی
صدقہ وہ دیں حواسوں کا بنوائیں ہوش کی
تربت پہ مری ڈال دیں اس کی گلی کی خاک
حاجت نہیں ہے اس کے لیے قبر پوش کی
کب تک حجابؔ آنکھ ملاؤ پیو پلاؤ
کیفیت انجمن میں رہے ناؤ نوش کی
بنکار اٹھے مست محبت تو ہے وہ راز
بے ہوشیوں میں یہ کبھی لیتا ہے ہوش کی
دل خون ہو گا توبہ سے عہد شباب میں
واعظ یہی تو عمر ہے جوش و خروش کی
وہ دل کے ولولے وہ جوانی کے زور شر
اک داستاں ہے اپنی طبیعت کے جوش کی
دیکھا جمال یار سنی داستان عشق
دعوت یہ ساری عمر رہی چشم و گوش کی
زاہد کی سرخ آنکھوں سے معلوم ہو گیا
رندوں سے جو بچی تھی وہ حضرت نے نوش کی
تدبیر یاد دل کی اگر پوچھتا ہوں میں

کہتے ہیں پہلے فکر کروں بار دوش کی
پایاب ہے شناور دریائے عشق کو
اے بحر اصل کیا ترے جوش و خروش کی
باہم تری نگاہ و حیا میں ہے کیوں سلوک
غماز سے کبھی نہ بنی عیب پوش کی
ہر خوب رو کو داغ جتاتا ہے عاشقی
عیار ہے بھلی کہی اس خود فروش کی

☆☆☆

۲۷۹

دل میں عاشق کے، تصور سے کھٹک ہوتی ہے
ان حسینوں کی غضب نوک پلک ہوتی ہے
اس بہانے سے بہائے سر محفل آنسو
کہہ دیا ان سے کہ آنکھوں میں کھٹک ہوتی ہے
جلوہ بے پردہ تو ہوتا ہے فقط ہوش ربا
وہ قیامت ہے جو چلمن کی جھلک ہوتی ہے
سہمے جاتے ہیں ڈرے جاتے ہیں وہ عاشق سے
کم سنی ہے ابھی اس سن میں جھجک ہوتی ہے
درد فرقت بھی الٰہی نہ دغا دے جائے
آج یہ کیا ہے کہ تھم تھم کے کسک ہوتی ہے
جس نے سونگھی ہے وہ خوشبو کوئی اس سے پوچھے
باسی ہاروں کے جو پھولوں میں مہک ہوتی ہے
سادہ دل ہیں جو انہیں آئینہ رو کہتے ہیں
آئینے میں کہیں بجلی کی چمک ہوتی ہے
پست ہمت کبھی پاتے نہیں عالم میں عروج
قاعدہ ہے کہ زمین زیر فلک ہوتی ہے
کوئی تو غم ہے جو کی آپ نے آرائش ترک

سادگی اور مجھے باعث شک ہوتی ہے

جھومنا اور وہ ہنسنا ترے دیوانوں کا

عجب انداز کی کچھ ان میں لٹک ہوتی ہے

کون بے کس کا معاون ہے بجز ذات خدا

غیب سے اس کی مدد اس کی کمک ہوتی ہے

آتش رنگ حنا نے تو جلایا دل کو

اس کی تاثیر یہی سرد و خنک ہوتی ہے

وہ برائی سے بھی گو غیر کا مذکور کریں

بدگمانی مجھے بے شبہ و شک ہوتی ہے

اس نزاکت پہ سنے کیا وہ ہماری فریاد

غنچہ چٹکے تو کہے سر میں دھمک ہوتی ہے

ہاتھ رکھ لیتے ہیں وہ ڈر کے کمر پر اپنی

شاخ گلبن میں ہوا سے جو لچک ہوتی ہے

دل اندھا دھند ہی آتا ہے ہمیشہ اے داغ

چھان بین اس میں نہ کچھ چھان پھٹک ہوتی ہے

☆☆☆

۲۸۰

اچھی کہی کہ عشق میں بیمار کیوں ہوئے

اچھوں کے آپ درپے آزار کیوں ہوئے

تیرے لبوں سے وصل کے انکار کیوں ہوئے

یہ نازکی میں قابل گفتار کیوں ہوئے

پی کر نہ توبہ کی ہو تو واعظ زباں جلے

یہ اعتراض کیا ہے کہ مے خوار کیوں ہوئے

کیا یہ شریر آنکھ لڑائی کا گھر نہیں

تم اس کے بدلے لڑنے کو تیار کیوں ہوئے

کس کی مجال ان سے کہے میرے باب میں

اقرار کیوں کیے تھے اب انکار کیوں ہوئے
ہم ذمہ دار ہو گئے اخفائے راز کے
عاشق ہوئے تو محرام اسرار کیوں ہوئے
کہتے ہیں تم نے مجھ کو بنایا ستم شعار
الزام ہے کہ طالب آزار کیوں ہوئے
غفلت میں خوب چین سے سوتے تھے اپنی نیند
کس نے جگا دیا ہمیں، بیدار کیوں ہوئے
یہ کیا کہا فلک کو جلانا نہ آہ سے
اپنی تو کہی آپ ستم گار کیوں ہوئے
دیکھا نہیں یہ شان، یہ جلوہ کچھ اور ہے
بت کہہ کے تجھ کو لوگ گنہ گار کیوں ہوئے
منہ مانگے دام بوسہ لب کے نہ دے سکے
پھر حضرت دل آپ خریدار کیوں ہوئے
کہتا ہے عاشقوں کو وہ کافر یہ طنز سے
بندے خدا کے میرے طلب گار کیوں ہوئے
ہم کو دکھا کے جلوہ یہ آواز کس نے دی
چل دو یہاں سے نقش بہ دیوار کیوں ہوئے
ہونا ہی تھا وصال جو ہونا نہ تھا وصال
یہ مرحلے تو سہل تھے دشوار کیوں ہوئے
خجلت تو کہہ رہی ہے نہایت برا کیا
رحمت نہ یہ کہے گی گنہ گار کیوں ہوئے
دل کہہ رہا اس سے کہو ماجرائے عشق
میں کہہ رہا ہوں کہہ کے گنہ گار کیوں ہوئے
اپنا سر دوسرا نظر آنے لگا مجھے
جلتا ہوں میں وہ آئینہ رخسار کیوں ہوئے
کیا جانے کیا دکھائی دیا ان کو خواب میں
بے وقت آج شب کو وہ بیدار کیوں ہوئے

اے داغ اک زمانے کے دل میں ہے گھر ترا
وہ نام سن کے نام سے بیزار کیوں ہوئے

☆☆☆

۲۸۱

کاوش فلک تفرقہ پرداز ہمیں سے
کیوں اے خلل انداز یہ انداز ہمیں سے
ہوتے ہیں ادا عشق کے انداز ہمیں سے
یہ سحر ہمیں سے ہیں یہ اعجاز ہمیں سے
ہر چند کچھ ایسی بھی ہیں باتیں کہ نہ سنیے
کیا کیجئے کہتے ہیں وہ سب راز ہمیں سے
ہم سے ہی سر بزم چراتے ہیں نظر بھی
لڑتی بھی ہے پھر چشم فسوں ساز ہمیں سے
سو دیکھنے والے ہوں تو یہ آنکھ کہاں ہے
تصویر تری کیوں نہ کرے ناز ہمیں سے
صیاد کی بے داد نہیں کنج قفس میں
ٹوٹے ہیں پھڑ کر یہ پرواز ہمیں سے
اٹھتا ہے ترے کوچے سے کب شور قیامت
لاکھوں ہیں یہاں گوش بر آواز ہمیں سے
اشک آنکھ کے پردے میں ہیں باہر نہیں آتے
غمزے کی لیا کرتے ہیں غماز ہمیں سے
توقیر پھر اس بزم میں اپنی ہے مساوی
گو غیر ہوئے صاحب اعزاز ہمیں سے
ایجاد کیے رسم محبت میں ہمیں نے
انجام کو پہنچے گا یہ آغاز ہمیں سے
دیکھیں تری طاقت تری تلوار کی برش
دو چار اگر اور ہوں سرباز ہمیں سے

ہم نے ہی تو پالا دل مفسد کو بغل میں
کرتا ہے دغا پھر یہ دغا باز ہمیں سے
ہنگامہ محشر میں بھی اللہ کرے داغ
راضی ہو تو وہ بت طناز ہمیں سے

282

یہ ٹپکتا ہے رنگ بسمل سے
ہولی کھیلے گا آج قاتل سے
ناز اعدا اٹھے گا مشکل سے
دل بدل لیجئے مرے دل سے
ہو گئی یاس عہد باطل سے
ہم کو جینا پڑا مرے دل سے
میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں
کس بری آنکھ کس برے دل سے
تیر تیرا ہے اور دل میرا
اب چھٹے گا یہ ساتھ مشکل سے
کس نے مذکور کر دیا میرا
بگڑے بیٹھے ہیں ساری محفل سے
اب زباں سے وہ پھر نہیں سکتیں
جو دعائیں نکل گئیں دل سے
کیوں ہوا ناخدا کو اطمینان
ابھی کشتی ہے دور ساحل سے
بڑھ گیا رتبہ تماشائی
آنکھ ملتی ہے پیشتر دل سے
اب ادھر رخ کرے تو میں جانوں
تیر تیرا کھٹک گیا دل سے
بات بگڑی بنی ہے قاصد کی

کام آساں ہوا ہے مشکل سے
ہے اک آندھی غبار مجنوں کا
سارباں ہوشیار محمل سے
مٹ گئے ہم تو جب یہ اس نے کہا
تو نے شکوے کیے تھے کس دل سے
صبر کرنا پڑا ہمیں کو مگر
وہ نہ شرمائے عہد باطل سے
جب سے دیکھا ہے میرے دل کا داغ
ان کو نفرت ہے ماہ کامل سے
میں تو کیا ہوں کہ تیغ و خنجر بھی
دم چراتے ہیں میرے قاتل سے
محتسب آ گیا تو او اے ساقی
ہم اذاں دیں گے اٹھ کے محفل سے
آئینہ رکھ دیا مرے آگے
کہ اسے رشک ہے مقابل سے
کیا کہوں وجہ بدحواسی کی
ہوش پراں ہیں رنگ محفل سے
طالب وصل جان کر پہلے
کرتے ہیں وہ سوال سائل سے
جذب دل کھینچ لائے گا اس کو
ایک کیا ہے ہزار منزل سے
آتش عشق میں مزہ کیا ہے
پوچھیے اس کو داغ کے دل سے

ملتا ہے محبت کا مزہ زہر فنا سے
کلی بھی کریں ہم نہ کبھی آب بقا سے

وہ دل پہ چھری پھیر گئے ناز و ادا سے
اب کوئی مرے کوئی جئے ان کی بلا سے
کیا وجہ بگڑنے کی مری آہ رسا سے
یہ خوب ہوئی آپ تو لڑتے ہیں ہوا سے
وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دست دعا سے
کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہاتھ ذرا سے
ہم تیرے سوا اور ہوں کس چیز کے طالب
کیا چھوڑ دیا مانگنے والوں نے خدا سے
معشوق سے چھوٹے یہ کبھی ہو نہیں سکتا
مجبور ہے وہ شیوۂ بیداد و جفا سے
اب قامت زیبا نے اٹھائی ہے قیامت
فتنے بھی ذرا سے تھے کبھی تم بھی ذرا سے
اللہ رے کیا فتنہ گری ہے دم رفتار
بچتی ہے قیامت ترے دامن کی ہوا سے
جائے طرف گور غریباں جو وہ قاتل
لبیک کا شور اٹھے مزار شہدا سے
عاشق کو کسی طرح ملے جائے یہ نعمت
کیا خون جگر کم ہے مئے روح فزا سے
شکوہ ہو بہانہ ہو کچھ اس کی نہیں پروا
جو بات ہو وہ کیجئے انداز و ادا سے
کیا خاک لڑیں گے مرے دل سے تری آنکھیں
جو شرم سے جھکتی ہیں وہ چھپتی ہیں حیا سے
دل میں بھی اسی طرح گرہ پڑ گئی ہو گی
یہ عقدہ کھلا ہم کو ترے بند قبا سے
انسان یہ شے اپنی خوشی سے نہیں دیتا
اس واسطے دل لیتے ہیں وہ مکر و دغا سے
گلزار محبت سے کبھی خوش نہیں ہوتے

وہ کہتے ہیں دم ناک میں ہے بوئے وفا سے
بیتاب ہوں بے ہوش نہیں ہوں جو نہ سمجھوں
دم دیتے ہیں یہ آپ جو دیتے ہیں دلاسے
ناوک ہے نہ برچھی ہے نہ خنجر ہے نہ تلوار
یہ دیدہ و دل ہی ہیں مرے خون کے پیاسے
میں بزم سے اٹھ جاؤں نکل جاؤں چلا جاؤں
کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیوں ہو خفا سے
اب دوش پر ان کے ہے کماں ہاتھ میں ہے تیر
اس عہد میں مرنے کا نہیں کوئی قضا سے
جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے

284

مرض عشق کی دوا بھی ہے
مجھ میں دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے
کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے
دل لگی کا یہی مزا بھی ہے
عاقبت میں دل کو چین نہیں
اس محبت کی انتہا بھی ہے
زندگی اور اس زمانے کی
ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے
دیر کے جانے والوں سے کہہ دو
تم میں اک بندۂ خدا بھی ہے
تیری امداد کے لئے اے آہ
پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے
کیا یونہی مر گئے ترے عاشق
بخشوایا کہا سنا بھی ہے

میں سناؤں تو داستان اپنی
آپ کو بات کا مزا بھی ہے
رشک پر صبر ہو سکے کیوں کر
یہ کسی سے کبھی ہوا بھی ہے
تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے
کچھ ترے دل میں مدعا بھی ہے
چار دن کے شباب پر یہ غرور
ابتدا ہے تو انتہا بھی ہے
دیکھ کر دل کو پوچھتے ہیں وہ
اس مکاں میں کوئی رہا بھی ہے
رمز الفت بتایئے نہ مجھے
آپ سے کوئی پوچھتا بھی ہے
کچھ ہے بے جا عتاب بھی ان کا
کچھ یونہی سی مری خطا بھی ہے
ہاں ذرا پھر قسم تو کھا لیجئے
آج کل جھوٹ میں مزا بھی ہے
نہیں سنتے وہ اپنے مطلب کی
یہ کسی نے کہیں سنا بھی ہے
سب کو ملتی ہے دولت دیدار
اس میں حصہ فقیر کا بھی ہے
حال دل کب ادا ہوا پورا
کچھ کہا بھی ہے کچھ رہا بھی ہے
کیوں تجھے چپ لگی ہے اے قاصد
منہ سے تو پھوٹ کچھ کہا بھی ہے
ڈھونڈتی ہیں تجھے مری آنکھیں
اے وفا کچھ ترا پتا بھی ہے
چتونیں شوخ چلبلی تقریر

اس میں پھر شرم بھی حیا بھی ہے
اس کو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں
داغ کا نام دوسرا بھی ہے

285

مٹے داغ دل آرزو رہ گئی
چمن اڑ گیا اور بو رہ گئی
کہاں دل میں اب آرزو رہ گئی
وہ مدت سے بن کر لہو رہ گئی
شب وصل کی کیا کہوں داستاں
زباں تھک گئی گفتگو رہ گئی
بہت اے شب غم بلائیں ٹلیں
خدا جانے کس طرح تو رہ گئی
چلے ہم تری بزم سے تشنہ کام
تمنائے جام و سبو رہ گئی
بہت چل بسے یار، اے زندگی
کوئی دن کی مہمان تو رہ گئی
کہاں سے کہاں لے گیا ہم کو شوق
مگر رہ گئی جستجو رہ گئی
بھرے چاک دل میں نمک چارہ گر
اگر احتیاج رفو رہ گئی
مرا سر گیا ایک ہی وار میں
ہوس تجھ کو اے جنگ جو رہ گئی
نہ دھوئے اگر جان سے اپنے ہاتھ
تو عاشق سے شرط وضو رہ گئی
پھرے بھی تو کچھ دست نازک سے تیغ
یہ کیا ہو کے زیب گلو رہ گئی

گیا دل گیا داغ اس بزم میں
غنیمت ہوا آبرو رہ گئی

286

آئینے سے وہ کہتے ہیں، تیری نظر ہوئی
اے چشم شوق! اس کی تجھے بھی خبر ہوئی
جو مجھ پہ چشم لطف تھی اب غیر پر ہوئی
دنیا کی طرح یہ بھی ادھر کی ادھر ہوئی
شر میں راز عشق خدا سے بھی یوں کہا
جس کی نہ کانوں کان کسی کو خبر ہوئی
میری بلا سے ٹوٹ کے پیکاں جو رہ گیا
حاصل مجھے تو لذت زخم جگر ہوئی
اس کا بھی اعتبار ہے گویا برائے نام
تیری نگاہ لطف بھی تیری کمر ہوئی
کچھ روز وعدہ یاس کی حالت عجیب تھی
کیا کہیے کس قدر نہ ہوئی کس قدر ہوئی
کر لیں گے حور کا بھی نظارہ دم اخیر
دنیا کی تاک جھانک سے فرصت اگر ہوئی
کہتے ہیں مجھ سے مر نہ گئے میرے نام پر
کیا چاہ میں وہ چاہ جو منہ دیکھ کر ہوئی
رکھا نگاہ میں جو دل بے قرار کو
اس دن سے اور شوخ تمہاری نظر ہوئی
کیا امتحاں کروں کہ نہ چھوٹے کی جان پھر
اس کو خدانخواستہ الفت اگر ہوئی
اب کہہ رہا ہوں اس کے تصور سے مدعا
پیغام بر کی یاد بھی پیغام بر ہوئی
دل کو بغل میں پال کے مجبور ہو گئے

دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی
جا تو سہی دکھا تو سہی اس کو خط مرا
آگے سے آگے فکر تجھے نامہ بر ہوئی
بچتی تھی دخت رز کی نہ حرمت کسی طرح
یہ نیک بخت ہار کے قاضی کے سر ہوئی
گو عرض مدعا پہ زباں قطع کیوں نہ ہو
اب کیا چھٹے گی وہ خطا عمر بھر ہوئی
کہتے ہیں بار بار وہ مجھ سے شب وصال
ہے ہے اگر نہ تیری دعا سے سحر ہوئی
ہمسائے میں یہ شور ہے لو داغ کی خبر
کم بخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

287

زاہد کو روز حشر پڑی امتحان کی
پیر مغاں نے خلد میں جا کر دکان کی
دم بھر میں پار آہ تھی اک نوجوان کی
پیری کسی طرح نہ چلی آسمان کی
قاصد بھی ان کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی
تعریف غیر سن کے جو میں نے دیا جواب
اس بات پر خفا ہیں کہ ہم سے زبان کی
کس کو گلہ نہیں تری بیداد و جور کا
کیوں کر زبان بند ہو سارے جہان کی
سر کاٹ کر لگاتے ہیں گردن کے ساتھ پھر
کچھ رہ گئی ہے ان کو ہوس امتحان کی
گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اس کو کیا کروں
کھاتے ہیں پیار سے وہ قسم میری جان کی

یہ شکوۂ رقیب پہ مجھ کو ملا جواب
لوگوں سے تو نے کیوں مری خوبی بیان کی

آہٹ نہیں سنی کہ مجھے دور سے لیا
پسلی پھڑک اٹھی تھی مگر پاسبان کی

روکا اسی بہانے سے اظہار شوق پر
معلوم ہے ہمیں نہیں حاجت بیان کی

کب تک بنا بنا کے کہوں ماجرائے دل
فرمائشیں ہیں روز نئی داستان کی

کیا پھر بھی دل کے دینے میں اے داغ عذر ہو
گر وہ قسم دلائے تمہیں اپنی جان کی

288

کب تک کھچے رہو گے، کب تک تنی رہے گی
کس کی بنی رہی ہے، کس کی بنی رہے گی

اس کی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی
برچھی میں دل رہے گا دل میں انی رہے گی

مل کر تو ان سے دیکھیں آئندہ جو مقدر
یا دوستی رہے گی یا دشمنی رہے گی

کشتہ کیا ہے اس کے تیر نگہ نے مجھ کو
میرے مزار پر بھی تیر افگنی رہے گی

ہر بندۂ خدا پر کب تک ستم رہے گا
یہ تیرے دل میں کافر کب تک ٹھنی رہے گی

تنگ آکے دل کے ہاتھوں چاہا تھا ہم نے مرنا
یہ کیا خبر تھی برسوں یوں کنی رہے گی

جلوہ اگر دکھاؤ تو پھر نہ منہ چھپاؤ
اک صاعقے کی باقی کیا روشنی رہے گی

نبھ جائے ان سے اپنی جس طرح ہے غنیمت

یہ جانتے ہیں اکثر بگڑی بنی رہے گی
مر مر کے ہم جئے ہیں سو امتحاں دیئے ہیں
اے بدگمان کب تک یہ بدظنی رہے گی
ہم سے نظر ملا کر بے تاب دل کو دیکھو
برق جہاں سے کب تک چشمک زنی رہے گی
لوٹیں گی وہ نگاہیں ہر کاروان دل کو
جب تک چلے گا رستہ یہ رہ زنی رہے گی
اے داغ تیری صورت دیکھیں گے وہ نہ ڈر کر
چھائی ہوئی جو منہ پر یوں مردنی رہے گی

289

جور کی خو ترے دل سے نہ ستم گار گئی
عمر بھر اپنی وفا سب یونہی بے کار گئی
آتے جاتے مری بالیں پہ قضا ہار گئی
آتی سو بار شب وعدہ تو سو بار گئی
جس کو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک کے بھی اگر پار گئی
تاک جھانک اپنی مگہہ کو رہی اس کوچے میں
روزن در سے ہٹی تو سر دیوار گئی
جان کیا رکنے کی شے ہے کہ جسے روک سکیں
نہ گئی آج اگر کل یہ چلن ہار گئی
چین سے بیٹھے ہو کیا تم کو خبر ہے کہ نہیں
آبرو آج عدو کی سر بازار گئی
رکھ لئے منہ پہ عبث ہاتھ حیا سے تم نے
لذت وصل ملی لذت دیدار گئی
اس کا منہ دیکھتے ہی خواب میں ہم چونک اٹھے
اپنے ہات آئی ہوئی دولت بیدار گئی

نگہہ ناز کو ہم نے جو چھپایا دل میں
وہ یہ کہتے ہیں کہ چوری مری تلوار گئی
میرے گھر خوف سے تھم تھم کے قدم رکھتے ہو
کیا ہوا اب وہ کہاں شوخی رفتار گئی
میرے مرنے کی خبر سن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیا، روز کی تکرار گئی
اس قدر پاس رہا عشق کی رسوائی کا
خاک بھی میری نہ اڑ کر سو بازار گئی
صدمے سنے کے لئے بھی ہے توانائی شرط
اب طبیعت غم فرقت سے بہت ہار گئی
ملکہ شوخ میں تمکیں بھی کبھی ہوتی ہے
بے قراری دل عاشق سے نہ زنہار گئی
تم کو نفرت ہو تو ہو دل سے یہ گھر ایسا ہے
چھوڑ کر اس کو مری روح نہ زنہار گئی
موت کے آنے سے سو طرح کی راحت پائی
جان کے جاتے ہی تکلیف دل زار گئی
جب اٹھی کوچہ جاناں سے قیامت کوئی
چلتے چلتے مرے دھمکانے کو للکار گئی
آمد آمد پۓ گل گشت چمن ہے کس کی
پیشوائی کے لئے نگہت گلزار گئی
گالیاں دینے لگے بہر عیادت آ کر
دل کی تسکیں گئی پرسش بیمار گئی
داغ خورشید قیامت نے کی ہے
آج کیا جانے کہاں اپنی شب تار گئی

جلا تھا دل جب کیا تھا نالہ جلیں گے لب جب دعا کریں گے

جو وہ کیا تھا تو کیا کیا تھا جو یہ کریں گے تو کیا کریں گے

مزا اسی میں ہے دل لگی کا کہ شوخیاں ہوں شرارتیں ہوں
جو آپ ہم سے حیا کریں گے تو چھیڑ کر ہم خفا کریں گے

عجب طرح کا معاملہ ہے وہ سوچتے ہیں یہ بات پہروں
کبھی طمع ہے کہ لیجئے دل کبھی یہ ہے فکر کیا کریں گے

عداوت ان کو ہے آج جس سے اسی پہ کل مہربانیاں کریں گے
جو دشمنی کر سکیں نہ پوری وہ دوستی ہم سے کیا کریں گے

ہزار ہیں رنگ عاشقی کے جو ان کو برتے وہ ان کو جانے
تمھیں کو ہم بے وفا کہیں گے تمھیں سے ہم التجا کریں گے

پیام بر کی مجال کیا تھی جو ان سے کہہ کر جواب لاتا
بہت سنی ہم نے ایسی باتیں بہت سی ایسی سنا کریں گے

ہوئے ہیں وہ خوگر جفا ہم، یہ کہتے پھرتے ہیں جا بجا ہم
جو کوئی ہم پر ستم کرے گا ہم اس کے حق میں دعا کریں گے

جو رشک لقماں بھی چارہ گر ہو مسیح ثانی بھی وہ اگر ہو
کسی سے اچھے ہوئے نہ ہوں گے ہم آپ اپنی دوا کریں گے

خطا کرو گے جو بوسہ مانگا یہ کیا کہا پھر نہ ہم سے کہنا
خطا کریں گے خطا کریں گے خطا کریں گے خطا کریں گے

کوئی سہے رنج و غم کہاں تک اٹھائے ظلم و ستم کہاں تک
وہ حضرت داغ ہی نہیں اب جو تجھ سے مہر و وفا کریں گے

291

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے
یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

الٰہی وہ نکلے تو ہیں سیر کو
چلے آئیں مجھ تک ٹہلتے ہوئے

نہ اترائیے دیر لگتی ہے کیا
زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے

عدم میں بھی ہم نیند بھر کر نہ سوئے
گئے حشر میں آنکھیں ملتے ہوئے

محبت میں ناکامیوں سے اخیر
بہت کام دیکھے نکلتے ہوئے

گلا کاٹ لوں میں ہی، خنجر تو دو
تمھیں دیر ہو گی سنبھلتے ہوئے

مرے جذب دل پر نہ الزام آئے
وہ آتے ہیں آنکھیں بدلتے ہوئے

کریں وعدے پر وعدہ وہ ہم کو کیا
یہ چکمے، یہ فقرے ہیں، چلتے ہوئے

ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہاتھ
بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

292

وہ لیتے ہیں چٹکی دم گفتار ذرا سی
کیا دل کو مزا دیتی ہے تکرار ذرا سی

کیوں چاٹ نہ لوں خاک دریار ذرا سی
اکسیر ہے اکسیر کی مقدار ذرا سی

اندیشہ ہے اک صاحب تقویٰ کی نظر کا
مے چھوڑ دیا کرتے ہیں مے خوار ذرا سی

اے شوخ غضب ہے ترے ابرو کا اشارہ
کیا دیکھئے کرتی ہے یہ تلوار ذرا سی

دشنام پس بوسہ جو تو دے تو مزا ہے
تلخی بھی ہو اے لعل شکر بار ذرا سی

اس فتنہ عالم سے یہ کہتی ہے قیامت
دے ڈال مجھے شوخی رفتار ذرا سی

موسیٰ کو تو جب بھی نہ رہی تاب نظارہ

جھلکی تھی پئے طالب دیدار ذرا سی
اس شان رحیمی نے بہت رنگ دکھایا
جس وقت جھکی چشم گنہہ گار ذرا سی
زاہد مری خاطر سے مسلمان سمجھ کر
دل توڑ نہ تو، پی لے مرے یار ذرا سی
سو ٹکڑے کروں دل کے تو لے کوئی خریدار
وہ کہتے ہیں یہ جنس ہے درکار ذرا سی
کھل جاتے ہیں اکثر ترے فقرے تری چالیں
باقی ہے کسر تجھ میں بھی عیار ذرا سی
ہمسائے میں وہ آئے تھے جب جھانکنا چاہا
اونچی رہی سر سے مرے دیوار ذرا سی
اکثر تو رقیبوں سے مرے ہوتے ہیں شکوے
تعریف بھی ہو جاتی ہے اک بار ذرا سی
جب ہم کو مئے تلخ میسر نہیں ہوتی
افیون ہی کھا لیتے ہیں ناچار ذرا سی
بے داد فلک نے تو بہت زور دکھایا
کر تو ہی کمی اے ستم یار ذرا سی
ساقی مجھے ترسا کے پلاتا ہے مئے ناب
اک بار بہت سی نہیں ہر بار ذرا سی
کہتا ہے وہ ہم داغ کو دل میں نہیں رکھتے
میں چاہوں جگہ دے مجھے دلدار ذرا سی

293

رہے گا عشق ترا خاک میں ملا کے مجھے
کہ ابتدا میں ہوئے رنج انتہا کے مجھے
دیئے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے
شب فراق نے مارا لٹا لٹا کے مجھے

ہوا ہے مدنظر اس طرح سے ترسانا
بناؤ کرتے نہیں بدگماں بتا کے مجھے

عدو کے شکوے پہ یہ انفعال بھی ہے نیا
وہ منہ ہی منہ میں سناتے ہیں سر جھکا کے مجھے

نہ کی شکایت معشوق شرم عصیاں سے
کہ اور جھیپ چڑھی سامنے خدا کے مجھے

ہجوم ناز میں گھر کرد دھائی دی دل نے
یہ لوٹے لیتے ہیں تنہا غریب پا کے مجھے

ارادہ قتل کا ہے یا ہیں شکل کے مشتاق
وہ گھورتے ہیں بہت سامنے بلا کے مجھے

عجیب غیر کے افسانے میں ہے کیفیت
یہ حال سنئے ذرا سی کبھی پلا کے مجھے

مکدر اہل فلک میری مشت خاک سے ہیں
بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے

طریق مہر و وفا میں کمی کئے ہی بنی
خیال تھا وہ نہ پچھتائے آزما کے مجھے

بغیر موت کے کس طرح کوئی مرتا ہے
یقیں نہ آئے تو وہ دیکھ جائیں آ کے مجھے

بلائے عشق تو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
مرا رقیب بھی رویا گلے لگا کے مجھے

کہا یہ دل نے چلو آج کوئے قاتل میں
اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے

ہر ایک شخص کو حاصل جدا ہے کیفیت
جفا کے لطف تجھے ہیں مزے وفا کے مجھے

ستم تو یہ ہے کہ پھر اس خوشی کی قدر نہیں
تم اپنے دل میں ہو خوش کس قدر ستا کے مجھے

غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا

تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے

☆☆☆☆☆☆☆☆

اشعار متفرقات

روز نخست عشق سے حسن ہی سرفراز تھا
کون نیاز مند تھا تو ہی تو بے نیاز تھا

دیگر

وہی پیش نظر آیا کہ تھا جس بات کا کھٹکا
رکا جب ہاتھ قاتل کا مری آنکھوں میں دم اٹکا

دیگر

نیلی پیلی کرتے ہیں آنکھیں وہ مجھ کو دیکھ کر
ایک رنگ آتا ہے اک جاتا ہے مجھ رنجور کا

دیگر

غیر کو گھر میں چھپایا مری آنکھیں ڈھانکیں
کھیل یہ آنکھ مچولی کا نرالا دکھایا

دیگر

آپ نے کیوں کر کیا اقرار کیوں کر ہو گیا
اور پھر اس پر یہ حیرت مجھ کو باور ہو گیا

دیگر

کرم اے ابر رحمت دھو ہماری روسیاہی کو
کہ اب غسل میت سے یہ داغ اپنا نہ چھوٹے گا
قدم لینے کو کانٹے منتظر ہیں دشت وحشت میں
سنا ہے آج زنداں سے ترا دیوانہ چھوٹے گا

دیگر

اے داغ ہے ایسی ترے اشعار میں گرمی
سن کر جسے آ جائے سخن ور کو پسینا

دیگر

دم تکبیر میرا قاتل ناداں جو ششدر تھا
زبان تیغ پر بے ساختہ اللہ اکبر تھا
جب آئے روبرو وہ کہہ گئے دیکھا نہیں ہم کو
کیا ملزم کہ تیرے سامنے تیرا مقدر تھا

دیگر

روزہ نہ کھلا عید کے دن بھی رمضان کا
دشمن ہی رہا شیخ حرم پیر مغاں کا

دیگر

تپش دل کا تماشا نہ رہا
جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا

دیگر

لٹ گئے خود آئینہ مد مقابل کیا ہوا
آپ اپنی تو خبر لیں آپ کا دل کیا ہوا
گرچہ ان سے بھی گیا خوش ہوں مگر اس بات سے
میرے دل کو کہہ رہے ہیں وہ مرا دل کیا ہوا

دیگر

کیا جو وعدہ و ملنا ضرور تھا کہ نہ تھا
کوئی تمہارے لئے ناصبور تھا کہ نہ تھا

دیگر

ایک ہی وعدے سے کیا صبر مری جاں ہو گا
اور بھی بعد قسم کے کوئی پیاں ہو گا

دیگر

مجھ کو وعدے نے ترے جی سے گذرنے نہ دیا
میں نے چاہا تھا کہ مر جاؤں تو مرنے نہ دیا
وعدہ لیتے ہی وہ باتوں میں لگایا ہم نے
دیر تک اس کو کسی طرح مکرنے نہ دیا
کیا میرے نام سے محشر میں نہ ڈگری ہوتی
اس نے جھگڑا وہ کیا فیصلہ کرنے نہ دیا

ردیف ٹ

ظالم یہ دیکھو چوٹ پڑی میری آنکھ میں
کاری لگی ہے کیا تری ترچھی نظر کی چوٹ

دیگر

آگے آنکھوں کے اندھیرا چھا گیا
کچھ دکھائی دے تو دیکھوں دل کی چوٹ

ردیف چ

ہر وقت دل کے یار ہیں تشویش، فکر، سوچ
ہر آن میں ہزار ہیں تشویش، فکر، سوچ

ردیف ڈ

چار دن کا ہے سب غرور گھمنڈ
کیجئے اپنے دل سے دور گھمنڈ

ردیف ر

جب شباب آ کر زلیخا کے دوبارہ دن پھرے
کھل گئیں آنکھیں سی یوسف کی یہ عالم دیکھ کر

دیگر

سر بھی جائے تو نہ جائے گا یہ سودا ہو کر
مجھ کو لپٹا ہے جنوں جھاڑ کا کانٹا ہو کر

ردیف ڑ

غرض نہیں ہمیں ذکر عدو نہ چھیڑ کہ چھیڑ
ہماری تجھ سے نہیں گفتگو نہ چھیڑ کہ چھیڑ

ردیف ز

واقف نہیں ہم عشرت و آرام ہے کیا چیز
کہتے ہیں مئے ناب کسے، جام ہے کیا چیز

ردیف ق

تڑپنے والوں کی تصویر کھینچ یوں بہزاد
ادھر جواب میں دل ہو ادھر جواب میں برق

ردیف ن

آپ کے سر کی قسم زلف میں یہ بات کہاں
جو الجھتی، ہیں اٹکتی ہیں تمہاری آنکھیں

دیگر

کیوں کیا خواب میں دیکھا تھا کس برق تجلی کو
کب اب تک دیکھئے شعلے ان آنکھوں سے نکلتے ہیں

دیگر

جو متاع ہنر بیش بہا رکھتے ہیں
ان کو آنکھوں سے خریدار لگا رکھتے ہیں

دیگر

اسے تاکا اسے جھانکا یہی نقشہ دیکھا
چلتی پھرتی ہیں قیامت کی تمہاری آنکھیں

دیگر

جب جان کا سوال ہو کیا دے کوئی جواب
میں چپ رہا تو کہتے ہیں تو نے سنا نہیں

دیگر

خیال ذرۂ ریگ بیاباں کوئی جاتا ہے
پھریں گے تر مرے تربت میں بھی مجنوں کی آنکھوں میں

دیگر

کرے دعوائے ہم چشمی تو مژگان دراز اس کی
چبھوئے خوب نکلے نرگس شہلا کی آنکھوں میں

دیگر

ہیں لال پری نشہ مے سے پری آنکھیں
پھر اس پہ دھواں دھار وہ کاجل بھری آنکھیں

دیگر

وہ نقد دل کو ہمیشہ نظر میں رکھتے ہیں
جو آنکھوں والے ہیں اچھا برا پرکھتے ہیں

دیگر

ہمارے شمع رو کے سامنے یوں شمع پر جلنا
الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھوں میں

دیگر

سما جائے اگر وہ غیرت گل تیری آنکھوں میں
نظارہ گل کا گذرے خار بلبل تیری آنکھوں میں

دیگر

آدمی کو بری نظر سے دیکھ

اے فلک خاک تیری آنکھوں میں

دیگر

خبر سے کاجل گھلا رہتا ہے اب تو ہر گھڑی
اس بلا کو پالنا آنکھوں میں دیکھ اچھا نہیں

دیگر

بے وجہ نہیں آپ کی شرمائی ہیں آنکھیں
آشوب ہے یا نشے سے جھک آئی ہیں آنکھیں

دیگر

زاہد کو ہے پھر جلوۂ دیدار کی حسرت
بجلی کی چمک دیکھ کے چندھیا گئیں آنکھیں

دیگر

کیا یہ بتان خوشرو اک ہم کو کھینچتے ہیں
اپنی طرف یہ کافر عالم کو کھینچتے ہیں

دیگر

ہزاروں تارک دنیا جہان میں دیکھے
جہاں میں تارک جنت وہ کون ہے میں ہوں

دیگر

بات کرتے ہیں خوشی کی بھی تو اک رنج کے ساتھ
وہ ہنساتے بھی ہیں ایسا کہ رلا دیتے ہیں

دیگر

جو بار بار نہ ہو وہ ترا عتاب نہیں
یہ جا کے آئے نہ کیوں غصہ ہے شباب نہیں

دیگر

ہم اپنے دل کے ہاتھوں مورد صد رنج و آفت ہیں
یہ سب حضرت کی خوبی ہے جو یہ کچھ ہیں سو حضرت ہیں

ردیف و

تو ہم سے بدگماں تو دل مبتلا نہ ہو
تیری برائی چاہیں گے تیرا برا نہ ہو
بے وجہ یہ نیاز نہیں غور کیجئے
کیوں التجا کریں جو کوئی مدعا نہ ہو
اول تو یہ دعا تھی کہ وہ بھی ہو بے قرار
اب کہہ رہا ہوں یہ کہیں میرا کہا نہ ہو
دل جائے جان جائے قیامت ہی کیوں نہ آئے
سب کچھ مجھے قبول مگر تو خفا نہ ہو

دیگر

وہ نظر باز وقت نظار
آنکھوں آنکھوں میں کھا گیا دل کو

دیگر

مری طرح سے شب غم کوئی تباہ نہ ہو
کروں گواہ خدا کو تو وہ گواہ نہ ہو

دیگر

وفائے وعدہ خدا جانے آج ہو کہ نہ ہو
درست خیر سے اس کا مزاج ہو کہ نہ ہو
گناہ کیا مے و معشوق کی طلب واعظ
جب آدمی ہے تو پھر احتیاج ہو کہ نہ ہو

ردیف ہ

بادہ کشی سے ایسی توبہ

یا مرے اللہ میری توبہ

میرے دل سے کوئی پوچھے غم الفت کے مزے
کہ لگا رکھا ہے مدت سے اسے جان کے ساتھ
کہہ دے ایمان سے تو غیر کے گھر جانے کی
کہی فقط جائے گا ایمان ہی انسان کے ساتھ

دیگر

جھگڑے لگے ہیں یوں تو بہت آدمی کے ساتھ
یا رب نہ ہو کسی کو محبت کسی کے ساتھ
جب یہ نہ ہو تو کیوں نہ ہو دنیا و دیں خراب
سارے لگاؤ رہتے ہیں دل کی لگی کے ساتھ

ردیف ی

بھرے بیٹھے ہو تم محفل میں اے داغ
کہے دیتی ہے خاموشی تمہاری

دیگر

جو بیٹھیں آنکھیں تو پلکیں بھی کوئی پل کی ہیں
رہی ہیں بس یہی آنکھوں کی سوئیاں باقی

دیگر

ہلایا جب مری آہ و فغاں نے
زمیں پکڑی ہے کیا کیا آسماں نے

دیگر

رقیبوں سے ہے دوست داری تمہاری
نبھے گی نہ ہر گز ہماری تمہاری

دیگر

ہر رنگ میں ہے داغ سا ہم رنگ کہاں ہے

بوڑھوں میں وہ بوڑھا ہے جوانوں میں جواں ہے

دیگر

رنج دیتے ہیں اسی کو آپ جو رنجور ہے
یہ کہاں کی رسم ہے، کس **ملک** کا دستور ہے

دیگر

خاک میں تم ملانے آتے ہو
یوں بھی کوئی کسی سے ملتا ہے

دیگر

اے داغ یہ کیا بات ہے ہم کو تو بتاؤ
رہتا ہے وہاں ذکر تمہارا کئی دن سے

دیگر

ساقیا چاٹ لگی چاہئے پیمانے کی
ہم تو لے ڈالیں گے مٹی ترے مے خانے کی

دیگر

کہتے ہیں لوگ تیری طبیعت الٹ گئی
یہ جانتے نہیں مری قسمت الٹ گئی

دیگر

غضب ہے اس ستم گر پر دل امیدوار آئے
کرم سے جس کو نفرت ہو وفا سے جس کو عار آئے

دیگر

اپنی تقدیر پہ گریاں جو شب غم ہو گی
گل خورشید قیامت پہ بھی شبنم ہو گی

دیگر

غیر پر ان کی طبیعت آئی
گر یہ سچ ہے تو قیامت آئی
دل پہ ہر روز اک آفت آئی
یہ گئی اور قیامت آئی

دیگر

ہم اپنے کاتب اعمال کو ملا لیں گے
گناہ سہل ثبوت گناہ مشکل ہے

دیگر

یہ کیا ہے حضرت ناصح ذرا سنو تو سہی
ہر اک سے کہتے ہو میری ذرا سنو تو سہی

دیگر

باطن میں کینہ اور بظاہر یہ بات ہے
دنیا کہے کہ داغ پہ کیا التفات ہے

دیگر

محبوبیت کی شان نہیں ہے ستم گری
محبوب ہو کے آپ دل آزار کیوں ہوئے
گر ہو نہ ہو تو بے خودی شرم جرم ہو
کیا جانیں ہم سزا کے سزاوار کیوں ہوئے
اپنے جمال ہوش ربا کی خبر بھی ہے
کہتے ہو ہم سے طالب دیدار کیوں ہوئے
تھوڑے دنوں میں لطف اسیری ملا نہ تھا
ہم کیا کہیں کہ چھٹ کے گرفتار کیوں ہوئے

دیگر

ملا کر آنکھ سے آنکھ اس کو گریاں کر دیا کس نے

کہ اپنی آنکھ نم کی قطرۂ شبنم سے نرگس نے

دیگر

اہل محفل سے ملائی آنکھ جب اس نے ذرا
مختلف سب سے اشارے ہو گئے ہر بات کے

دیگر

بولے وہ ماہ مصر کی تصویر دیکھ کر
ہاں خیر کچھ درست ہے یہ آنکھ ناک سے

دیگر

تنہا جو آئیے مری آنکھوں پر آئیے
ساتھ اپنے غیر کو نہ کبھی لے کر آئیے

دیگر

دیکھا نہ وقت ذبح بھی اس رشک حور کو
آنکھیں الٹ گئیں یہ مصیبت تو دیکھئے
کرتا ہے داغ کوچہ قاتل میں تاک جھانک
پردے پڑے ہیں آنکھوں پہ غفلت تو دیکھئے

دیگر

ٹھیکری آنکھوں پہ دانستہ جو مجنوں رکھتا
لیلی پردہ نشیں جامے سے باہر ہوتی

دیگر

ان سے نگاہ ملتے ہی دل پر لگی ہو چوٹ
بجلی سی اپنی آنکھوں کے نیچے چمک گئی

دیگر

دل کو چرا لیا ہے نگاہوں سے اور پھر

آنکھوں میں بیٹھتے ہیں ڈھٹائی تو دیکھئے

دیگر

آپ کی آنکھوں میں کس طرح نہ ٹیسو پھولے
زردی چہرۂ بیمار اثر کرتی ہے

دیگر

خورشید میرے سامنے یا شمع طور ہے
آنکھیں جو تیورا گئیں یہ کس کا نور ہے

دیگر

اس بدگماں کا نشہ مے کا گمان ہے
آنکھیں چڑھی ہوئی ہیں ہماری بخار سے

دیگر

ہر طرف مجمع اغیار ہی دیکھا ہم نے
آنکھیں دوڑائیں تری بزم میں کیا کیا ہم نے

دیگر

ہفت افلاک سے تاثیر دعا مانگتی ہے
سات گھر بھیک یہ مانند گدا مانگتی ہے

دیگر

چھپ کے بیٹھے ہو مرے دل میں یہ پردا کیا ہے
دیکھنے والے سے پوچھے کوئی دیکھا کیا ہے
جو گھڑی عیش کی گذرے وہ غنیمت جانو
زندگانی کا مری جان بھروسا کیا ہے

دیگر

بالیں سے نہ اٹھنا تھا، کیا تم نے قیامت کی

لو بیٹھ گئیں آنکھیں بیمار محبت کی

دیگر

غم حسین میں اٹھے گا سرخ رو اے داغ
یہ بوجھ تو نے اٹھایا علی علی کر کے

دیگر

تو کرے الطاف دشمن پر ستم یہ بھی تو ہے
غم غلط ہو غیر کا مجھ کو الم یہ بھی تو ہے

دیگر

کوئے جاناں میں اڑا لے چل تن لاغر مرا
ایک تنکا اے نسیم صبح دم یہ بھی تو ہے

دیگر

کیا تڑپنے ہی کو خالق نے طبیعت دی ہے
صبر دے گا وہی جس نے تری الفت دی ہے
بادشاہوں کو یہی لوگ ہیں دینے والے
یہ فقیروں ہی کو اللہ نے ہمت دی ہے

خمسہ بر غزل خود مصنف

کہتا ہے کیا کہ جاہل رندا نے آدمی ہیں
رندانے آدمی تو فرزانے آدمی ہیں
جو آدمی ہو لیکن وہ جانے آدمی ہیں
زاہد نہ کہہ برے یہ مستانے آدمی ہیں
تجھ کو لپٹ پڑیں گے دیوانے آدمی ہیں
یہ لوگ وہ ہیں ان سے الفت ہزار کیجئے
ان کو یہ فکر ہر دم چوکیں تو وار کیجئے
ان سے جو ربط کیجئے بیگانہ وار کیجئے

غیروں کی دوستی پر کیوں اعتبار کیجے
یہ دشمنی کریں گے بیگانے آدمی ہیں
یہ سچ کہ لوگ جو ہیں سو درد و غم سہارے
ظلم و ستم کے کشتے اندوہ و غم کے مارے
منت سے پوچھتے ہیں آزار و رنج سارے
جو آدمی پہ گذرے وہ اک سوا تمہارے
کیا جی لگا کے سنتے افسانے آدمی ہیں
جب غیر کوئی آئے بے شبہ اس کو ٹوکے
ہم روز کے سلامی کیوں کھائے ہم پہ دھوکے
اب جی میں ٹھن گئی ہے جائیں گے جان کھو کے
کیا چور ہیں جو ہم کو دربان در پہ روکے
کہہ دو کہ یہ تو جانے پہچانے آدمی ہیں
دے جلد بھر کے ساغر جو کچھ خم میں باقی
غافل یہ صحبت مل ہے امر اتفاقی
کم ظرف جو ہوں ان سے کر تو یہ خوش مذاقی
مے بوند بھر پلا کر کیا ہنس رہا ہے ساقی
بھر بھر کے پیتے آخر پیمانے آدمی ہیں
قسمت پر اپنی مجھ کو کیوں کر نہ آئے حسرت
ناکارۂ جہاں ہوں صورت نہ میری سیرت
تم کو ہی کچھ نرالی ایسی نہیں کدورت
میں وہ بشر کہ مجھ سے ہر آدمی کو نفرت
تم شمع وہ کہ تم پر پروانے آدمی ہیں
بے محنت مکیں کب کوئی مکاں بنا ہے
دیکھو خلیل ہی سے کعبہ بنا ہوا ہے
ہے گرچہ اک خرابہ لیکن تمہاری جا ہے
تم نے ہمارے دل میں گھر کر لیا تو کیا ہے
آباد کرتے آخر ویرانے آدمی ہیں

ہم عشق کے ہیں بندے کب عشق ہم سے چھوٹا
یہ عشق کا مزا ہے ہو لب پہ جام صہبا
صہبائے عشق کو بھی کہتے ہیں آپ بے جا
اے شیخ صاحب اس جا کیجئے کلام ایسا
حضرت کو تا کہ کوئی یہ جانے آدمی ہیں

ان خدمتوں کا اپنی حق لیں گے روز محشر
دنیا میں جانتے ہو جیسے فدا ہیں تم پر
پھر بندگی ہماری دیکھو گے بندہ پرور
جب داور قیامت پوچھے گا تم پہ رکھ کر
کہہ دیں گے صاف ہم تو بیگانے آدمی ہیں

اے کشتہ تغافل اے بسمل جدائی
مجروح ناوک غم مقتول بے وفائی
کب ہوتی ہے کسی سے جو تو نے کر دکھائی
شاباش داغ تجھ کو کیا تیغ عشق کھائی
جی کرتے ہیں وہی جو مردانے آدمی ہیں

خمسہ برغزل حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

ایں چہ رفتار ست بے جا مے روی
بے خودانہ مست صہبا مے روی
مے روی و بے محابا مے روی
سرو سیمینا بصحرا مے روی
نیک بد عہدی کہ بے ما مے روی

ثانی نظارۂ روئے نکو
جلوۂ دیدار محشر ہو تو ہو
کب ملا یہ دن کلیم و طور کو
اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا مے روی

کون کر سکتا ہے تجھ سے ہم سری
سب حسینوں پر ہے تجھ کو برتری
ہے حجاب و شرم طرز دلبری
روئے پنہاں دارد از مردم پری
تو پریرو آشکارا مے روی

حسن تیرا غیرت شمس و قمر
ناز تیرا دلکش و جادو اثر
خوش ہو گیا ایسا کسی کو دیکھ کر
گر تماشا مے کنی در خود نگر
کے بخوشتر زیں تماشا مے روی

آدمی سے بولتا ہے آدمی
فکر یہ ہے کیسی کیسی خامشی
منتظر ہوں دیر سے کہہ تو سہی
مے نوازی بندہ را یا مے کشی
مے نشینی یک نفس یا مے روی

ہے خرام ناز سے دل شاد شاد
گرچہ پامالی بھی ہو حد سے زیاد
عاشق پابوس کی آئے مراد
گر قدم بر چشم من خواہی نہاد
دیدہ بر رہ مے نہم تا مے روی

جو ترا شیدا ہوا روز نخست
تیری فرقت میں رہا کب تندرست
داغ نے اچھا سنا یہ شعر چست
دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تانہ پنداری کہ تنہا مے روی

سلام

ان کو مجرا تھے جو زیر آسماں بیٹھے ہوئے
بھوکے پیاسے بے وطن بے خانماں بیٹھے ہوئے

شور ماتم سن کے اہل بیت کا سب اہل شام
شادیاں کرتے تھے گھر میں شادماں بیٹھے ہوئے

شاہ اس پر بھی اٹھا دیتے تھے اعدا کے قدم
تیر تن پر دل پہ داغ جاں ستاں بیٹھے ہوئے

وا وریغا دست عابد میں تو ہو ان کی مہار
اور اونٹوں پر چلیں کچھ سارباں بیٹھے ہوئے

کربلا سے شام تک دم دم کی جاتی تھی خبر
جا بجا تھے ڈاک پر سب خط رساں بیٹھے ہوئے

امت عاصی کے حق میں شاہ نے مانگی دعا
جانب قبلہ زمیں پر نیم جاں بیٹھے ہوئے

جب مدینے میں شہادت کی خبر اڑ کر گئی
کچھ کھڑے روتے تھے کچھ پیر و جواں بیٹھے ہوئے

کوفیوں نے کود بلا کر یہ ستم برپا کیا
اپنے گھر تھے چین سے شاہ زماں بیٹھے ہوئے

حلق پر خنجر چلا سبط رسول اللہ کے
کھائی ہیں عابد نے غم کی برچھیاں بیٹھے ہوئے

بیٹھے بیٹھے پشت زیں پر ہی پڑی شہہ نے نماز
زخم کاری تھے بہت تا استخواں بیٹھے ہوئے

راہ تسلیم و رضا میں اہل بیت مصطفیٰ
صبر کا کرتے تھے باہم امتحان بیٹھے ہوئی

کہہ رہے تھے العطش جس وقت سب اہل حرم
سب کی سنتے تھے شہہ کون و مکاں بیٹھے ہوئے

قطعہ

حضرت عابد کو زنداں میں بھی تھا اتنا لحاظ

ہم سے غافل ہوں نہ در پر پاسباں بیٹھے ہوئے

رات کو چپ چاپ ہوتی تھی کوئی دم کو اگر
پھر ہلا دیتے تھے اپنی بیڑیاں بیٹھے ہوئے

شاہ کے ماتم میں روئے ہیں بہت حور و ملک
دیکھنا جنت میں بھی ہوں گے مکاں بیٹھے ہوئے

حج زیارت کر چکے اب کربلا کو بھی چلو
داغ مدت ہو گئی تم کو یہاں بیٹھے ہوئے

سلام

سلام اس کو کیا جس نے نام چار طرف
اسی کے نام درود و سلام چار طرف

پڑی تھی گھیرے ہوئے فوج شام چار طرف
حسین بیچ میں تھے روک تھام چار طرف

خضر بھی لا نہ سکے ایک بوند پانی کی
یہ اشقیا کا رہا انتظام چار طرف

نکل کے جائیں شہہ دیں نہ کربلا سے کہیں
پہنچ گیا تھا یہی حکم عام چار طرف

جب ایک بار ہی ساری سپاہ ٹوٹ پڑی
کیا ہے شاہ نے کیا قتل عام چار طرف

مدد کہیں سے نہ پہنچے یہ سب کو دھڑکا تھا
حسینؑ ابن علیؑ کا تھا نام چار طرف

یہ عرض شاہ سے کی حر نے کیجئے اپنا
نہ بھٹکے یا مرے مولا غلام چار طرف

عدو کی جان پہ گرتی تھی ہر طرف بجلی
چمک رہی تھی جو تیغ امام چار طرف

ادھر تو خیمہ اطہر میں ہر طرف ماتم
ادھر خوشی کی پڑی دھوم دھام چار طرف

قضا بھی آئی تو مر مر کے آئی مقتل میں
عجب طرح کا رہا اژدھام چار طرف

در آیا جب صف اعدا میں ابن شیر خدا
تو بھاگتے نظر آئے تمام چار طرف

بلا بلا کے کریں کربلا میں شہہ کو شہید
پہنچ گئے تھے یہ خفیہ پیام چار طرف

ہزار قتل کئے ذوالفقار حیدرؑ نے
قضا نے خوب کیا اپنا کام چار طرف

کھڑی ہوئی تھیں شہیدوں کے واسطے حوریں
لئے ہوئے مئے کوثر کے جام چار طرف

محبّ آل محمدؐ محبّ حق ہو گا
یہ مشتہر ہے نبیؐ کا کلام چار طرف

مثال خلط عناصر تھے متفق دشمن
اگرچہ پھیلے ہوئے تھے تمام چار طرف

رہے گا حشر تک اے داغ ربع مسکوں میں
غم حسین علیہ السلام چار طرف

رباعیات

بے مہری بے مہر سے دل سرد ہوا
جو حوصلہ تھا پست ہوا گرد ہوا
جو صاحب درد ہو کرے داغ کی قدر
بے داغ ہوا کرے تو بے درد ہوا

☆☆☆☆☆☆

بے فائدہ انسان کا گھبرانا ہے
ہر طرح اسے رزق تو پہنچانا ہے
تاروں کے خزانے سے بھی مل جائے گا
منظور جو اللہ کو دلوانا ہے

☆☆☆☆☆☆

صد شکر پہنچ فخر زماں تک تو ہوئی
معراج مجھے ایسے مکاں تک تو ہوئی
پستی سے فلک نما پہ آیا اے داغ
اونچی مری تقدیر یہاں تک تو ہوئی

☆☆☆☆☆☆

دریا کو اگر گوہر خوش آب دیا
گردوں کو اگر مہر جہاں تاب دیا
اے داغ وہ ان کا تھا یہ تیرا حصہ
اللہ نے حاتم تجھے نواب دیا

☆☆☆☆☆☆

ہے صاحب اقبال وقار الامرا
ہے مظہر اجلال وقار الامرا
اے داغ عجب کیا ہے پھریں تیرے دن
ماضی کو کرے حال وقار الامرا

☆☆☆☆☆☆

شہرت ہے بڑی شان سے آئے نواب
اقبال کے سامان سے آئے نواب
جان آ گئی اے داغ ہمارے تن میں
جب ہم نے سنا کان سے آئے نواب

☆☆☆☆☆☆

دریائے سخا کان عطا کون کہ آپ
مشکل کے مری عقدہ کشا کون کہ آپ
داغ اپنی پریشانی دل کس سے کہئے
نواب وقار الامرا کون کہ آپ

☆☆☆☆☆☆

مجھ سا نہ ہو دکھ درد کا سہنے والا

بے فائدہ بے قاعدہ رہنے والا
حضرت سے مرا شوق حضوری جو کے
ایسا نہیں ملتا کوئی کہنے والا

☆☆☆☆☆☆

ذی مرتبہ ذی شان ہے خان خاناں
ہر چشم میں انسان ہے خان خاناں
ہر سینے میں دل ہے اور دل میں امید
قالب میں مری جان ہے خان خاناں

☆☆☆☆☆☆

گنجینہ دولت سے سخاوت بڑھ کر
ایثار و سخاوت سے شجاعت بڑھ کر
نواب وقار الامرا کے اوصاف
بڑھ کر ہیں زمانے سے نہایت بڑھ کر

☆☆☆☆☆☆

نواب غم و رنج سے آزاد رہے
اللہ کرے صاحب اولاد رہے
اے داغ ہمیشہ یہ دعا ہے اپنی
یا دور **فلک** خوش رہے آباد رہے

☆☆☆☆☆☆

مہدی کو اگر خیر زماں کہتے ہیں
یا محسن **ملک** اس کو یہاں کہتے ہیں
زیبا ہے کہیں محسن عالم اے داغ
جو چاہئے کہنا وہ کہاں کہتے ہیں

☆☆☆☆☆☆

اس خیر کا انسان کوئی ہو تو سہی
ذی مرتبہ ذی شان کوئی ہو تو سہی
ہر شخص کی ملحوظ ہے خاطر داری

یوں دل کا نگہبان کوئی ہو تو سہی

☆☆☆☆☆☆

ہے باغ شجاعت کا شجر افسر جنگ
ہے بحر سخاوت کا گہر افسر جنگ
ذی مرتبہ، حوصلہ، ذی شان، ذی عقل
اے داغ نہیں کوئی مگر افسر جنگ

☆☆☆☆☆☆

خورشید سے انور ہے تری رائے منیر
امید سے بڑھ کر ہے ترا فیض کثیر
نواب منیر ملک یکتائے زماں
آپ اپنا جواب اپنی مثال اپنی نظیر

☆☆☆☆☆☆

یہ کہ دباتے ہیں مجھے سب اغیار
دلواؤ جو کچھ ہم کو تو ہو وصل نگار
ایمان کی اے داغ جو پوچھو یہ ہے
ہیں راشی و مرتشی تو دونوں فی النار

☆☆☆☆☆☆

سلطان دکن کے ہوئے اشفاق بہت
اشخاص نے مجھ سے کئے اخلاق بہت
دلی کو اگر جاؤں تو مل کر جاؤں
میں آپ کے ملنے کا ہوں مشتاق بہت
جب تک ہیں ضیا بخش مہ و مہر منیر
جب تک ہے کواکب سے فلک پر تنویر
دل شاد رہے خوش رہے آباد رہے
نواب قدیر جنگ یا رب قدیر

☆☆☆☆☆☆

جب تک ہے جہاں میں دور ساقی باقی

جب تک رہے لذت تلاقی باقی
باقی کی نہ کیوں ہو عمر و دولت کو بقا
فانی فانی ہے اور باقی باقی

قطعات

قطعہ تاریخ تہنیت مسند نشینی

نواب محمد مشتاق علی خان والی ریاست رامپور

زہے، نشاط، زہے خرمی، زہے عشرت
بنا ہے غیرت فردوس مصطفیٰ آباد
جہاں جہاں ہے خوشی، عیش، انبساط، سرور
زباں زباں سے ادا نغمہ مبارک باد
مگہہ مگہہ سے ٹپکتا ہے بادۂ عشرت
نفس نفس سے یہ آواز ہے کہ آئی مراد
دھن دھن سے دعائے بقائے دولت و عمر
سخن سخن میں ہے شکر و سپاس حد سے زیادہ
عروج دولت و اقبال و شان و شوکت سے
بنا ہے عالم بالا یہ عالم ایجاد
ہوا و سادہ نشیں روز جمعہ کو نواب
نمازیوں نے دعا دے کے دی مبارک باد
زہے طراوت آب و ہوائے گلشن دھر
قدم جما کے سنبھلتا ہے باغ میں شمشاد
وہ جوش رنگ ہے ہو آب نیشتر بھی شہاب
جو فصد لے رنگ شاخ نہال کی فصاد
مثال خاطر شگفتہ ہر لب امید
برنگ غنچہ شگفتہ ہر گل فریاد
سب اعتدال سے ہیں اب عناصر اربع

سب اتفاق سے ہیں آب و خاک، آتش و باد
مزاج اہل زمانہ میں ہے وہ یک سوئی
مریض کے بھی مرض میں نہ جمع ہوں اضداد
چڑھا کے ساغر صہبائے عشق کو صوفی
پکار اٹھتے ہیں نشے میں ہرچہ بادا باد
قضا قضا کرے لے لے کے ہچکیاں پیہم
کسی مریض کو بھولے سے بھی جو آئے یاد
شرار برق بھی دانتوں میں ڈر سے لے تنکا
ہوائے عدل سے ہو صر صر خزاں برباد
ترے سکون طبیعت قیام دولت سے
کہے نہ اب سے زمانے کو کوئی بے بنیاد
فروغ نیر اقبال سے عجب کیا ہے
پڑھے اگر خط تقدیر کور مادر زاد
ترے زمانے میں دل ہو گئے ہیں آئینہ
ہوا تھا صاف سکندر کے عہد میں فولاد
گدا کو بھی وہ تمول ہے عہد دولت میں
جو اس زمانے میں ہو خسروی کرے فرہاد
ترا اشارۂ آبرو کلید قفل امید
تری نگاہ دل آرزو ہے جان مراد
ڈلی ڈلی کو نمک کی ترستے ہیں اعدا
مٹا ہے عہد میں تیرے وہ نام شور و فساد
اب اس کو سہو کہیں ہم کہ حافظہ ٹھہرائیں
ہمیشہ تجھ کو رہا دے کے بھول جانا یاد
بہت قدیم نمک خوار معتمد ممتاز
یہ داغ مدح سرا ساکن جہان آباد
جگر فگار و دل افگار و مضطر و غم ناک
قتیل خنجر اعدا و کشتۂ حساد

اے خدا نے باعزاز و آبرو رکھا
مدام شاد رہا یہ بفضل رب عباد
امیدوار ترحم ہے خواست گار کرم
نگاہ لطف رہے خلد آشیاں سے زیاد
دعائیں دے کے یہ لکھتا ہے مصرع تاریخ
جلوس خسرو عالم پناہ نیک نہاد

1304ھ

قطعہ تاریخ مدارالمہامی جنرل اعظم الدین خان

اعظم الدین خاں بہادر کو
جاہ و منصب ملا باسانی
یہ مدار المہام عالی جاہ
مستقل ہے بحکم سلطانی
عدل و انصاف و داد و فیض و کرم
عہد دولت میں با فراوانی
داغ آشفتہ ہو گیا مجبور
ہے یہ آزار دشمن جانی
تن ہے آلودۂ ہزار امراض
دل ہے مجموعہ پریشانی
مانگتا ہے دعائیں صحت کی
پھلو پھولو بہ فضل ربانی
اپنے جرنیل کو دیا عہدہ
ہے یہ نواب کی ہنر دانی
اس نیابت کی یہ کہی تاریخ
آصف اعظم جہاں بانی

1304ھ

قطعہ تاریخ سال گرہ

نظام الملک آصف جاہ نواب میر محبوب علی خان

والی ریاست حیدر آباد دکن

مسعود مبارک ہو تجھ کو اے خسرو دوراں سال گرہ
یہ سال گرہ ہے سال گرہ کہتے ہیں اسے ہاں سال گرہ
بڑھ کر ہو کلاوہ کاہ کشاں ہر ایک گرہ نجم تاباں
اللہ کرے ہو لاکھ برس یوں لایق و شایاں سال گرہ
یہ چاند ربیع الثانی کا یہ پیر کا دن تاریخ چھٹی
ہے فضل خدا تیسویں ہے اب اے شہہ ذی شان سال گرہ
ادریس و مسیح الیاس و خضر، دیں بہر کلاوہ رشتہ عمر
تا روز شمار اس کا ہو شمار ایسی ہو فراواں سال گرہ
یہ جشن سجا یہ دھوم مچی عالم کو ملا ہے گنج گہر
ہے عقدہ کشائے بخت جہاں دریا رزر افشاں سال گرہ
وہ شور مبارک باد ہوا، سب گونج رہے ہیں ارض و سما
کیا حور و پری کیا انس و ملک گاتے ہیں خوش الحاں سال گرہ
ہر وقت خوشی، ہر آن خوشی، ہر لحظہ خوشی، ہر لمحہ خوشی
ہے عیش کا ساماں، جشن طرب، ہے جشن کا ساماں سال گرہ
آراستہ ہیں بازار و مکاں، پیراستہ ہیں سب پیر و جواں
ہے زینت بلدہ سال گرہ، ہے رونق ایواں سال گرہ
اے داغ دعا سلطان کو دے تاریخ لکھ اس تقریب کی یوں
جاوید ہمایوں بے حد ہو محبوب علی خاں سال گرہ

1306ھ

تاریخ دیگر۔ سال گرہ نظام

1307ھ

قطعہ

ہوئی ہے سال گرہ آج شاہ والا کی
خجستہ فال ہے یہ اور نیک فال گرہ
یہ جشن وہ ہے کہ کہتی ہے ساری خلق اللہ
کھلے نصیبوں کی یا رب ذوالجلال گرہ
ہزار دانہ یاقوت کی بنے تسبیح
بڑھے کلاوہ میں ہر سال ایک لال گرہ
لکھا ہے داغ نے یہ اس کا مصرع تاریخ
ہزاروں سال مبارک یہ جشن سال گرہ

1307ھ

قطعہ مبارکباد در تقریب ولادت باسعادت دختر نیک اختر حضور پرنور حضرت میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ دام اقبالہ وملکہ

اے خسرو جم حشم فلک قدر
ہے عہد ترا بسا مبارک
اللہ رکھے تجھے سلامت
ہو عشرت جاں فزا مبارک
اللہ نے دی ہے شاہ زادی
اللہ کی یہ عطا مبارک
چلہ ہے سکندر النساء کا
یہ رسم کرے خدا مبارک
اس دن کی دعائیں مانگتے تھے
یہ دن ہے بڑا مبارک
ہوتی ہے ولادت اس میں مسعود
ہے ماہ صیام کا مبارک
آئی رمضان میں عید گویا
سب عیدوں سے ہے سوا مبارک
دیکھے چھٹی چلے شادیاں سب

جلسوں کا ہو دیکھنا مبارک

ہے مطربہ فلک طرب ساز

آتی ہے یہی ندا مبارک

سب اہل زمین و اہل افلاک

کہتے ہیں جدا جدا مبارک

پھولیں پھلیں نونہال شاہی

مقبول ہو یہ دعا مبارک

سرسبز رہے ریاض اولاد

اس باغ کی ہو فضا مبارک

عالم کو خوشی ہے کہہ رہے ہیں

سب دوست، سب آشنا، مبارک

تقریب سعید و جشن فرخ

دنیا میں ہے جا بجا مبارک

تاریخ کہی ہے داغ نے آج

نورس تجھے بادشاہ مبارک

1305ھ

قطعہ مبارکباد سالگرہ شہزادی اعلیٰ حضرت حضرت پرنور نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ دام اقبالہ وخلد اللہ ملکہ وسلطنۃ

ہوئی ہے سال گرہ آج شاہ زادی کی

رہے ہمیشہ الٰہی بہار سال گرہ

برائے نذر شہنشاہ داغ لکھ دی

زیاد تا بہ ابد ہو شمار سال گرہ

1305ھ

تاریخ حصول شرف حضوری حضور پرنور اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ دام اقبالہ وخلد اللہ ملکہ وسلطنۃ

قدم بوس حضرت کا حاصل ہوا
بڑے شوق سے اور ارمان سے
حضوری کی تاریخ پوچھیں اگر
یہ کہہ دو ملے، داغ سلطان سے

1305ھ

تاریخ تصنیف وطبع دیوان جناب مستطاب خادم حضرت ختمی پناہی حاجی حرمین شریفین مشیر قیصر ہند نواب کلب علی خان بہادر فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ رئیس والا وراعظم طبقہ اعلائے ستارۂ ہند والی مصطفیٰ آباد عرف رام پوردام ملکہم واقبالہم

برس دن میں کہا دیوان ایسا میرے آقا نے
سخن ہے نام اس کا طبع نیکو اس کو کہتے ہیں
کہی ہیں داغ نے اک بیت میں دواس کی تاریخیں
یہ ہے وہ بیت رشک بیت ابرو اس کو کہتے ہیں
یہ اول مصرع تاریخ ہے تالیف دیواں کا
زہے معجز بیانی عطر اردو اس کو کہتے ہیں
جو پوچھے کوئی سال طبع پڑھ دوں مصرع ثانی
چھپا مطبع میں اچھا نقش جادو اس کو کہتے ہیں

1293ھ

ایضاً

کیا خسرو آفاق نے دیوان کہا ہے
اللہ رے اللہ یہ دستگہ نظم
کس طرح یہ دیوان نہ ہو سامعہ افروز
کہتے ہیں اسے مہر سخن ہے یہ مہ نظم
ہے روح فزا دل کو یہ عیسیٰ فصاحت

ہے راہ نما شوق کو یہ خضر رہ نظم
اے داغ ہوا طبع کلام شہہ والا
اس نظم کی تاریخ کہی میں نے، شہہ نظم

1295ھ

ایضاً

خسرو عہد کا چھپا دیوان
کیوں نہ ہو عرش پر دماغ کمال
سخن تازہ اس کو کہتے ہیں
تر و تازہ ہے اس سے باغ کمال
مل گیا اس کلام سے اسے داغ
ورنہ معدوم تھا سراغ کمال
نتیجہ ہے طبع روشن کا
اس کی تاریخ ہے، چراغ کمال

1395ھ

تاریخ طبع کلیات میاں منیر صاحب

چہ خوب طبع شد ایں بے نظیر کلیات
خوشا تجلی طبع جہاں فروز منیر
خوش است مصرع سال شروع طبع اے داغ
طلوع شد باددھ مہر نیمروز منیر

1295ھ

ایضاً

جب یہ دیوان ہو چکے مطبوع
ہو گئی نظم و نثر عالمگیر
داغ نے اس کی یہ کہی تاریخ
آفتاب منیر و بدر منیر

1296ھ

قطعہ تہنیت خلعت ریاست نواب مشتاق علی خان بہادر والی رام پور

نواب کو ہو حصول یا رب

دارین میں برتری بلندی

خلعت کا ہے داغ عیسوی سال

تشریف شریف ارجمندی

1888ع

تاریخ وفات فرزند جناب راجہ گردھاری پرشاد بہادر

راج بنشی نغز گو باقی تخلص نیک خو

ذی حشم، ذی رتبہ، عالی منزلت، عالی دماغ

اے فلک افسوس یوں ہو مبتلائے حادثات

اس طرح برباد ہو جائے یکایک اس کا باغ

سال بھر میں دونوں فرزند آگے پیچھے اٹھ گئے

آفتاب خانداں وہ تھا تو یہ گھر کا چراغ

سچ ہے ہستی کے لئے لازم ہوئی ہے نیستی

تنگ نائے دھر میں حاصل نہیں ہوتا فراغ

ایک دن عشرت کدہ چالیس دن ہے غم کدہ

اس جہان پر الم میں کوئی کیا ہو باغ باغ

آدمی کو چاہئے صبر و شکیبائی کرے

جو خدا کے بھید ہیں ملتا ہے کب اس کا سراغ

داغ نے یہ عیسوی سن میں لکھی تاریخ

آہ باقی کو ہوا اب دوسرے بیٹے کا داغ

1888ع

تاریخ ناول منشی ریاض احمد صاحب خیرآبادی

یہ فسانہ کس قدر رنگیں ہوا

ہو سکے کیا ہم سے تعریف ریاض

داغ لکھ دو اس کا سال عیسوی

ناول نادر ہے تالیف ریاض

1889ع

تاریخ طبع دیوان مرزا محمد قادر بخش تخلص صابر

تجھے آفریں عاقل خوش بیان

کیا اپنے استاد کا حق ادا

یہ تاریخ اس کی کہی داغ نے

خوشا پاک دیوان صابر چھپا

1304ھ

ایضاً

شہہ سخن سخن شاہزادہ دہلی

چہا فصیح و بلیغ ست و شستہ و معقول

بگفت داغ چنیں سال طبع دیوانش

بسا نتیجہ افکار صابر مقبول

1304ھ

تاریخ وزارت نواب رفعت جنگ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر بشیر الدولہ سر آسماں جاہ محمد مظہر الدین خان بہادر مدار المہام سرکار عالی

پہلے سلطان ابن سلطان خسرو **ملک** دکن

پھر بشیر الدولہ عادل امیر ابن امیر

قابل مدح و دعا یں لائق و صف و ثنا

بادشاہت بے بدل ہے تو وزارت بے نظیر

یہ دلوار ہے سکندر وہ بہادر تہمتن

شاہ عالمگیر، دستور معظم شیر گیر

حبذا خاقان دوراں، مرحبا نواب عہد

اس سے جانا آرام میں ہے اس سے دل راحت پذیر
یہ ہے شمع سلطنت تو وہ چراغ ابہت
مالک اقبال روشن صاحب رائے منیر
یہ اگر ابر کرم ہے وہ ہے دریائے نوال
کیوں رہے **ملک** دکن میں نام کو بھی اب فقیر
داغ تاریخ وازارت اتفاق شہہ سے لکھ
مہر و ماہ آسمان نور ہیں شاہ و وزیر

1305ھ

تاریخ خلعت سر آسماں جاہ بہادر

ملا آج نواب کو خاص خلعت
ہوئی دھوم سی دھوم ماہی سے تا ماہ
کہی داغ نے خوب تاریخ اس کی
وزیر شہنشاہ سر آسماں جاہ

1305ھ

تاریخ خطاب میجری نواب میجر افسر جنگ بہادر

قدر داں ہے قیصر ہندوستاں
کر دیا میجرز راہ معدلت
ہو مبارک یہ خطاب میجری
تجھ کو اے نواب والا مرتبت
اے بہادر پاک دل پاکیزہ خوے
مدح کے قابل ہے تیری ہر صفت
قدر داں تیرا رہے شاہ دکن
شام کیسا شاہ فخر سلطنت
مصرع تاریخ لکھا داغ نے
میجر افسر جنگ عالی منزلت

1305ھ

تاریخ با اختیار شدن راجہ ہرکشن سنگھ بہادر والی کشن کوٹ ملک پنجاب

جیو بیر بر ہرکشن سنگھ جی
سنا ہے ملا اختیار آپ کو
کہی داغ نے آج تاریخ سال
مبارک کشن کوٹ راجہ کو ہو

1305ھ

ایضاً

راجہ صاحب ذرا اسے سنئے
یہ ہزاروں میں ایک ہے تاریخ
آپ کے اختیار ملنے کی
بخت بیدار و نیک، ہے تاریخ

1305ھ

تاریخ تیاری مکان و باغ نواب قدر الدولہ بہادر

میر نور الحسین خاں ذی جاہ
کرد قصر رفیع و باغ بنا
داغ یک مصرع و دو تاریخ است
خوش جہا قصر، باغ روح فزا

1305ھ

قطعہ تاریخ صحت اعظم الدین خان بہادر مدار المہام ریاست رام پور

کرم گستر داغ جنرل بہادر
ترا منصب و جاہ ثروت مبارک
شنیدم چو ایں مژدہ تاریخ گفتم
مبارک ہر آئینہ صحت مبارک

1305ھ

تاریخ انتقال نواب دلاور النساء بیگم

جملۂ نثر تاریخی نواب دلاور النساء بیگم پاک دامن نے انتقال کیا

ایضاً

قصر جنت میں ہوئیں زینت بخش
بیگم رابعہ اوصاف و خصال
بہر تاریخ یہ کہہ دے اے داغ
پنجشنبہ مہ ذی الحجہ سال

1305ھ

ایضاً

شب پنجشنبہ کو ذی الحجہ میں
یہ واقع ہوا واقعہ جس گھڑی
یہ تاریخ اس کی کہی داغ نے
دلاور نسا طاعتی جنتی

1305ھ

قطعہ تاریخ انتقال آفتاب بیگم نور اللہ مرقدہ

بہشت باد نصیب آفتاب بیگم را
کزیں جہاں بجہان دگر خراماں شد
نوشت داغ جگر تفتہ مصرع تاریخ
عجیب زیر زمیں آفتاب پنہاں شد

1305ھ

قطعہ تاریخ رحلت حضرت محمد عبد النبی شاہ صاحب مجذوب قدس سرہ، واقع ہنمکندہ ضلع ملک دکن

زہے درگاہ فیض آثار و پرنور
کہ از ماہی منور گشت تا ماہ

برائے چشم و دل وقت زیارت
زعرش آید صدائے نور اللہ
دریں جا ہر کہ حاجت مند آمد
مراد خویش حاصل کرو دل خواہ
بحق سورہ انا فتحنا
چہ فتح الباب گشتہ باب درگاہ
بعہد میر محبوب علی خان
شہ دیں دار و آصف جاہ زیجاہ
بسعی کار پردازان دولت
چہ خوش تعمیر شد الحمدللہ
بگو داغ از سر اخلاص تاریخ
مزار اشرف عبدالنبی شاہ

1305ھ

تاریخ رحلت حضرت سید حسن رسول نما قدس سرہ العزیز

چو کحل خاک شود زیب دیدۂ بینا

1103ھ

بعین عبد بود آشکار سر سما

1103ھ

حبیب پاک بیں نور یثرت و بطحا

1103ھ

زقبر اطہر سید حسن رسول نما

1103ھ

افکار داغ

1307ھ

تاریخ طبع دیوان منشی اقبال حسین صاحب وکیل راجہ بیکانیر

عجب روح افزا و فرحت فزا ہے
بہادر سخن سے گلستان عاشق
تم اے داغ یہ اس کی تاریخ لکھ دو
تصانیف اقبال دیوان عاشق

1307ھ

تاریخ طبع دیوان جناب نواب احمد علی خان بہادر رونق

سخن سنج نواب احمد علی خاں
سخن را کزو ہست سامان رونق
ہویدا شد اعجاز جادو طرازی
زگفتار رونق بدیوان رونق
ہمہ زیب معنی ہمہ معنی آرا
زہے رنگ رونق خہے شان رونق
چو پرسید از داغ تاریخ طبعش
بگفتہ شمیم گلستان رونق

1307ھ

تاریخ مراجعت اعلیٰ حضرت بندگان عالی
متعالی مدظلہ العالی از ہمنکنڈہ

ہوئے زیب بلدہ جو شاہ دکن
ملا دیدۂ و دل کو نور و سرور
کہو خیر مقدم کی تاریخ داغ
ہمنکنڈے سے آ گئے اب حضور

1307ھ

قطعہ تہنیت تسمیہ خوانی شہزادہ والا تبار
میر عثمان علی خان بہادر ولی عہد شاہ دکن

شہزادہ ہوا ہے زیب مکتب
سحباں نہ ہو ثانی ولی عہد
سورۃ اقراء کی آج سن لی
سلطان نے زبانی ولی عہد
اللہ کرے کہ شاہ دیکھے
پیری و جوانی ولی عہد
اس رسم کی داغ تو بھی تاریخ
لکھ تسمیہ خوانی ولی عہد

1307ھ

تاریخ وفات محمد تاج الدین خان صاحب

شاہ جہان پوری سارجنٹ میجر افواج سرکار نظام دکن

جمعہ ثانی معہ شوال بود
کز جہان شد آہ آن یکتائے عہد
داغ سال ارتحالش زد رقم
بود تاج الدین خان دانائے عہد

1307ھ

دیگر

در مہ شوال روز جمعہ وائے
زیں جہاں پد رود کرد آں نوجوان
داغ سال رحلت از ہاتف شنید
دید تاج الدین خان حال جناں

1307ھ

قطعہ تاریخ تہنیت عید ذی الحجہ

میر محبوب علی خاں خسرو ملک دکن
یا الٰہی خوش رہے صبح و مسا شام و پگاہ

عید ذی الحجہ کی یہ تاریخ لکھی داغ نے
عید حج اسعد مبارک ہو شہہ گیتی پناہ

1307ھ

تاریخ سندیافتن فیض محمد خاں وکیل ساکن بلند شہر

چو فیض محمدؐ امتحاں دادیں بار
بگرفت سند برائے کار سرکار
بنوشت دو تاریخ بیک مصرع داغ
مختار جزو کل، وکیل مختار

1307ھ

قطعہ تاریخ دیوان جناب مولوی ممتاز احمد صاحب مقیم جونا گڑھ

بارک اللہ محامد احمدؐ
کرد ممتاز چوں بصدق و یقیں
داغ تاریخ طبع دیوان گفت
جلوہ پرواز نعت سرورؐ دیں

1308ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شہزادہ بلند اقبال بادشاہ دکن طولعمرہ، وقدرہ

ولادت ہوئی شاہ زادے کی آج
کہ جس سے ہوئے شاد سب خاص و عام
اسی دن کی سب مانگتے تھے دعا
دعاگو ہیں اس کے دعاگو تمام
الٰہی یہ مولود مسعود ہو
بحق محمدؐ علیہ السلام
یہ سال ولادت کی آئی ندا
کہ اے داغ لکھ دے، شبیہ نظام

1308ھ

تاریخ ہذا اور نثر، مبارک باد سال گرہ مبارک بندگاہ عالی آصف جاہ دام ملکہ

تبارک اللہ اب آئی یہ ساعت مسعود
مبارک اے شہہ عالی تبار سال گرہ
سعید و فرخ و مسعود سعد و اسعد ہو
حضور کو مرے پروردگار سال گرہ
ہزاروں بار ہوں دربار جشن سلطانی
ہزاروں بار ہو اے شہریار سال گرہ
شگفتہ غنچہ خاطر ہے باغ باغ ہے خلق
ہوئی ہے باغ جہاں کی بہار سال گرہ
زمانہ آج کے دن فیض یاب ہوتا ہے
کہ ہے زمانے میں یہ یادگار سال گرہ
کشود کار کا یہ دن ہے کیا تعجب ہے
جو کھولے اب کے مری ماہوار سال گرہ
کہا ہے داغ دعاگو نے مصرع تاریخ
اسی روش سے ہوں اسی ہزار سال گرہ

1308ھ

تاریخ سرفرازی خطاب نواب داورالدولہ داورالملک داور جنگ داور مرزا علی خان بہادر

یہ سرافرازی مبارک زیب ہے با عزوشان
سازگار آئے الٰہی متفق لیل و نہار
داغ نے زیبا کہا ہے سال اس بہبود کا
میرزا صاحب ملا ہے یہ خطاب یادگار

1308ھ

تاریخ سرفرازی خطاب نواب آصف نواز جنگ آصف نواز الدولہ آصف نواز الملک سید عبدالرزاق علی خان بہادر معتمد صرف خاص سرکار نظام دکن دام اقبالہ

اک خطاب آصف نواز الدولہ آج
شاہ نے بخشا نہایت انتخاب
دوسرا آصف نواز الملک بھی
جس کی قدر و منزل ہے بے حساب
ان خطابوں کے تھے شایاں آپ ہی
سید والا حسب عالی جناب
داغ نے تاریخ اس کی یہ کہی
معتمد صاحب ہوئے زیبا خطاب

1308ھ

تاریخ سرفرازی خطاب نواب انتصار جنگ وقارالدولہ وقارالملک مولوی مشتاق حسین خان بہادر

از انتصار جنگ بہادر وقار ملک
دایم وقار دولت و زیب و سادہ باد
تاریخ ایں عطاے خطابات داغ گفت
افزائش خطاب مبارک زیادہ بادہ

1308ھ

تاریخ صید افگنی حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی بادشاہ ملک دکن

میر محبوب علی خان خسرو آفاق کو
بخت اسکندر دل رستم دے اللہ نے

داغ اس شیر افگنی کا سال اگر پوچھے کوئی
کہدے، اچھا شیر مارا شاہ آصف جاہ نے

1308ھ

ایضاً

رستم دوراں شہہ ملک دکن
کز نہیبش شیر چرخ آمد ستوہ
کرد چوں شیر افگنی بنوشت داغ
بادشاہ شیر افگن با شکوہ

1308ھ

ولہ

ایک ہفتے کا ہے حساب شکار
داغ کی تم زبان سے سن لو
کہی گنتی کی ایک ہی تاریخ
شاہ آصف نے شیر مارے دو

1308ھ

قطعہ تاریخی ترتیب دیوان شہزادہ رحیم الدین حیا

طبع شہزادۂ رحیم الدین
ہست کان ادا و جان حیا
کرد نواب قدر داں محمود
تا ابد شہرۂ زبان حیا
زیب ترتیب دادہ جملہ کلام
کہ بماند ازو نشان حیا
داغ بنوشت سال دیوانش
شاہد شوخی بیان حیا

1308ھ

ایضاً

خوشا توجہ نواب قدر دان محمود
سخن کی قدر یہ ہے قدر کی بنا یہ ہے
کیا ہے جمع کلام حیا بسعی بلیغ
کلام کیا ہے کہ معشق دل ربا یہ ہے
کلام صاف پھر اس طرح کا فصیح و بلیغ
کسی نے آنکھ سے دیکھا ہے دیکھنا یہ ہے
کہا ہے داغ نے سن لو یہ مصرع تاریخ
سخن طرازی شہزادہ حیا یہ ہے

1308ھ

قطعہ تاریخ تصنیف واسوخت منشی نجیب الدین صاحب نجیب ملازم ریاست کوروائے

نجیب الدین کو کہنا تمہارا
بنا دلبر زمانے کا یہ واسوخت
کہی ہے داغ نے تاریخ اس کی
ہوا جلنے جلانے کا یہ واسوخت

1308ھ

قطعہ تاریخ تقویم میر حیدر علی صاحب حیدرآبادی

کنوں حیدر علی استاد کامل
نوشتہ دور شمس و ماہ و اختر
بگفتم مصرع تاریخ اے داغ
زہے نقش جہاں تقویم حیدر

1309ھ

تاریخ طبع دیوان مشفقی میر ضامن علی صاحب جلال

دیوان بلذاق سخن سنج طبع شد
یا رب رسد نوید بہر صاحب کمال
برجستہ گفت مصرع تاریخ طبع داغ
آہنگ طبع نازک ضامن علی جلال

1300ھ

قطعہ تاریخ رحلت طوبیٰ آشیان مرزا محمد سلطان فتح الملک شاہ فخر الدین ولی عہد بہادر گورگانی انار اللہ برہانہ

غم فتح **ملک** سلطان چہ بلائے جان و دل شد
دہدش مقام جنت زکرم کریم غفار
چوز داغ سال رحلت دل درد مند پرسید
بکشید آہ حسرت دو صد و دوازدہ بار

1372ھ

قطعہ تاریخ مقتول شدن جنرل محمد اعظم الدین خان بہادر جنرل ریاست رام پور

محمد اعظم الدین خان بہادر
عظیم الشان معظم اعظم عصر
وزیر رام پور و جنرل فوج
امیر باوقار و اکرم عصر
حکیمے ماہر طرز زمانہ
فہیمے واقف کیف و کم عصر
سوم تاریخ ماہ صوم در شب
بغفلت کشتہ شد آں ضیغم عصر
بعمر چہل و پنج افسوس افسوس
رہائی یافت از قید غم عصر
عجب نبود اگر تا عرش اعلیٰ

رسد فریاد اہل ماتم عصر
بفکر سال داغ از ہاتف غیب
ندا آمد، مزار رستم عصر

1308ھ

تاریخ رحلت زمانی بیگم مرحومہ صبیہہ محمد ابراہیم کان لمبر دار لونی ضلع میرٹھ

گشت ایں حادثہ در ماہ ربیع الثانی
در دو شنبہ بشمار آمدہ بست و چارم
سال مرحومہ و مغفورہ چنیں داغ نوشت
کاملہ رفت بفردوس زمانی بیگم

1308ھ

برائے نواب محبوب یار جنگ بہادر نوشتہ شد

اے داغ آج دیدۂ جوہر شناس میں
جو آبرو ہے بیش بہادر کے واسطے
اس سے زیادہ ہو سروسامان و آب و تاب
محبوب یار جنگ بہادر کے واسطے

تقریظ مثنوی ضیائے دکن مصنفہ مولوی سید باقر حسن خان صاحب المتخلص بہ ضیا معتمد مجلس عالیہ سرکار عالی

وہ عالی نسب میر باقر حسن
وہ سید وہ آل شہہ ذوالمنن
وہ اولاد دستور شاہ جہاں
مخاطب بہ نواب اسلام خان
وہ سرکار آصف میں ہیں باوقار
معزز مکرم بڑے عہدہ دار
عدالت کی مجلس میں ہیں معتمد
نہیں عدل و انصاف کی جن کی حد

طبیعت منور تخلص ضیا
کہیں جس کو کالشمس و بد الدجی
وہ شیریں زباں اور شیریں مقال
کہ پانی بھرے جس کے آگے زلزل
ہنرور ہنرمند کے جوہری
شفیق و کرم گستر داغ بھی
کہی مثنوی کیا عدیم المثال
محرم کے لنگر کا ہے جس میں حال
وہ چمکی جہاں میں ضیائے دکن
کہ ہر بیت سورج کی ہے اک کرن
یہ تاریخ بھی قابل دید ہے
اسی جام میں جام جمشید ہے
ہر اک سطر گیسوے دل دار ہے
ہر اک نقطہ خال رخ یار ہے
ضیائے دکن پر پڑے گر نگاہ
تو قربان ہوں روز و شب مہر و ماہ
بیاں صاف صاف اور ایسا متین
پھسلتا ہے جس پر دل سامعین
زباں وہ زباں جو فصاحت کی کان
بیاں وہ بیاں جو بلاغت کی جان
نہیں اس میں مضمون الجھے ہوئے
ہزاروں بکھیڑے ہیں سلجھے ہوئے
ہزاروں ہیں مضمون جدت کے ساتھ
الٰہی پھر ایسی فصاحت کے ساتھ
ہر اک لفظ بے ساختہ دل نشین
مگر پھر کوئی بے رعایت نہیں
مضامیں کی ایسی بندھی ہے لڑی

کہ ساون کی گویا لگی ہے جھڑی
مرصع وہ ترکیب الفاظ کی
کہ جیسے جواہر جڑے جوہری
پری بھی ہے حور خوش انداز بھی
یہ جادو بھی ہے اور اعجاز بھی
فسوں ساز ہے یہ ہر اک ڈھنگ میں
یہ ہے شعبدہ باز ہر رنگ میں
کوئی اس کا مصرع بگڑتا نہیں
حریفوں سے بھی اپنے لڑتا نہیں
ہر اک مصرع شوخ ایسا کہا
ادھر منہ سے نکلا ادھر دل میں تھا
کہیں کچھ کہیں کچھ کہیں کچھ ہے رنگ
مگر ہے زباں کا وہی ایک ڈھنگ
سنو کیا کہا اور کیسا کہا
بجا کر کہا سب سے جتنا کہا
گل اس پر ہے بلبل پہ ایسا ہے باغ
چراغ اس کا پروانہ یہ وہ چراغ
طبیعت رواں ایسی دیکھی نہیں
روانی میں رو ہے کہ رکتی نہیں
کہیں رستمی کر گئے رزم میں
کہیں خسروی کر گئے بزم میں
جو ہے عیش کی شکل جنت کی ہے
مصیبت بھی ہے تو قیامت کی ہے
نرالے مضامیں نئے رنگ ڈھنگ
طبیعت عجب چلبلی شوخ و شنگ
چھلاوہ ہے بجلی ہے طبع رواں
ابھی تھی یہاں یہ ابھی ہے وہاں

طبیعت کی طراریاں دیکھئے
عمرو کی سی عیاریاں دیکھئے
کسی کو میسر یہ چستی نہیں
نہیں اس کی بندش میں سستی نہیں
نزاکت میں گل سے بھی بڑھ کر ہے یہ
رسائی میں بخت سکندر ہے یہ
بلندی میں ہے آسمان بلند
منور مہ و مہر سے بھی دو چند
زبان سے ہے اطہر بیاں کی صفت
بیاں سے ہے باہر زباں کی صفت
دل صاف سے آئینہ منفعل
زباں پاک ایسی کہ مومن کا دل
سخن ور اگر قدر اس کی کریں
ضیا کا دھن موتیوں سے بھریں
سزا وار اس کا نہیں ہر کوئی
دکھائی تو دو شعر لکھ کر کوئی
جو کاغذ فلک کہکشاں ہو قلم
سیاہی شب قیر کی ہو بہم
صفت اس کی لکھیں فرشتے اگر
نہ پوری ہو توصیف المختصر
یہ کیوں کر نہ مطبوع و مرغوب ہو
جب اس کے لئے عہد محبوب ہو
سلامت رہیں پادشاہ و وزیر
رکھے جمع اہل ہنر بے نظیر
سنیں اس کی تاریخ اہل سخن
منور مبین ہے ضیائے دکن

۱308ھ

قطعہ تاریخ میلاد شریف مصنفہ وزیر الدین صاحب تحصیلدار

اللہ کرے قبول اس کو
کیا خوب وزیر دیں نے لکھا
اے داغ یہ لکھ دے اس کی تاریخ
میلاد شریف خوب و زیبا

1309ھ

قطعہ مبارک باد جشن عید الفطر در مدح حضرت بندگان عالی حضور پر نور رستم دوران افلاطون زمان سپہ سالار مظفر المما لک فتح جنگ السلطان ابن اللسطان میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و دام اقبالہ

اے شہہ عالی ہمم، بادشہہ ذی حشم
تو ہے جہان کرم، تجھ سے جہاں فیض یاب
مالک **ملک** و سپاہ، خسرو گیتی پناہ
رستم دوراں نظام، آصف ثانی خطاب
بخت میں اقبال میں، جاہ میں اجلال میں
آپ ہی اپنا عدیل، آپ ہی اپنا جواب
آج تری نیکیاں، کس سے گنی جائیں گی
کل یہ مقرر ہوا، اس لئے روز حساب
بارش ابر کرم، جب سے ہوئی دمبدم
کون پریشان ہے، کس کی ہے مٹی خراب
مصلحت خاص اگر، صلح پہ ہو رہنموں
شیر و شکر ہو رہیں، رستم و افراسیاب
پر تو نور نظر، چھائے جو قطبین پر
ایک بنے آفتاب، ایک بنے ماہتاب

شیر فلک خوف سے، ماہی بے آب ہے
شہرۂ شیرافگنی، سن کے ہوا زہرہ آب
تو جو حمایت کرے، وہ ہو قوی ناتواں
باد مخالف سے بھی، سینہ سپر ہو حباب
شیوۂ حضرت نظام، ہے یہ پے انتظام
قہر و سیاست بدیر، رحم و عنایت شتاب
عہد میں تیرے ملے، راحت و عیش و سکوں
دھر کو پھر گیا کہیں، جب نہ رہے انقلاب
شہر ہے گلزار یو، خلق ہی گلرنگ یوں
جیسے چمن در چمن، باغ میں پھولے گلاب
بلدہ کا اک اک مکان، امن میں دار الامان
شہر کی اک اک گلی، جادۂ راہ صواب
شاہ کے بدخواہ کو، گر نہ جلا کر ڈبوئے
بحر میں کیوں موج ہو، نار میں کیوں التہاب
ہاتھ سے دشمن کے گم، دولت دنیا ہو یوں
آ نہ سکے جس طرح، جا کے دوبارہ شباب
کثرت اولاد سے، پھولے پھلے بادشاہ
اے مرے رب کریم، ہو یہ دعا مستجاب
رزم میں و دل نواز، نعرۂ تکبیر و حمد
بزم میں ہو دلفریب، نغمہ چنگ و رباب
عید کا دربار ہے، ہوتے ہیں اکثر عطا
منصب و جاگیر و زر، خلعت و جاہ و خطاب
ایک زمانہ ہوا، آج ترقی پذیر
داغ ہوا خواہ بھی، ذرے سے ہو آفتاب
شاہ سلامت رہے، تا بقیامت رہے
عدل و سخاوت سے روز، لوٹے ہزاروں ثواب
جشن شہنشاہ کا، مصرع تاریخ ہے

عید مبارک تجھے، اے شہہ آصف جناب

1308ھ

قطعہ تاریخ مبارک باد ولادت باسعادت فرزند ارجمند نواب رفعت جنگ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر بشیر الدولہ سر آسمان جاہ محمد مظہر الدین خان بہادر مدار المہام سرکار عالی

دیا آسماں جاہ کو حق نے بیٹا
یہ عالی نسب فخر ہے خانداں کا
اس اختر سے ہے برج اقبال روشن
یہ ہے روشنی بخش کون و مکاں کا
یہ بحر کرم کا در بے بہا ہے
یہ ہے پھول امید کے گلستاں کا
کھلا غنچہ آرزوئے خلایق
کھلا عقدۂ بخت پیر و جواں کا
ملے اس کو عمر ابد یا الٰہی
یہ لوٹے مزا عشرت جاوداں کا
پھلے پھولے یہ نونہال امارت
ترو تازہ جب ہے گلشن جہاں کا
جب اے داغ ہاتف سے تاریخ پوچھی
ندا آئی: خورشید ہے آسماں کا

1308ھ

قطعہ تاریخ سال گرہ مبارک حضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور دام اقبالہ وخلد اللہ ملکہ

محبوب علی خان شہہ ملک دکن کو
اللہ سلامت رکھے دنیا کی بقا تک

ہو عمر دراز اس شہہ والا کی الٰہی
دیتے ہیں دعا پیر و جوان وزن و کودک
یہ روز وہ فیروز ہے وہ ساعت مسعود
منضم ہے خوشی دل سے غم و رنج ہے منفک
دربار در بار ہے وہ سلطان دکن کا
سب اہل حشم جمع ہیں فرزانہ وزیرک
گر دیکھتا جمشید بھی یہ جشن تو کہتا
ایسا نہیں سامان میسر مجھے بے شک
دیکھا نہیں ایسا تو زمیں کو کبھی پر نور
کرتا ہے فلک چشم کواکب سے یہ چشمک
ہاتف نے کہا داغ سے یہ مصرع تاریخ
سب نیک گھڑی سال گرہ جشن مبارک

1309ھ

ایضاً

وہ آج دن ہے مبارک وہ ساعت مسعود
شہہ دکن کی ہوائی شاہور سال گرہ
جہان کیوں نہ رہے منتظر یہ وہ دن ہے
کہ جس کی آپ تھی امیدوار سال گرہ
کسی کی سرخ قبا ہے کوئی گلابی پوش
دکھا رہی ہے یہ رنگیں بہار سال گرہ
خطاب و منصب و جاگیر آج ملتے ہیں
ہوئی ہے باعث عزو وقار سال گرہ
زمیں سے تابہ فلک دھوم دھام ہے اس کی
سعید تر ہو یہ پروردگار سال گرہ
مرے حضور کو یا رب یونہی مبارک ہوں
ہزار سال گرہ سنو ہزار سال گرہ

لکھی ملا کے سر الف داغ نے تاریخ
ہمیشہ شاہ کو ہو سازگار سال گرہ

1309ھ

قطعہ تاریخی صحت اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی حضور پر نور دام اقبالہ و

خلد اللہ ملکہ

رہے شاہ دکن یا رب سلامت
ضیا حاصل ہے جب تک مہر و مہ کو
لکھی یہ داغ نے تاریخ صحت
مبارک دور صحت بادشاہ کو

1309ھ

ایضاً

مرے حضور الٰہی جئیں ہزار برس
شفا سے جن کی سکوں ہے دل زمانہ کو
لکھا ہے داغ نے یہ سال صحت سلطان
خدا نے دی ہے شفا عادل زمانہ کو

1309ھ

قطعہ تاریخ انتقال حکیم محمود خان دہلوی نور اللہ مرقدہ

خان محمود مسیحا دم لقماں حکمت
رفت ازیں دار فنا از طلب رب ودود
داغ ایں مصرع تاریخ شنید از ہاتف
جائے محمود شود خوب مقام محمود

1309ھ

قطعہ تاریخ شکار شیر افگنی اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی حضور

پر نور دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ

سلطان دن رستم دوران دلیر
ایسا ہے زبردست کرے شیر کو زیر
لکھا سر آغاز سے یہ داغ نے سال
بالفعل جہاں دار نے مارے دو شیر

1309ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شاہ زادہ نامور بلند اقبال طولعمرہ

شاہ زادے کی ولادت کا ہمایوں سال ہے
یا فروغ دیدہ لکھوں یا چراغ دو دماں
مجھ سے ہاتف نے کہا اے داغ یہ تاریخ لکھ
چاند سا بیٹا مبارک اے شہہ کیواں مکاں

1309ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شاہزادہ دیگر طال اللہ عمرہ

چاند سا فرزند اور شاہ کو حق نے دیا
غلغلہ تہنیت چار طرف ہے کمال
رب کریم اس کو دے سایہ محبوب میں
بخت سکندر کی طرح، عمر خضر کی مثال
خسرو ملک دکن دیکھے بہار چمن
پھولے پھلے تا ابد عیش میں یہ نونہال
شاہ کا ہے فیض عام، ہیں متمول تمام
کوئی نہیں خستہ دل، کوئی نہیں خستہ حال
داغ دم فکر سال غیب سے آئی ندا
یہ کہو، پیدا ہوا اختر جاہ و جلال

1309ھ

قطعہ تاریخ نو تعمیر پنج محلّہ

شاہ محبوب کا مکان بنا
غیرت قصر و قیصر فغفور
اس سے بہتر ہے اور کیا تاریخ
کہہ دے اے داغ، سیرگاہ حضور

1310ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان معزز

ہر کہ بیند ایں کلام نغز را گوید ہمیں
وہ چہ خوش ترکیب الفاظ ست و انداز سخن
مصرع تاریخ طبعش گفت داغ دہلوی
چاپ دیوان معزز شد از اعزاز سخن

1309ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان خفی

واہ عصمت ماب کیا کہنا
کیا ہی اچھی کہی ہے نعت نبیؐ
تپش دل کی آگ ہے اس میں
اور اک لاگ ہے محبت کی
کیا فصیح و بلیغ ہے یہ کلام
کہیں تمکیں ہے تو کہیں شوخی
جس طرح رنگ و گل ہوں نشہ و مل
یوں ہے چسپیدہ لفظ سے معنی
بندش اچھی، زبان اچھی ہو
یہی شعر و سخن کی ہے خوبی
رگ مجذوب ہے خط مسطر
کاغذ اس کا ہے یا دل صوفی
ہے دوات اس کی یا ہے دیدۂ حور
خامہ اس کا ہے یا ہے بال پری

حق تعالیٰ اسے کرے مقبول

بطفیل محمدؐ عربی

طبع دیواں کا سال تو اے داغ

کہہ دے مطبوع عشق پاک خفی

1310ھ

قطعہ تاریخ تعمیر مسجد حاجی جہانگیر بخش صاحب

واقع کانپور

مسجد بنائی خوب جہانگیر بخش نے

حاجی کو بیت رب سے محبت جو ہے کمال

اللہ اکبر اس کی عمارت ہے وہ بلند

پہنچے نہ جس کے طاق تک اندیشہ و خیال

فرزند پانچ اس کو خدا نے عطا کئے

بابخت و جاہ و طنطنہ و عزت و جلال

مثل حواس خمسہ رہیں اتفاق سے

مسجد میں پنج گانہ پڑھیں پانچوں نونہال

اے داغ گر زمانہ تاریخ کی ہے فکر

لکھ: کعبہ جدید جہانگیر بخش، سال

1310ھ

قطعہ تہنیت تسمیہ خوانی فرزند قاضی حسین میاں صاحب بہادر رئیس

منگرول، ملک کاٹھیاوار

اے زہے شادمانی و شادی

جس کو فروخت فزائے جان کہیے

اے زہے بزم انبساط و سرور

جس کی خوبی جہاں جہاں کہیے

خوب شادی کا یہ منڈھا چھایا

نور کا جس کو آسمان کہیے
چتر اقبال کیجیے تحریر
ابر رحمت کا سائباں کہیے
تختہ گلستاں اسے لکھیے
چار ماہتاب ہاں کہیے
یہ سلیماں کا تخت اور ستون
سبز پریاں ہیں بیگماں کہیے
لالہ کہیے ہر اک کنول کو اگر
چوب کو شاخ ارغواں کہیے
کیا گمانوں سے بھر گیا منگرول
غیرت خانہ کمان کہیے
ابروؤں کی ہیں دو ہلال کی ایک
سو کمانیں ہیں یوں کہیے
ہر کماں میں ہے روشنی ایسی
جو کو ہمشکل کہکشاں کہیے
جلوۂ برق و مہر و مہ لکھیے
اختر بخت خسرواں کہیے
فرحت افزا ہے ہر گلی کوچہ
غیرت کشت زعفراں کہیے
بدر دیں کی ہوئی ہے بسم اللہ
کہ جسے بدر آسماں کہیے
اس سے پوچھوں جو ہو بڑا سیاح
کہیں دیکھا ہے یہ سماں کہیے
آئے ہیں اپنا گھر سمجھ کے رئیس
مہمانوں کو میزباں کہیے
بٹ رہا ہے طعام کوسوں تک
وہیں موجود ہو جہاں کہیے

عطر بزم طرب کی خوشبو کو
نکہت گلشن جناں کہیے
بینڈ باجے کی ہے صدا دل کش
ایسے نغمے کو دل ستاں کہیے
رقص کرتی ہے چرخ پر زہرہ
اتر آئے ابھی یہاں کہیے
ایسے دربار کی صفات و ثناء
جاوداں سنئے جاوداں کہیے
اس کا چرچا کہاں کہاں کیجئے
یہ حکایت کہاں کہاں کہیے
یہی سنئے جو داستاں سنئے
یہی کہیے جو داستان کہیے
میں کہے جاؤں یوں مبارک باد
دوست فرمائے جائیں ہاں کہیے
جلوہ گر ہیں یہاں حسین میاں
جن کو خورشید آسماں کہیے
یہ ہے وہ میزبان خدا رکھے
داغ کو جس کا مہماں کہیے

ایضاً

ہم تجھے دیتے ہیں ونشاہ مبارک بادی
کرے مقبول یہ اللہ مبارک بادی
دھوم سی دھوم ہے شہرت سی ہے شہرت اس کی پہنچی
پہنچی ماہی سے یہ تاماہ مبارک بادی
چہچہے بلبل گلشن کے سنے تو کوئی
شادیانہ ہے کبھی گاہ مبارک بادی
تن پہ ہر موہو زباں اور زباں سے ہر وقت

دوں تجھے نوشہ ذی جاہ مبارک بادی
آج شب گشت میں ہیں نغمہ سرا اہل طرب
گاتے جاتے ہیں سر راہ مبارک بادی
تم کو اللہ کی درگاہ سے ہو عیش نصیب
دے ہر اک بندۂ درگاہ مبارک بادی
کیا تعجب ہے کہ گلشن میں چٹک کر غنچے
گائیں بلبل کے جو ہمراہ مبارک بادی
وجد کیوں کر نہ کرے سن کر اسے اک عالم
داغ بے مثل ہے واللہ مبارک بادی

دیگر

مبارک ہو یہ سنت اور بسم للہ کی شادی
ہوئی ہے آج بدر الدین رشک ماہ کی شادی
خوشی اس کی زمانے کو ہوئی ہے عید سے بڑھ کر
بڑے ارمان کی ہے، آرزو کی، چاہ کی شادی
کرے اللہ عمر و دولت و اقبال روز افزوں
خدا وہ دن دکھائے لوگ دیکھیں بیاہ کی شادی
قیامت تک حسن نامور کا نام ہو یا رب
کہ جس نے خوب ہی دل کھول کر دل خواہ کی شادی
فلک پر زہرہ گائے شادیانہ قاف میں پریاں
زمیں سے آسماں تک ہو مرے نوشاہ کی شادی
دعا ہے داغ کی یہ رات دن ہر وقت ہر لحظہ
مبارک ہو تمھیں فرزند عالی جاہ کی شادی

مبارک با دولا دت با سعادت فرزند دل بند نواب رفعت جنگ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر بشیر الدولہ سر آسماں جاہ محمد مظہر الدین خان بہادر مدار المہام سرکار عالی مدظلہ العالی

شادیاں روز ہوں سرکار مبارک تم کو
طالع فرخ و بیدار مبارک تم کو
آسماں جاہ تمہیں حق نے دیا ہے فرزند
ماہ اقبال کا دیدار مبارک تم کو
وہ دن اللہ کرے لائے دُلہن یہ دولہا
وہ سہاگ اور ہو وہ پیار مبارک تم کو
بزم جشن و طرب و عیش ہمایوں ہو تمہیں
روز دربار گہر بار مبارک تم کو
صد وسی سال رہے گلبن باغ اقبال
پھلا پھولا ہوا گلزار مبارک تم کو
تم سلامت رہو اللہ سلامت رکھے
اور فرزند پہ انوار مبارک تم کو
داغ مداح یہ دیتا ہے مبارک بادی
تہنیت نامے کے اشعار مبارک تم کو

بتقریب شادی مرزا سراج الدین خان صاحب نبیرۂ نواب ضیاء الدین

احمد خان بہادر انار اللہ برہانہ

جوہری لایا ادھر لائی ہے مالن سہرا
مایہ کان گہر حاصل گلشن سہرا
ہو مبارک تجھے نوشاہ سراج الدین خاں
دے رہا ہے رخ پر نور یہ جوبن سہرا
مردم دیدہ کو بھی تاب نظارہ نہ رہی
دیکھیں مژگاں کی نہ کیوں ڈال کے چلمن سہرا
اس رسائی سے بڑھی عمر گل و گوہر کی
آ گیا ہے جو ترے تا سر دامن سہرا
ہر لڑی گوہر و یاقوت زمرد کی گندھی
چشم بد دور جواہر کا ہے معدن سہرا

شجر طور کیا پھول گندھے ہیں اس میں
ہم نے دیکھا نہیں اس طرح کا روشن سہرا
سب نے جانا کہ یہ چلتا ہے زمیں پر خورشید
رخ نوشہ سے جو سر کا سر تو سن سہرا
حور کو بھی یہ تمنا ہے کہ مالن بنتی
اس میں یہ شرط ہے گوندھے گی سہاگن سہرا
پھر دیئے داغ نے گلہائے مضامیں اس میں
کیا عجب گائے اگر بلبل گلشن سہرا

دیگر

بنا ہے نوشہ ذی شاں کا سہرا
سراج الدین احمد خاں کا سہرا
سر نوشاہ پر ہے تاج اقبال
یہ شاہانہ سرو ساماں کا سہرا
یہ ہے چشم تماشائی کی حسرت
کہ بن جائے مری مژگاں کا سہرا
نہیں پھولا سماتا آپ میں آج
خوشی سے یہ گل خنداں کا سہرا
ہوا مقیش کے سہرے سے ظاہر
شعار نیر رخشاں کا سہرا
رخ نوشاہ پر نور علیٰ نور
سجا ہے گوہر غلطاں کا سہرا
ثریا طرہ بدھی کہکشاں ہے
منور اختر تاباں کا سہرا
مبارک سب عزیزوں کو الٰہی
بڑی چاہت بڑی ارماں کا سہرا
نہ کہتا داغ تو پھر کون کہتا

سہرا

بتقریب شادی نواب محمد ممتاز حسین خان

بہادر دام اقبالہ رئیس پاٹودی

عید آئی ہے کہ آئی ہے گھڑی سہرے کی
کیا گلے ملتی ہے ایک ایک لڑی سہرے کی

خان ممتاز حسین آج بنا ہے دولہا
ہو گئی اس لئے توقیر بڑی سہرے کی

موئے کاکل، رگ دل، رشتہ جاں، تار نظر
سب کو حسرت ہے بنیں آج لڑی سہرے گی

جوہری کو ہے جو دعویٰ تو ہے مالن کو بھی ناز
گفتگو ہو گئی آپس میں کڑی سہرے کی

کیا عجب لے رخ نوشہ کی بلائیں چٹ چٹ
بن کے انگشت جو ہر ایک لڑی سہرے کی

مٹ گئی تاب قمر تاب گہر کے آگے
چاندنی رات میں جب جوت پڑی سہرے

نظر بد نہ پڑے تا کہ رخ نوشہ پہ
ہو گئی بیچ میں دیوار کھڑی سہرے کی

ہے فزوں کان جواہر سے جواہر خانہ
نہیں رہنے کی کسی طرح اڑی سہرے کی

گل نے بلبل سے کہا نغمہ شادی سن کر
منہ ہے چھوٹا سا ترا بات بڑی سہرے کی

ہے دعا داغ کی، نواب کی ہو عمر دراز
سب عزیزوں کو مبارک ہو گھڑی سہرے کی

دیگر

مبارک ہو نوشہ کو زیبا ہے سہرا
یہ دولہا ہے دولہا یہ سہرا ہے سہرا
نہیں پھول پھولے سماتے خوشی سے
کہ مشکل سے مالن نے گوندھا ہے سہرا
یہ کہتی ہیں کھل کھل کے پھولوں کی کلیاں
ہمیں فخر ہے یہ ہمارا ہے سہرا
گہر، لعل و یاقوت ہیرا زمرد
جواہر لگا کر سجایا ہے سہرا
کرن سے جو سورج کی اس کو ملایا
فرشتے پکار اٹھے اچھا ہے سہرا
دکھاتی ہیں لڑیاں بھی لہرا کے موجیں
عجب آب گوہر سے دریا ہے سہرا
ہوا شمع کا نور کافور کیسا
مگر روئے نوشہ سے سرکا ہے سہرا
خط کہکشاں سے جو بالا ہے بدھی
تو عقد ثریا پہ طرا ہے سہرا
تمنا ہے نوشاہ کے پاؤں چومے
کہ قدموں سے لپٹا ہی جاتا ہے سہرا
پھلے پھولے نواب ممتاز یا رب
یہ ممتاز ممتاز اس کا سہرا
ہر اختر بنا روزن در فلک پر
یہ ہے تاک حوروں کو کیسا ہے سہرا
یہ کہتا ہے اے داغ جوش محبت
تمہارا ہی حق تھا جو لکھا ہے سہرا

قصیدہ مدحیہ حضرت بندگان عالی متعالی حضور پر نور رستم دوراں افلاطون

زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام

الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ ودام اقبالہ

میں ہوا بادیہ پیما طرف ملک دکن
سرمہ چشم غزالاں ہوئی گرد دامن
نازنینوں کی کمر بید کی شاخ لرزاں
موجہ ریگ رواں زلف پریشاں کی شکن
بستر قاقم و سنجاب بنا سبزۂ دشت
تکیہ مخمل و کمخواب ہر اک خشت کہن
قطرۂ شبنم ہر خار سے گوہر بے آب
زرد رو لالہ کہسار سے ہر لعل یمن
شاخ آہو پہ گماں پیچ و خم کاکل کا
سبزۂ دشت میں ہے سبزہ نو خط کی پھبن
ذرے ذرے سے نمودار فروغ انجم
جادے جادے سے عیاں کاہ کشاں کا جوبن
دیکھے کوسوں سے مسافر کہ یہ آئی منزل
صبح صادق کی طرح شام غریبی روشن
خاک اس دشت میں اڑتی ہے کہ اڑتا ہے عبیر
آگے اس خاک کے مٹی اثر مشک ختن
قوت نامیہ اس جوش پہ اللہ اللہ
دانہ موتی کا جو بوئیں تو ہو خرمن خرمن
چوکڑی بھولے جو اس دشت کی سونگھے خوشبو
کہ یہاں آہوئے تاتار کا ہو نشہ ہرن
خار صحرا اسے انگلی کے اشارے سے بتائے
راہ بھولے جو مسافر کوئی آوارہ وطن
دیدۂ غول بیاباں نے جلائی مشعل
ہر بگولے سے عیاں رقص بت نسریں تن
زندہ رہتا ہے تن عابد مرتاض کی شکل

خشک ہوکر بھی بیاباں میں ہیں یاں نخل کہن
شجر طور کے مانند منور ہر نخل
مل گیا کیا کہیں اس دشت سے دشت ایمن
آسماں سبز قدم ہو کے بنا سبز اختر
عکس افگن جو ہوا سبزہ کہسار و دمن
ندیاں کوہ کی ہیں رشک دہ جوئے شیر
جن سے پھیکی پڑی فردوس کی بھی نہر لبن
موجیں کرتی ہوئی پھرتی ہے صبا مثل نسیم
لہلہاتے ہوئے سبزے کا نرالا جوبن
حوریں پانی بھریں پنگھٹ کا جو دیکھیں جمگھٹ
ہے اس انداز کا ہر ایک بت سیمیں تن
ایسے جھرمٹ کئے باہم ہیں ثریا تمثال
کہ زمیں پر نظر آنے لگے پروین و پرن
اشہب خامہ چالاک کی پھرتی ہے عناں
صفت دشت و جبل سے طرف شہر و چمن
قوت باصرہ و شامہ تم کو ہو نوید
باغ کی مدح میں گل کھلتے ہیں گلشن گلشن

مطلع ثانی

وہ طراوت کا اثر ہے کہ دم سیر چمن
پانی دینے لگے یوسف کا یہاں چاہ ذقن
برگ گل و گلزار یہاں تک پھیلا
جس سے کوتاہ ہے گلچیں کا سراسر دامن
لالہ و گل نے جو پہنی ہے قبائے رنگیں
دیتی ہے خلعت نو روز بہار گلشن
قلقل شیشہ کی آواز ہے بستاں بستاں
توبہ مے پہ تقاضا ہے کہ بشکن بشکن

نو عروسان چمن مست ہوئے ہیں کیا کیا
کھینچتی ہے کمر سرو کو بھی شاخ سمن
وہ رطوبت کا اثر ہے کہ چمن میں خورشید
گوہر شبنم شاداب سے بھر لے دامن
بوئیے تخم محبت کو تو پیدا ہو وفا
ڈالئے پر تو رخ کو تو اگے سیب ذقن
لائے گر فصل خزاں کو فلک نیلی رنگ
نیلی پیلی ہو غضب دیکھ کے اس کو سوسن
پر پروانہ جلے پھولوں کا پنکھا ایسا
کہ مٹے شمع کے بھی دل کی لگن دل کی جلن
کیا عجب پہنچے وہاں تک اثر فیض بہار
فلس ماہی بھی کھلیں صورت گلہائے چمن
گر یونہیں فصل بہاری کو رہا جوش عروج
شاخ طوبیٰ میں عجب کیا ہے کھلے نسترون
کس طرح دست حنائی نہ کرے نخل چنار
تیغ اردی سے بہا پھرتا ہے خون بہمن
شہر اس شہر کا ہے نام یہی بلدہ ہے
فخر کلکتہ و مدراس، نظیر لندن
ثانی خلد و ارم، بانی تزئین و حشم
روکش چین و ختن غیرت بغداد و عدن
چھپ گئے سقف فلک یوں نہ ایوان بلند
تشتری ڈھانک دے جس طرح کوئی زیر لگن
روشنی ایسی جواہر کی دکانوں میں عیاں
جن کے نظارے سے ہو چشم تمنا روشن
ایسے عشرت کدے میں کیوں نہ ہو خلقت دلشاد
ایسے مامن میں نہ کیوں کر ہو زمانہ ایمن
شحنہ عدل کا وہ خوف ہے بازاروں میں

نہیں ممکن کہ جو برتن سے بھی کھڑکے برتن
ہاتھ باندھے ہوئے پھرتے ہیں یہاں دست دراز
لب سئے رہتے ہیں بیہودہ سرا وقت سخن
ذی خرد اتنے ہیں ذی فہم ہیں اتنے کہ یہاں
کیا قباحت ہے اگر ما کی جگہ بولئے من
ناظم و ناثر و فرزانہ و دانا و ادیب
عالم و عاقل و علامہ ہر اک ماہر فن
حیدر آباد کا بجتا ہے جہاں میں ڈنکا
نوبتیں کیوں نہ بجیں دھوم سے باون باون
طفل مکتب بھی پڑھاتا ہے فلاطوں کو سبق
خلق ہوتا نہیں اس شہر میں کوئی کودن
حیدر آباد سے کیوں جائے کہیں عیش ابد
خوشتراز **ملک** سلیمان نہ ہو کیوں حب وطن
دشت و کوہ و چمن و شہر کی مداحی ہے
ایسی تشبیب کو زیبا ہے کہیں چار چمن
چمن آرائے دکن خسرو فیاض و جواد
جس نے شاداب کیا آب کرم سے یہ چمن
مدح میں اس کی پڑھوں مطلع رنگیں ایسا
جس سے اے داغ ہو شرمندہ بہار گلشن

مطلع ثالث

خسرو و تیر فگن، تیغ فگن، شیر فگن
میر محبوب علی خاں **ملک** **ملک** دکن
داد گر داد وہ و داد رس و داد رساں
فخر دیں، فخر نگیں، فخر زماں، فخر زمن
پاک دل، پاک نفس، پاک نظر، پاک نہاد
نیک خو، نیک سیر، نیک روش، نیک چلن

قدر داں، قدر کن و قدر فزا، قدر شناس
حاکم علم و عمل، بادشاہ فہم و فطن
آفتاب شرف و اوج مہ عز و علا
شمع کاشانہ دیں، اختر بخت روشن
قاطع بغض و حسد، قامع بیداد و ستم
بانی عیش و طرب، ماحی آلام و حزن
مجمع جود و سخا، مصدر الطاف و عطا
معدن حلم و حیا، مخزن اوصاف حسن
صاحب جاہ و حشم، وارث دیہیم و سریر
مالک سیف و قلم ظل قدیر زوالمن
تیرے انوار کا پرتو ہے کہ ہے پر تو مہر
تیرے اخلاق کی خوشبو ہے کہ خوشبوئے چمن
ہاتھ ڈالا محالات میں بخشش نے تری
کہ سکے کون عطا کو ترے مہما امکن
وہ گہر بار ترا دست کرم ہے شاہا
آگے اس فیض کے پانی بھرے بھادوں کی بھرن
دھن برستی ہے دکن میں یہ مثل ہے مشہور
تو نے برسائے گہر فیض سے معدن معدن
فیض ہے کوہ و دبیاباں کو بھی ہنگام نثار
لیتے ہیں لعل و گہر دونوں بچھا کر دامن
کوئی سختی کرے اس عہد میں کیا ممکن ہے
موم سے بڑھ کے ہوا نرم مزاج آہن
عہد میں تیرے جو معدوم ہے کیا ہے یہ ہے
کاوش و کینہ و آزار و غم و رنج و محن
جود سلطاں سے وہ ممنوع ہوئے طرز سوال
زخم پھیلائے جو دامن تو بنے تر دامن
وہ بھی چھپ چھپ کے یہاں دیکھتا ہے اپنی موت

زخم میں ٹانکے ہیں یا درد کے در پر چلمن
حکمت آموز فلاطوں ہے تری عقل سلیم
بات پختہ ہے تری، رائے تری مستحسن
ریشہ بیخ زقوم اس کو بناتی ہے زمیں
تیرے اعدا کا نہ بے کار گیا تار کفن
آتش قہر سے رستم کا بھی ہو زہرہ آب
شمع کی طرح سے گھل جائے تن روئیں تن
تیرے مداح ہیں سب اہل نظر اہل کمال
آنکھ میں گھر ہے ترا تو ہے زباں پر مسکن
سو زبانیں گل صد برگ سے لے قرض ہزار
تو کرے لاکھ طرح سے وہ تری مدح سخن
ہیں ترے عہد عدالت میں شکستہ احوال
دل شکن، عہد شکن، توبہ شکن، روزہ شکن
بت کدوں میں ہے یہ ماتم تری دیں داری سے
بانگ ناقوس پہ ہوتا ہے یقیں شیون
جھریاں پڑ گئیں آخر کو رخ توبہ پر
عصمتی اس کو سمجھتے ہیں جو تھے توبہ شکن
منہ چڑھے کون تری تیغ کے یہ کوہ شگاف
سر شکن، صف شکن، آہن شکن، البرز شکن
ایک ہی وار میں تلوار کرے دو ٹکڑے
مغفر و بکتر و چار آئینہ، خفتاں، جوشن
اتنی حاصل ترے اعدا کو سبک دوشی ہے
تیری تلوار اڑا دیتی ہے تن سے گردن

تعریف اسپ

کیا ترے اسپ پری وش کی کروں میں تعریف
خوب ہے خوب، خوش اسلوب، سرا سر ہمہ تن

سینہ چوڑا ہے، نلی چوڑی ہے، سم چوڑے ہیں
جتنی چھوٹی ہے کمر، اتنی بڑی ہے گردن

یال، دم، پاؤں، شکم، کان، کنوتی، پٹھے
ڈھل گئے حسن کے سانچے میں سب اعضائے بدن

جست میں برق ہے، اڑنے میں پری، گشت میں چرخ
پھر سبک رو صفت بوئے بہار گلشن

نہ بندھے اسپ فلک سیر فلک سے ہر گز
گر بنے قوس قزح اس کی پچھاڑی کی رسن

اللہ اللہ رے اس تیز روی کی تاثیر
نام لے اس کا تو ہو صاف زبان الکن

اتنی سرعت سے نہ ہر گز خبر آتی جاتی
تار برقی میں ہے آمیزش نعل توسن

صفت فیل

فلک آسا وہ ترا فیل کہ جس کے آگا
ریزۂ شنگ و خزف سے ہیں سبک کوہ و دمن

ہیں ترے فیل کے دانتوں پہ سنہری چوڑے
یا سر طور پہ کافور کی شمعیں روشن

یوں سر فیل سیہ زرد عماری تاباں
شب کو جس طرح سے ہو چرخ پہ مہ جلوہ فگن

ڈر کے رکھتا ہے قدم برج اسد میں خورشید
دیکھ کر فیل شکاری کو ترے شیر فگن

طمطراق اور تری فوج کا وہ زرق و برق
لیس ہر طرح سے ہر ایک رسالہ پلٹن

دکنی و عربی، کابلی و پنجابی
ہر سپاہی ترے لشکر کا ہے رشک بیژن

داغ مداح و ثنا خوان و ستائش پیرا

اس دعا پر تری کرتا ہے بس اب ختم سخن

جب تک آفاق میں ہو دولت و ثروت کی نمود

جب تک افلاک پہ ہوں اختر و انجم روشن

جب تک انداز پہ ہے حسن و جمال دل کش

جب تک اظہار پہ ہے رنگ گل نسترون

جب تک آوازہ اقبال ہو آویزہ گوش

جب تک اندازہ عشرت ہو بانداز حسن

جب تک انجام کو پہنچے فلک پیر کی عمر

جب تک آفت سے ہوں محفوظ زمیں اور زمن

جب تک اسلام کا ہے نام جہاں میں قائم

جب تک اس نام سے آباد ہے یہ دار کہن

بلبلیں شیفتہ جب تک ہوں بہار گل پر

اور پروانہ نثار سر شمع روشن

حسن معشوق میں جب تک ہو کمال تاثیر

دل عاشق میں کبھی جاتی ہو تیکھی چتون

تو سلامت رہے آباد رہے شاد رہے

زار ہو، خوار ہو، ناچار ہو، تیرا دشمن

تیری اولاد کی کثرت ہو تری نسل سے یوں

جیسے اک دانے سے پیدا ہوں ہزاروں خرمن

سرخ رو داغ ہو یوں ظل کرم سے تیرے

پر تو مہر سے جس طرح بنے لعل یمن

قطعہ مدحیہ در تہنیت عید الفطر بنام حضرت بندگان عالی متعالی رستم دوران افلاطون زماں سپہ سالار ظفر المما لک فتح جنگ نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و اقبالہ

آج وہ روز مبارک ہے وہ ہے، یوم سعید

کہ گلے ملتی ہے خود شاہ کے اقبال سے عید
دھوم سی دھوم خوشی سی ہے خوشی چار طرف
تشنگان مئے گلگوں کی بر آئی امید
آج مے خانہ پہ رندوں کی چڑھائی دیکھو
توڑ ڈالیں نہ کہیں مے کدے کی سد سدید
آج یوں قفل در مے کدہ وا ہوتا ہے
دست زاہد میں عوض پیر مغاں کے ہے کلید
آج وہ دن ہے کہ پیتے ہیں اسے مے آشام
کی ہے دو چار برس پہلے جو ساقی نے کشید
ہوں پیو بادہ کشو دیکھیں تو کتنا دم ہے
خود ہوس اقی کی طرف سے یہی تاکید اکید
تلخی بادہ ہے وہ آج کے دن لذت بخش
ہونٹ چاٹا کرے اک گھونٹ جو پی لے جمشید
زاہد خشک کے منہ میں بھی بھر آئے پانی
دست ساقی میں بھرا دیکھے اگر جام نبید
حسن میں تلتے ہیں یوں ڈال کے جھولا مہ وش
جس طرح برج میں میزاں کے فلک پر ناہید
اعتدال آب و ہوا کا ہے عجب روح افزا
زہر بھولے سے کوئی کھالے تو وہ بھی ہو مفید
ذہن کیا کند ہو ہوتے نہیں ہتھیار بھی کند
مثل یوناں نہیں بلدے میں کوئی شخص بلید
خبث نفس اہل دکن میں نہ رہا نام کو بھی
نہ ملے بہر دوا ڈھونڈیئے گر خبث حدید
نبض خورشید میں پائے جو حرارت تو فلک
تخم سے قطرۂ شبنم کے بنائے تبرید
دیدنی ہے یہ بہار چمن بو قلموں
دیدۂ دل سے کرے غور جو ہو فرصت دید

چمن دہر میں سو بار خزاں آئے تو کیا
نہ ہو پژ مردہ و افسردہ گل وصف حمید
جو ہے بیگانہ تعلق سے یگانہ ہے وہی
کہ عجب شے ہے زمانے میں تفرد تفرید
نیک و بد کا ہو ہر اک بات میں انساں کو خیال
دوست سے وعدہ واثق ہو تو دشمن سے وعید
وہی شہ زور رہا جس نے دبایا اس کو
نفس سرکش کو سمجھئے کہ یہ ہے دیو مرید
بس خبردار ہو اے داغ ذرا ہوش میں آ
پند عطار کی اس مدح میں کیسی تقلید
دیدہ و دل سے اٹھا پردۂ غفلت غافل
دیکھ سامان شہانہ کہ یہ ہے قابل دید
آج دربار، گھر بار شہہ والا ہے
چھائی ہے کیا در و دیوار پہ دربار میں عید
ہوش آتے ہی یہ مطلع مرے لب پھر آیا
کہ فرشتوں نے بھی مضمون کی جس کے تائید

مطلع ثانی

جشن آراستہ شاہ کی مدت ہے مدید
کیا عجب دیکھے اگر جی کے دوبارہ جمشید
شاہ وہ شاہ سلیمانؑ حشم و آصف جاہ
شاہ وہ شاہ فریدوں فر و ضحاک عبید
صاحب بخت خوش و فرخ و فیروز و سعید
میر محبوب علی خان شہ یکتا و وحید
غصہ و قہر ہے کم، سہو و خطا اس سے بھی کم
رحم و الطاف فزوں، داد و دہش اس سے مزید
گم ہوا عہد عدالت میں تشدد ایسا

نہ لکھیں رسم کتابت میں بھی کاتب تشدید
وقت انصاف کرے تھوڑی خطا پر بھی نظر
وقت الطاف و کرم عفو کرے جرم شدید
سیدھے ہو جاتے ہیں اس عہد میں بانکے ترچھے
کہیں مٹ جائے نہ ابروئے حسیناں کی کشید
شمع اقبال سے یوں چہرۂ زیبا روشن
جیسے والشمس کی تفسیر سے قرآن مجید
تیرہ باطن نظر آئے نہ کوئی کور سواد
دل کی قندیل میں روشن ہے چراغ امید
حیدر آباد رہے شاہ کے دم سے آباد
جس سے ہے صورت اسلام نمودار و پدید
مسجدوں میں ہے یہاں شور اذان و تکبیر
خانقاہوں میں یہاں سلسلہ حمد حمید
کہیں تعلیم و تعلم ہے بدرس و تدریس
کہیں قرآن کی تلاوت ہے بحسن تجوید
ہے کہیں تذکرہ عینیت ذات و صفات
ہے کہیں مشغلہ ذکر شہود و توحید
کیوں نہ ہو محکم و مضبوط بنائے اسلام
شاہ دیں دار کو ہر دم ہے لحاظ تشئید
مدح حاضر میں پڑھوں مطلع روشن ایسا
کہ چمک جائے مرا بخت بھی مثل خورشید

مطلع ثالث

یوں سلاطین دکن میں ہے ترا دور سعید
جس طرح سارے مہینوں میں مبارک مہ عید
چار آنکھیں ہیں زمانے کی زمانے میں ترے
چشم لطف ایک بڑھی ایک بڑھی چشم امید

مان جاتے ہیں تری رائے جہان آرا کو
اہل تفہیم میں ہوتی ہے جہاں گفت و شنید
یوں تری رائے کے پیرو ہیں تمام اہل خرد
جس طرح اہل تسنن ہیں سب اہل تقلید
دس سے دس لاکھ جو بن جائیں عقول عشرہ
کر سکیں وہ نہ تری رائے کی ہرگز تردید
ہو گیا تیرے زمانے میں فلک کم آزار
درد ہوتا نہیں عشاق کے دل میں بھی شدید
چرخ کانپ اٹھے، لرز جائے زمیں دہشت سے
الاماں وقت سیاست جو کرے تو تہدید
رسیاں باندھ کے رکھے جو عدو اپنی عمر
تو بھی ہرگز نہ بنے جبل متیں جبل ورید
تیرے بدخواہ کو دولت بھی اگر حاصل ہو
جب بھی مردود ہو ملعون ہو مانند یزید

قطعہ

آج وہ طنطنہ و دبدبہ شاہی ہے
یوں ففرو ہوں ترے نام سے بدخواہ عبید
سن کے لاحول ولا قوت الا باللہ
جس طرح بھاگ کے فی النار ہو شیطان پلید
تیرے بد خواہ تہی دست ازل ایسے ہیں
گنجفے میں بھی حریفوں کو نہ ہرگز ہو رسید
تیری تلوار بھی مقراض اجل ہے گویا
جامہ ہستی اعدا کی کرے قطع و برید

در صفت اسپ

ہو بھی جائے جو سواری میں ترے اسپ سے شرط
پیچھے مڑ مڑ کے کرے باد صبا پر تاکید

چھو سکے دامن زیں کو نہ کبھی دست خیال
طے کرے مشرق و مغرب کی وہ یوں راہ بعید

قطعہ

جس زمیں پر ترے گھوڑے کا قدم پڑتا ہے
چاٹ لے خاک وہاں کی جو کوئی پیک و برید
اس کی تاثیر سے وہ تیز روی حاصل ہو
برق و صرصر سے بھی ممکن نہیں جس کی تقلید
ابلق لیل و نہار اور بھی جوبن لایا
تیرے اصطبل میں جاری ہوئی جس وقت خرید
خلد سے باہر اسی واسطے گندم نکلا
ملتی رہتی ہے طویلے میں جو گھوڑوں کو خوید

در صفت فیل

فیل خانے میں ترے جمع ہیں عالم کے پہاڑ
ایک اک فیل زمیں پر ہے مگر چرخ جدید
اک مہرے میں اڑا دے وہ اسے صورت کاہ
گر مقابل میں ترے فیل کے ہو کوہ حدید
تیری سرکار سے کوئی نہیں جاتا محروم
تیرے دربار سے کوئی نہیں پھرتا نومید
حد اوصاف اگر ہو تو کرے حصر کوئی
میرے امکان سے باہر ہیں ترے وصف حمید
روز نو روز ہو، ہر شب ہو شب عیش و نشاط
رات دن جشن ہوں فرخندہ و فیروز و سعید
دل عارف میں ہوں اسرار نہانی جب تک
تیرے چہرے سے ہوں اقبال کے آثار پدید
تجھ سے عشرت کو بھی ہر وقت ہو عشرت حاصل
تجھ سے امید کی ہر لحظہ بر آئے امید

تو رہے تا بہ ابد نامور و نام آور
تیری اولاد ہو سب صاحب اقبال و سعید

قصیدہ در مدح حضرت بندگان عالی متعالی حضور پر نور رستم دوراں افلاطون زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ دام اقبالہ وخلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

کیا جواں بخت و جواں سال ہوا ہے عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم
ہو گئی فصل بہاری میں بھی اب کے برسات
جوش ہے ابر بہاراں کے ہوا یہ عالم
چرخ پر چھائی ہیں اس طرح گھٹائیں کالی
جس طرح ہوں رخ معشوق پہ زلفیں برہم
ہے سیہ ابر میں اس روپ پہ بگلوں کی قطار
انجم کاہ کشاں کی ہو لڑی جیسے بہم
گرد افلاس کو بھی ابر کرم دھوتا ہے
تار بارش میں ہے موتی کی لڑی کا عالم
جوش پر رحمت باری ہے تعجب کیا ہے
چاہ بابل کا دھواں بھی جو بنے ابر کرم
کہیں بادل کی گرج ہے کہیں بجلی کی کڑک
کہیں بوندوں کی پھواریں کہیں برسے چھم چھم
نعرۂ مست کا بادل کی گرج میں انداز
مگہہ شوخ کا بجلی کی تڑپ میں عالم
ابر نیساں سے ہوئی ایسی تری خشکی میں
گائیں دیپک تو اٹھے شعلے کی جا موجہ یم
آب شمشیر میں جوہر ہے بشکل ماہی
آب آئینہ میں غواص ہے عکس آدم

پسلیاں اب نہیں دریا کی دکھائی دیتیں
خوب تن تن کے رواں ہونے لگے موجہ یم
کشتیوں میں کہیں جلسے ہیں چڑھے دریا کے
ہو رہی ہیں کہیں تیراکوں میں شرطیں باہم
قوت نامیہ ایسی ہے تو کچھ دور نہیں
دوڑیں اٹھ اٹھ کے زمیں پر سے اگر نقش قدم
اس کے خرطوم کا مضمون درازی نہ بندھا
دونوں کوتاہ ہوئیں بحر طویل اور مدید
تو وہ ممدوح معرف ترے شاہان زمن
میں وہ مداح کہ قائل مرے سحبان و لبید
تجھ سے آرائش مخلوق خدا کا ایجاد
مجھ سے آرائش انداز سخن کی تجدید
ہیں سپہ دار ہزاروں ترے منقاد و مطیع
سینکڑوں اہل سخن، سحر بیاں میرے مرید
اس طرح حکم میں تیرے نہیں ہوتا اجمال
جس طرح شعر میں میرے نہیں ہوتی تنقید
تجھ کو شایاں ہے مری رتبہ فزائی کے امور
مجھ کو زیبا ہے تری مدح و ثنا کی تمہید
نہیں سنجتے مجھے اشراقی و مشائیں کچھ
تھے فلاطون و ارسطو مرے شاگرد رشید
ہے وہ ٹکسال سے باہر جو کسوٹی نہ چڑھے
نقرۂ ماہ نہ لوں میں نہ طلائے خورشید
شاہ سے مرتبہ و منصب و خلعت کی عطا
داغ سے مرحمت نعمت شاہی کی رسید
بن گیا داغ حزیں کا دل پر داغ ایسا
جس طرح پھولوں سے گلزار بنے قبر شہید
خسروا تجھ سے پہنچتی ہے زمانے کو مدد

تو مؤید ہے من اللہ برائے تائید
شاہ کا لطف و کرم اس کے لئے ہے درکار
سب ہیں آسودہ نمک خوار قدیم اور جدید
خاک میں جان ہے ایسی کہ نہیں اس کا عجب
زندہ ہو جائیں اگر زیر زمیں اہل عدم
نار دوزخ بھی بنے آج گلستان خلیل
اخگر سوختہ بھی ہوں گل گلزار ارم
بات کی شاخ میں بھی آج وہ ہے استحکام
توڑنا چاہیں تو ٹوٹیں نہ کبھی قول و قسم
اثر باد بہاری سے تعجب کیا ہے
گل فشاں صورت گلزار ہو نخل ماتم
ارض کو فوق سما پر ہے اسی موسم میں
کہ زمیں لوح زمرد ہے، فلک ہے نیلم
وقت انشاء اثر تازگی مضموں سے
شاخ سرسبز بنے ہاتھ میں کاتب کے قلم
خط گلزار ہو قرطاس پہ کھینچیں جو لکیر
ہو برنگ رگ گل ریشہ سوراخ قلم
ہے وہ بالیدگی سبزہ سر راہ گذر
زور سے جس کے اکھڑ جاتے ہیں رہرو کے قدم
شوخی رنگ سے مہندی کی ہے فق رنگ شفق
لالہ باغ پہ ہے لال پری کا عالم
کہیں طاؤس چمن کی ہے نوائے دل کش
کہیں آتی ہیں پپیہوں کی صدائیں پیہم
ہے کہیں گل کی مہک تو کہیں بلبل کی چہک
کوک کوئل کی ہے ارگن سے بھی خوشتر ہر دم
نکہت گل کا اثر ہو نفس مطرب میں
گائیں اس فصل میں گر رام کلی اہل نغم

بھینی بھینی ہے وہ خوشبو کہ معطر ہو دماغ
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں ہیں کہ دل ہو خرم
بو سے لیتا ہے شگوفے کہ شگوفہ کھل کر
شاخ سے شاخ گلے ملتی ہے کیا کیا باہم
روز ہر باغ میں ہیں گل بدنوں کے جلسے
چندریاں ساڑیاں سرخ اس پہ ترشح کم کم
یہ ہے موجود وہ معدوم، یہ تازہ وہ کہن
باغ محبوب کہاں اور کہاں باغ ارم
بزم عشرت کا عجب رنگ ہے اس موسم میں
گاتے ہیں گونڈ ملار اہل طرب اہل نغم
سبعہ سیارہ کو بھی یمن و شرف حاصل ہے
معتدل آج کے دن چاروں عناصر باہم
نہ ہے گرمی نہ کہیں حد سے زیادہ سردی
حیدر آباد میں ہے فصل کا ایسا عالم
روز نو روز ہے وہ فرخ و مسعود و سعید
کہ زحل کی بھی سعادت نہیں برجیس سے کم
عکس بھی اس کا کرے بیضہ فولاد کو چور
بیضہ بازی نو روز ہے وہ مستحکم
آج وہ قدر ہے ان کے جو مقابل کیجئے
تاج پرویز کے موتی نہ خریدے عالم
بیضہ مرغ کو گر بیضہ گردوں سے لڑائیں
خط محور سے لکیر اس میں ہو ثابت ہر دم
شور ہے قلقل مینا کا چلو آؤ پیو
مغ بچوں نے بھی مچا رکھی ہے کیا کیا اودھم
لائے مے خانے پہ کیا آج قدم ہی پھسلے
پھسلے مومن کا جو ایمان تو ہندو کا دھرم
محو و بیخود بھی کوئی آپ سے اٹھ سکتا ہے

محفل عیش میں جم جائے یہاں بیٹھ کے جم
جشن نو روز ہے دربار شہہ والا ہے
اہل دربار ہزاروں ہیں یہاں کم سے کم
منصب و خلعت و جاگیر خطاب و خدمت
خیر خواہوں کو عطا آج ہوئے ہیں پیہم
عکس بھی نذر گزاروں کا ہوا نذر گذار
جا بجا آئینے ایوان میں ہیں قد آدم
شاہ کے نام سے ہوتی ہے محبت پیدا
کیوں نہ محبوب دل خلق ہو اسم اعظم
نام لیجئے اگر اس کا تو اسی دم کھل جائے
عقدۂ کار ہو کیسا ہی جو دشوار و اہم
خسرو نام ور و بادشہہ نام آور
شان میں جس کی کیا داغ نے مطلع یہ رقم

مطلع ثانی

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم
میر محبوب علی خان شہہ فرخندہ شیم
مالک مملکت و مال و منال و مکنت
صاحب دبدبہ و طنطنہ و جاہ و حشم
کوکب ملک دکن ماہ منیر دولت
مہر و اقبال و حشم چشم و چراغ عالم
بخت و اقبال و دماغ و مگہہ و دل روشن
فہم و ادراک و ذکا و عمل و علم و علم
جس کے جلوے سے چمک مہر جہاں تاب کی ماند
جس کے چہرے سے دمک ماہ فلک کی مدھم
بذل میں، عدل میں ہے حاتم و کسریٰ کی مثال
رزم میں بزم میں ہے ثانی اسکندر و جم

ایسی سطوت ہے کہ تھراتے ہیں اہل آزار
موت بھی ڈھونڈتی ہے اپنے لئے راہ عدم
شاہ کا حرف سیاست جو ہوا ہے مشہور
خوف سے دانت نکالے ہوئے ہے سین ستم
ہیبت شاہ سے کہسار ہیں پانی پانی
اگر آذر بھی تراشے کبھی ترشے نہ صنم
بازوئے باز میں ہو پرورش بچہ قاز
اور بز غالہ کو آغوش میں پالے ضیغم
گنج سلطان کی اگر دیکھ لے کثرت قاروں
تو وہیں ہاتھ دوالے کے نکل جائے بھرم
اے زہے جود کہ ہے خوان عطا خوان خلیل
اے زہے فیض کہ ہے دست سخا ابر کرم
قدر ایسی ہے سپاہی کی جو پاتا یہ دور
چھوڑ کر خدمت کاؤس کو آتا رستم
نیکیاں شاہ کی لکھی ہیں ازل میں جو بہت
کچھ تعجب نہیں فرسودہ ہوں گر لوح و قلم
مدح حاضر میں لکھ اے داغ و مطلع بے مثل
سن کے احسنت کہے جس کو زبان عالم

مطلع ثالث

کیا عجب ناموری سے تری اے بحر کرم
فلس ماہی پہ ترا سکہ ہو مانند درم
جمع ہیں ایک تری ذات میں کتنے اوصاف
بذل و انصاف و ہنر پروری و لطف و کرم
نور ایماں سے وہ روشن ہے دل پاک ترا
دیکھے یہ جلوہ تو پروانہ بنے شمع حرم
اور بھی دوسری پیدا ہو برابر کی اجل

ملک الموت بھرے گر تری تلوار کی دم
تو جو چاہے نہ رہے دھر میں کھٹکا باقی
ماہی بحر کا بھی خار سے خالی ہو شکم
گر کسی نرخ پہ ٹھہرے تری جنس حسنات
تو فرشتوں کو یہ لالچ ہو کریں بیع سلم
ہے دم معرکہ حاصل تجھے وہ استقلال
قطب تارے کی طرح سے نہ ہٹے تیرا قدم
کعبہ مقصد آفاق ہے تیرا دیدار
مردم دیدہ ہوں قربان صفت طوف حرم
تیرے ہی دست سخاوت کی کرامت کہئے
یوں جو بے پاؤں کے چلتا ہے زمانے میں درم
تیر حکمی ہے ترا حکم کہ ٹلتا ہی نہیں
قدر انداز ہے تو مثل قضائے مبرم
تیرے بدخواہ کو ہر طرح سے غمگیں پایا
اس نے الٹا بھی الم کو تو ملا وہ ہی الم
حشر تک قبر عدو سے یہ صدائیں آئیں
ہائے غم وائے آلم ہائے غضب وائے ستم
یوں ہے مردود عدو بارگہ عالی سے
جس طرح رکھ نہ سکے چرخ پہ ابلیس قدم
سامری فن بھی عدو ہو تو نہ ہو سکا اس کا گذر
چوب درباں میں ہے موسیٰ کے عصا کا عالم
ہے ازل سے یہ ترے در کا سلامی شاہا
پشت ہے پیر فلک کی اسی تسلیم سے خم
دخل کیا ہو جو ترے عہد میں کوئی برباد
کہ پرکاہ کو رکھتی ہے بھوکر شبنم
حیدر آباد ہے جنت سے سوا دارالامن
کھا کے گندم نہ یہاں سے کبھی نکلے آدم

تعریف اسپ

شاہ کے اسپ کی کیا تیز روی ہو تحریر
ہاتھ سے کاتب اعمال کے چھٹتا ہے قلم

صورت کاغذ بادی وہ اسی دم اڑ جائے
کیجئے گر صفحہ قرطاس پہ نام اس کا رقم

خامہ کاغذ پہ نہ پہنچے کہ یہ مانند خیال
طے کرے آن میں صد دور محیط عالم

چاٹ لے خاک قدم کی اگر اس کے وہ کبھی
پشت ماہی پہ جمے گاو زمیں کا نہ قدم

جائے سکہ جو ترے اسپ کی صورت ہوتی
گنج قاروں میں ذرا نام کو تھمتا نہ درم

تعریف فیل

فیل وہ فیل جسے کوہ جواہر کہیے
رود الماس ہیں دانت اور بدن ہے نیلم

وقت رفتار دھلتا ہے دل گاو زمیں
مست ہو کر جو چھٹے وہ تو ہو عالم برہم

چلتے چلتے جو ٹھہر جائے پڑے بوجھ ایسا
ماہی زیر زمیں کا بھی تو دھس جائے شکم

سرمہ چشم ہے رنگ اس کا مگر صانع نے
جبل طور تراشا ہے ز سر تا بقدم

مدحت خسرو آفاق ہو کیوں کر پوری
اتنی طاقت نہ زباں میں ہے نہ یارائے قلم

سایہ عاطفت شاہ دکن ہے جب سے
کھاتے ہیں قیصر و فغفور مرے سر کی قسم

باب عالی کی حضوری سے وہ حاصل ہے شرف
جی میں آتا ہے کہ خود چوم لوں میں اپنے قدم

اے جبیں فرش رہ خسرو دوراں بن جا
اے سحر عجز چل اس راہ میں تو بن کے قدم
اے زباں ہو تو ثنا ساز و ستائش پیرا
اے دھن تو بھی ہو مداح خدیو عالم
اے جگہ تجھ کو میسر رہے انوار جمال
اے مژہ دست دعا بن کے دعا کر پیہم
حوصلہ میری دعا کا تو یہی کہتا ہے
اور اونچا ہو کسی طرح سے عرش اعظم
وہ دعا جس سے ہوئی زینت گفتار و کلام
وہ دعا جس سے مشرف ہوئے قرطاس و قلم
وہ دعا جس کو فرشتے کہیں سن کر آمین
وہ دعا حرز دل و قوت جان آدم
وہ دعا جس کے شجر سے ہیں حجر تک مشتاق
وہ دعا جس کا اثر آج ہے عالم عالم
وہ دعا یہ ہے خدا تجھ کو سلامت رکھے
تخت شاہی پہ رہے شاد بصد ناز و نعم
تجھ کو اے ظل خدا عیش خدائی کا ملے
تیرا حامی و مددگار رہے شاہ امم
خضر و الیاس و مسیحا سے بھی ہو عمر دراز
قیصر و خسرو و جم سے ہو سوا جاہ و حشم
زیر فرماں حکومت رہے ربع مسکوں
اور منقاد رہیں اہل عرب، اہل عجم
اس دعا گو کی دعائیں ہوں الٰہی مقبول
داغ مداح رہے مورد الطاف و کرم

قصیدہ در تہنیت عید الفطر و مدح اعلیٰ حضرت بندگان تعالیٰ متعالی حضور پر نور رستم دوراں افلاطون زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ السلطان ابن السلطان میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک

آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ہے عید کے دن دل کشا، صحن زمیں سطح فلک
اے حبذا صل علیٰ، صحن زمیں سطح فلک
پاک ابر رحمت نے کیا، صحن زمیں سطح فلک
ہے شامل اہل صفا، صحن زمیں سطح فلک
رخصت سے ماہ صوم کی، بدلے یہ تخت و فوق بھی
عید آتے ہی کچھ اور تھا، صحن زمیں سطح فلک
ہے عید کا ساماں دو چند، آئینہ ہوں پست و بلند
کر صاف اے باد صبا، صحن زمیں سطح فلک
ہر ذرہ اک خورشید ہے، خورشید کو بھی عید ہے
ہے کس قدر رونق فزا، صحن زمیں سطح فلک
خوش جیسے آدم زاد ہیں، قدسی بھی سب دل شاد ہیں
ہے عید سے کیا پرفزا، صحن زمیں سطح فلک
یہ سبز سبزے سے پری، رنگ آسمان کا اخضری
تختہ زمرد کا بنا، صحن زمیں سطح فلک
یہ سبزے کی روئیدگی، اللہ اے بالیدگی
ہر برگ بڑھ کر ہو گیا، صحن زمیں سطح فلک
اس میں کھلے گلہائے تر، اس میں ستارے جلوہ گر
ہے اک بساط خوشنما، صحن زمیں سطح فلک
ہم رنگ مئے گل کا ورق، تو زعفرانی ہے شفق
عشرت فزا فرحت فزا، صحن زمیں سطح فلک

ہے خوشہ گندم یہاں، ہے خوشہ پردیں وہاں
ساماں کیا کیا رزق کا، صحن زمیں سطح فلک

دربار آصف جاہ ہے، روشن جمال شاہ ہے
جلوے سے جس کے بھر گیا، صحن زمیں سطح فلک

فرش منقش سے عیاں، اک چاندنی کا سا سماں
ہے آج کیا کیا خوش نما، صحن زمیں سطح فلک

روشن ہیں فرشی جھاڑ ادھر، عقد ثریا ہے ادھر
پرنور اک سے اک ہوا، صحن زمیں سطح فلک

مسند نشیں ہے بادشا شہہ، ہے شامیانہ رشک مہ
کیونکر نہ اترائیں بھلا صحن زمیں سطح فلک

وہ شاہ کا نور نظر، پرتو سے جس کے سر بسر
شمس الضحیٰ بدر الدجی، صحن زمیں سطح فلک

بحر کرم ہے موج پر، سلطاں کا طالع اوج پر
کرتے ہیں فخر اس کا بجا، صحن زمیں سطح فلک

اس کو ہو تمکیں تخت سے، اس کو تعلیٰ بخت سے
تھے در حقیقت ورنہ کیا، صحن زمیں سطح فلک

محبوب سلطان دکن، ہے ظل رب ذوالمنن
پرتو سے جس کے پرضیا، صحن زمیں سطح فلک

مطلع بہ مضمون وسیع، اک لکھوں باشان رفیع
جس پر ہوں شیدا و فدا، صحن زمیں سطح فلک

مطلع ثانی

چمکا فروغ شہہ سے کیا، صحن زمیں سطح فلک
اب ہے جبین مہ لقا، صحن زمیں سطح فلک

اول تو تیرا مرتبہ، پھر اس پہ تیرا حوصلہ
اتنا بڑا جتنا بڑا، صحن زمیں سطح فلک

اس پر ترا نقش قدم، اس پر ترا خط علم

کیسا نگاریں بن گیا، صحن زمیں سطحِ فلک
یہ تیرے گوہر کے لئے، وہ تیرے اختر کے لئے
اس واسطے پیدا کیا، صحن زمیں سطحِ فلک
گوہر کی اس میں آب ہے، اختر کی اس میں تاب ہے
روشن ہیں اپنی جاہ، صحن زمیں سطحِ فلک
بدخواہ کی ہیں تاک میں، مل کر ملائیں خاک میں
ہیں گرچہ ظاہر میں جدا، صحن زمیں سطحِ فلک
قہر عدو ہو اس میں گر، سر پر گرے وہ ٹوٹ کر
پاتے نہ کیوں نشوونما، صحن زمیں سطحِ فلک
منظور ہو گر شاہ کو، پیسیں سر بدخواہ کو
مل کر برنگ آسیا، صحن زمیں سطحِ فلک
شاہ دکن کی نیکیاں، لکھی نہ جائیں بے گماں
گر صفحہ ہو قرطاس کا، صحن زمین سطحِ فلک
یوں شہہ کا قلب صاف ہے، یوں پاک یوں شفاف ہے
جیسے پس ابر و ہوا، صحن زمیں سطحِ فلک
وسعت سے قلب شاہ کی، کوئی کرے کیا رو کشی
چھوٹے ہیں ذرے سے سوا، صحن زمین سطحِ فلک
کیسے پلنگ و شیر نر، بے نسر طائر کی خبر
دو صید گہہ ہیں جا بجا، صحن زمیں سطحِ فلک
دست کرم ہے زرفشاں، بخت رسا اختر نشاں
ان دولتوں نے بھر دیا، صحن زمیں سطحِ فلک
گم ہو گئی ہے مفلسی، محتاج بھی ہیں اب غنی
کیوں کر ہوں بے برگ و نوا، صحن زمیں سطحِ فلک
دست سخاوت دیکھ کر، پھیلا ہوا ہے کس قدر
ہے دامن حرص و ہوا، صحن زمیں سطحِ فلک
اس دور میں علت کہاں، ہے جا بجا امن و اماں
رکھتے ہیں تاثیر سفا، صحن زمیں سطحِ فلک

آب و ہوا کا ہے اثر، پھیلی ہے حکمت کس قدر
خود ہیں اشارات و شفا، صحن زمیں سطح فلک
عالم میں تیری خوبیاں، آخر سماں گی کہاں
کیا بڑھ کے ہو گا چوگنا، صحن زمیں سطح فلک

تعریف اسپ

وہ اسپ شہہ چالاک ہے، بجلی سی جس کی دھاک ہے
اک آن میں طے کر گیا، صحن زمیں سطح فلک
جب گرم ہو تیرا سمند، اڑ جائے سب پشت و بلند
ہے اس کے آگے چیز کیا، صحن زمیں سطح فلک
گشت سمندر باد پا، گر ہو نہ دم میں جا بجا
بے کار ہے کس کام کا، صحن زمیں سطح فلک
نعل سم توسن یہاں، ظاہر مہ نو ہے وہاں
روکش ہی کیا دیکھنا، صحن زمیں سطح فلک

در تعریف فیل

ہاتھی بھی ایسا زور مند، اس پر عماری بھی بلند
نیچا ہوا اونچا ہوا، صحن زمیں سطح فلک
یہس رخ وردی فوج کی، جس وقت عکس افگن ہوئی
مانند لالہ کھل گیا، صحن زمیں سطح فلک
مشق قواعد جب ہوئی، لشکر سے ایسی گرد اڑی
آپس میں اکثر مل گیا، صحن زمیں سطح فلک
خاک غبار مدعی ہے چرخ تک پھیلی ہوئی
چوڑا ہو یارب تا کجا، صحن زمیں سطح فلک
فوارۂ خون عدو، کیا جوش زن ہے چار سو
مثل شفق رنگیں ہوا، صحن زمیں سطح فلک
دے کر دعا اے داغ اب، تاثیر کر حق سے طلب
باندھا کرے گا تا کجا، صحن زمیں سطح فلک

اے بادشہہ سر پر ترے، اس نور کا سایہ رہے
جس نور سے پیدا ہوا، صحن زمیں سطح فلک

ہو ربع مسکوں پر عمل، آئے نہ تاگردوں خلل
تیرے ہوں اے ظلّ خدا، صحن زمیں سطح فلک

زر کے یہاں انبار ہوں، حاصل وہاں انوار ہوں
پھیلا کے دامن دیں دعا، صحن زمیں سطح فلک

سر پر ترے بدخواہ کے، انگارے برسیں چرخ سے
اس کو ہو دوزخ سے سوا، صحن زمیں سطح فلک

خاک تن بد خواہ سے، دشمن کے دود آہ سے
بن جائے یا رب دوسرا، صحن زمیں سطح فلک

اس شش جہت میں یا خدا، ہو دور دورا شاہ کا
ہو زیر حکم بادشاہ، صحن زمیں سطح فلک

یہ بادشاہ دائم رہے، یہ سلطنت قائم رہے
جب تک رہیں حاجت روا، صحن زمیں سطح فلک

قصیدۂ در تہنیت عید الاضحیٰ بنام اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور رستم دوراں افلاطون زماں سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ السلطان ابن السلطان میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

شب کو میں فکر میں تھا خلوتی خلوت گاہ
جلوۂ شاہد معنی نظر آیا ناگاہ

بارک اللہ زہے حسن کہ دل ہو بے تاب
لوحش اللہ خہے جلوہ کہ ٹھہرے نہ نگاہ

رنگ وہ رنگ نہ پائیں گل و ریحاں جس کو
نور وہ نور کہ پہنچے نہ جسے مہر نہ ماہ

اس پری چہرہ خوش انداز کا وہ حسن و جمال
حور بھی جس کو کہے دیکھ کے ماشاء اللہ

غمزہ وہ تیر کہ نخچیر ہوں ترکان ختن
عشوہ وہ سحر کہ تسخیر ہوں گردان ہراہ

عشوہ وہ ناوک دل دوز نہیں جس سے اماں
غمزہ وہ تیغ جہاں سوز نہیں جس کی پناہ

شوخ گفتار کہ بلبل بھی کہے صل علیٰ
تیز رفتار کہ محشر بھی کہے بسم اللہ

بانکے انداز سے کیا ترچھی ادائیں روکش
ہو گیا گوشہ ابرو سے طرف طرف کلاہ

سرو و شمشاد و صنوبر سے بھی زیبا قامت
سرخ تر لالہ گل سے بھی قبا اور کلاہ

تن نازک کو گراں ہو جو چھوئے باد صبا
چہرۂ صاف ہو میلا جو پڑے گرد نگاہ

نوک منقار سے لے فصد رگ گل بلبل
اک نزاکت کا ہو سودا اگر اس کو ناگاہ
رخ پر نور وہ روشن ہے کہ جس کے آگے
مہر تاباں ہو توا ماہ مبیں خال سیاہ
اللہ اللہ وہ تجلی ہے رخ روشن کی
دیکھ کر سورۂ والشمس پڑھیں اہل اللہ
دولت حسن کی کرتی ہیں حفاظت زلفیں
اس خزانے کے نگہبان ہیں یہ دو مار سیاہ
اس کے عشق رخ پر نور کا دل شاہد ہے
اس کے حسن نظر افروز کی آنکھیں ہیں گواہ
اس کی خوشبو سے معطر ہے دماغ و دل و جان
اس کے رنگ گل رخسار سے رنگیں ہے نگاہ
شوخیوں میں وہ شرارت کہ الٰہی توبہ
چتونوں میں وہ قیامت کہ عیاذاً باللہ
ترک چشم ایک جفا ساز ہے یا ترک فلک
فوج مژگاں ہے کہ چنگیز کی خون ریز سپاہ
نرگس چشم کی تسخیر بعینہ جادو
خط عارض میں سراسر اثر مہر گیاہ
ساتھ لاکھے کے وہ مسی کی دھڑی اس لب پر
شفق شام و شب وصل بہم سرخ و سیاہ
رخ پر نور ہے خورشید، تو ابرو ہیں ہلال
جوہر فرد دھن ہے تر کمر تار نگاہ
دل کو اس چار زنخداں سے وہی اندیشہ
پہلے گرنے سے جو یوسف کو خطر تھا لب چاہ
سامعہ اس کی حکایت سے بشارت اندوز
باصرہ اس کے نظارے سے منور دل خواہ
نہ وہ بے رحم، نہ بے درد، نہ بے مہر و دغل

صاف چہرے سے ٹپکتے تھے وفا اور نباہ
ہوش افزا، طرب افزا، خرد افزا کیا کیا
حیلہ و مکر و دغا تھے یہ جفائے جانکاہ
لطف و اخلاص و محبت سے نہایت رغبت
کینہ و بغض و عداوت سے بغایت اکراہ
مہربانی سے وہ دے اس کو دلاسا کیا کیا
حال دیکھے کسی مشتاق کا اپنے جو تباہ
اپنے ہاتھوں سے بڑھائے اسی جانب دامن
دست مشتاق پڑے گر کسی صورت کوتاہ
حور جنت یہ مگر عالم اسباب میں ہے
وصل اس کا ہے ثواب اور فراق اس کا گناہ
اس کی شوخی وہ قیامت کہ جسے دیکھتی ہے
لوٹ جائے دل مشتاق، تڑپ جائے نگاہ
میں نے دیکھا جو یہ جلوہ نہ رہے ہوش بجا
لب سے نالہ، دل بیتاب سے نکلی اک آہ
متحیر متعجب متفکر ہو کر
اڑ گئے ہوش کہ یہ کون ہے یا بار الہ
دل ربائی کے سب انداز ادائیں دل کش
اس سے پوچھا کہ ترا نام ہے کیا کر آگاہ
زہرہ ہے یا ہے قمر برق ہے یا ہے خورشید
حور ہے یا ہے پری جلد بتا دے للہ
زیر لب ناز و ادا سے متبسم ہو کر
اس نے یہ مجھ سے کہا میں ہوں نوید دل خواہ
بے خبر تجھ کو خبر بھی ہے کہ عید آئی ہے
عید حج کہتی ہے اس عید کو سب خلق اللہ
حج ہے کیا چیز یہ وہ چیز ہے وہ نعمت ہے
مدت العمر کے ہوجاتے ہیں سب عفو گناہ

نہیں عالم میں خوشی حج کی خوشی سے بڑھ کر
کہ مسلمانوں کو دیتا ہے یہ دولت اللہ
آئے ہیں مکے میں باہر سے مسافر لاکھوں
اہل اسلام کا کیا جوش ہے اللہ اللہ
حق تعالیٰ کی ہوا جامہ احرام پسند
ایک ہی وضع ہے درویش سے تا شاہنشاہ
نیت عمرہ سے احرام کسی نے باندھا
اور یہ شوق کہ طے جلد ہو تنعیم کی راہ
شور لبیک کہیں ہے تو کہیں شغل درود
بانگ تکبیر کہیں ہے تو کہیں بانگ صلوہ
سنگ آسود کا کبھی بوسہ کبھی لب پہ دعا
ہے طواف اور کبھی داخلی بیت اللہ
گشت کرتا ہے کوئی تن کے صفا مروہ کا
کسی مشتاق زیارت کی حرم پر ہے نگاہ
رہتے ہیں چاروں اماموں کے مصلے آباد
ہوتے ہیں ورد و صلوۃ آٹھ پہر شام و پگاہ
کوئی ہے دولت عقبیٰ کا خدا سے طالب
کوئی کہتا ہے مرے بخش دے اللہ گناہ
ظلمت پردۂ کعبہ ہے مگر سرمہ چشم
ہوتی ہے اہل زیارت کی منور جو نگاہ
چل کے کعبے سے ٹھہرتے ہیں منا میں شب کو
اور سوئے عرفات آتے ہیں پھر وقت پگاہ
فاصلے کعبے سے نوکوس کا ہے تا عرفات
اس میں نو لاکھ سے ہوتی ہے سوا خلق اللہ
ظہر کے بعد سے ہوتا ہے وہاں خطبہ شروع
عصر کے بعد سے لد جاتے ہیں خیمے خرگاہ
مسجد مزدلفہ میں بین منا و عرفات

بہر حجاج ہے اک رات کی وہ طاعت گاہ
پڑھتے ہیں ساتھ وہاں آ کے عشا و مغرب
اہل حج کرتے ہیں تحمید و مناجات الہ
جب چلے مزدلفہ سے تو منا میں پھر آئے
تین دن کے لئے ہوتی ہے وہی منزل گاہ
رجم شیطان لعیں کے لئے کنکر مارے
پڑھ کے لا حول ولا قوۃ الا باللہ
شتر و دنبہ و بز ذبح ہوئے ہیں اتنے
آسمان شفقی رنگ بنی قرباں گاہ
قابل دید ہے بازار منا کی خوبی
اسلحہ اقمشہ اشیائے فراواں دل خواہ
ہفت اقلیم کے ہیں اطلاس و دیبا موجودہ
ہے یہ بازار کہ گلزار ہے رنگیں سر راہ
حج کے ارکان و مناسک کی یہی ہے تکمیل
کرتی ہے طوف حرم جا کے جو پھر خلق اللہ
یوں چلا قافلہ بطحی سے بسوئے یثرب
نغمہ پیرا و خوش الحاں ہیں حدی خواں ہمراہ
دل مشتاق کو یہ شوق کہ اڑ کر پہنچوں
مجھ سے پیچھے ہی رہے بڑھ نہ سکے پیک نگاہ
آمد آمد کی خبر سنتے ہی مہمانوں کی
رہتے ہیں لوگ مدینے کے سبھی چشم براہ
غل ہوا صل علیٰ صل علیٰ کا پیہم
دور سے قبہ انور کو جو دیکھا ناگاہ
چاہئی روضہ اطہر کی زیارت کے لئے
پاک ہو اشک ندامت سے وضو کر کے نگاہ
چرخ اخضر ہے کہاں قبہ اخضر کا نظیر
ہفت افلاک نہیں جس کے مثال و اشباہ

کعبہ کرتا ہے طواف اس کا یہ ایسا ہے مقام
اس کے قدسی بھی مجاور ہیں یہ ہے وہ درسگاہ
یہ مقام متبرک وہ ادب کی ہے جگہ
دل لرزتا ہے جہاں کانپتے ہیں پائے نگاہ
پہلے حمام کیا پھر وہیں بدلی پوشاک
سب بسے عطر میں یوں جیسے عروس و نوشاہ
مسجد احمد مرسل میں ہوئے سب حاضر
خاک اس مسجد انور کی ہوئی زیب جباہ
وہ نبی صل علیٰ اس کا مزار اقدس
چادریں نور کی پڑتی ہیں جہاں شام و پگاہ
واسطے نعت نبی کے متقاضی ہو کر
دل نے جب مجھ سے کہا میں نے کہا بسم اللہ
شان حضرت میں پڑھوں مطلع مقبول ایسا
سنتے ہی انس و ملک سب کہیں سبحان اللہ
فخر انسان و ملائک شہہ کونین پناہ
سیدی احمدؐ محبوب و حبیب اللہ
ملک ہو ملک ہو یا کوئی ملک ہو کہ ملک
زیر فرمان محمدؐ ہیں وہ ہے شاہنشاہ
ہے رخ و موئے مبارک ہی کے پرتو کا اثر
تا قیامت جو رہے گا یہ سفید اور سیاہ
قاب قوسین کا پایا ہے مقام عالی
اللہ اللہ رے یہ مرتبہ و رفعت و جاہ
آپ کی ذات ہے وہ ہادی دین و ایماں
آ گئے راہ پر اسلام کے لاکھوں گم راہ
آپ سا کون ہے عالم میں شفیق امت
کہ سوا رہتی ہے ماں باپ سے شفقت کی نگاہ
شافع روز جزا ہے وہی ذات اقدس

بخشوائیں گے وہی امت عاصی کے گناہ
آپ کی وجہ سے ہے دولت عقبیٰ حاصل
آپ کی وجہ سے فردوس بنا نعمت گاہ
ناتوانوں کو قوی دل جو کرے آپ کا لطف
لے اڑے کوہ کو بھی اپنی ہوا میں پر کاہ
صاحب علم لدن واقف اقرار خفی
حال کونین سے ہے قلب مطہر آگاہ
آپ ہی تو ہیں مددگار ملوک و ملکوت
آپ ہی شاہ دکن کے بھی تو ہیں پشت پناہ
شاہ وہ شاہ سکندر حشم و قیصر بخت
شاہ وہ شاہ فلک منزلت و کیوان جاہ
شاہ وہ شاہ تہمتن تن و برز و بازو
شاہ وہ شاہ جہاں پرور و آفاق پناہ
شاہ وہ شاہ عطا پاش و خطا پوش و شفیق
شاہ وہ شاہ جہاں پرور و آفاق پناہ
آج دربار درر بار میں سب حاضر ہیں
شاہ زادے امرا اہل قلم اہل سپاہ
مدح سلطاں میں پڑھوں مطلع روشن ایسا
رشک خورشید جہانتاب ہو جو غیرت ماہ

مطلع

خسرو ملک دکن پادشہ ظل اللہ
میر محبوب علی خان نظام آصف جاہ
مشتری جاہ و عطارد رقم و ماہ خدم
شاہ خورشید علم خسرو سیارہ سپاہ
شان وہ شان کہ بے قصد جھکے فرق نیاز
نام و نام کہ قربان ہو دل خواہ مخواہ

عدل وہ عدل نہیں جس میں رعایت مطلق
بذل وہ بذل کہ لاکھوں ہوں عطا بجز رفاہ
لطف وہ لطف کہ ہوں رام رمیدہ خاطر
خلق وہ خلق کہ بدخواہ بھی ہوں نیکی خواہ
عزم وہ عزم کہ لے آن میں ربع مسکوں
نظم وہ نظم کہ عاشق کا بھی دل ہو نہ تباہ
جاہ و اقبال کو ہے ظل سعادت سے شرف
دست امید کو ہے دامن دولت میں پناہ
جس قدر بخت بلند اس قدر اقبال بلند
دل بھی اتنا ہی بڑا جتنا بڑا دامن جاہ
یہ فلاطون زماں ہے تو ارسطوئے زمن
حال روشن ہو اسے دیکھتے ہی نبض گاہ
روبرو اس کے ہے سامان سکندر ایسا
مختصر جیسے ہو درویش کا رخت بنگاہ
چشم ہر نقش قدم شوق میں وا رہتی ہے
جب گذرتی ہے سواری بہ تحمل سر راہ
نیزہ برداروں میں خورشید سے ہے تا مریخ
چتر برداروں میں برجیس سے لے کر تا ماہ
یہ وقار اور یہ تمکین یہ جمال اور یہ حسن
روکشی اس سے کرے کب ہے مجال بدخواہ
مہر پر نور کہاں اور کہاں ذرۂ خاک
کوہ البرز کہاں اور کہاں جشۂ کاہ
ڈھونڈ کر تیرگی بخت مٹا دیتا ہے
اس لئے روز جلاتا ہے فلک مشعل ماہ
خیر خیرات ہے انعام میں جاگیریں ہیں
چشم بد دور یہ سرکار ہے کیا عالی جاہ
صرف خاص اور ملازم ہیں جو دیوانی کے

سب کو انتیسویں دن ملتی ہے پوری تنخواہ
قید ہرا مرزبوں کی ہے یہاں تک منظور
اڑنے پائے نہ کبھی **ملک** میں جھوٹی افواہ
مدح حاضر میں پڑھوں مطلع ثانی ایسا
سب کہیں اہل زباں سنتے ہی ایک مرتبہ واہ

مطلع ثانی

خون اعدا جو بہائے تیری خوں ریز سپاہ
وہ اٹھے موج کہ طوفاں زدہ ہو کشتی ماہ
جنگ اسکندر و دارا میں قواعد یہ کہاں
ایک بازی گہ **اطفال** تھی وہ معرکہ گاہ
مانتے ہیں اسے سب روم سے تا انگلستان
یہ جری اور یہ بے قاعدہ ایسی ہے سپاہ
چاند ماری نہ سمجھ جائیں اسے اہل تفنگ
چرخ ڈرتا ہے جو پڑتا ہے کبھی ہالہ ماہ
تیغ سے فوج ظفر موج کے کانپ اٹھے برق
تتق گرد سے لشکر کے ہو گرد ابر سیاہ
پھل ہے شمشیر سیہ تاب کا یا بال پری
حلقہ جوہر کا ہے یا حور کی ہے چشم سیاہ
گر دم معرکہ ہو تیغ شہنشاہ علم
اسد و ثور **فلک** کو نہ ملے جائے پناہ
ضرب شمشیر سے ہر وقت لب اعدا پر
نالہ با نالہ ہر دم ساز اگر آہ بہ آہ
کہیں رکتی ہی نہیں کرتی ہے اک وار میں دو
آہن و سنگ سبھی مانگتے ہیں اس سے پناہ
اس کے جوہر کو وہ دیکھے نظر بد سے اگر
چشم اختر میں اتر آئے وہیں آب سیاہ

خوف سے عجز سے لے دانتوں میں تنکا سنجر
رکھ دے فغفور سر معرکہ قدموں پہ کلاہ
مگہہ کرم سے ہو جاتے ہیں دشمن فی النار
اڑتے ہیں مثل شرر فرق شریر و بد خواہ
دیکھ کر صورت بدخواہ خود ابلیس لعیں
کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ
فیل وہ شام برن اور وہ شب رنگ ہے اسپ
سایہ پڑ جائے جو ان کا رخ کافر ہو سیاہ
کان تک اس کے جو پہنچے ترک اشقر کی صہیل
بھاگ جائے اسد چرخ بھی مثل روباہ
اثر اپنا جو کرے شاہ کی نیت کا پھل
کیا تعجب ہے جو مثمر ہو ہر اک برگ گیاہ
ماہی زیر زمیں بھی جو لگائے غوطہ
نہ ملے اس کو ترے بحر سخاوت کی تھاہ
کیوں نہ مخلص ہو رعایا کہ دلوں پر ان کے
لکھ دے جب سورۂ اخلاص ترا کلک نگاہ
نور ایماں کے لئے قلب ترا ظرف وسیع
فیض یزداں کے لئے سینہ ترا منزل گاہ
تجھ کو مسعود و مبارک ہو شہا عید سعید
مدعی خوار رہیں شاد رہیں دولت خواہ
قلزم فکر میں اب غرق ہوا جاتا ہوں
ڈال دے مجھ کو کنارے پہ تری موج نگاہ
کس طرح اس سے ادا ہوں تیرے پورے اوصاف
ہے زباں خامے کی میری بھی زباں سے کوتاہ
داغ کی ہے یہ دعا تیرے مساعد ہوں مدام
بخت و اقبال و حشم سلطنت و دولت و جاہ

قصیدہ در مدح نواب سکندر جنگ اقبال الدولہ اقتدار الملک وقار الامرا بہادر دام اقبالہم

نواب ہے تو نشان اقبال
اقبال جہان، جہان اقبال

اقبال الدولہ نام اور
ہے روح و روان و جان اقبال

ہے زینت خاندان شوکت
ہے رونق خانمان اقبال

تیرے ہی نصیب کی قسم کھائے
بخشا تجھے ارمغان اقبال

وہ دیکھ لیں تیرا مصحف رخ
لیں فال جو نکتہ دان اقبال

پیشانی اگر ہے آسماں قدر
خط اس پہ ہے کہکشاں اقبال

دیدار امیر ہے فرح بخش
سرمست ہیں مے کشان اقبال

ہاتھ آئے نہ کیوں گل تمنا
گلزار ہے بوستان اقبال

اسکندر و جم کا سر جھکا دے
سرور ترا آستان اقبال

چٹکی میں تری خدنگ نصرت
مٹھی میں تری کمان اقبال

تو گوہر کان سروری ہے
تو اختر آسمان اقبال

دیکھا تجھے جس نے بولا اٹھا
کہتے ہیں اسی کو شان اقبال

کہتے ہیں اسے قران سعدین
تجھ سے جو ہو اقتران اقبال

القاب ترا جو ہم عدد ہے
خوش حال ہیں ترجمان اقبال

دارا ہے کہاں کہاں سکندر
ہو جائے اب امتحان اقبال

آنکھوں سے یہ کاتبان اعمال
ہیں تیرے نگاہبان اقبال

کرتا ہے مطیع سرکشوں کو
سرکار کا قہرمان اقبال

چرچا ہے ترا زباں زباں پر
ہر لب پہ ہے داستان اقبال

گر جامہ زر ہے تو ہے بے کار
جب تک نہ ہو طیلسان اقبال

جب سے ہے گراں وقار کے پاس
قیمت میں گراں ہے کان اقبال

کیوں دور نہ بھاگے اس سے ادبار
ہشیار ہے پاسبان اقبال

لاکھوں میں تری ہی بندگی کا
اقبال کرے زبان اقبال

اکسیر ہو خاک کو جو چھو لے
اللہ رے امتحان اقبال

بدخواہ جو ہو ترے مقابل
تخچیر کرے سنان اقبال

ایوان و رفیع و سعد و فرخ
گویا ہے اک آسمان اقبال

کہتے ہیں فلک نما اسی کو

کس اوج پہ ہے مکان اقبال
اس کوہ پہ اس قدرت عمارت
معمور ہے اصفہان اقبال
ہر ایک ستوں ستون ثروت
ہر صحن مکاں جہان اقبال
اے شاہ سوار اشہب جاہ
قابو میں رہے عنان اقبال
اقبال ہے لازوال تیرا
ہے فضل خدا ضمان اقبال
اقبال کی دیکھ کر ترقی
کچھ کہتے ہیں رازدان اقبال
کونین کی نعمتیں ہوں موجود
آراستہ ہو جو خوان اقبال
تا دور فلک رہے میسر
یہ نعمت جاودان اقبال
اللہ کرے کہ تا قیامت
دیکھے نہ کبھی خزاں اقبال
اقبال ترا ہو روز افزوں
ہر آن سوا ہو شان اقبال
یاور ہو فروغ مثل اختر
شوکت ہو معیں بسان اقبال
ہمت رہے ہم عنان دولت
دولت رہے تو امان اقبال
سو پشت بہ پشت ہو امارت
یوں طول کرے زمان اقبال
ہے باغ جہاں کا تازگی بخش
تیرا ہی تو باغبان اقبال

دنیا میں ترے ہی دم قدم سے
آباد ہے خانمان اقبال
محتاج بیاں نہیں ترے وصف
میں کیا جو کروں بیان اقبال
گر زیر قدم ہے فرش دولت
تو سر پہ ہے سائبان اقبال
گر زیر قدم ہے فرش دولت
تو سر پہ ہے سائبان اقبال
برسوں کی مٹا دے کلفتوں کو
مل جائے جو ایک آن اقبال
ساحل پہ لگا دے میری کشتی
نواب کا بادبان اقبال
زیبا ہے اگر تجھے کہوں میں
گیہان و خدایگان اقبال
اولاد کی تو بہار دیکھے
پھولا رہے گلستان اقبال
روشن مہ و مہر سے فزوں تر
دن رات ہو دود مان اقبال
حاصل ہو اسے بھی عیش دولت
یہ داغ ہے مدح خوان اقبال

☆☆☆☆☆☆☆

یادگار داغ

ردیف الف

1

ان آنکھوں نے کیا کیا تماشا نہ دیکھا
حقیقت میں جو دیکھنا تھا، نہ دیکھا

تجھے دیکھ کر وہ دوئی اٹھ گئی ہے
کہ اپنا بھی ثانی نہ دیکھا، نہ دیکھا

ان آنکھوں کے قربان جاؤں جنہوں نے
ہزاروں حجابوں میں پروانہ دیکھا

نہ ہمت، نہ قسمت، نہ دل ہے، نہ آنکھیں
نہ ڈھونڈا، نہ پایا، نہ سمجھا، نہ دیکھا

مریضانِ الفت کی کیا بے کسی ہے
مسیحا کو بھی چارہ فرما نہ دیکھا

بہت درد مندوں کو دیکھا ہے تو نے
یہ سینہ، یہ دل، یہ کلیجا نہ دیکھا

وہ کب دیکھ سکتا ہے اس کی تجلی
جس انسان نے اپنا جلوا نہ دیکھا

بہت شور سنتے تھے اس انجمن کا
یہاں آ کے جو کچھ سنا تھا، نہ دیکھا

صفائی ہے باغِ محبت میں ایسی
کہ بادِ صبا نے بھی تنکا نہ دیکھا

اسے دیکھ کر اور کو پھر جو دیکھے
کوئی دیکھنے والا ایسا نہ دیکھا

وہ تھا جلوہ آرا مگر تو نے موسیٰ
نہ دیکھا، نہ دیکھا، نہ دیکھا، نہ دیکھا

گیا کارواں چھوڑ کر مجھ کو تنہا
ذرا میرے آنے کا رستا نہ دیکھا
کہاں نقش اول، کہاں نقش ثانی
خدا کی خدائی میں تجھ سا نہ دیکھا
تری یاد ہے یا ہے تیرا تصور
کبھی داغ کو ہم نے تنہا نہ دیکھا

2

وہ جلوہ تو ایسا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
آنکھوں کو مگر دید کا لپکا نہیں جاتا
کیا خاک کروں ان سے تغافل کی شکایت
یہ حال ہی ایسا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
آغوش میں لوں، پاؤں پڑوں، کھینچ لوں دامن
ہاتھ آئے جو تجھ سا، اسے چھوڑا نہیں جاتا
کیا جانے کوئی اور وہ کیا ہے، وہی جانے
سمجھا نہیں جاتا اسے، جانا نہیں جاتا
یہ داغ مٹائے نہیں مٹتا، نہیں مٹتا
یہ درد محبت نہیں جاتا، نہیں جاتا
یہ بھی ہے نئی ان کو نزاکت کی شکایت
کہتے ہیں ترے دل کو ستایا نہیں جاتا
وہ حال ہے میرا کہ مرے کاتب اعمال
لکھتے ہیں، مگر ان سے بھی لکھا نہیں جاتا
دل بستگی اس کوچے میں ایسی ہے بشر کی
دیوانہ بھی پھر جانب صحرا نہیں جاتا
کہتا ہوں تو رکتی ہے زباں سامنے اس کے
لکھتا ہوں اگر حال تو لکھا نہیں جاتا
کیا قاصد نافہم کو میں باندھ کے بھیجوں

وہ تو نہیں جاتا، نہیں جاتا، نہیں جاتا

میں وضع کا پابند ہوں گو جان بھی جائے
جب کوئی بلانے نہیں آتا، نہیں جاتا

عاشق سے کسی بات میں قائل نہیں ہوتے
معشوقوں کا ہر حال میں دعوا نہیں جاتا

دل اک نہیں چھوڑا ہے، دہائی ہے خدا کی
پھر مانگنے والوں کا تقاضا نہیں جاتا

ہم جان سے جاتے ہیں محبت میں کسی کی
اپنا ہے ضرر، کچھ بھی کسی کا نہیں جاتا

اس کے تو نگہبان مزے لوٹ رہے ہیں
تنہا نہیں آتا کبھی، تنہا نہیں جاتا

وہ کہتے ہیں کیا جور اٹھاؤ گے تم اے داغ
تم سے تو مرا ناز اٹھایا نہیں جاتا

3

سر سبز کبھی برگ خزاں ہو نہیں سکتا
جو پیر ہوا، پھر وہ جواں ہو نہیں سکتا

آنکھیں ہوں تو وہ جلوہ نہاں ہو نہیں سکتا
پھر عرش بھی پردے کا مکاں ہو نہیں سکتا

رونے سے نہ مر جاؤں گا میں، آپ نہ ہنسیے
یہ اشک رواں، عمر رواں ہو نہیں سکتا

کیونکر نہ کہوں غیرت جنت ہے ترا گھر
دنیا کا کوئی کام یہاں ہو نہیں سکتا

سیدھی نگہ ناز جھکے گی نہ حیا سے
یہ تیر کسی طرح کماں ہو نہیں سکتا

معشوق بدل جاتے ہیں قسمت کی طرح سے
کیا راحت جاں آفت جاں ہو نہیں سکتا

وہ کوچہ اسی فتنہ محشر کا ہے قاصد
قابو دل مضطر پہ جہاں ہو نہیں سکتا
اب لطف شب وصل کہاں اے دل ناداں
ہر روز وہ ساماں، وہ سماں ہو نہیں سکتا
افسانہ مرا تم نے سنا، میں نے سنایا
اک حرف رہا ہے، وہ بیاں ہو نہیں سکتا
کس وجہ سے گھبرانے لگا دل یہ نہ پوچھو
کیا بیٹھے بٹھائے خفقان ہو نہیں سکتا
تاکید وفا کیجئے محشر میں تو جانیں
جاری یہ کبھی حکم وہاں ہو نہیں سکتا
افسانے میں میرے ہیں بہت خار تمنا
یہ یاد کبھی نوک زباں ہو نہیں سکتا
وہ چاہتے ہیں غیر کو پھر یہ بھی یقیں ہے
معشوق پہ عاشق کا گماں ہو نہیں سکتا
دل مائل و شیدا ہے بس اب اور نہ پوچھو
کس پر ہے، کہاں ہے، یہ بیاں ہو نہیں سکتا
فتنے تری چتون سے کہاں اٹھ نہیں سکتے
جادو تری آنکھوں سے کہاں ہو نہیں سکتا
اس چشم سخن گو پہ تعجب ہو نہ کیونکر
جو تار نظر ہے وہ زباں جو نہیں سکتا
یا پرسش بیداد جو اے داور محشر
یا کہہ دے کہ انصاف یہاں ہو نہیں سکتا
فرماتے ہیں وہ داغ کے مرقد کو مٹا کر
اس نام کا پیدا ہی نشاں ہو نہیں سکتا

4

یہ چھیڑ ہے کیا ضبط فغاں ہو نہیں سکتا

ہاں کہہ تو دیا آپ نے، ہاں ہو نہیں سکتا
مشتاق کو دیدار کہاں ہو نہیں سکتا

کیا ہو نہیں سکتا، یہاں ہو نہیں سکتا
ہم کہتے ہیں دعوے سے ترا عشق ستم گر

ہاں کر نہیں سکتا کوئی، ہاں ہو نہیں سکتا
کچھ دیر نہیں لگتی ہے نیت کو بدلتے

کیا شیخ حرم پیر مغاں ہو نہیں سکتا
کیوں عرض تمنا پہ مرے ہونٹ سئے تھے

اب نام ترا ورد زباں ہو نہیں سکتا
رگ رگ میں چھپاتا ہوں ترا درد محبت

پھر بھی تو یہ کم بخت نہاں ہو نہیں سکتا
کافی ہے مجھے ایک سبق حضرت ناصح

میں ہفت قلم، ہفت زباں ہو نہیں سکتا
دھوکا مجھے دیتی ہے بھولی تری باتیں

بیداد کا ایسے پہ گماں ہو نہیں سکتا
کہنے کے لئے آپ ہیں، سننے کے لئے ہم

جو ہم نے سنا ہے وہ بیاں ہو نہیں سکتا
حال دل افسردہ کا کیوں ان کو یقیں ہو

زندے پہ تو مردے کا گماں ہو نہیں سکتا
جب دل سے نکالوں تو یہی کہتی ہے حسرت

مہمان سے خالی یہ مکاں ہو نہیں سکتا
جو دل میں تمہارے ہے وہی ہے مرے دل میں

میں کہہ دوں اگر تم سے بیاں ہو نہیں سکتا
دل مانگ کے شرمندہ عبث کرتے ہو مجھ کو

کیا اس کے نہ ہونے کا گماں ہو نہیں سکتا
کیوں ہاتھ پہ تم ہاتھ دھرے بیٹھے ہو خاموش

کیا تھک گئے اب قتل جہاں ہو نہیں سکتا

کیا جانیے کس شے کی محبت میں کمی ہے
پورا اثر آہ و فغاں ہو نہیں سکتا
جو تم پہ یقیں ہے وہ یقیں ہٹ نہیں سکتا
جو تم پہ گماں ہے وہ گماں ہو نہیں سکتا
گر دفتر غم روز سناتا ہوں انہیں میں
پھر بھی یہ کہوں گا کہ بیاں ہو نہیں سکتا
اے داغ تمہیں وصل کی تدبیر بتا دی
تقدیر کا ذمہ تو یہاں ہو نہیں سکتا

5

کیا دوں اسے کچھ پاس دکھائی نہیں دیتا
کیوں مجھ کو خدا ساری خدائی نہیں دیتا
جس شخص کو تو درد جدائی نہیں دیتا
ایسا کوئی دنیا میں دکھائی نہیں دیتا
کیا پاس در یار دکھائی نہیں دیتا
تقدیر کو اللہ رسائی نہیں دیتا
جو معرکہ عشق میں ہو میرے مقابل
ایسا تو کوئی مجھ کو دکھائی نہیں دیتا
صیاد کو گر رحم بھی آیا تو کروں کیا
یہ شوق اسیری تو رہائی نہیں دیتا
کیا غیر چھپائے گا ترا راز محبت
اوچھے کو خدا اتنی سمائی نہیں دیتا
فریاد مری سن کے یہ کہتا ہے وہ کافر
اللہ کے گھر جا کے دہائی نہیں دیتا
وہ غیر کے پھندے میں ہیں میں دام میں ان کے
ایک ایک کو دونوں میں رہائی نہیں دیتا
میں پاؤں پر ان کے جوگراڈر کے وہ بولے

اندھا ہے ارے تجھ کو دکھائی نہیں دیتا؟

دل لے کے کسے دینے لگے مجھ سے تو پوچھو
خیرات کوئی چیز پرائی نہیں دیتا

کس طرح سنوں عذر ستم اس کی زباں سے
کچھ شور قیامت میں سنائی نہیں دیتا

آتا تو نہ ہو وصل کا پیغام ادھر سے
کچھ آج مزا درد جدائی نہیں دیتا

قسمت ہی میں زاہد کے ہیں دن رات کے فاقے
کیا پیر مغاں روزہ کشائی نہیں دیتا

بخشے گئے محشر میں گنہ گار محبت
زاہد تجھے کیا دن کو دکھائی نہیں دیتے

گر آج قیامت ہے تو میں داد طلب ہوں
دھوکا تو مجھے روز جدائی نہیں دیتا

گر آج قیامت ہے تو میں داد طلب ہوں
دھوکا تو مجھے روز جدائی نہیں دیتا

تعریف عدو کر کے عبث داد طلب ہو
کوئی صلہ ہرزہ درائی نہیں دیتا

جب خوب بھرا پھوٹ بہا آبلہ دل
تسکین یہ بے چشم نمائی نہیں دیتا

کہتا ہے زمانے سے برا مجھ کو وہ ظالم
کس کس کو مری لکھ کے برائی نہیں دیتا

چھبتی ہوئی کہتا ہوں تو ہو جاتے ہو خاموش
معلوم ہوا تم کو سنائی نہیں دیتا

میں آتش دل عشق میں کیا خاک بجھاؤں
فرصت ہی ترا دست حنائی نہیں دیتا

کس طرح سے ہو مور سلیماں کے برابر
چھوٹوں کو خدا اتنی بڑائی نہیں دیتا

تم اس سے طلب کرتے ہو اے داغ دل اپنا
جو لے کے کبھی چیز پرائی نہیں دیتا

6

لے کے دل وہ چھیڑ سے کچھ کہہ گیا
دیکھتے کا دیکھتا میں رہ گیا
میں نہ کہتا تھا کہ دل لے لو مرا
عاقبت وہ خون ہو کر بہہ گیا
چاند سے چہرے پہ کیوں ڈالی نقاب
چاند یہ کیسا گہن میں گہہ گیا
اس قدر گردش میں تھا میرا غبار
ساتھ پھر کر آسماں رہ رہ گیا
گالیاں بھی جھڑکیاں بھی تم نے دیں
اور دینے کے لئے کیا رہ گیا
مجھ کو جو سننا تھا میں نے سن لیا
اس کو جو کہنا تھا منہ پر کہہ گیا
ہائے میری خستگی و ماندگی
چل دیا سب قافلہ میں رہ گیا
اور ناصح کو کڑی میں نے کہی
ایک جب چبھتی ہوئی وہ سہہ گیا
جب سے وہ رہنے لگے ہیں بے نقاب
روز و شب کا نور مہر و مہ گیا
عاشقوں سے عشق چھپتا ہے کہیں
پھوٹ کر جب روئے، دریا بہہ گیا
داغ سے اٹھا نہ اک رشک رقیب
جو ستم سہنے کے تھے وہ سہہ گیا

محفل سے تیری خوش نہ گیا آ کے جو گیا
ہر نامراد اپنے نصیبوں کو رو گیا
صبر و قرار ہو ہوش گئے دل بھی کھو گیا
جو کچھ مرے نصیب کا ہونا تھا ہو گیا
دل نامراد یاس سے ویرانہ ہو گیا
اب ولولہ جو شوق کا تھا وہ بھی لو گیا
برپا اگرچہ نوح کا طوفان ہو گیا
افسوس ہے کہ داغ محبت نہ دھو گیا
کمبخت یہ بھی دے نہ سکا رات بھر کا ساتھ
میں جاگتا رہا شب غم، بخت سو گیا
کی گفتگو یار بڑی آب و تاب سے
قاصد تو بات بات میں موتی پرو گیا
عاشق میں درد پوچھئے معشوق سے ذرا
جب مل گئے تو دونوں کا دل ایک ہو گیا
اتنا گناہ گار ہے افشائے عشق میں
آنسو نکل کے دامن مژگاں بھگو گیا
اس انجمن کی سیر سے بھرتا ہے دل کہیں
حسرت نصیب وہ ہے یہاں آ کے جو گیا
درد غم فراق سے رہتی تھی دل لگی
کتنا بڑا رفیق جدا مجھ سے ہو گیا
دل کو محیط عشق سے چاہا نکالنا
ہم کو بھی ساتھ ڈوبنے والا ڈبو گیا
مجھ سے ہوا تمام نہ افسانہ عشق کا
وہ جاگتے رہے، مجھے نیند آئی، سو گیا
آ کر شب فراق مری موت ہو گئی
روز وصال جا کے گیا وقت ہو گیا
آتا تھا کوئی نشے صہبا میں ڈوب کر

ملتے ہی آنکھ رنگ میں اپنے ڈبو گیا
ہم مٹ گئے مگر خلش دل نہ مٹ سکی
کانٹے ہمارے حق میں ترا عشق بو گیا
اس رخ کے پاس حسن کی دولت کہاں رہی
اتنے دیئے ہیں بوسے کہ محتاج ہو گیا
کن حسرتوں کا کشتہ ہوں اللہ رے بے کسی
آ کر مرے جنازے پہ دشمن بھی رو گیا
یہ بھی نزول رحمت باری کی شان ہے
وہ دشمن وفا مری میت پہ رو گیا
اے اہل بزم اتنی مدد چاہتا ہوں میں
جب وہ خفا ہو مجھ کو چھپا کر کہو، گیا
جب یہ سنا کہ ہو گیا اچھا مریض عشق
بولے وہ ہاتھ مار کے زانو پہ سو گیا
سودا و میر و ذوق ہوں یا سوز و درد ہوں
اس کا کہاں جواب ہے ان میں سے جو گیا
اے داغ عشق آفت جہاں ہے ذرا سنبھل کر
دو دن میں کیا سے کیا یہ ترا حال ہو گیا

8

لب عشق بیمار پہ کھولا نہیں جاتا
دم بند مسیحا کا ہے بولا نہیں جاتا
تدبیر اگر لاکھ کرے عقدہ کشائی
تقدیر کا عقدہ کبھی کھولا نہیں جاتا
مقدار میں ہے کوہ گراں بار محبت
یہ بوجھ کسی طرح سے تولا نہیں جاتا
پھولوں میں کبھی تلتے تھے وہ اف ری نزاکت
اب ان کو نگاہوں میں بھی تولا نہیں جاتا

دروازے کی زنجیر تو کھلتی نہیں تم سے
کیا روزن دیوار بھی کھولا نہیں جاتا

یوسف کی بھی تصویر، اس بت کی بھی تصویر
سچ یہ ہے کہ ایمان سے بولا نہیں جاتا

اس شوخ دغا باز کا کھلتا نہیں کچھ بھید
جب تک اسے باتوں میں ٹٹولا نہیں جاتا

گھل مل کے پلاتے ہو رقیبوں کو تو ساغر
کیا میرے لئے زہر بھی گھولا نہیں جاتا

مے خانے سے نکلا ہے خم دختر رز کیوں
زاہد کے تو گھر آج یہ ڈولا نہیں جاتا

جب دیکھئے دل کوچہ قاتل میں ہے موجود
کس روز یہ نادان یہ بھولا نہیں جاتا

رکھ دے مرے سینے پہ کوئی دست حنائی
مرہم سے تو اس کا پھپھولا نہیں جاتا

ساقی نہ مرے دل کو جلا آتش تر سے
شورے میں صراحی کو جھکولا نہیں جاتا

اس زور اس شور سے قاصد تو چلا ہے
یوں جلد کبھی توپ کا گولا نہیں جاتا

گرتے ہیں جو اے داغ زمیں پر گہر اشک
ان موتیوں کو خاک میں رولا نہیں جاتا

9

کر گیا تاثیر نالہ بلبل ناشاد کا
ہاتھ لینا، پاؤں اب جمتا نہیں صیاد کا

سب نے دیکھا کچھ اثر اس آخری فریاد کا
وہ ذرا سا منہ نکل آیا مرے جلاد کا

سنتے ہیں گلچیں سے جھگڑا ہو گیا صیاد کا

ہم صفیرو آج موقع ہے مبارک باد کا
یہ کہاں نقشہ جو دیکھا عاشق ناشاد کا
درد کا یہ دل نہیں، یہ منہ نہیں فریاد کا
پاس اپنے کا ہے اپنے کو ریاض دہر میں
سرو کو ہے سرو کا، شمشاد کو شمشاد کا
اشک لے تحت الثریٰ کو نالہ پہنچے عرش تک
کیا زمیں تانبے کی ہے، کیا آسماں فولاد کا
کیوں اجازت کے لئے دیکھا ادھر ہنگام قتل
بس چلے تو خون پی جاؤں ابھی جلاد کا
چرخ ہے یا وہ ستم گر اور کس کا نام لوں
اس ستم ایجاد کا یا اس ستم ایجاد کا
ہم تو وحشت میں چلے دیوار زنداں پھاند کر
جس کو رہنا ہو رہے وہ منتظر میعاد کا
کارتیشہ بے ستوں کے واسطے اک کھیل تھا
کام وہ تھا کام آخر کر دیا فرہاد کا
چلتے چلتے یہ خزاں سے کہہ گئی باد بہار
خاک میں ملنا نہ دیکھا جائے گا اولاد کا
رحم کے قابل ہوئی ایسی مری دیوانگی
موم کی زنجیر ہو کہتا ہے دل حداد کا
گر پڑا میں حشر میں اس فتنہ گر کے پاؤں پر
یہ عجب افتاد ہے، قائل ہوں اس افتاد کا
بھول کو پوچھا اگر مجھ کو تو وہ پھر بھول تھی
یاد سے پوچھو تو پھر کیا پوچھنا اس یاد کا
چوکتا ہے دل کوئی جب بے تعلق ہو گیا
لاکھ میں منہ بند ہوتا ہے کہیں آزاد کا
باد صر صر نے بچا لیا آشیان عندلیب
ایک جھوکے میں ادھر منہ پھر گیا صیاد کا

عاشقوں کی خانہ ویرانی سے تھی اس کو غرض
پہلے پتھر جس نے رکھا عشق کی بنیاد کا

دل اگر چاہے کہ روکوں کب رکے طفل سرشک
آج کل کرتے ہیں لڑکے سامنا استاد کا

داور محشر کے آگے اس نے گھبرا کر کہا
داغ کوتاہی نہ کر یہ وقت ہے امداد کا

10

پَر نہ باندھے، پاؤں باندھا بلبل ناشاد کا
کھیل کے دن ہیں، لڑکپن ہے ابھی صیاد کا

خاتمہ جو آج کے دن تھا تری بیداد کا
شور محشر کو بھی غل سمجھا مبارک باد کا

بس ٹھہر اے بے قراری دم نہیں فریاد کا
درد بھی آرام کرتا ہے دل ناشاد کا

غیر کے مرنے سے ابھی اندیشہ مجھ کو ہو گیا
فیصلہ کر دے نہ یہ فتنہ عدم آباد کا

یا سروہی دست قاتل میں نہیں یا سر نہیں
یا ہمارا دم گیا یا خنجر فولاد کا

خون نا حق رنگ لایا ہے دم مشق ستم
ہاتھ جھوٹا پڑ گیا آخر مرے جلاد کا

جیتے جی اہل سخن سے داد لی اشعار کی
زندگی میں میں نے سب حق دے دیا اولاد کا

تم کو میری جان کی، ایمان کی اپنے قسم
حوصلہ باقی نہ رہ جائے کسی بیداد کا

مجھ کو دیوانہ سمجھ کر ڈالتا تھا بیڑیاں
ہاتھ میں میرے گریباں آ گیا حداد کا

بے بلائے جا کے اس محفل میں نہ پوچھیں گے ہم

وہ کہاں ہے بھولنے والا ہماری یاد کا
ہو گیا تھا کس قدر بے آب جوئے شیر سے
خون میں فرہاد کے تیشہ بجھا فرہاد کا
اہل زنداں کو بھی رحم آتا ہے میرے حال پر
روز اک اک روز گنتے ہیں مری معیاد کا
کیا تغافل کیا جفا یہ بھی سہی وہ بھی سہی
پڑ گیا دل کو مزا ظالم تری بیداد کا
اس سے بڑھ کر اور ہو گی خانہ ویرانی بھی کیا
ہے ہوا پر سایہ میرے خانہ برباد کا
برگ گل کی قدر کچھ عاشق کی نظروں میں نہیں
اس سے پر ملتا کہاں ہے بلبل ناشاد کا
پرورش اتنے اسیروں کی کوئی آسان ہے
ایک دن جی چھوٹ جائے گا مرے صیاد کا
سنگ مقناطیس بھی ہر چند ہے آہن ربا
جذب دل سے دیکھ کھچا خنجر فولاد کا
ہاتھ دل پر، آہ لب پر، آنکھ سے آنسو رواں
اب تو یہ نقشہ ہے تیرے عاشق ناشاد کا
ذبح کر ڈالا ہے اک اک سخت جاں کو ڈھونڈ کر
آج کل ہے تیز لوہا خنجر فولاد کا
خار خار نا امیدی نے دکھایا ہے مجھے
دھجیاں ہو ہو کے اڑنا دامن فولاد کا
خود مصور لوٹ جائے شوخ صورت ہی وہی
اس کی شوخی کھینچ لے یہ منہ نہیں بہزاد کا
شاہ آصف جاہ نے کی داغ اک عالم کی قدر
حیدر آباد اب نمونہ ہے جہاں آباد کا

ہو اثر اتنا سوز نالہ فریاد کا
ہم تماشا دیکھ لیں گھر پھونک کر صیاد کا
اس کے قامت سے ہوا ہے سامنا شمشاد کا
یہ نیا ہے معرکہ آزاد سے آزاد کا
کون سا صدمہ بتاؤں اس دل ناشاد کا
درد کا، ارمان کا، آزار کا، بیداد کا
کوہ میں جب شور ہو تو گونج اٹھتا ہے پہاڑ
یہ اثر باقی ہے اب تک ماتم فرہاد کا
رحم آتا ہے ہجوم اہل محشر پر مجھے
ایک ہی نالہ کا ہے یہ ایک ہی فریاد کا
پوچھنا جو کچھ ہو جلدی پوچھ لے روز حساب
مجھ کو دھڑکا ہے الٰہی اس ستم ایجاد کا
سایہ بھی میرا الٰہی کوئے قاتل میں نہیں
رشک ہے کیوں کون میرے ساتھ ہو ہمزاد کا
آدمی کے واسطے قید علائق ہے ضرور
حضرت آدم کو لایا سلسلہ اولاد کا
اور کچھ تم سے نہیں میں چاہتا روز جزا
اتنا کہہ دینا یہ عاشق تھا مری بیداد کا
کوندتی ہے آشیاں پر آج بجلی بے طرح
ہم وہیں ہوتے جو ہوتا پاس گھر صیاد کا
مجھ سے نفرت کس قدر ہے اس بت بے مہر کو
گنجفے میں بھی ورق رکھا نہ میری یاد کا
زہر کھا کر سو رہوں یا وصل کا طالب رہوں
حکم کیا ہوتا ہے، میں ہوں منتظر ارشاد کا
گل رخوں کا عشق بعد مرگ بھی چھپتا نہیں
روح عاشق میں ہے عالم نکہت برباد کا
مجھ سے ظالم نے کہا انگلی اٹھا کر سوے چرخ

اس سے کہیے سننے والا ہے وہی فریاد کا
نوحہ گر ہے آنکھ پر دل، آنکھ دل پر اشکبار
پڑ گیا ہے پیٹنا ناشاد کو ناشاد کا
آسماں بے مہر، وہ بت سنگ دل، تو بے نیاز
کون پرساں ہے الٰہی عاشق ناشاد کا
جب کہی ناصح نے بات اگلے ہی وقتوں کی کہی
آدمی دیکھا نہیں اس عمر میں اس اد کا
ایک شیریں اور دو عاشق پھر اتنا ان میں فرق
جبر کیا خسرو کا تھا، کیا صبر تھا فرہاد کا
وقت نظارہ ہوئے ہیں پار سب تیر نگاہ
دیکھ چھلنی ہو گیا ہے آئینہ فولاد کا
ذکر میرا اس بہانے سے نہ ظالم نے سنا
بزم میں ہے بدشگونی تذکرہ ناشاد کا
بات پیدا کر نئی، انداز پیدا کر نیا
اے ستم ایجاد اس میں لطف ہے ایجاد کا
لب اثر آئے دعا میں غیر کی ممکن نہیں
کچھ مرے نالے کا حصہ کچھ مری فریاد کا
وعدہ جھوٹا کر لیا، چلئے تسلی ہو گئی
ہے ذرا سی بات خوش کرنا دل ناشاد کا
دونوں لب دو کام دیں جب عاشقی کا لطف ہے
ایک خاموشی کا حصہ، ایک ہو فریاد کا
کہہ گئے وہ پھر ملیں گے، کب ملیں گے کیا خبر
اس کی کیا معیاد ہے، وعدہ ہے کس معیاد کا
دفن سے پہلے ہی سی دیں منہ مرا میرے عزیز
بے مروت سے کل اندیشہ ہے فریاد کا
یہ بہار داغ ہے گلزار ابراہیم کی
ذوق کہتے ہیں جسے ہے فیض اس استاد کا

عاشق ہوا ہوں ایک بت رشک ماہ کا
اللہ تو ہے بخشنے والا گناہ کا
ڈنکا بجا ہے چار طرف واہ واہ کا
ملک سخن ہے آصف عالم پناہ کا
یہ طور دل چرا کے ہوا اس نگاہ کا
جیسے قسم کے وقت ہو جھوٹے گواہ کا
دونوں طرف لگی ہو مزہ جب ہے آہ کا
دونوں طرف ہو لاگ مزہ جب ہے چاہ کا
کیا کر سکے کوئی ستم و لطف کی تمیز
بجلی کا کوندنا ہے وہ پھرنا نگاہ کا
سرتاج بانک پن کی اداؤں کا ہو گیا
تھوڑی کجی کے ساتھ وہ گوشہ کلاہ کا
دو دن ہی میں مزاج تمہارا بدل گیا
کیوں جی! یہی قرار ہوا تھا نباہ کا؟
دل مضطرب ہے پھیر دے سفاک تو چھری
چین جبیں کا واسطہ، صدقہ نگاہ کا
کوچے میں تیرے عرصہ محشر کو ڈھونڈتا
بہتا پھرا ہے خون کسی بے گناہ کا
وہ تم کہ بھاگتے تھے لڑائی کے نام سے
کس طرح آ گیا یہ لڑانا نگاہ کا
یہ چال بھی نئی ہے خود بن کے با وفا
اقرار نامہ لیتے ہیں مجھ سے نباہ کا
کہتے ہیں جس کو تخم محبت جہان میں
اک دانہ میرے دل کی ہے کشت تباہ کا
سوتا نہیں یہ دیدہ بیدار رات بھر

اے کاش پاسباں ہو تری خواب گاہ کا
بے درد کو نصیب ہے سوز و گداز کب
بے درد کو مزا ہی نہیں دل کی چاہ کا
آتا ہے اب تو ضعف میں آنسو بھی اس طرح
جیسے مسافر آئے تھکا ماندہ راہ کا
لے لوں بلائیں اپنے بھی بخت سیاہ کی
سایہ پڑے اگر تیری زلف سیاہ کا
یہ بات تیر لگتی ہے ان کو اگر کبھی
کرتا ہے کوئی ذکر مری آہ آہ کا
تار نگاہ و سوزن مژگاں سے حشر میں
منہ سی دیا نہ تم نے کسی داد خواہ کا
دل دیں گے ہم تو حضرت ناصح ہزار بار
دینا نہیں ہے آپ کے کچھ قبلہ گاہ کا
جو راہ اختیار کرو، دل ہے راہ بر
معلوم اس کو حال ہے سب راہ راہ کا
اتنا مزا تو شعر میں ہو جس سے ہم سنیں
یا شور آہ آہ کا، یا واہ واہ کا
اے داغ داغ عشق کی تعریف کیا لکھوں
یہ آفتاب ہے مرے روز سیاہ کا

13

ہمارا دل ہے جیسا ناصبور ایسا نہیں ہوتا
کوئی نزدیک ایسا ہو کے دور ایسا نہیں ہوتا
جھکی پڑتی ہیں آنکھیں رات بھر جاگے ہو تم بے شک
جوانی کے تو نشے کا سرور ایسا نہیں ہوتا
پری ہو، حور ہو، یوسف ہو، آخر کیا کہیں تم کو
کسی کو حسن پر اپنے غرور ایسا نہیں ہوتا

حسینوں میں وہ اپنے حسن پر دعوے سے کہتے ہیں
نہیں ہوتا، نہیں ہوتا، ضرور ایسا نہیں ہوتا

کیا شکر جفا پر قتل مجھ کو اس ستم گر نے
سزا ایسی نہیں ہوتی، قصور ایسا نہیں ہوتا

کیا تھا ہم نے بھی جرم محبت بخشوانے کو
زمانے میں کسی سے کیا قصور ایسا نہیں ہوتا؟

جھلکتی ہے خط عارض پہ اس کے روشنی کیسی
نرالا حسن ہے سائے میں نور ایسا نہیں ہوتا

تمہیں اے ناصح مشفق فرشتہ ہم تو جانیں گے
کسی انسان کا فہم و شعور ایسا نہیں ہوتا

سوال وصل پریوں اس نے ٹالا مجھ کو ہنس ہنس کر
یہاں ہے پاک صحبت اب سے دور ایسا نہیں ہوتا

کسی کو اپنا کر رکھے، کسی کا ہو رہے کوئی
کہیں دنیا میں کیا اے رشک حور ایسا نہیں ہوتا

تجلی جلوہ گر لاکھوں حجابوں میں بھی ہوتی ہے
چھپائے سے چھپے رنگ ظہور ایسا نہیں ہوتا

وہ مست ناز پھر جوش شباب اس کا کوئی دیکھے
کہ مے کش نشہ صہبا میں چور ایسا نہیں ہوتا

جمال یار کے دیکھے سے جو ہوتی ہے کیفیت
کبھی دل کو سرور، آنکھوں میں نور ایسا نہیں ہوتا

یہ کس نے کہہ دیا عاشق تمہیں بدنام کرتے ہیں
کبھی ایسے غلاموں سے قصور ایسا نہیں ہوتا

بشر وہ کام کرتا ہے، فرشتے کر نہیں سکتے
کہ جو ہوتا ہے اس سے دور دور ایسا نہیں ہوتا

تری آنکھیں ہیں مست ناز ورنہ شہ مے کا
خمار ایسا نہیں ہوتا، سرور ایسا نہیں ہوتا

وہ دل میں داغ سے جلتے بھی ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں

کوئی انسان پیدا دور دور ایسا نہیں ہوتا

14

یوں تو دنیا نے زمانے کا تماشا دیکھا
منصفی شرط ہے ہم نے تمہیں کیسا دیکھا
آ گیا دیدۂ خوں بار میں دل کا ٹکڑا
مردم چشم میں بھی خال سویدا دیکھا
غیر کی شکل دکھائی نہ خدا نے مجھ کو
شکر ہے آج اسے خواب میں تنہا دیکھا
کمر یار کو دیکھا تو عدم دیکھ لیا
نظر آیا دہن یار تو عنقا دیکھا
سینکڑوں لوٹ گئے ایک شارے میں ترے
آج ہم نے تری شوخی کا تماشا دیکھا
الاماں قہر الٰہی تھا وہ اس کا غصہ
آج قاتل نے نہ اپنا نہ پرایا دیکھا
طور پر جاؤں جو میں آئیں صدائیں پیہم
ہم نے ایسا نہ کوئی دیکھنے والا دیکھا
اپنے بیمار محبت کی نہ پوچھو حالت
پھر دکھائے نہ خدا حال کچھ ایسا دیکھا
آسماں یہ بھی گویا ترے عاشق کے لئے
بخت واژوں کو نہ اس کے کبھی سیدھا دیکھا
دل بے تاب! کلیجے سے لگا لوں تجھ کو
دیر تکا س نے تڑپنے کا تماشا دیکھا
کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا یہ طلسم دنیا
جو سنا ہم نے اور جو دیکھا دیکھا
داغ نے جب یہ کہا داغ جگر دیکھا بھی
جل کے وہ کہنے لگے تیرا کلیجا دیکھا

عذر ان کی زبان سے نکلا
تیر گویا کمان سے نکلا

وہ چھلاوا اس آن سے نکلا
الاماں ہر زبان سے نکلا

خار حسرت بیان سے نکلا
دل کا کانٹا زبان سے نکلا

فتنہ گر کیا مکان سے نکلا
آسماں آسمان سے نکلا

آ گیا غش نگاہ دیکھتے ہی
مدعا کب زبان سے نکلا

کھا گئے تھے وفا کا دھوکا ہم
جھوٹ سچ امتحان سے نکلا

دل میں رہنے نہ دوں ترا شکوہ
دل میں آیا زبان سے نکلا

اک جہاں ہم نے دیکھ ڈالا
تو نرالا جہان سے نکلا

ہے تو یوں عاشقی کا نام برا
مر مٹوں کے نشان سے نکلا

وہم آتے ہیں دیکھیے کیا ہو
وہ اکیلا مکان سے نکلا

تم برستے رہے سر محفل
کچھ بھی میری زبان سے نکلا؟

سچ تو یہ ہے معاملہ دل کا
باہر اپنے گمان سے نکلا

اس کو آیت حدیث کیا سمجھیں

جو تمہاری زبان سے نکلا

پڑ گیا جو زباں سے تیری حرف
پھر نہ اپنے مکان سے نکلا

دیکھ کر روئے یار، صلی علیٰ
بے تحاشا زبان سے نکلا

لو قیامت اب آئی، وہ کافر
بن بنا کر مکان سے نکلا

مر گئے ہم مگر ترا ارمان
دل سے نکلا نہ جان سے نکلا

رہ رو راہ عشق تھے لاکھوں
آگے میں کاروان سے نکلا

سمجھو پتھر کی تم لکیر اسے
جو ہماری زبان سے نکلا

بزم سے تم کو لے کے جائیں گے
کام کب پھول پان سے نکلا

کیا مروت ہے ناوک دل دوز
پہلے ہرگز نہ جان سے نکلا

تیرے دیوانوں کا بھی لشکر آج
کس تجمل سے، شان سے نکلا

مڑ کے دیکھا تو میں نے کب دیکھا
دور جب پاسبان سے نکلا

وہ ملے لب تمہارے وعدے پر
وہ تمہاری زبان سے نکلا

اس کی بانکی ادا نے جب مارا
دم مرا آن تان سے نکلا

میرے آنسو کی اس نے کی تعریف
خوب موتی یہ کان سے نکلا

ہم کھڑے تم سے باتیں کرتے تھے
غیر کیوں درمیان سے نکلا
ذکر اہل وفا کا جب آیا
داغ ان کی زبان سے نکلا

16

میرے بخت سیہ نے کام کیا
صبح محشر کو بھی جو شام کیا
بے گنہ تو نے قتل عام کیا
واہ! شاباش! خوب کام کیا
قبر پر اس نے جب خرام کیا
بے نشانی نے میرا نام کیا
ہو کے مایوس شاد کام ہے دل
اس نکمے نے خوب کام کیا
حور کے نام سے ہے رشک تمھیں
ہم نے جنت ہی کو سلام کیا
پھر وہی ذکر غیر ہوتا ہے
پھر وہی آپ نے کلام کیا
دل پریشان ہو کے نکلا تھا
کیا خبر کس جگہ قیام کیا
میرے شکووں میں گزری وصل کی شب
اس نے باتوں میں دن تمام کیا
آتے آتے یہاں نزاکت سے
کہیے کس کس جگہ مقام کیا
کوئی عاشق نہ ہو کہ سنتے ہیں
اس نے آزاد اک غلام کیا
رات دن تیری پردہ داری نے

تجھ کو رسوائے خاص و عام کیا
پائمالوں کے دل سے پوچھ ذرا
تو نے کیا کیا دم خرام کیا
یہ بھی اعجاز ہے کہ اس بت نے
دہن تنگ سے کلام کیا
پینے والوں سے قرض کب اترا
کب ادا ہم نے دام دام کیا
مے کدے میں وظیفہ پڑھ پڑھ کر
ختم ہم نے مہ صیام کیا
رہنے بھی دے یقین ہے مجھ کو
تو نے قاصد ادا پیام کیا
آج کیوں باغ باغ ہے صیاد
کس کو اس نے اسیر دام کیا
ہم نے کہتے تھے سب کہیں گے حال
نہ کیا ہم نے یا تمام کیا
مسکراہٹ لبوں کی کہتی ہے
غیر سے آپ نے کلام کیا
آنے پاتا نہیں کوئی عاشق
خوب محفل کا انتظام کیا
یاد تھی اس کے مصحف رخ کی
ہم نے قرآن یوں تمام کیا
حق تعالیٰ کی یہ عنایت ہے
داغ کو خادم نظام کیا

زلف نے دل اسیر دام کیا
بال باندھا مجھے غلام کیا

عشق بازی میں دل نے کام کیا
لاکھوں کاموں کا ایک کام کیا

ابھی حجت تمام بھی نہ ہوئی
تو نے قصہ مرا تمام کیا

ہوش آتے ہی بن گیا سفاک
یہی اس نے شروع کام کیا

زلف موئے کمر میں الجھی ہے
خوب عنقا اسیر دام کیا

بندہ پرور ہی جب نہ تو ٹھہرا
بندگی کو تری سلام کیا

بخشئے بخشئے کہ میں نے قصور
جو نہ کرنا تھا، لا کلام کیا

سب نے جانا کہ ہم سے کہتا ہے
اس نے جب ایک سے کلام کیا

اس سے کیا فائدہ دکھا کے جھلک
حشر برپا جو زیر بام کیا

مٹتے مٹتے مٹانے والوں میں
تیرے نقش قدم نے نام کیا

تیری تصویر تھی تصور میں
آج آنکھوں کا دل نے کام کیا

جور نے، ظلم نے، تغافل نے
تم کو کس کس نے نیک نام کیا

بات تجھ سے کرے تو ہم جانیں
جس نے اللہ سے کلام کیا

کسی بے درد کا مقام ہے یہ
درد نے دل میں کیوں مقام کیا

آ گئے اور بھی حسیں دل میں

تم نے گھر کا نہ انتظام کیا
بھیج کر خط یہ مجھ کو آیا رشک
اس نے قاصد سے کیوں کلام کیا
تو نے صیاد غم کھلا کے مجھے
آب و دانہ مرا حرام کیا
داغ نے تم سے کی وفاداری
اور دشمن کا تم نے نام کیا

18

بدمستی شباب میں فکر مال کیا
ایسے میں سوجھتا ہے حرام و حلال کیا
مل جائے مفت، ہے یہ تمہارا خیال کیا
دل کو سمجھ لیا کسی مردے کا مال کیا؟
آتا نہیں زبان پہ حرف سوال کیا
اتنی سی بات کا تمہیں اتنا ملال کیا
سکتہ نہ جس کو دیکھ کے ہو وہ جمال کیا
آئینے کو تو دیکھئے ہے اس کا حال کیا
آ کر یہاں بندھا ہے تمہیں یہ خیال کیا
ہو گا غم فراق میں دشمن کا حال کیا
بعد فنا بھی چین مجھے دو گے یا نہیں
تم نے بنا لیا مرے ماتم میں حال کیا
وہ چپکے چپکے کہتے ہیں وقت خرام ناز
آ جائے گی ہر ایک کو یہ چال ڈھال کیا
یہ ہے کوئی بات کہ محشر اٹھایئے
آتا ہے تم کو بیٹھے بٹھائے خیال کیا
دشنام دے رہے ہیں وہ عرض وصال پر
ان کا جواب کیا ہے، ہمارا سوال کیا

گو ہاتھ ٹوٹ جائیں، زبان قطع ہو، مگر
ہو گی ادا نہ آنکھ سے طرز سوال کیا

پیر مغاں سے آپ ملے تھے جناب شیخ
فرمایئے تو ہے مرے مرشد کا حال کیا؟

ہو آیئے تو حضرت واعظ یہ جانئے
جنت کا حال کیا ہے، جہنم کا حال کیا

مدت کے بعد آئے تو دو چار دن رہو
جاتا رہے گا چار گھڑی میں ملال کیا

کچھ چھائیاں ہمیں نظر آتی ہیں خیر ہے
رکھا تھا تم نے غیر کے زانو پہ گال کیا؟

دو چار سوچ لیجئے پہلو جواب کے
کچھ آپ سہل سمجھے ہیں میرا سوال کیا

دل مانگتے نہیں مجھے محتاج جان کر
سچ ہے کرے فقیر سے کوئی سوال کیا

دیکھیں، مہ صیام میں یہ چاند عید کا
ساقی کے ناخنوں میں نہیں ہے ہلال کیا

اکھڑا ہے دم مرا تو یہ حکمت ہے چارہ گر
دل پر سے اڑ نہ جائے گی گرد ملال کیا

اک آن میں بدلتی ہے اس کا رہے خیال
کیا جانیں آپ، ہے مری نیت کا حال کیا

انسان آرزو ترے ملنے کی کیا کرے
امکان میں نہ ہو تو نہیں ہے محال کیا

کچھ کچھ نگاہ شرم میں تیزی بھی چاہیۓ
دل ہو گا ایسی کند چھری سے حلال کیا

یہ کیا کہا کہ تجھ کو تو ناحق کا رشک ہے
میرے رقیب کر گئے سب انتقال کیا

تھم تھم کے چلئے تیزی رفتار ہے بری

کوئی ہوا کی چال سے ہو پائمال کیا
پتھر کے بت کو لاکھ بنائے کوئی حسیں
جب جان ہی نہیں تو وہ حسن و جمال کیا
کھولا جو خط مرا تو سیاہی چپک گئی
گھبرا کے لکھ دیا انہیں حرف وصال کیا
کھٹک ہوا ہوں روز کا برتاؤ دیکھ کر
یہ ڈھنگ ہیں تمہارے تو لطف وصال کیا
مدت کے بعد ہم سے ملے ہو، کہو تو کچھ
پیدا کیا ہے اتنے دنوں میں کمال کیا
انسان کیا فرشتہ تو پہچان لے مجھے
جاتی رہے گی حشر میں تغیر حال کیا
کہنے لگے وہ داغ کی وحشت کو دیکھ کر
دیکھے تو کوئی اس نے بنایا ہے حال کیا

19

اشارہ اس نگہ کا روح افزا ہو نہیں سکتا
کہ جادوگر سے اعجاز مسیحا ہو نہیں سکتا
وہ دنیا تھی کہ ہم کو دیکھ کر تم منہ چھپاتے تھے
یہ محشر ہے یہاں عاشق سے پردا ہو نہیں سکتا
عوض دل کے وہی دینا پڑے گا ان کو جا مانگوں
وہ جھگڑا کر نہیں سکتے، یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا
شکایت دوست کر سکتے ہیں تیری، کر نہیں سکتے
کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے، ایسا ہو نہیں سکتا
الٰہی کیا قیامت میں بنے گی داد خواہوں پر
وہ فرماتے ہیں کیا دعوے پہ دعوا ہو نہیں سکتا
جوانی کے ہیں دن کر لو وفا لے لو دعا ہم سے
موافق ہر زمانے میں زمانا ہو نہیں سکتا

زہے قسمت کہ اس نے وصل کی شب مہرباں ہو کر
کیا احسان ایسا جس کا بدلا ہو نہیں سکتا

پڑا تھا غیر کی گردن میں کیا کچھ ہم سے تو کہیے
یہ کیسا درد ہے، کیوں ہاتھ سیدھا ہو نہیں سکتا

بگڑ جاتی ہے عادت، بے وفائی آ ہی جاتی ہے
تمہارا ہو کے پھر یہ دل ہمارا ہو نہیں سکتا

گئے وہ اٹھ کے پہلو سے تو یہ کہتے گئے مجھ سے
ذرا سا صبر کر لو، تم سے اتنا ہو نہیں سکتا

ہمیں بھی نامہ بر کے ساتھ جانا تھا بہت چوکے
نہ سمجھے ہم کہ ایسا کام تنہا ہو نہیں سکتا

محبت آدمی سے آدمی کو ہو ہی جاتی ہے
جو کر رکھے تو کیا کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

عجب حیرت میں ہوں کیوں کر بتاؤں میں زمانے میں
کہ ہو سکتا ہے تجھ سا اور تجھ سا ہو نہیں سکتا

الٰہی کیوں غم فرقت میں ہم مر مر کے جیتے ہیں
کہ دنیا میں تو کوئی مر کے زندہ ہو نہیں سکتا

لیا تھا دیکھنے کو دل انہوں نے، اب انہیں دیتے
مرا یہ حال ہے مجھ سے تقاضا ہو نہیں سکتا

مرے پاس وفا کی کاش تم مقدار ٹھہرا لو
کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہے، اتنا ہو نہیں سکتا

بگاڑے سے تو بن جاتے ہیں سب اپنے بھی بیگانے
بنا لینے سے کیا بیگانہ اپنا ہو نہیں سکتا

ہوئے نا آشنا ایسے کہ تم سے اب مرے حق میں
برا بھی ہو نہیں سکتا جو اچھا ہو نہیں سکتا

ادا تیری ادا کیا کر سکے گا خوب رو کوئی
ستم بھی تو زمانے سے نرالا ہو نہیں سکتا

محبت میں پڑے ہیں ایسے ایسے پیچ آ آ کر

کہ اپنی زندگی میں طے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا
ہم ان کی آتش فرقت میں جل جائیں کہ مر جائیں
کسی صورت کلیجا ان کا ٹھنڈا ہو نہیں سکتا
سوال وصل پر اے داغ دل کی رہ گئی دل میں
کہا منہ پھیر کر ظالم نے "ایسا ہو نہیں سکتا"

20

وصل میں جھوٹی تسلی کے سوا کیا ہو گا
بہت اچھا، بہت اچھا، بہت اچھا ہو گا
دل افسردہ کا جب حال بیاں ان سے کیا
پھول کومل کے کہا ہاتھ میں ایسا ہو گا
نگہ شوق کی خواہش کو سمجھ لو دل میں
ورنہ دو چار گھڑی بعد تقاضا ہو گا
تم کسی کے نہ ہوئے ہو، نہ کسی کے ہو گے
دل کسی کا نہ ہوا ہے، نہ کسی کا ہو گا
خوبیاں داغ کی جب اس نے سنیں سن کے کہا
کیا غرض ہم کو، وہ اپنے لئے اچھا ہو گا

21

چلے گی داور محشر کے آگے دو بدو کیا کیا
کہوں گا تجھ کو میں کیا کیا، کہے گا مجھ کو تو کیا کیا
ہوئے ہیں عشق میں عشاق رسوا چار سو کیا کیا
مٹی ہے آبرو والوں کی اس میں آبرو کیا کیا
یہ ہے شوق شہادت دیکھتے ہی شکل قاتل کی
مری رگ رگ سے دیکھو پھوٹ نکلا ہے لہو کیا کیا
کسی کے ناز نے مارا ہے مجھ کو یہ علامت ہے
رہے گی قبر پر میری بہار ناز بو کیا کیا
نہ کہتے ہی بن آتی ہے نہ رکھتے ہی بن آتی ہے

ہمارے دل ہی دل میں پھر رہی ہے آرزو کیا کیا

وہ مے کش ہوں چلا جب پی پلا کر بزم ساقی سے
مرا دامن پکڑنے کو بڑھا دست سبو کیا کیا

کوئی جلسہ نہیں چھٹتا، کوئی محفل نہیں چھٹتی
کیا کرتے ہیں ہم پھر پھر کے اس کی جستجو کیا کیا

جو تو ہو مہرباں سب مہرباں ہوں یہ مثل سچ ہے
ہمارے دوست بنتے ہیں کئی دن سے عدو کیا کیا

دم رخصت جگایا مجھ کو دامن کی ہوا دے کر
بجھا ہے صبح ہوتے ہی چراغ آرزو کیا کیا

جفا بھی کرتے جاتے ہیں وہ ڈر کر پوچھتے بھی ہیں
مرے شکوے کرے گا داور محشر سے تو کیا کیا

وہ کہتے ہیں کہ اس میں خون کی دو چار بوندیں ہیں
کھلائے گا ہمیں مہمان رکھ کر دل میں تو کیا کیا

کبھی گر مل گئی مے تشنگی میں ایک چلو بھی
بڑھا ہے چلوؤں میرے بدن میں پھر لہو کیا کیا

نمازیں عالم مستی میں ہم نے ساتھ زاہد کے
ادا کیں با وضو کیا کیا، پڑھی ہیں بے وضو کیا کیا

شہیدوں کے لیے زیبا ہیں اے قاتل یہی زیور
ترے شمشیر و خنجر ہوتے ہیں زیب گلو کیا کیا

تپش سے، درد سے، نالوں سے فرقت میں نہیں فرصت
مزے لیتا ہے دل کیا کیا، جگر کیا کیا، گلو کیا کیا

الٰہی عاشقی میں ہم بڑے تقدیر والے ہیں
سنے ہیں خوش گلو کیا کیا، چنے ہیں خوبرو کیا کیا

در اندازوں کے کہنے پر نہ جاؤ تم، وہ کہتے ہیں
ہمارے روبرو کیا کیا، تمہارے روبرو کیا کیا

کوئی جانے تو کیا جانے کہ یہ ہیں راز کی باتیں
رہی ہے دل ہی دل میں میری ان کی گفتگو کیا کیا

رہی ہے داغ پر کیسی عنایت شاہ آصف کی
نکالی آرزو کیا کیا، بڑھائی آبرو کیا کیا

ردیف بائے فارسی

22

سرور ہر دوسرا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
شافع روز جزا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
ہادی راہ خدا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
کعبے کا قبلہ نما ہے بخدا کون؟ کہ آپ
یا نبیؐ آپ پہ اللہ نے بھیجی ہے درود
لائق صل علا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
انبیاء جتنے ہوئے صاحب رتبہ ہی ہوئے
سب سے رتبے میں سوا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
آپ کے نام کا لینا ہے شفا کا باعث
درد مندوں کی دوا ہے بکدا کون؟ کہ آپ
صبر ایوبؑ بھی تھا گریہ یعقوبؑ بھی تھا
کان تسلیم و رضا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
اللہ رے کیا شان ہے محبوبی کی
اور محبوب خدا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
آپ کے دم ہی سے تھی بات قم عیسیٰ کی
خضر کا راہ نما ہے بخدا کون؟ کہ آپ
یا محمدؐ مری کشتی کو لگا دیجئے پار
ناخدا بہر خدا ہے بخدا کون؟ کہ آپ
سبب کن فیکون آپ ہی کی ذات ہوئی
باعث ارض و سما ہے بخدا کون؟ کہ آپ
آپ کے ہاتھ میں ہے عقدہ کشائی اس کی
داغ کا عقدہ کشا ہے بخدا کون؟ کہ آپ

23

نظر میں چھپ گئی اس گل عذار کی صورت
یہ پھول بھی تو کھٹکتا ہے خار کی صورت
دکھائی غیر کو اس پردہ دار کی صورت
یہ تو نے کیا مرے پروردگار کی صورت
یوں ہی جو سینے پہ ہو گی ابھار کی صورت
یہ سیب پھوٹ نہ پڑیں گے انار کی صورت
طبیعت ان کی لڑکپن سے تھی جفا کی طرف
الف بھی لکھتے تھے مکتب میں دار کی صورت
خوشی سے کہتے ہیں یہ بھی مرا ہی عاشق تھا
وہ دیکھتے ہیں نئی جس مزار کی صورت
وہ آنکھ غیرت نرگس، وہ پھول سے رخسار
وہ کس بہار کا نقشہ بہار کی صورت
کئے ہیں حضرت زاہد نے خم کے خم خالی
بنا کے آئے ہیں اب روزہ دار کی صورت
اشارہ ہے مری جانب سے اب تو (کذا)
بنا کے بھیجی ہے خط میں مزار کی صورت
ستم شریک ہوا کون ایک لطف کے ساتھ
بدل گئی ستم روزگار کی صورت
تمہارے حسن کی لینی ہے داد آئینے سے
کہ اس نے دیکھی ہے اچھی ہزار کی صورت
وہ میں ہوں سوختہ قسمت کہ میرے گلشن میں
چلی نسیم دل شعلہ بار کی صورت
کہا جو میں نے انہیں بدگماں تو کہتے ہیں
نکالیں آپ مرے اعتبار کی صورت

جھٹک جھٹک کے وہ دامن کو اپنے دیکھتے ہیں
مٹی مٹی مرے مشت غبار کی صورت

پسند کیوں نہ ہو بجلی کا کوندنا ان کو
تڑپ رہی ہے دل بے قرار کی صورت

ہمارے ساتھ تم آئینہ دیکھو خلوت میں
جو چاہتے ہو نظر آئے چار کی صورت

نکل رہے ہیں مرے دل کے شعلے مرقد سے
مزار بھی ہے چراغ مزار کی صورت

یہ کس قدر مرے صیاد کو ہے استغنا
شکار کر کے نہ دیکھی شکار کی صورت

مجھے نہ حشر میں پہچانتا، جو برسوں تک
نہ بھولے دیکھی ہوئی ایک بار کی صورت

جناب داغ کی توبہ کا پھر ٹھکانا کیا
نظر جب آئے بت بادہ خوار کی صورت

ردیف رائے مہملہ

24

بیان کس سے کروں ماجرائے درد جگر
جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہائے درد جگر

وہ بیٹھیں کاش میرے دہنے پہلو میں
اسی علاج سے تسکین پائے درد جگر

مرے طبیب کو مشکل پہ سخت مشکل ہے
دوائے سوزش دل، پھر دوائے درد جگر

کیسے دماغ کے احسان چارہ گر کے اٹھائے
یہی نا! موت ہے بس انتہائے درد جگر

تمہارے دست تسلی سے درد دل جو مٹے
تمہارے قدموں پہ مجھ کو لٹائے درد جگر

اس انجمن میں اگر جم کے بیٹھ بھی جاؤں
ہزار مرتبہ اٹھ کر اٹھائے درد جگر
جو درد دل میں گرفتار تھا ترا بیمار
وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلائے درد جگر
ہمارے منہ کو کلیجا اسی دم آتا ہے
اسے سناتے ہیں جب ماجرائے درد جگر
کسے نصیب ہو ایسا مقام رہنے کو
مرے جگر پہ نہ کیوں لوٹ جائے درد جگر
زمیں غزل کی یہ ہے داغ! یا شفاخانہ
سنا نہ کان سے ہم نے سوائے درد جگر

25

مضطرب ہوں کبھی گھر میں کبھی مضطر باہر
اندر اندر کبھی پھرنا کبھی باہر باہر
فتنہ گر سینے میں دل اور وہ دلبر باہر
یہ قیامت ہے مری جان پہ اندر باہر
دل بے تاب پہ تم دست تسلی رکھ دو
مجھ کو ڈر ہے نہ نکل جائے تڑپ کر باہر
بھر گیا ان کا مکاں روز کی تحریروں سے
بے پڑھے پھینک دیا شوق کا دفتر باہر
داغ دل، زخم جگر دیکھ لیں وہ ساتھ کے ساتھ
کاش دونوں ہی نکل آئیں برابر برابر
بے قراری کے ہیں مضمون بہت اے قاصد
خط لفافے سے نہ اڑ جائے نکل کر باہر
اہل جنت پہ کرے عشق قیامت برپا
آئے دوزخ سے جو اک دن کو وہ کافر باہر
جلوہ بے تاب جو ہوتا ہے تو کب چھپتا ہے

بجلیاں کوندتی ہیں پردے کے اندر باہر
غیر نے اس کا یہاں بھی نہیں پیچھا چھوڑا
کر دے محشر سے اسے داور محشر! باہر
خون سینے کا مرے دل پہ جھلک آتا ہے
عشق کی چوٹ ابھر آتی ہے اکثر باہر
صدمہ ہجر قیامت ہے الٰہی توبہ!
روح پھرتی ہے مری قبر سے باہر باہر
صبح سے شام اس امید میں ہو جاتی ہے
منہ نکالیں گے وہ غرفے سے مقرر باہر
مدعا یہ ہے کہ مشتاق سر اپنا پھوڑیں
گھر سے وہ پھینک دیا کرتے ہیں پتھر باہر
گل کو کیا رتبہ ہے نازک بدنی سے اس کی
جو کبھی اوس میں بیٹھے نہ گھڑی بھر باہر
شکوۂ غیر پہ اس نے جو کئے عذر بہت
نہ ہوا جیب خجالت سے مرا سر باہر
دیکھتے ہی مجھے محفل میں انہیں تاب کہاں
خود کھڑے ہو گئے کہتے ہوئے باہر باہر
مژۂ یار سے حیرت نہ ہو کیوں کر مجھ کو
کہ یہی دل میں مرے ہے یہی خنجر باہر
دل لگی ہو تو کہیں داغ کا دل بھی بہلے
اس کو یکساں ہے جدائی میں تری گھر باہر

26

بے قراری سے کہاں تک پھروں اندر باہر
تو ہی پہلو سے نکل جا دل مضطر باہر
پہرے بیٹھے ہیں وہاں غیروں کے اندر باہر
روز ہم پھر کے چلے آتے ہیں باہر باہر

دل تو کیا مال ہے سر دینے کو حاضر ہو جائے
حکم سے تیرے نہیں عاشق مضطر باہر
عشق کا حکم ہے دل ہی میں رہے فوج الم
چھاؤنی چھائے نہ اس طرح کا لشکر باہر
آج دیکھا جو صنم خانے کو زاہد نے کہا
نہ گیا ہند سے اس کا کوئی پتھر باہر
نہیں ملتا مرے پہلو میں ٹھکانا دل کا
ڈھونڈ مارا نگہ یار نے اندر باہر
ہم اسیروں کو خبر کیا ہے کدھر آئی بہار
نکہت گل بھی پھرا کرتی ہے باہر باہر
اب تو در تک بھی نہیں ضعف سے ہم جا سکتے
وہ گئے دن جو لگا آتے تھے چکر باہر
اعتبار ان کو انہیں اپنے بھی دربانوں کا
خود ٹہلتے ہوئے دیکھ اانہیں اکثر باہر
اس نے ٹھکرا کر مری قبر کو جھنجھلا کے کہا
حشر کے روز نکل آئے گا کیوں کر باہر
آئینہ رو یوں کو دیکھے ترے کوچے میں آ کر
نہ ہو اس آئینہ خانے سے سکندر باہر
تشنہ آب شہادت مجھے تو رکھتا ہے
اپنے دم سے ہے نہ تلوار، نہ خنجر باہر
غیر پر غصہ دلاتا نہیں اس وجہ سے میں
اپنے جامے سے نہ ہو جائے وہ دلبر باہر
آج کیا ہے جو نکلوائے گئے گھر سے رقیب
اور دربانوں سے پھکوا دیئے بستر باہر
میں سراپا ہوں خجالت پس مردن یارو
پاؤں باہر ہوں کفن سے، نہ مرا سر باہر
آخر انسان ہیں گھبرا گئے مشتاقوں سے

اب رہا کرتے ہیں وہ شہر سے اکثر باہر
تاک کر خط وہ لئے تیر و کماں بیٹھے ہیں
مارا مارا مرا پھرتا ہے کبوتر باہر
بے وفا سارے حسینان وطن ہیں اے داغ
آزمائیں گے کہیں اپنا مقدر باہر

27

پھر شب غم نے مجھے شکل دکھائی کیوں کر
یہ بلا گھر سے نکالی ہوئی آئی کیوں کر
کٹ سکے سختی ایام جدائی کیوں کر
غیر کو آئے الٰہی مری آئی کیوں کر
تو نے کی غیر سے کل میری برائی کیوں کر
گر نہ تھی دل میں تو لب پر ترے آئی کیوں کر
نہ کہوں گا، نہ کہوں گا، نہ کہوں گا ہرگز
جا کے اس بزم میں شامت مری آئی کیوں کر
کھل گئی بات جب ان کی تو وہ یہ پوچھتے ہیں
منہ سے نکلی ہوئی ہوتی ہے پرائی کیوں کر
داد خواہوں سے وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی تو سنیں
دو گے تم حشر میں سب مل کے دہائی کیوں کر
تم دل آزار و ستم گر نہیں میں نے مانا
مان جائی گی اسے ساری خدائی کیوں کر
ناگہاں شکوۂ بیداد تو کر بیٹھے ہم
اب یہ ہے فکر کریں ان سے صفائی کیوں کر
آب میں بھی تو رہی آتش تر کی تیزی
آگ پانی میں یہ ساقی نے لگائی کیوں کر
اللہ اللہ بتوں کو ہے یہ دست قدرت
ان کی مٹھی میں رہی ساری خدائی کیوں کر

وہ یہاں آئیں، وہاں غیر کا گھر ہو برباد
اس طرح سے ہو صفائی میں صفائی کیوں کر
مجلس وعظ کو دیکھا تو کہاں رندوں نے
ہو گی اس بھیڑ کی جنت میں سمائی کیوں کر
آئینہ دیکھ کر وہ کہنے لگے آپ ہی آپ
ایسے اچھے کی کرے کوئی برائی کیوں کر
کثرت رنج و الم سن کے یہ الزام ملا
اتنے سے دل میں ہے اتنوں کی سمائی کیوں کر
اس نے صدقے میں کئے آج ہزاروں آزاد
دیکھئے ہوتی ہے عاشق کی رہائی کیوں کر
داغ کو مہر کہا اشک کو دریا ہم نے
اور پھر کرتے ہیں چھوٹوں کی بڑائی کیوں کر
داغ کل تک تو دعا آپ کی مقبول نہ تھی
آج منہ مانگی مراد آپ نے پائی کیوں کر

28

سکتہ ہے مجھ کو کوچہ دل دار دیکھ کر
دیوار بن گیا در و دیوار دیکھ کر
دیکھا نہ اور کچھ رخ دلدار دیکھ کر
آنکھیں سفید ہو گئیں رخسار دیکھ کر
لگتی ہے آگ جوش خریدار دیکھ کر
جلتا ہوں تیری گرمی بازار دیکھ کر
آنکھیں چرا رہے ہیں وہ ہر بار دیکھ کر
ہشیار ہو گئے مجھے ہشیار دیکھ کر
ٹھوکر بھی راہ عشق میں کھانی ضرور ہے
چلتا نہیں ہوں راہ کو ہموار دیکھ کر
آئیں نہ کاش میری عیادت کے واسطے

ڈر جائیں گے وہ صورت بیمار دیکھ کر
آئندہ حسن یار خدا جانے کیا کرے
دو چار سن کے مر گئے، دو چار دیکھ کر
تم بھی دکھا کے تابش رخسار خوش ہوئے
یا میں ہی غش ہوں جلوۂ دیدار دیکھ کر
ہر دل عزیز ہونے کی گھاتیں یہی تو ہیں
دیکھا مجھے بھی جانب اغیار دیکھ کر
مجھ بادہ کش کے واسطے کوثر میں کیا بچا
جی بجھ گیا ہے مجمع مے خوار دیکھ کر
جی چاہتا ہے جس کو کہوں خاک چارہ گر
دیتا ہے کون خواہش بیمار دیکھ کر
جب ہاتھ کو ہو مشق تو سر تاکتا ہے کون
مشتاق کب لگاتے ہیں تلوار دیکھ کر
دم کھچ کے آ گیا ہے مری چشم شوق میں
قاتل کھچی ہوئی تری تلوار دیکھ کر
کس بانکپن سے کوئے حسیناں میں ہے گزر
چل نکلے ہم بھی آپ کی رفتار دیکھ کر
افسوس جنس دل کی نہ کچھ ہم نے قدر کی
کرنا تھا مول چشم خریدار دیکھ کر
ہو گی ہماری کثرت عصیاں ہی سے نجات
آئے گا اس کو رحم گنہ گار دیکھ کر
دے دو فلک کو رکھ لو قیامت کے واسطے
تقسیم کر دو فتنہ رفتار دیکھ کر
دل میں نہیں ہے کینہ الٰہی تو وجہ کیا
کیوں دیکھتے ہیں مجھ کو وہ تلوار دیکھ کر
اب تاک جھانک کا بھی مزا ضعف سے گیا
آنسو بھرائے روزن دیوار دیکھ کر

اب گردش فلک کا طریقہ ہی اور ہے
آنکھیں کھلیں زمانے کی رفتار دیکھ کر
کٹتی ہے ہجر یار میں اوقات اس طرح
کوئی کتاب یا کوئی اخبار دیکھ کر
معشوق کا اگرچہ ہے شیوہ ستم گری
لیکن برے بھلے کو مرے یار دیکھ کر
احباب کوئے یار سے کیا لائیں داغ کو
وہ تو پھسل پڑا در و دیوار دیکھ کر

29

ہمہ تن داغ ہیں عشق پر ارماں دو چار
ان کی محفل میں یہ ہیں سرو چراغاں دو چار
نظر آتے نہیں دس بیس میں انساں دو چار
تو دکھا دے ہمیں اے گردش دوراں دو چار
ایک دل، اس میں کھٹکتے ہوئے ارماں دو چار
لاکھ تیروں کے برابر ہیں یہ پیکاں دو چار
جانے پائے گا نہ کوئی تمہیں ہو گا یہ ثواب
تم بٹھانا در دوزخ پہ بھی درباں دو چار
سخت جاں کیسے وہ عاشق تھے الٰہی توبہ
کہ گزاری ہیں جنھوں نے شب ہجراں دو چار
عشق کھلنے ہی لگا، دیکھئے کیا ہوتا ہے
اشک آنے ہی لگا تا سر مژگاں دو چار
بدنصیبوں کی جراحت کے یہ کام آئیں گے
شور بختی سے مری بھر لو نمک داں دو چار
دشت وحشت سے ہے اک معرکہ ہونے والا
باندھ لوں گوشہ دامن میں گریباں دو چار
خوب رویوں کے دہن خضر نے کب دیکھے ہیں

روز ملتے ہیں ہمیں چشمہ حیواں دو چار
دل لگے گا ترے دیوانوں کا جنت میں کہاں
مول لے لیں جو ملیں ان کو بیاباں دو چار
اس سے کیا بڑھ کے نتیجہ ہے وفاداری کا
میرے دس بیس ہیں خواہاں ترے خواہاں دو چار
چشم کو ناز ہوا گل یہ کھلائے میں نے
اشک پر خوں جو ہوئے زیب گریباں دو چار
ایک عاشق کو وہ الزام اگر دیتے ہیں
خود بخود ہوتے ہیں سن سن کے پشیماں دو چار
دل آشفتہ کا مذکور ہے یا قصہ زلف
جمع ہو جاتے ہیں جس وقت پریشاں دو چار
آتے آتے وہ رقیبوں سے نہ الجھے ہوں کہیں
کہ لے آتے ہیں مٹھی میں گریباں دو چار
آپ کے گھر میں فرشتے تو نہیں نازل ہوتے
بھیس بدلے ہوئے بیٹھے تھے جو مہماں دو چار
ذرے ذرے سے عیاں ایک پریشانی ہے
کیا تری راہ سے گزرے ہیں پریشاں دو چار
سینکڑوں طالب دیدار وہاں جائیں تو کیا
روک لیتے ہیں ہزاروں کو بھی درباں دو چار
ان کو اندیشہ ہے پھر جی نہ اٹھیں میرے شہید
پھیرے کر لیتے ہیں تا گور غریباں دو چار
لڑ ہی جاتی ہے کہیں آنکھ، برا لپکا ہے
ساتھ میرے بھی رہیں ان کے نگہباں دو چار
ہو گئی دیکھئے کیسی مری میت ہلکی
دل سے نکلے ہیں دم مرگ جو ارماں دو چار
حضرت داغ سے چھٹتا ہی نہیں بت خانہ
چل کے سمجھائیں انہیں آج مسلماں دو چار

30

وہ ہوئے مہربان دشمن پر
چھٹی پڑے آسمان دشمن پر
جان اس بے وفا کو ہم نے دی
جس کی جاتی ہے جان دشمن پر
اپنی پہچان کو قیامت میں
کیجیے کچھ نشان دشمن پر
بہت اچھی ہے آپ کی تلوار
کیجیے امتحان دشمن پر
لوگ کہتے ہیں کیا؟ سنو تو سہی
جھک پڑا اک جہان دشمن پر
کس کی محفل میں یہ ہوئی عزت
کیا برستی ہے شان دشمن پر
تم نے بھی کچھ سنا؟ کہ ہے چرچا
غش ہے اک نوجوان دشمن پر
اب برسنے لگے وہ ہم پر بھی
کھل گئی ہے زبان دشمن پر؟
داغ تم دل کو دوست سمجھے ہو
دوستی کا گمان دشمن پر؟

31

ہر بات شب ہجر رہی ذہن نشیں اور
وہم اور، خیال اور، گمان اور، یقیں اور
میت بھی ہماری نہ رہی کوچے میں ان کے
وہ کہتے ہیں رکھو اسے لے جا کے کہیں اور
ہم ایک کے پابند محبت نہیں ہوتے
ہے رنگ طبیعت کا کہیں اور، کہیں اور

تلوار تھا دل کے لئے ابرو کا اشارہ
ہے تیز چھری اس پہ تری چین جبیں اور
آرام تہہ خاک مجھے خاک نہ ہو گا
پیدا جو نہ ہو گی مرے مدفن کی زمیں اور
دنیا کو کئے دیتے ہیں دونوں تہ و بالا
اللہ! بنا ایک فلک، ایک زمیں اور
وہ کون سی خوبی ہے جو دنیا میں نہیں ہے
کیا کون و مکاں کے ہے سوا خلد بریں اور؟
وحشت نہ ہو جا کر کہیں جنت میں الٰہی
ہے آب و ہوا اور، مکاں اور، مکیں اور
مشکل ہے کہ میں منزل مقصود کو پہنچوں
بڑھ جاتی ہے تاثیر سے قدموں کی زمیں اور
انسان فرشتہ نہ بنے گا کبھی واعظ
یہ فرش نشیں اور ہے، وہ عرش نشیں اور
قبضہ کئے بیٹھے ہیں مرے گھر پہ یہ کہہ کر
مل جائے گی بدلے میں زمیں تجھ کو کہیں اور
کچھ حسرت دیدار پہ موقوف نہیں تھا
ارماں رہا مجھ کو دم باز پسیں اور
دل دوسرا دینے کے لئے لاؤں کہاں سے
اے داغ وہ کہتے ہیں یہ درکار نہیں، اور

یا رب ہوں بہت تنگ، بدل چرخ و زمیں اور
یا پھینک دے دنیا سے نکلوا کے کہیں اور
صورت کو تری دیکھ کے یاد آتی ہے اس کی
آنکھوں میں مری پھرتی ہے اک شکل حسیں اور
مسجد سے ہیں بت خانے کے انداز نرالے

در اور ہے، سر اور ہے، سنگ اور، جبیں اور
زخمِ دلِ مجروح میں زلفوں نے بھرا مشک
چھڑکے گا نمک اس پہ وہ حسنِ تمکیں اور
اللہ کا گھر کعبے کو سب کہتے ہیں لیکن
دیتا ہے پتا اور، وہ ملتا ہے کہیں اور
حوروں کی تمنا نہیں اے حضرتِ واعظ
ہم تاک میں جس کی ہیں وہ ہے پردہ نشیں اور
امید شفاعت ہے مجھے روزِ قیامت
ارمان نہیں اس کے سوا اے شہہِ دیں اور
یہ در ہے یہ سر ہے یہیں ہم جان بھی دیں گے
کیا جائیں گے مرنے کے لئے اٹھ کے کہیں اور
وہ آج بدلتے ہیں نیا سنگِ در اپنا
سجدے کے لئے چاہئے مجھ کو بھی جبیں اور
ہوتے ہیں بہت دفن گراں بارِ محبت
اک شاخ نکالے گی نئی گلو زمیں اور
غصہ ہے بری چیز، برا کہنے سے اس کو
روکا اگر اک بات پہ، سو اس نے کہیں اور
مجھ کو نہیں ملتا، نہیں ملتا، نہیں ملتا
بہتر ہے تمہیں ڈھونڈ دو اپنا سا حسیں اور
خوش ہیں کہ وہاں خاک میں ملنے کے نہیں ہم
دنیا کی زمیں اور ہے، محشر کی زمیں اور
اس وہم سے وہ داغ کو مرنے نہیں دیتے
معشوق نہ مل جائے اسے زیرِ زمیں اور

نازکی سے قدم اپنا وہ اٹھائیں کیوں کر
میرے دل میں اگر آئیں بھی تو آئیں کیوں کر

دیکھ کر مجمع عشاق وہ بولے ڈر کر
مجھ کو چھوڑیں گی الٰہی یہ بلائیں کیونکر
نہ ہیں ناوک نہ ہیں برچھی نہ کٹاری نہ چھری
دل میں چبھتی ہیں وہ نظریں، وہ ادائیں کیونکر
ہم کو آتے ہیں جو انداز وفا، کیا حاصل
وہ نہیں سیکھتے ہم ان کو سکھائیں کیوں کر
مست کے ہاتھ لگے چیز تو کب چھٹتی ہے
دل کو چھوڑیں تری مستانہ ادائیں کیوں کر
دل ہی پہلو میں نہیں بوسے کی قیمت کیا دیں
مال جب پاس نہ ہو، مول لگائیں کیوں کر
غیر بھی ساتھ ہی سائے کی طرح رہتے ہیں
اپنی آنکھیں ترے قدموں میں بچھائیں کیوں کر
جور کے واسطے ہے تاب و تواں بھی درکار
ہو کے نازک وہ مرے دل کو ستائیں کیوں کر
شام سے فکر ہمیں صبح شب وصل کی ہے
وہ اگر جائیں تو ہم آپ میں آئیں کیوں کر
عمر کا اپنی گھٹانا تو بہت آساں ہے
غصہ بڑھ جائے تمہارا تو گھٹائیں کیوں کر
کچھ ٹھکانا بھی ہے اس بے سرو سامانی کا
کس طرح کون سے دن ان کو بلائیں کیوں کر
چھیڑ سے وہ تو خفا ہو گئے اب فکر یہ ہے
کہ منا کر انہیں ہم عید منائیں کیوں کر
وعدہ سچا ہی سہی یہ تو بتا دو ہم کو
ہم تمہیں حشر کے دن ڈھونڈ کے پائیں کیوں کر
تجھ کو دنیا کی نہیں فکر، سمجھ اے واعظ
دل لگی کی ہے جگہ دل نہ لگائیں کیوں کر
کیفیت خواب پریشاں کی نہ پوچھو ہم سے

کس کو دیکھا ہے کہاں، نام بتائیں کیوں کر

بعد میرے وہ رقیبوں میں بہل جائیں گے

یاد آئیں گی انہیں میری وفائیں کیوں کر

مہربانی تو کرو، پھر یہ تماشا دیکھو

جو وفادار ہیں کرتے ہیں وفائیں کیوں کر

راز دل گر نہ کہیں اپنی زباں سے نہ کہیں

مہر ہم چشم سخن گو یہ لگائیں کیوں کر

مہرباں ہو کے ستمگر وہ ہوئے جاتے ہیں

پھیر لیں عرش سے ہم اپنی دعائیں کیوں کر

اک نظر دیکھتے ہی ان کے گئے ہوش و حواس

کھوئے جاتے ہوں جو ایسے انہیں پائیں کیوں کر

توبہ کرتے ہیں کہیں ایسی طبیعت والے

حضرت داغ قسم عشق کی کھائیں کیوں کر

ردیف فا

34

ذرا سی دیر کرو امتحان کی تکلیف

اٹھاؤ میرے لئے اک آن کی تکلیف

بیان کیسے کریں اپنی جان کی تکلیف

ہماری جان پہ ہے اک جہان کی تکلیف

تمہاری بزم میں بھولے سے میں چلا آیا

کرو نہ میرے لئے پھول پان کی تکلیف

وہ ماجرائے شب ہجر سن کے روئے بہت

ذرا سی میں نے جو اپنی بیان کی تکلیف

تری نگہ نے دل تنگ میں جگہ کی ہے

نہ دیکھی جائے گی اس مہمان کی تکلیف

تمام رات اسے کس لئے جگاتے ہو

تمھیں ہے مد نظر پاسبان کی تکلیف
حضور دیں گے تمھیں چند روز میں اے داغ
اٹھاؤ اور کوئی دن مکان کی تکلیف

ردیف لام

35

جب تری دل سے اتر جاتا ہے دل
جیتے جی کم بخت مر جاتا ہے دل
یاس ہوتی ہے تو مر جاتا ہے دل
میں سمجھتا ہوں ٹھہر جاتا ہے دل
کون سا آرام پایا آج تک
کیا کروں، جائے اگر جاتا ہے دل
ان پری رویوں کی صورت دیکھ کر
آدمیت سے گزر جاتا ہے دل
جب سماتا ہے ترا اس میں غرور
اپنے آپے سے گزر جاتا ہے دل
راہ میں کعبہ بھی ہے، بت خانہ بھی
دیکھئے لے کر کدھر جاتا ہے دل
غیر پر پڑنے لگی آنکھ آپ کی
لیجئے جلدی خبر، جاتا ہے دل
کیا بتاؤں جستجوئے یار میں
چھوڑ کر مجھ کو کدھر جاتا ہے دل
برچھیاں کھا کر ادا و ناز کی
سینکڑوں میں نام کر جاتا ہے دل
کھینچتے ہیں وہ تو چشم یاس سے
دیکھتا مجھ کو ادھر جاتا ہے دل
کس کی نبھتی ہے ہمیشہ رسم و راہ

چار دن میں داغ بھر جاتا ہے دل

گلگشت میں جو دیکھے ہیں گل پیرہن کے پھول
پھولے نہیں سماتے خوشی سے چمن کے پھول
گل چیں کے ہاتھ آئے عروسِ چمن کے پھول
یا رب کسے نصیب ہوئے اس دُلہن کے پھول
کھل جائیں آنکھیں دیکھتے ہی اس چمن کے پھول
رضواں کو ہم دکھائیں جو باغِ دکن کے پھول
وہ خوش ہوئے جو کانوں میں اپنے پہن کے پھول
اترا رہے ہیں یاسمن و نسترن کے پھول
جھڑتے ہیں پھول منہ سے تری بات بات میں
ان کو سخن کے پھول کہوں یا چمن کے پھول
کہسار میں بہار جو ہے لالہ زار کی
یہ سمجھن گئے ہیں خونِ سرِ کوہ کن کے پھول
حسرت ہے یہ نہ کیوں دلِ افسردہ جا ملا
دیکھے جو باسی بار میں اس گل بدن کے پھول
اس گل بدن کی یاد دلانے کے واسطے
شب کو ستارے بن گئے چرخِ کہن کے پھول
جھونکا تھا ہائے بادِ خزاں کا کہ قہر تھا
نکہت کے ساتھ اڑ گئے سارے چمن کے پھول
حوروں کو میں سنگھاؤں کا باغِ بہشت میں
رکھنا مرے کفن میں کچھ اس انجمن کے پھول
نظروں میں تولتے ہیں اسی وجہ سے انہیں
ہوتے ہیں عضو ہر بتِ نازک بدن کے پھول
کیا گل کھلائے ہیں تری تیغِ نگاہ نے
زخمِ جگر بہار دکھاتے ہیں بن کے پھول

تلوے فگار دیکھ کے کانٹوں سے بارہا
غربت میں یاد آئے ہیں باغ وطن کے پھول
گل گشت کو جو باغ میں جائے وہ رشک گل
بلبل بھی اس پہ صدقے کرے سب چمن کے پھول
انسان خوبرو ہوں تو حوروں سے کم نہیں
یہ اس چمن کے پھول ہیں وہ اس چمن کے پھول
دامن بھریں گے ان سے فرشتے بھی واعظو
طوبیٰ کے کیا کریں جو ہوئے لاکھ من کے پھول
اے عندلیب کل یہ خوشی ہے، نہ یہ بہار
غافل نہ آج رنگ یہ رنگیں چمن کے پھول
سیب ذقن حسینوں کے، پھر اس پہ گل سے گال
کس روپ کے ثمر ہیں یہ، کیسی پھبن کے پھول
دنیا سے لیا گیا ہوں بہت داغ آرزو
بڑھ کر ہیں میری قبر سے اندر کفن کے پھول
گل ہائے نخل طور کی تعریف اس قدر
ہاں ہوں گے جیسے ہوتے ہیں نخل کہن کے پھول
میرے سرشک خوں کی نہ کیوں کر بہار ہو
یہ دل کی لاگ کے ہیں، یہ دل کی لگن کے پھول
کیسی سدا بہار حسینوں کی ہے بہار
کس باغ کے نہال ہیں یہ کس چمن کے پھول
گلبن بنا دیا تن مجروح کو مرے
سوفار لال لال ہیں ناوک فگن کے پھول
وہ رند پاک مشرب و صافی نہاد ہوں
آتی ہے درد بھی مرے ساغر میں بن کے پھول
اس رشک گل کو دیکھ کے ایسا اڑا ہے رنگ
گویا ہوئے ہیں لالہ و گل یاسمن کی پھول
روشن ستارے چادر شب میں ہیں نقرئی

تیرے دوپٹے میں یہ سنہری کرن کے پھول
مسجد میں آ رہی ہے یہ خوشبو دل فریب
لایا ہے کوئی بت کدۂ برہمن کے پھول
اے داغ روشنی ہے خدا داد طبع میں
بجھتے نہیں ہیں میرے چراغ سخن کے پھول

37

وہ ہم نہیں تو رہا کون سے حساب میں دل
کہاں سے لائیں جو تھا عالم شباب میں دل
ازل کے روز سے کم بخت ہے عذاب میں دل
خدا نے مجھ کو دیا تھا بڑے عتاب میں دل
پڑا ہے برق تجلی سے اضطراب میں دل
قصور آنکھ کا تھا، آ گیا عذاب میں دل
ہمارے شوق شہادت کی یوں کھنچے تصویر
ادھر جواب میں خنجر ادھر جواب میں دل
اٹھے جو صبح کو سینے پہ ہاتھ رکھے تم
تڑپتا لوٹتا دیکھا ہے کوئی خواب میں دل
یکایک آتے ہی آتے جو رک گئے آنسو
نہ آ گیا ہو کہیں دیدہ پر آب میں دل
وہ دل لگی بھی کوئی دل لگی ہے جس میں رہے
نہ اضطراب میں دلبر، نہ اضطراب میں دل
پلا دی مل کے کسی چشم مست نے ایسی
ہمیشہ چور رہا نشہ شراب میں دل
کہا مرا دل پر داغ دیکھ کر اس نے
یہ آفتاب ہے دل میں کہ آفتاب میں دل
ہزار وہم بندھے ایک ان کے وعدے سے
عجیب طرح کا ہے آج پیچ و تاب میں دل

وہ آنکھ چور ہے ایسی، چرا کے لے جائے
چھپا ہوا ہو اگر سینکڑوں حجاب میں دل
مزا تو جب ہے کہ یوں سامنے کی چوٹیں ہو
نہ ہو حجاب میں دلبر، نہ ہو حجاب میں دل
تجھے خبر نہیں دل چیز کیا ہے اے ناصح
ترے فرشتوں نے دیکھا نہ ہو گا خواب میں دل
ستم اٹھائے، مصیبت اٹھائی، غم کھائے
خراب حال رہا ہستی خراب میں دل
خدا کے واسطے پہلو میں میرے آ بیٹھو
نکل نہ جائے کہیں جوش اضطراب میں دل
کسی کی شوخ طبیعت جو یاد آتی ہے
تو دیکھ لیتے ہیں ہم فرط اضطراب میں دل
لگی ہوئی ہے کچھ ایسی کہ بجھ نہیں سکتی
نہیں عذاب جہنم سے کم عذاب میں دل
اسے وہیں وہ دل آزار چاک کرتا ہے
جو دیکھ لیتا ہے رکھا کسی کتاب میں دل
گھرا ہے دود جگر یا ہے ابر روز فراق
تڑپ رہی ہے یہ بجلی کہ ہے سحاب میں دل
وہ بزم ناز ہے، جانا وہاں سنبھل کر داغ
وگرنہ ہاتھ سے جائے گا اضطراب میں دل

ردیف م

38

غم سے کہیں نجات ملے چین پائیں ہم
دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم
جنت میں جائیں ہم کہ جہنم میں جائیں ہم
مل جائے تو کہیں نہ کہیں تجھ کو پائیں ہم

جوف فلک میں خاک بھی لذت نہیں رہی
جی چاہتا ہے تیری جفائیں اٹھائیں ہم

ڈر ہے نہ بھول جائے وہ سفاک روز حشر
دنیا میں لکھتے جاتے ہیں اپنی خطائیں ہم

ممکن ہے یہ کہ وعدے پر اپنے وہ آ بھی جائے
مشکل یہ ہے کہ آپ میں اس وقت آئیں ہم

ناراض ہو خدا تو کریں بندگی سے خوش
معشوق روٹھ جائے تو کیوں کر منائیں ہم

سر دوستوں کے کاٹ کے رکھتے ہیں سامنے
غیروں سے پوچھتے ہیں قسم کس کی کھائیں ہم

کتنا ترا مزاج خوشامد پسند ہے
کب تک کریں خدا کے لئے التجائیں ہم

یہ اور کوئے یار کا چکر زہے نصیب
لیتے ہیں اپنے پاؤں کی اکثر بلائیں ہم

لالچ عبث ہے دل کا تمہیں وقت واپسیں
یہ مال وہ نہیں کہ جسے چھوڑ جائیں ہم

تاثیر کو سلام کریں دونوں ہاتھ سے
جس وقت اپنے ہاتھ دعا کو اٹھائیں ہم

سونپا تمہیں خدا کو چلے ہم تو نامراد
کچھ پڑھ کے بخشنا جو کبھی یاد آئیں ہم

سوز دروں سے اپنے شرر بن گئے ہیں اشک
کیوں آہ سرد کو نہ پتنگے لگائیں ہم

یہ جان تم نہ لو گے اگر آپ جائے گی
اس بے وفا کی خیر کہاں تک منائیں ہم

ہمسائے جاگتے رہے نالوں سے رات بھر
سوئے ہوئے نصیب کو کیوں کر جگائیں ہم

جلوہ دکھا رہا ہے وہ آئینہ جمال

آتی ہے ہم کو شرم کہ کیا منہ دکھائیں ہم
مانو کہا جفا نہ کرو تم وفا کے بعد
ایسا نہ ہو کہ پھیر لیں الٹی دعائیں ہم
دشمن سے ملتے جلتے ہیں خاطر سے دوست کی
کیا فائدہ جو دوست کو دشمن بنائیں ہم
تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ
اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم

39

جس وقت آئے ہوش میں کچھ بے خودی سے ہم
کرتے رہے خیال میں باتیں اسی سے ہم
ناچار تم ہو دل سے تو مجبور جی سے ہم
رکھتے ہو تم کسی سے محبت، کسی سے ہم
پوچھے نہ کوئی ہم کو نہ بولیں کسی سے ہم
کنج لحد میں جاتے ہیں کس بے کسی سے ہم
نقش قدم پہ آنکھیں ملیں مل کے چل دیئے
کیا اور خاک لے گئے تیری گلی سے ہم
یوسف کہا جو ان کو تو ناراض ہو گئے
تشبیہہ اب نہ دیں گے کسی کو کسی سے ہم
ہوتا ہے پر ضرور خوشی کا مال رنج
رونے لگے اخیر زیادہ خوشی سے ہم
کہتے ہیں آنسوؤں سے بجھائیں گے ہم تجھے
یہ دل لگی بھی کرتے ہیں دل کی لگی سے ہم
کے دن ہوئے ہیں ہاتھ میں ساغر لئے ہوئے
کس طرح توبہ کر لیں الٰہی ابھی سے ہم
ہم سے چھپے گا عشق یہ کہنے کی بات ہے
کیا کچھ بری بھلی نہ کہیں گے کسی سے ہم

معشوق کی خطا نہیں عاشق کا ہے قصور
جب غور کر کے دیکھتے ہیں منصفی سے ہم
دشمن کی دوستی سے کیا قتل دوست نے
دعویٰ کریں گے خون کا اب مدعی سے ہم
واعظ خطا معاف کہ انسان ہم تو ہیں
بن جائیں گے فرشتہ نہ کچھ آدمی سے ہم
جس کو نہیں نصیب، بڑا بدنصیب ہے
کھاتے ہیں تیرے عشق کا غم کسی خوشی سے ہم
خلوت گزیں رہے ہیں تصور میں اس قدر
معلوم ہوں گے حشر میں بھی اجنبی سے ہم
اس کا گواہ کون ہے یا رب ترے سوا
مرتے ہیں ہجر یار میں کس بے کسی سے ہم
غیروں سے التفات پہ ٹوکا تو یہ کہا
دنیا میں بات بھی نہ کریں کیا کسی سے ہم
مانوس ہو نشاط و سرور و خوشی سے تم
حسرت سے ہم، ملال سے ہم بے کسی سے ہم
کرتے ہیں ایسی بات کہ کہہ دے وہ دل کی بات
یوں مدعا نکالتے ہیں مدعی سے ہم
دل کچھ اچاٹ سا ہے ترے طور دیکھ کر
وہ بات کہ کہ پیار کریں تجھ کو جی سے ہم
عادت بری بلا ہے یہ چھٹتی نہیں کبھی
دنیا کے غم اٹھاتے ہیں کس کس خوشی سے ہم
وعدہ کیا ہے اس نے قیامت میں وصل کا
اپنا وصال چاہتے ہیں لو ابھی سے ہم
کرتے ہیں اک غرض کے لئے اس کی بندگی
بن جائیں گے غلام نہ کچھ بندگی سے ہم
ان بن ہوئی ہو غیر سے اس کی کدا کرے

سنتے ہیں لاگ ڈانٹ کسی کی کسی سے ہم
دل گیر اس قدر ہیں کہ جا جا کے باغ میں
دل کو ملا کے دیکھتے ہیں ہر کلی سے ہم
کہتے ہیں وہ ستم میں ہمارے ہے خاص لطف
یہ دشمنی بھی کرتے ہیں اک دوستی سے ہم
واقف رموز عشق و محبت سے داغ ہے
ملتا اگر تو پوچھتے کچھ اس ولی سے ہم
کم بخت دل نے داغ کیا ہے ہمیں تباہ
عاشق مزاج ہو گئے آخر اسی سے ہم

40

ملے شباب میں ہر ایک گل بہار سے ہم
لٹے بہار کے موسم میں کس بہار سے ہم
کہا جو تم نے ملیں گے وفا شعار سے ہم
وفا شعار فقط ہیں اس اعتبار سے ہم
نہ چھیڑو ہم کو نہیں آج کل قرار سے ہم
کہ باہر آپ ہیں اپنے بھی اختیار سے ہم
بہت ہیں دل پہ گل داغ عشق دنیا کے
خدا کے سامنے جائیں گے اس بہار سے ہم
خدا کرے کہ نہ آئیں وہ فاتحہ پڑھنے
تڑپ تڑپ کے نکل آئیں گے مزار سے ہم
وہ جاں نثار ہیں محشر میں بھی تمہارے لئے
لڑیں ہزار سے کیا بلکہ سو ہزار سے ہم
ہزار حشر ہوں برپا تو کیا کہ قصد یہ ہے
نہ آئیں وہ تو نہ اٹھیں کبھی مزار سے ہم
فرشتے داغ گنہ پر ہنسیں گے روز جزا
نہ دھوئیں گے جو یہاں چشم اشکبار سے ہم

وہ یاد ہم کو ہے اب تک شراب کی تعریف
کبھی ملے تھے کسی رند بادہ خوار سے ہم
وہ بات ہے کہ نہ ہو جس میں کوئی مجبوری
وہ کام ہے جو کریں اپنے اختیار سے ہم
کیے جو ضبط بھی آنسو، بجھ نہ دل کی لگی
جلے ہوئے ہیں بہت چشم اشک بار سے ہم
لگا کے ماتھے پہ چمکائیں گے نصیب اپنا
چنیں گے ذرے بہت خاک کوئے یار سے ہم
رقیب اور وفادار پھر یقین اس کا
مٹے ہوئے ہیں ترے رنگ اعتبار سے ہم
وہ بدگماں ہے کہ ہوتا ہے ناگوار اسے
شبیہہ اس کی بھی گر دیکھتے ہیں پیار سے ہم
کچھ اور وجہ نہیں ترک عشق کی اے داغ
کریں گے توبہ مگر شرم روزگار سے ہم

41

دماغ کیوں نہ کریں نکہت بہار سے ہم
بسے ہوئے ہیں کسی زلف مشک بار سے ہم
یہ ناز عشق ہے، کہتے ہیں افتخار سے ہم
جو تم ہزار سے اچھے تو سو ہزار سے ہم
نہ ہو جو قدر وفا پھر کہاں کا استقلال
ملے تو لے لیں تلون مزاج یار سے ہم
کسی کا صدمہ دل اپنا اٹھا نہیں سکتا
لپٹ کے روتے ہیں دشمن کے بھی مزار سے ہم
زباں کھلے جو شکایت پہ ایک تم کیا ہو
ہزار میں بھی نہ چوکیں کبھی ہزار سے ہم
تمہارے لطف کا کیا لطف جب ستم ہو شریک

یہی ہے پیار تو باز آئے ایسے پیار سے ہم
یہ بات بزم عدو میں ہمیں ہوئی حاصل
کہ دور بیٹھے رہے چپ گناہ گار سے ہم
خدا کے قہر سے اتنا کوئی نہیں ڈرتا
ہوئے ہیں خوف زدہ جتنے تیرے پیار سے ہم
نہیں ہے پیش نظر جب سے شعلہ رو کوئی
تو آنکھیں سکتے میں ہیں آہ شعلہ بار سے ہم
گیا بھی اڑ کے تو کوئے رقیب کی جانب
غبار رکھتے ہیں اس راہ کے غبار سے ہم
چمن کو بلبل بے تاب نے یوں چھوڑا
وطن کو چھوڑ کر آئے جس اضطرار سے ہم
ہمیں تھے وہ کہ بٹھاتے تھے لوگ آنکھوں پر
گرے ہیں عشق میں اب چشم اشک بار سے ہم
گھرا ہوا تھا حسینوں کی بزم میں شب کو
بچا کے لائے ہیں دل سخت لوٹ مار سے ہم
رقیب تم کو مبارک رہے، حبیب ہمیں
ادھر قرار سے تم ہو، ادھر قرار سے ہم
عجب ترنگ میں تھا، ہائے رے لٹک اس کی
ملے تھے راہ میں کل داغ بادہ خوار سے ہم

ردیف نون

42

دھمکیاں وہ تو ہمیں روز جزا دیتے ہیں
ہم دہائی تری یا بار خدا دیتے ہیں
لب سے دشنام تو وہ دل سے دعا دیتے ہیں
گھول کر زہر مجھے آب بقا دیتے ہیں
وہ یہ عشاق پہ الزام لگا دیتے ہیں

دل ہمیں دے کے یہ کس دل سے دعا دیتے ہیں
دیکھئے بعد فنا یاد رہوں یا نہ رہوں
فاتحہ میری وہ دلواتے ہیں یا دیتے ہیں
قصد کرتے ہیں جو وہ غیر کے گھر جانے کا
پڑھ کے کچھ پاؤں کو ہم ہاتھ لگا دیتے ہیں
مجھ سیہ کار کو لے جاتے ہیں کیوں دوزخ میں
کس خطا پر یہ جہنم کو سزا دیتے ہیں
دیکھ اے چشم گہربار ذرا اپنی طرف
دینے والے کہیں کیا گھر کو لٹا دیتے ہیں
دل لگانے میں ذرا لاگ کسی سے تو رہے
ہم تو دشمن کو بھی جینے کی دعا دیتے ہیں
مر گیا غیر مگر ان کو گماں ہے غش کا
نفس سرد سے اپنے وہ ہوا دیتے ہیں
طول دینا نہ شب وصل عدو میں مل کر
تجھ کو اے عمر رواں ہم یہ جتا دیتے ہیں
ناگوار اتنی جدائی ہے کہ دل کے دو حرف
لکھ کے ہم خط شکستہ میں ملا دیتے
ایسے پامالوں کے مر مٹنے پہ رشک آتا ہے
جن کو مٹی ترے نقش کف پا دیتے ہیں
دم چراتے ہیں کہیں جان کے دینے والے
آنکھ لڑتے ہی یہاں جان لڑا دیتے ہیں
بات کرتے ہیں خوشی کی بھی تو اک رنج کے ساتھ
وہ ہنساتے بھی ہیں ایسا کہ رلا دیتے ہیں
میں نے مانگا جو کبھی دور سے دل ڈر ڈر کر
اس نے دھمکا کے کہا پاس تو آ دیتے ہیں
آ کے بازار محبت میں ذرا سیر کرو
لوگ کیا کرتے ہیں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

لے چلے مجھ کو وہ یہ کہہ کے سوئے گورستاں
چل تجھے آج ٹھکانے سے لگا دیتے ہیں
نامہ شوق کا اس پیچ سے دیتے ہیں جواب
خط وہ میرے خط قسمت میں ملا دیتے ہیں
ہم پشیمان ہوں جا کر تو یہ قسمت اپنی
وہ وہیں ملتے ہیں جس گھر کا پتا دیتے ہیں
پاسبانوں کو ترے طالع خفتہ دے دوں
جانتا ہوں کہ وہ سوتوں کو جگا دیتے ہیں
اس کو کہتے ہیں یہی باد ہوائی ہے جواب
خط کے پرزے مری جانب وہ اڑا دیتے ہیں
پھول سے گال عبث رکھتے ہو تم زیر نقاب
تازگی کے لئے پھولوں کو ہوا دیتے ہیں
یہ تبرک کا بہانہ ہے کہ لے لے کے رقیب
چٹکیوں ہی میں مری خاک اڑا دیتے ہیں
کعبے والوں نے تو اے داغ دیا صاف جواب
اہل بت خانہ ہمیں دیکھئے کیا دیتے ہیں

43

آدم سے بڑھ کے رتبہ کرو بیاں نہیں
مجبور اس سے ہے کہ زمین آسماں نہیں
تم شہرت جمال سے کس جا کہاں نہیں
میں اضطراب دل سے جہاں ہوں وہاں نہیں
نکلا نہ حوصلہ ہے تو لطف فغاں نہیں
افسوس ایک وقت میں سو آسماں نہیں
دنیا میں آدمی کو مصیبت کہاں نہیں
وہ کون سی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں
کس طرح جان دینے کے اقرار سے پھروں

میری زبان ہے یہ تمھاری زباں نہیں

اے موت تو نے دیر لگائی ہے کس لئے
عاشق کا امتحاں ہے ترا امتحان نہیں

ہاں شکوۂ فراق کا موقع ہے وصل میں
اس وقت پر رکی تو ہماری زباں نہیں

گستاخ اس کی چشم سخن گو ہے کس طرح
یا رب کسی کی آنکھ کے اندر زباں نہیں

فرقت میں مجھ کو خانہ تاریک قبر ہے
منکر نکیر آئیں اگر قصہ خواں نہیں

تنہا بھی جب رہے تو وہ رہتے ہیں ہوشیار
خود اپنے پاسباں ہیں اگر پاسباں نہیں

محشر میں ہو گا داور محشر سا داد گر
اندھیر جو یہاں ہے وہ ہر گز وہاں نہیں

ایسا خط ان کو راہ میں ملتا ہے روز ایک
جس میں کسی کا نام کسی کا نشاں نہیں

دل کو جو دیکھیے گا نظر آ ہی جائے گا
چاہ ذقن کچھ آپ کا اندھا کنواں نہیں

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغ
اردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں

44

موت زندہ چھوڑنے والی نہیں
اس بلا سے کوئی گھر خالی نہیں

رنج سے کوئی گھڑی خالی نہیں
دلکو حاصل فارغ البالی نہیں

بات تیری پیچ سے خالی نہیں
عمر بھر ہم نے مگر ٹالی نہیں

ہم نے دیکھی چشم نرگس بھی مگر
یوں نشیلی، ایسی متوالی نہیں

دل کی تھی فریاد ضرب عشق سے
کیا بجے گھڑیال گھڑیالی نہیں

چلتے ہو نخوت سے تم پنجوں کے بل
یہ تو پوری طرز پامالی نہیں

کیوں شب غم میں نہ میں دیکھوں عذاب
اس کی زلفوں کی طرح کالی نہیں

کیوں خفا ہوتے ہو پوری سن تو لو
عرض حاجت ہے کوئی گالی نہیں

جاؤ دل دے کر بھی دیتا ہوں دعا
پست میری ہمت عالی نہیں

زلف کیوں رخ پر رہے بن کر نقاب
مہرباں یہ جال ہے، جالی نہیں

ہے دعائے صبح گاہی المدد
عرش ایسی منزل عالی نہیں

قدر بخشش بھی رہا آزار عشق
کوئی جنت حور سے خالی نہیں

تم ستا کر اس کو خوش ہوتے رہے
کیا یہ عشق کی خوش اقبالی نہیں

کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو
خوب رویوں سے جہاں خالی نہیں

ہو گیا خود بیں ہر اک آئینہ گر
یہ ہنر بھی عیب سے خالی نہیں

دے کے دل اس سنگ دل بے مہر کو
ہم نے آفت جان پر کیا لی نہیں

سکتہ حالی سے ہے لطف دکن

گر نہیں حالی تو خوش حالی نہیں
سیدھے سادھے ہیں ابھی پیغام شوق
وصل کی ہم نے بنا ڈالی نہیں
جب کہوں پیتا ہوں میں خون جگر
وہ کہیں لب پر ترے لالی نہیں
تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا
دہلوی ہے داغ، بنگالی نہیں

45

لوگ دکھ درد بھرتے جاتے ہیں
اپنی کرنی وہ کرتے جاتے ہیں
عمر کے دن گزرتے جاتے ہیں
جیتے جی ہم تو مرتے جاتے ہیں
وہم ان کو گزرتے جاتے ہیں
ہٹتے جاتے ہیں ڈرتے جاتے ہیں
لڑتی جاتی ہے غیر سے بھی آنکھ
مجھ سے بھی بات کرتے جاتے ہیں
مشک بھر دے خیال زلف اے کاش
دل کے کچھ زخم بھرتے جاتے ہیں
کیا ڈھٹائی ہے وہ شکایت پر
الٹے الزام دھرتے جاتے ہیں
تم سلامت رہو تمہیں غم کیا
مریں عاشق جو مرتے جاتے ہیں
کام بگڑے ہوئے تھے سب اپنے
بارے اب کچھ سنورتے جاتے ہیں
عشق پنہاں کا اب خدا حافظ
اشک آنکھوں میں بھرتے جاتے ہیں

ہوتی جاتی ہے حسن کی تعریف
عشق کا نام دھرتے جاتے ہیں
مجھ سے ہے بزم میں تغافل بھی
کچھ اشارہ بھی کرتے جاتے ہیں
کہتے جاتے ہیں آپ سب کو برا
اور کہہ کر مکرتے جاتے ہیں
کرتے جاتے ہیں مے کشی بھی داغ
پھر خدا سے بھی ڈرتے جاتے ہیں

46

دل ربا جانتے دل لینے کے فن لاکھوں ہیں
ان کے انداز ہزاروں ہیں، چلن لاکھوں ہیں
تازہ زخموں کی ہے گنتی، نہ کہن داغوں کی
عاشقی میں انہیں پھولوں کے چمن لاکھوں ہیں
عشق کا کام ہے مشکل، نہ بنا ہے نہ بنے
گرچہ مصروف ہمیشہ ہمہ تن لاکھوں ہیں
چار آنسو مری میت پہ کسی کے نہ گرے
مسکرانے کے لئے غنچہ دہن لاکھوں ہیں
بات وہ بات ہے جو دل میں اثر کر جائے
یوں تو کہنے کے لئے اہل سخن لاکھوں ہیں
سرخ رو دیکھئے کس کس کو کرے گا قاتل
سر سے باندھے ہوئے مقتل میں کفن لاکھوں ہیں
کیا خرابی ہے ترے کوچے میں ان کشتوں کی
جو پڑے خاک میں بے گور و کفن لاکھوں ہیں
یہ ہیں آثار مری دل شکنی کے قاصد
نامہ یار کے کاغذ میں شکن لاکھوں ہیں
ناوک ناز نے کس کس کو نشانہ نہ کیا

تیرے مارے ہوئے اے تیر فگن لاکھوں ہیں
ایک بھی بات کا پورا نہیں دیکھا معشوق
دل شکن سینکڑوں ہیں، عہد شکن لاکھوں ہیں
خواہش وصل کا انجام برا ہوتا ہے
اس میں ہے ایک خوشی، رنج و محن لاکھوں ہیں
کیا دکھاتا ہے فلک! چاند کو تو چمکا کر
اس سے بہتر تو یہاں سیم بدن لاکھوں ہیں
داغ دلی سے نکل رہے سب کے دل میں
اس غریب الوطنی میں بھی وطن لاکھوں ہیں

47

گزریں نظروں سے ہزاروں گوری کالی صورتیں
اس مرقع کی ہیں اکثر دیکھی بھالی صورتیں
دیکھنا دیکھے مری آنکھوں سے کوئی حسن کا
اچھی اچھی دیکھ ڈالیں حسن والی صورتیں
ناز ہو، انداز ہو، خوہو، خوش اخلاق ہو
کیا کریں ہم لے کے معشوقوں کی خالی صورتیں
ہائے اک اک خوب صورت عالم تصویر تھا
پھر نہ پیدا ہوں گی ایسی مٹنے والی صورتیں
بدگمانی کیا بری شے ہے کہ وعدے پر ترے
رات بھر پھرتی ہیں آنکھوں میں خیالی صورتیں
کیا کرے کیا ہو سکے کیوں آدمی گھبرا نہ جائے
پیش آتی ہیں محبت میں نرالی صورتیں
یہ یقیں ہم کو نہیں، ہو گی وہاں تیری مثال
عالم برزخ میں سنتے ہیں مثالی صورتیں
ہم نے بھر کر سیر دیکھی خوب رویوں کی بہت
وہ جنوبی ہیں کہاں جو ہیں شمالی صورتیں

کیا یہ تصویریں بنی ہیں قتل عالم کے لئے
تیرے رخ پر کیوں بنائیں وہ ہلالی صورتیں

گردش افلاک سے اہل زمیں کی ہے یہ شکل
ہوتی ہیں دن رات وقت پائمالی صورتیں

ان حسینوں کی جدا ہے اپنی اپنی شان حسن
کچھ جمالی صورتیں ہیں، کچھ جلالی صورتیں

ایک دن کیا کیا دکھائیں گی یہ اپنا بانک پن
کم سنی میں جن کی اب ہیں بھولی بھالی صورتیں

عالم ہستی نہیں ہے دل لگانے کی جگہ
آنے والی ہوتی ہیں سب جانے والی صورتیں

دیکھتے ہی دیکھتے گزرا طلسمات جہاں
دیکھئے ہیں اور کیا پیش آنے والی صورتیں

عشق بازی میں نے حاصل ہوئے ہیں تجربے
داغ نے دیکھی ہیں دنیا سے نرالی صورتیں

جائے گا عذر آپ کا کہ نہیں
اس نہیں کی بھی ہے دوا کہ نہیں

تو نے مجھ کو برا کہا کہ نہیں
او رکہہ کر مکر گیا کہ نہیں

غیر یوں میرے سامنے بیٹھے
پاس تھا مجھ کو آپ کا کہ نہیں

جب غضب ناک تم کو دیکھیں ہم
ہے قیامت کا سامنا کہ نہیں

کیسی پیاری ہیں وصل کی راتیں
ایسی راتوں میں ہے مزا کہ نہیں

غیر آنے نہ پائے در پہ مرے

تم نے درباں سے کہہ دیا کہ نہیں
بول کر جھوٹ مجھ سے پوچھتے ہیں
جھوٹ میں بھی ہے کچھ مزا کہ نہیں
منتظر ہے ہماری خاک یہاں
اس طرف کی چلی ہوا کہ نہیں
دم نکلتا ہے جان جاتی ہے
بخش دو گے کہا سنا کہ نہیں
نہ گیا جیتے جی ترا عاشق
تیرے قدموں میں دم دیا کہ نہیں
عشق تاثیر کر ہی جاتا ہے
آنکھ ملتے ہی دل ملا کہ نہیں
عالم بے خودی میں کیا معلوم
کچھ کہا اس سے مدعا کہ نہیں
غیر کو تم نے جب کیا رخصت
ہاتھ سے ہاتھ بھی ملا کہ نہیں
اک خدائی کو تم نے گھیر لیا
وہ ہمارا بھی ہے خدا کہ نہیں
یا خدا غم اٹھاؤں میں کب تک
رنج کی بھی ہے انتہا کہ نہیں
حشر کے دن ہم ان سے پوچھیں گے
آ گیا سامنے کیا کہ نہیں
داغ کو دیکھ کر وہ کہتے ہیں
یہ مرے گا بھی بے حیا کہ نہیں

پھر اسے کوئی لائے گا کہ نہیں
یہ گیا وقت آئے گا کہ نہیں

گر نہ جائے گا وہ بت کافر
کوئی جنت میں جائے گا کہ نہیں
منتظر روز حشر کے ہیں بہت
کبھی وہ دن بھی آئے گا کہ نہیں
میں جو ڈرتا ہوں کہتی ہے تقدیر
تو غم عشق کھائے گا کہ نہیں
بزم اعدا میں دیکھئے کوئی
آنکھ ہم سے ملائے گا کہ نہیں
جام پر جام بھر کے اے ساقی
آج لگا لگائے گا کہ نہیں
فرق عشق و ہوس میں ہوتا ہے
جھوٹ سچ آزمائے گا کہ نہیں
اے غم عشق ہو کے تو مہماں
تین دن بعد جائے گا کہ نہیں
میں جو بیٹھوں گا اس کی محفل میں
ورد اٹھ کر اٹھائے گا کہ نہیں
دم کے جانے پہ حسرت آتی ہے
پھر بھی جا کر یہ آئے گا کہ نہیں
جیتے جی یہ بتا دل ناکام
تو کسی کام آئے گا کہ نہیں
اس تغافل شعار سے پوچھو
میری میت پر آئے گا کہ نہیں
رشک دشمن کا کیا گلہ اے داغ
جلنے والا جلائے گا کہ نہیں

عجب عشق دونوں کے پیارے ہوئے ہیں

کہ شہرے ہمارے تمہارے ہوئے ہیں
کہیں آض گھرے تمہارے ہوئے ہیں
ہوئے ہیں بڑے وارے نیارے ہوئے ہیں
خفا ہو کہ راضی مگر ہم تو عاشق
تمہارے ہوئے ہیں، تمہارے ہوئے ہیں
پیا خون دل یا غم عشق کھایا
یونہی عاشقوں کے گزرے ہوئے ہیں
کہے دیتی ہے تیری آنکھوں کی شوخی
کسی چلبلے سے اشارے ہوئے ہیں
کہاں کے رہے وہ محبت میں یا رب
سہارے سے جو بے سہارے ہوئے ہیں
نہیں قتل عشاق سے فائدہ کچھ
وہ آپ مصیبت کے مارے ہوئے ہیں
دن اچھے تھے جب تک مرے آشنا تھے
برے وقت میں سب کنارے ہوئے ہیں
مری بات جمتی نہیں ان کے دل میں
وہ بے شک کسی کے ابھارے ہوئے ہیں
خبر ہے ہمیں جس سے محفل میں شب کو
نگاہیں لڑی ہیں اشارے ہوئے ہیں
بگاڑے بگڑتے نہیں حسن والے
یہ بندے خدا کے سنوارے ہوئے ہیں
دل اپنا تجھے دے کے دیں دار و کافر
پشیمان سارے کے سارے ہوئے ہیں
کہا مجھ سے درباں نے ان کی خبر ہو
بڑی دیر سے وہ سدھارے ہوئے ہیں
یقیں ہے وہ آخر کو کچھ لے رہیں گے
ترے ہاتھ پہ دل جو ہارے ہوئے ہیں

کہا داغ سے آنکھ اس نے ملا کر
اجی آپ عاشق ہمارے ہوئے ہیں

51

اپنے ہی ہاتھ سے سر اپنا قلم کرتے ہیں
تم سے جو ہو نہیں سکتا ہے وہ ہم کرتے ہیں
سینکڑوں گرچہ ستم پر وہ ستم کرتے ہیں
لذت جور یہی کہتی ہے کم کرتے ہیں
کیا ہمیں شکوۂ بیداد و ستم کرتے ہیں
جو زمانے نے کیا ہے وہی ہم کرتے ہیں
گر نہ سائل ہوں تو کیونکر ہو سخاوت مشہور
تم پر احسان وہ اے اہل کرم کرتے ہیں
خوب صورت وہ مسیحا ہے ہمارا ایسا
جس پہ ہم صل علیٰ پیار سے دم کرتے ہیں
کوچہ غیر میں بھی مجھ کو دکھا کر آنکھیں
شوخیاں مجھ سے ترے نقش قدم کرتے ہیں
یا صنم بھی کوئی چپکے سے وہاں کہتا ہے
شور لبیک جہاں اہل حرم کرتے ہیں
شکوۂ رنجش معشوق بھی کرتے ہیں کبھی
اپنے ہی دل میں پھر انصاف بھی ہم کرتے ہیں
مجھ کو دھڑکا ہے کہیں قطع تعلق نہ کریں
اب جو ہر بات پہ تکرار وہ کم کرتے ہیں
جب سے لکھا ہے ترا عشق مری قسمت میں
ناز لکھے پہ مرے لوح و قلم کرتے ہیں
کیا کہوں کس کو دکھاؤں یہ ادائیں ان کی
عذر کس شکل سے وہ وقت قسم کرتے ہیں
خوش ہوں میں جب سے سنا ہے وہ ہوئے ہرجائی

میرے گھر دیکھئے کس روز کرم کرتے ہیں

بدگمانی ہے یہاں تک کہ مرے قاصد کا
سرقلم کر کے بھی وہ پاؤں قلم کرتے ہیں

یاد آتے ہیں وہ دن رات کے جلسے ہم کو
اب اسی عیش کا بیٹھے ہوئے غم کرتے ہیں

حضرت داغ کی بھی بات ہے دنیا سے نئی
آپ ہی دیتے ہیں دل، آپ ہی غم کرتے ہیں

52

روز کرتے ہو بہانے تمہیں ہم جانتے ہیں
کوئی جانے کہ نہ جانے، تمہیں ہم جانتے ہیں

جھوٹی قسموں کے کہاں تک کوئی دھوکے کھائے
نہیں ایمان ٹھکانے، تمہیں ہم جانتے ہیں

بھولی باتوں میں کرتے ہو ہزار گھاتیں
کم سنی میں ہو سیانے، تمہیں ہم جانتے ہیں

کر کے انکار جلایا ہے ہمارے دل کو
آئے تھے آگ لگانے، تمہیں ہم جانتے ہیں

حسن وہ حور و **ملک** کا ہے ہے نہ یوسف کا جمال
جو بنایا ہے خدا نے تمہیں ہم جانتے ہیں

طالب وصل ہوں کیا جان کا اندیشہ ہے
تیغ رکھی ہے سرہانے تمہیں ہم جانتے ہیں

کرتے ہو بیٹھے بٹھائے بھی قیامت برپا
آتے ہیں فتنے اٹھانے، تمہیں ہم جانتے ہیں

پہلے تو دل کو چرایا ہے بھری محفل میں
پھر لگے آنکھ چرانے، تمہیں ہم جانتے ہیں

عشق حصہ ہے ہمارا اسے تم جانتے ہو
حسن بخشا ہے خدا نے تمہیں ہم جانتے ہو

کہیں آنکھ میں بسے ہو، کہیں دل کے اندر
کر لئے خوب ٹھکانے، تمھیں ہم جانتے ہیں
داغ کا قصہ، غم سن کے یہ ظالم نے کہا
یاد ہیں جھوٹے فسانے، تمھیں ہم جانتے ہیں

53

دوسرے کی جو تم کو تاب نہیں
آئینے میں بھی کیا جواب نہیں
تجھ سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں
اے محبت تیرا جواب نہیں
ساقیا! تشنگی کی تاب نہیں
زہر دے دے اگر شراب نہیں
کب تری بات انتخاب نہیں
اس نہیں کا مگر جواب نہیں
ہے طبیعت سے آدمی مجبور
دل لگانا کوئی ثواب نہیں
کوئی مرشد وہاں نہ پہنچے ہوں
آج مے خانے میں شراب نہیں
بیٹھے منہ پھیر کر وہ محفل میں
اس سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں
تم برا جان کر ہی مجھ کو کاش
یہ تو کہہ دو ترا جواب نہیں
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں
زندگی کا کوئی حساب نہیں
پڑ گیا صبر کیا رقیبوں کا
آج کیوں دل کو اضطراب نہیں
غیر کے گھر وہ کیوں ہوئے ہیں مقیم

کیا جہنم میں بھی عذاب نہیں
آئینہ دیکھ کر کہا اس نے
آ کے جائے یہ وہ باب نہیں
روئے کیوں پھوٹ کر فقط اک بار
آبلہ دیدۂ پر آب نہیں
آ کے مہماں رہو بسو برسوں
تین دن کا کوئی حساب نہیں
کیوں یہ چندھیائی جاتی ہیں آنکھیں
آئینہ ہے کچھ آفتاب نہیں
بات کرنے کا مجھ کو لپکا ہے
بات سننے کی ان کو تاب نہیں
اپنے دامن کو کیوں بچا کے چلے
ایسی مٹی مری خراب نہیں
مجھ کو ہے طفل اشک کا رونا
اس کی تقدیر میں شباب نہیں
جزو میں کل کو دیکھتے ہیں ہم
کون سا ذرہ آفتاب نہیں
ہو کے تو لاجواب آیا ہے
واہ قاصد! ترا جواب نہیں
بزم دشمن میں داغ کیوں نہ ہوا
آج وہ خانماں خراب نہیں

54

یہ ہو گا روز جدائی تمام بھی کہ نہیں
دکھائی دے گی کبھی اس کی شام بھی کہ نہیں
مری طرح سے کرے گا کلام بھی کہ نہیں
پیام برا نہیں دے گا پیام بھی کہ نہیں

طریق عشق میں رہ بر کی ہے تلاش مجھے
چلیں گے خصر علیہ السلام بھی کہ نہیں
جواب ہم نہیں سنتے، بتا یہ اے قاصد
ہوا قبول ہمارا سلام بھی کہ نہیں
چلتے تو آئے ہیں بھولے سے دیکھئے کیا ہو
وہ تھوڑی دیر کریں گے قیام بھی کہ نہیں
یہ کہہ کے مجھ کو کے اقائل ان کے درباں نے
وہ اپنے گھر کا کریں انتظام بھی کہ نہیں
مرا نشان زمانہ مٹائے دیتا ہے
جہاں میں دیکھئے رہتا ہے نام بھی کہ نہیں
ہزار خم تو پلا آج مجھ کو پیر مغاں
کوئی وصول کرے اپنے دام بھی کہ نہیں
جئے جو لاکھ برس بھی کوئی تو کیا حاصل
مریں گے خضر علیہ السلام بھی کہ نہیں
ہمارے صبر پہ کیوں آپ طعنے دیتے ہیں
ہم اپنے دل کی کریں روک تھام بھی کہ نہیں
وہ روز ہجر میں تکلیف کیوں نہ دیں مجھ کو
شب وصال کا لیں انتقام بھی کہ نہیں
بیان کرو نہ لیاقت رقیب کی ہم سے
لیا ہے اس سے کوئی تم نے کام بھی کہ نہیں
یگانہ ہو کے نہ بیگانہ مجھ سے ہو اے دل
کسی دن آئے گا تو میرے کام بھی کہ نہیں
فسانہ کہنے کو بیٹھا ہوں ان سے ڈرتا ہوں
تمام رات میں ہو گا تمام بھی کہ نہیں
نہیں ہے کھیل زمانے کی پائمالی کچھ
بڑھائی آپ نے مشق خرام بھی کہ نہیں
چلا ہوں اب کے برس بت کدے سے کعبے کو

سنے گا میری کوئی رام رام بھی کہ نہیں
رہے گی تیغ کہاں تک ہماری گردن پر
یہ ہو گی قتل کی حجت تمام بھی کہ نہیں
یہ داغ قیصر و خاقاں کی کیوں کرے پروا
ہنر شناس ہے شاہ نظام بھی کہ نہیں

55

طبیعت کو عشق کہیں روکتے ہیں
مگر کیا کروں ہم نشیں روکتے ہیں
بساؤ نہ غیروں کو یہ رفتہ رفتہ
تمہاری گلی کی زمیں روکتے ہیں
تری سن کے آمد مریض محبت
دم اپنا دم واپسیں روکتے ہیں
جو ہوتا ہوں میں جبہہ سا ان کے در پر
وہ ہو ہو کے چیں بر جبیں روکتے ہیں
ذرا آنکھ ملتے ہی کس کس ادا سے
نظر اپنی یہ نازنیں روکتے ہیں
نہیں کچھ گنہ کافر عشق ہونا
مجھے اس سے کیوں اہل دیں روکتے ہیں
ترا گھر رقیبوں کا گھر ہو گیا ہے
انہیں تیرے درباں نہیں روکتے ہیں
جنوں سے مرے کیا ہے یاروں کو سودا
پکڑ کر مری آستیں روکتے ہیں
نہیں بات سنتے وہ لگتی لگاتی
بگڑ کر وہیں کی وہیں روکتے ہیں
جو آنسو نہ رکتے تو آتا ہی طوفاں
یہ ندی یہ نالے ہمیں روکتے ہیں

سپر کر کے سینوں کو اے چرخ کیا کیا
ترے وار اہل زمیں روکتے ہیں
تمھیں داغ غیروں سے کیوں ملنے دیتا
بری بات سے کیا نہیں روکتے ہیں؟

56

اس کے عاشق یہی کہہ کہہ کے فدا ہوتے ہیں
ایسے انسان بھی یا بار خدا ہوتے ہیں
ہائے دو دل جو کبھی مل کے جدا ہوتے ہیں
نہیں معلوم وہ کیا کرتے ہیں کیا ہوتے ہیں
شب غم کچھ نہ ہو تاثیر یہ ممکن ہی نہیں
کہ مصیبت میں تو نالے بی دعا ہوتے ہیں
اس کی تصویر شوخی یہ کہے دیتی ہے
کہیں بے باک بھی پابند حیا ہوتے ہیں
کس طرح جائیں گے یہ درد و الم یا اللہ
جس قدر ان کو گھٹاتا ہوں سوا ہوتے ہیں
جی میں آئے تو کبھی فاتحہ دلوا دینا
آخری وقت ہے ہم تم سے جدا ہوتے ہیں
قتل عاشق سے جہاں عید منا کرتی تھی
اب وہاں ماتم ارباب وفا ہوتے ہیں
غیر کے نقش قدم بھی تو ترے کوچے میں
دور سے دیکھتے ہی مجھ کو ہوا ہوتے ہیں
عاجزی کو بھی مری جانتے ہیں دام فریب
التجا کرنے سے وہ اور خفا ہوتے ہیں
دیکھیں مسجد ہو کہ مے خانہ ہو پہلے آباد
دونوں دیوار بہ دیوار بنا ہوتے ہیں
یہی تقدیر جو ٹھہری تو چلے کیا تدبیر

ہم بھی لو آج سے راضی بہ رضا ہوتے ہیں
دوست دشمن ہیں سبھی بزم میں دیکھیں کیا ہو
کس سے خوش ہوتے ہیں وہ کس سے خفا ہوتے ہیں
آشناؤں کا ترے حال ہے مانند حباب
بحر ہستی میں ابھرتے ہی فنا ہوتے ہیں
یہی ہوتے ہیں دل آزار و ستم گر معشوق
یہی بیمار محبت کی دوا ہوتے ہیں
پار ہوتی ہے کلیجے سے نگاہیں ان کی
قدر انداز کے کب تیر خطا ہوتے ہیں
حضرت داغ کا یہ حال ہے معشوقوں پر
مال کرتے ہیں فدا جی سے فدا ہوتے ہیں

57

مجھ کو ندائیں آتی ہیں کچھ مانگتا نہیں
اللہ کا ہے گھر، کسی محتاج کا نہیں
بے وصل یار لطف کسی بات کا نہیں
دنیا میں سب مزے ہیں ہمارا مزا نہیں
خالی شرارتوں سے یہ طرز حیا نہیں
کیا جانے کوئی دل میں ترے کیا ہے کیا نہیں
ہے آشکار راز تمہارا جہان میں
اس پر نہ جاؤ تم کہ کوئی جانتا نہیں
ناصح نے اونچ نیچ تو سمجھائی ہے بہت
میں اس کو کیا کروں کہ یہ دل مانتا نہیں
کوئی امیدوار کرم ہم سا ہو تو لے
مقبول جو نہ ہو وہ ہماری دعا نہیں
آئی بھی گو بہار کھلائے بھی گل ہزار
ہم جس ہوا کو دیکھتے ہیں وہ ہوا نہیں

کیوں جی یہ کیا فراق ہے کیسا وصال ہے
تم مجھ سے ہو جدا مرے دل سے جدا نہیں
کرتے ہو بات بات میں تعریف غیر کی
کہتے ہو مجھ سے تجھ کو مزا بات کا نہیں
کیا مجھ سے پوچھتے ہو مرے دل کا حال تم
اللہ جانتا ہے کہ میں جانتا نہیں
پہلے تو پوچھتا تھا زمانہ ہماری بات
اب ہے یہ حال کوئی ہمیں پوچھتا نہیں
پائے تلاش توڑ کے بیٹھے ہیں اس لئے
اس کا پتہ ملا تو ہمارا پتا نہیں
آنکھیں مری سفید ہوئیں انتظار میں
ان کو نصیب سایہ زلف رسا نہیں
ہے گرچہ سب کی آنکھ ترے حسن کی طرف
جلوہ یہ کہہ رہا ہے کوئی دیکھتا نہیں
خلوت میں غیر کا ہے تصور مجھے تمہیں
کیوں کر یہ ہو یقین کوئی دوسرا نہیں
کیا رشک قصر خلد نہیں ہے ترا مکاں
کیا مثل چشم حور ترا نقش پا نہیں
قربان اس ادا کے خطائیں نہ کیوں کروں
دھمکا کے پھر کہو مجھے تو جانتا نہیں
مٹ جائے راہ دوست میں کس طرح داغ دل
تمغائے عشق یار ہے یہ نقش پا نہیں
قاتل سے کہہ رہا ہے مرا ہر دہان زخم
اے بندہ خدا تجھے خوف خدا نہیں؟
تم لاکھ امتحان کرو اس سے فائدہ
ہاں ہاں تمہارے ہاتھ سے میری قضا نہیں
کیا الٹے پاؤں آپ گئے کوئے غیر میں

دیکھا تو اس طرف کا کوئی نقش پا نہیں
اک داغ رہ گیا ہے سو وہ بھی مٹا مٹا
دل میں بہار عشق کی اب وہ فضا نہیں
تاثیر سے یہ دست و گریباں ہو کس طرح
دست جنوں کی مثل تو دست دعا نہیں
چاہا تجھ کو داغ نے ایسا ہے کیا قصور
انصاف کر یہ کوئی خطا میں خطا نہیں

58

وہ دور بھی ہیں جب بھی تصور میں قریں ہیں
ہم بے خود و ارفتہ جو ہیں بھی تو نہیں ہیں
اب شرم سے نظریں تری ملنے کی نہیں ہیں
یہ خانہ نشیں، گوشہ نشیں، پردہ نشیں ہیں
آئے بھی ہیں بیٹھے بھی ہیں جاتے بھی نہیں ہیں
مجھ پر یہ کرم ان کے دم باز پسیں ہیں
کیوں کیجئے تحقیق کہ وہ بر سر کیں ہیں
گر ہیں تو بلا سے ہے، نہیں ہیں تو نہیں ہیں
محفل کو تری دیکھ کے کھوئے گئے کب کے
ڈھونڈے تو کوئی ہم کو یہاں ہم بھی کہیں ہیں
اچھا ہے اگر ان کی صفائی تمہیں کر دو
کچھ وہم کی باتیں جو مرے ذہن نشیں ہیں
پہلے تو سمجھتا ہوں کہ ہیں درپئے آزار
پھر دل میں یہ آتا ہے وہ ایسے تو نہیں ہے
تم ہم سے کھٹکتے ہو تو ہم تم سے خطرناک
آرام سے الفت میں تمہیں ہو نہ ہمیں ہیں
ایسا ہے ترے مصحف رخسار کا اعجاز
ایمان وہ لاتے ہیں جو غارت گر دیں ہیں

دنیا میں نشیب اور فراز اپنے لئے ہیں
ہم فرش زمیں ہیں تو کبھی عرش بریں ہیں
درباں کو ملا کر جو پکارا انہیں میں نے
خود کہنے لگے کون ہے، وہ گھر میں نہیں ہیں
رضواں سے یہ پوچھیں گے در خلد میں جا کر
ہم جن کے لئے آئے یہاں وہ بھی کہیں ہیں؟
صیاد بنے بیٹھے ہیں محفل میں وہ گویا
جو خوف سے چھپتے ہیں وہی زیر کمیں ہیں
اوروں کو مرے دل میں وہ رہنے نہیں دیتے
آباد وہی گھر ہے جہاں چار مکیں ہیں
سجدے سے در یار کے چمکی ہے یہ قسمت
کچھ خاک کے ذرے جو مرے زیب جبیں ہیں
ہم شکل ترا کوئی بھی دیکھا نہیں جاتا
ہم تو تری تصویر سے بھی چیں بہ جبیں ہیں
اب فکر میں ان کی وہ ستم گر ہے الٰہی
آسودہ جو کچھ اہل عدم زیر زمیں ہیں
غیروں کا وہ مذکور اڑاتے ہیں یہ کہہ کر
کیا پوچھتے ہو ان کو اجی وہ تو یو نہیں ہیں
ہم پر نہ گماں کیجئے غیروں کی دغا کا
وہ اور ہی مخلوق ہے، ہم ان میں نہیں ہیں
اے بے خودی شوق ہماری ہے یہ ہستی
دنیا میں ہیں اس طرح کہ دنیا میں نہیں ہیں
تکلیف محبت کی چھپائے نہیں چھپتی
صدمے ترے دل پر بہت اے داغ حزیں ہیں

دیکھوں نکلتے ہیں کہ نکلوائے جاتے ہیں

ارمان میرے سینے میں گھبرائے جاتے ہیں
شرما کے ذکر غیر پہ گھبرائے جاتے ہیں
پھر آپ میرے سر کی قسم کھائے جاتے ہیں
ہم کو شکایتوں کے مزے آئے جاتے ہیں
سن سن کے دل ہی دل میں وہ شرمائے جاتے ہیں
وقت دعا یہ حال ہے خوف گناہ سے
دل کانپتا ہے، ہاتھ بھی تھرائے جاتے ہیں
باتیں بنا کے صبح کو وہ اس طرح گئے
جانا یہ میں نے جا کے ابھی آئے جاتے ہیں
بعد فنا میں آتش فرقت کا ہے اثر
سب پھول میری قبر کے مرجھائے جاتے ہیں
قیمت کا فیصلہ نہیں ہوتا کسی طرح
وہ دل کو دیکھ دیکھ کے للچائے جاتے ہیں
جاتے نہیں خطا کے مزے اس کو کیا کریں
ہر چند ہم سزا پہ سزا پائے جاتے ہیں
مجھ میں شب فراق سحر تک رہے گا کیا
یہ درد و رنج و غم تو مجھے کھائے جاتے ہیں
شوخی کا بھی لگاؤ ہے شرم و حیا کے ساتھ
آنکھیں ملا ملا کے وہ شرمائے جاتے ہیں
جن میں ہوا ہے وصل کسی کا کسی کے ساتھ
اب ان کے حکم سے وہ مکاں ڈھائے جاتے ہیں
بیٹھے ہیں بام پر بھی تو چلمن کو چھوڑ کر
ترسانے والے دور سے ترسائے جاتے ہیں
دل کا لگاؤ غیر سے کچھ دل لگی نہیں
دم لو تمہیں بھی اس کے مزے آئے جاتے ہیں
سنتا ہے کون ان کی بھلا شوق وصل میں
آنا ہے جو زبان پہ فرمائے جاتے ہیں

دیں گے جواب ہم تو نہ سن کر برا بھلا
فرمائے جائیں آپ جو فرمائے جاتے ہیں
سمجھے نہ وہ بلا سے ہمیں اس پہ ناز ہے
عاشق برائے نام تو کہلائے جاتے ہیں
اے داغ تھی پسند ہمیں جن کی سادگی
زیور اب ان کے واسطے بنوائے جاتے ہیں

60

قیامت کی مری آہیں، غضب کے میرے نالے ہیں
کلیجا دیکھئے ان کا جو ان کے سننے والے ہیں
وفاداروں میں غیروں کے حوالے پر حوالے ہیں
ہمارے جانے بوجھے ہیں ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہ ان کے لب پہ آہیں ہیں نہ ان کے لب نالے ہیں
جنہیں سمجھے ہو تم عاشق وہ دنیا سے نرالے ہیں
وہ ظالم پھوٹ کر رویا ہے کب عاشق کی میت پر
بڑی مشکل سے آنکھیں مل کے چار آنسو نکالے ہیں
وہاں ہے آنکھ میں سرمہ یہاں ہے خاک میں ملنا
وہاں لاکھ لبوں پر ہے، یہاں جینے کے لالے ہیں
یہ عقدے ناخن تدبیر سے کھولے نہ جائیں گے
نکالے گا وہی قسمت میں جس نے پیچ ڈالے ہیں
خبر عاشق کی سن کر یہ کہا اس نے رقیبوں سے
تعجب کیا ہے اس کا ایک دن سب مرنے والے ہیں
بلا نوش محبت سیر ہوتے ہیں کہیں ان سے
غم دنیا و دیں ان کے لئے بس دو نوالے ہیں
اڑا کر ساتھ غیروں کے بلایا مجھ کو محفل میں
ادھر ہیں بوتلیں خالی، ادھر جھوٹے پیالے ہیں
جتاتے ہو عبث احسان اپنے، میں تو قائل ہوں

مرے ارمان سب تم نے نکالے ہیں نکالے ہیں
شریک لطف ہوتی ہیں جفائیں واہ کیا کہنا
ستم گر جور بھی تیرے زمانے سے نرالے ہیں
اثر میری سیہ بختی کا ایسا ہے شب فرقت
شرارے آہ سوزاں کے بھی مثل خال کالے ہیں
سرشک گرم نے ایسا اثر اپنا دکھایا ہے
پپوٹے میری آنکھوں کے نہیں ابھرے یہ چھالے ہیں
محبت میں کرے جو صبر اس کو داد ملتی ہے
جسے عادت ہے خاموشی کی اس کے بول بالے ہیں
کہاں دل کا سا ویرانہ کہاں دل کی سی ہے وحشت
ہزاروں ہم نے جنگل دیکھ ڈالے چھان ڈالے ہیں
یہاں برسات کا رہتا ہے موسم ہجر جاناں میں
برستے ہیں مرے آنسو گرجتے میرے نالے ہیں
مزار اولیا سے فیض حاصل کر کہ اے غافل
ہمیشہ زندہ رہتے ہیں کہیں یہ مرنے والے ہیں
یہ تنہا ہجر میں خون جگر کھاتا ہی رہتا ہے
میسر عاشق مہجور کو بھی تر نوالے ہیں
چلی آتی ہے بھینی بھینی خوش بو زیر مرقد بھی
ہماری قبر پر کس نازنیں نے پھول ڈالے ہیں
تری چشم فسوں گر نے کیا کیا جانے کیا جادو
ترا کلمہ وہی پڑھتے ہیں جو اللہ والے ہیں
کراما کاتبین کے اشک ٹپکے ان کی حالت پر
عمل نامے سیہ کاروں کے اس صورت سے کالے ہیں
چلا ہے نامہ بر کے ساتھ دل بھی جانب دلبر
یہ بے چارے مسافر یا خدا تیرے حوالے ہیں
یہ عیاری نہیں چلنے کی طرز دل ربائی میں
جناب داغ کو تم جانتے ہو دلی والے ہیں

یہ طرفہ تماشا ہے نہیں چین سے گھر میں
بیٹھے ہوئے پھرتے ہو زمانے کی نظر میں
جو تجھ میں ہے وہ روپ کہاں ہے گل تر میں
جوبن بھی وہ جوبن ہے جو کھب جائے نظر میں
اللہ ری نزاکت کہ بل آتے ہیں کمر میں
گر تولئے ان کو کبھی میزان نظر میں
وہ بھی تو بڑی دیر میں آتی ہے یہاں تک
ہے تیری نزاکت کا اثر تیری خبر میں
دنیا میں کہیں اس نے ٹھکانا جو نہ پایا
آباد ہوئی خانہ خرابی مرے گھر میں
گو خضر جہاں گرد سہی مجھ کو یقیں ہے
جم جائیں قدم ان کے بھی اس راہ گزر میں
اے آہ رسا جا کے مسافر کی خبر لے
نالے نے بہت دیر لگائی ہے اثر میں
آزاد رہا جب تو رہی خانہ بدوشی
میں ہوں وہ مسافر مری منزل ہے سفر میں
فریاد سنے کون جہاں ہو یہ نزاکت
آواز سے اپنی بھی دھمک ہوتی ہے سر میں
یہ شوخی رفتار نہیں بیٹھنے دیتی
فتنے بھی ہیں بے چین تری راہ گزر میں
کس جلوے کی مشتاق ہیں یہ مردمک چشم
کرتی ہیں جو اشکوں سے وضو دیدۂ تر میں
میں جلوے سے بے ہوش وہ فرماتے ہیں ڈر کر
لایا کوئی جادو کا یہ پتلا مرے گھر میں
عاشق کو نہ اچھے سے غرض ہے نہ برے سے

جو آنکھ میں کھب جائے سما جائے نظر میں
دل چاک کرے کیوں نہ تری نیم نگاہی
یہ نیمچہ وہ ہے کہ اتر جائے سپر میں
تم جانتے ہو داغ نظر باز ہے کیسا
کیا تاڑ لیا اس نے تمھیں ایک نظر میں

62

بے پردہ اگر جلوہ نما وہ نہیں گھر میں
بجلی سی چمک جاتی ہے کیوں روزن در میں
قدرت ہے یہ اس کی قدر انداز نظر میں
ہر تیر مرے دل میں ہے ہر تیر جگر میں
اڑتی سی خبر آج مرے کان میں آئی
تم اڑ کے پہنچتے ہو کبھی غیر کے گھر میں
گردش میں ب وعدہ ہیں مانند نفس ہم
یہ حال ہے اپنا کبھی باہر کبھی گھر میں
شیریں کے لئے تیشہ زنی اس نے نہیں کی
فرماتے ہیں وہ درد تھا فرہاد کے سر میں
ٹھہرا ہوں گنہگار جو دو اشک بہا کر
کیا دامن تر کا ہے اثر دیدۂ تر میں
کہئے تو کہاں رات کو مہمان رہے تھے
کل تک تو نہ تھا آج ہے تعویذ کمر میں
آتے ہیں عیادت کے لئے دوست ہزاروں
بازار لگا ہے ترے بیمار کے گھر میں
ہم جانتے ہیں خوب وفا اور دغا کو
یہ دل ترے دل میں ہے نظر تیری نظر میں
ابرو کا اشارہ تھا جنہیں بار نزاکت
تلوار وہ باندھے ہوئے پھرتے ہیں کمر میں

کہتے ہیں مجھے دیکھ کے وہ بے سرو ساماں
اللہ نہ لائے کسی محتاج کے گھر میں
گریہ ہے کہ طوفان ہے، آنسو ہیں کہ دریا
کیا بلبلیوں پانی ہے مرے دیدۂ تر میں
وہ سیر کو نکلیں گے یہ اندیشہ ہے مجھ کو
دل بیچنے والے ہیں بہت راہ گزر میں
اتنا تو بتا دے ہمیں اے گردش گردوں
کوئی بھی گھڑی چین کی ہے آٹھ پہر میں
نازک تو ہیں دونوں ہی مگر فرق ہے اتنا
جو بات دہن میں ہے، نہیں تیری کمر میں
اب داغ کا یہ حال ہے دم جیسے ہو باقی
خورشید لب بام میں یا شمع سحر میں

63

کیا ہو گی شکل بعد فنا ہجر یار میں
آئینہ رکھ دے کوئی ہمارے مزار میں
غصے کے طور میں، بگہہ شرمسار میں
کیا جانے کہہ دیا انہیں کیا ہم نے پیار میں
ہل چل میں جو مکاں تو مکیں کس طرح رہے
کیونکر بٹھاؤں اس کو دل بے قرار میں
داغ جگر کہ اشک رواں سب ہیں بے اثر
یہ کس شمار میں ہیں، وہ ہیں کس قطار میں
پھر حشر تک خلاف یہ گردش نہ کر سکے
دو دن بھی گر فلک ہو مرے اختیار میں
دل کی رگیں لہو سے بجھاتی ہیں آگ کیا
سرخی کی ہے جھلک نفس شعلہ بار میں
وحشت یہ ہے کہ دامن محشر کے واسطے

کرتا ہوں امتحان جنوں خار زار میں
بعد فنا بھی ہے دل گم گشتہ کی تلاش
میں اس مزار میں ہوں کبھی اس مزار میں
ساقی پڑے ہیں حلق میں کانٹے یہ خوف ہے
الجھے نفس کا تار نہ اس خار زار میں
گو قتل کا ارادہ ہو مجھ کو یہ ناز ہے
بیٹھے رہے وہ آج مرے انتظار میں
پاؤں نہ آسماں سے کبھی شاہد مراد
گزریں ہزار سال اگر انتظار میں
می خوار کی نگاہ نے ہنگام می کشی
نشتر چبھو دیا رگ ابر بہار میں
بے کار میرے اشک جنوں میں نہ جا سکے
موتی پرو رہا ہوں گریباں کے تار میں
گو مے کشی گنہ ہے طبیعت کو کیا کروں
توبہ کسی نے کی بھی ہے فصل بہار میں؟
اے داغ بذل و عدل و شجاعت سخا و زہد
تھے وصف کس قدر شہ دلدل سوار میں

64

عاشق کی قدر کیا چمن روزگار میں
گل نے ہزار عیب نکالے ہزار میں
رکھ دوں گا داغ دار جگر لالہ زار میں
اب کیا نیا شگوفہ کھلے گا بہار میں
یہ کیا کہا کہ داغ ہے تو کس شمار میں
یکتا ہوں میں ہزار میں کیا سو ہزار میں
قابو میں تم نہیں ہو تو قابو میں دل نہیں
تم اختیار میں تو جہاں اختیار میں

پھر آئی فصلِ گل وہی گلزار ہے چمن
یا رب کھلے گی دل کی کلی کس بہار میں

اے زندگی اجل بھی تو امیدوار ہے
گزری ہے ایک عمر اسے انتظار میں

میں یاد کر سکوں نہ فرشتے ہی لکھ سکیں
وہ کیوں کمی کرے ستم بے شمار میں

آخر تھکی زباں، گھسیں اپنی انگلیاں
اک اک گھڑی گئی جو ترے انتظار میں

برپا قیامت اس کی جو ٹھوکر سے ہو گئی
کیا فتنہ سو رہا تھا ہمارے مزار میں

دوزخ ہوا نصیب پس مرگ غیر کو
چنگاریاں سی اڑتی ہیں اس کے غبار میں

سفاک غمزہ، چور نگہ، آنکھ راہ زن
پھر آپ بھی شریک ہیں اس لوٹ مار میں

وعدے پر آدھی رات کو وہ آئے، ساری رات
باتوں میں کچھ گزر گئی کچھ انتظار میں

پہنا تھا کیا رقیب کے ہاتھوں سے رات کو
بو باس غیر ہے ترے پھولوں کے ہار میں

انسان کیا وہ جبر جو دل بر نہ کر سکے
بے اختیار یاں ہیں مرے اختیار میں

اے داغ جبر و صبر کا دعویٰ غلط غلط
عاشق کا دل رہا ہے کہیں اختیار میں

خبر ضعیفوں کی شاہ نظام لیتے ہیں
سنبھال لیتے ہیں گرتوں کو تھام لیتے ہیں
بدل بدل کے رقیبوں کے نام لیتے ہیں

وہ اپنے آپ ہی لطف کلام لیتے ہیں
زبان کا وہ نگاہوں سے کام لیتے ہیں
انہیں سلام ہے جو یوں سلام لیتے ہیں
جو بانکپن کی یہ محشر خرام لیتے ہیں
تو فتنے اٹھ کے بلائیں مدام لیتے ہیں
وہ چھیڑ چھاڑ کی مجھ سے مدام لیتے ہیں
کہ دونوں ہاتھوں سے میرا سلام لیتے ہیں
پہنچ نہ جائے کہیں صدمہ دست نازک کو
وہ آتے جاتے ہزاروں سلام لیتے ہیں
یہ پوچھتا ہے زمانے سے وہ بت کافر
خدا کے بندے خدا کا بھی نام لیتے ہیں
طریق عشق میں رہ رو کی پیروی کے لئے
سراغ خضر علیہ السلام لیتے ہیں
مجال کیا جو کہیں ان سے بات مطلب کی
ہم آہ کر کے کلیجے کو تھام لیتے ہیں
خدا ہو دوست تو دشمن بھی دوست ہوتا ہے
رقیب ان سے مرا انتقام لیتے ہیں
قدم ترے کوچے میں ضعف سے ہے یہ حال
جگہ جگہ در و دیوار تھام لیتے ہیں
غرض تو یہ ہے کہ جیتے ہیں کتنے مر مر کر
وہ اہل عشق کی گنتی مدام لیتے ہیں
تمہاری نیم نگہ پر نہ دیں گے ہم دل کو
کہ لینے والے تو پورے ہی دام لیتے ہیں
ہماری قیمتِ دل دیجئے کہ ہم تو کبھی
ادھار لیتے ہیں سو دانہ دام لیتے ہیں
وہ گھر کہ خانہ خرابی کی ہے بنا جس سے
جناب عشق ہمارے ہی نام لیتے ہیں

تلاش رہتی ہے صبح امید کی شب غم
وہ بدگماں ہے کہ حوروں سے جام لیتے ہیں
کروں جفا پر وفا اور جبر پر میں صبر
وہ مجھ سے بس یہی دو چار کام لیتے ہیں
کیا ہے ناک میں دم واعظوں نے کیا کیجئے
غضب ہے دین کا دنیا میں کام لیتے ہیں
دل اب اچاٹ ہے کچھ ہم سے ہو نہیں سکتا
نہ کام کرتے ہیں کوئی نہ کام لیتے ہیں
فروغ و منصب و جاگیر و مال دے دے کر
دعائیں داغ سے شاہ نظام لیتے ہیں

66

سیر فصل بہار کرتے ہیں
چہچہے بادہ خوار کرتے ہیں
ہم انہیں جی سے پیار کرتے ہیں
وہ کہاں اعتبار کرتے ہیں
دل ہمارا نہ لیں بت کافر
نذر پروردگار کرتے ہیں
منتظر ہیں مرے جنازے کے
وہ مرا انتظار کرتے ہیں
غیر کی بات اور جھوٹی بات
آپ ہی اعتبار کرتے ہیں
دلربا بھی ہے دل بھی ہے معشوق
ہم تو دونوں کو پیار کرتے ہیں
کر گزرتے ہیں عاشق جاں باز
کام جو اختیار کرتے ہیں
نہیں ساقی تو بادہ کش جل کر

بط مے کا شکار کرتے ہیں
کیا مٹائیں گے وہ نشاں میرا
کیوں تلاش مزار کرتے ہیں
جان چھپٹی، کسی کا دل لوٹا
وہ یوں ہی لوٹ مار کرتے ہیں
ہے یہی بات اپنی ان کے ساتھ
شکوے دو تین چار کرتے ہیں
ان سے وہ حشر تک نہیں ملتے
جن کو امیدوار کرتے ہیں
دل کی بالیدگی سے دل خوش ہے
ایک کو ہم ہزار کرتے ہیں
ناوک ناز سے سر بازار
وہ دلوں کا شکار کرتے ہیں
پہلے مجھ کو انہوں نے قتل کیا
اب طواف مزار کرتے ہیں
حال جب پوچھتا ہے ہم سے کوئی
نالہ بے اختیار کرتے ہیں
میرے مطلب ہی کی نہیں کہتے
یوں وہ باتیں ہزار کرتے ہیں
چھینٹے دے کر نشیلی آنکھ پہ وہ
مست کو ہوشیار کرتے ہیں
داغ ہے خوش نصیب جس کی قدر
آصف نام زار کرتے ہیں

عشق میں دل کہیں حواس کہیں
ایسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں

چھپ کے بیٹھا ہے کیا کوئی مے کش
بھر کے جاتا ہے کیوں گلاس کہیں
مجھ کو اس سے ہے احتمال وفا
نہ غلط ہو مرا قیاس کہیں
زہر کھاتے ہیں تنگ آ کر ہم
یہ دوا آئے دل کو راس کہیں
کعبے جاتے ہیں، یہ دھڑکا ہے
ہم نہ پہنچیں خدا کے پاس کہیں
ستیاناس محتسب کا ہو
شیشہ پھینکا کہیں، گلاس کہیں
دل کے گوشوں میں دونوں مہماں ہیں
آرزو ہے کہیں تو یاس کہیں
آئیں گے پانچ دن میں کہتے ہو
پانچ دن کے نہ ہوں پچاس کہیں
دل کی مردانگی پہ بھولا ہوں
عاشقی میں نہ ہو ہراس کہیں
اس کو کہتے ہیں لوگ عہد شکن
ٹوٹ جائے نہ اپنی آس کہیں
جو نہ کہتی تھیں مجھ کو، وہ باتیں
غیر سے ہو کے بدحواس کہیں
شہر در شہر ہیں ترے عاشق
کہیں دس بیس، سو پچاس کہیں
جامہ عاشقی ملا ہے مجھے
تنگ تر ہو نہ یہ لباس کہیں
قطرہ قطرہ پلا نے اے ساقی
اوس سے بھی بجھی ہے پیاس کہیں؟
بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو

یہیں ہو گا وہ آس پاس کہیں

ردیفِ واؤ

68

غیر کے ساتھ مرے قتل کا ساماں کیوں ہو
جو اٹھائے نہ اٹھے مجھ سے وہ احساں کیوں ہو
تجھ سے بے درد مرے درد کا درماں کیوں ہو
چاہنے والے کی مشکل کبھی آساں کیوں ہو
کچھ تو ہے بات، کسی کی تو ہے آمد آمد
ورنہ یوں گھر میں ترے عید کا ساماں کیوں ہو
اکھڑی اکھڑی یہ لگاوٹ ہی ستم کرتی ہے
پاس کیوں ہو کسی کم بخت کو ارماں کیوں ہو
اف ری آفت کی، قیامت کی، غضب کی چتون
پھر یہ کہتے ہو کہ مجھ پر کوئی قرباں کیوں ہو
میری بالیں سے نہ جا کہہ کے خدا حافظ تو
تیرے بیمار کا اللہ نگہباں کیوں ہو
واقعی آپ ادھر بھولے سے آ نکلے تھے
جس کو رہنا نہ ہو منظور وہ مہماں کیوں ہو
چھوڑ دے ان کی خوشی پر تو رہے گا اچھا
کوئی ان شوخ مزاجوں کا نگہ باں کیوں ہو
اس کے سمجھائے سے آئے ہو عیادت کے لئے
جیتے جی سر پہ مرے غیر کا احساں کیوں ہو
کیا اسی کے لئے انسان ہوا ہے پیدا
نکلے جب ایک تو پھر دوسرا ارماں کیوں ہو
ہم کو اس واسطے پیارا ہے ستم بھی ان کا
اپنا معشوق جفا کر کے پشیماں کیوں ہو
یہ بھی منظور نہیں اس کو ہو چاہت میری

آرزو مجھ کو جو ہے وہ اسے ارماں کیوں ہو
داغ کو تم سے مری جان یہ امید نہ تھی
جھوٹے منہ بھی تو نہ پوچھا کہ پریشاں کیوں ہو

69

ہم باوفا ہیں یہ کسی نادان سے کہو
ایمان کی جو بات ہے ایمان سے کہو
آنا اگر ہے مدنظر خواب میں تو آؤ
دربان سے کہو، نہ نگہ بان سے کہو
یہ کیا کہا کہ ہم نہیں کہتے تجھے برا
کس کس سے کہہ چکے ہو تم ایمان سے کہو
رہنے دو پاس حضرت دل اس کے درد کو
رخصت کے واسطے تو نہ مہمان سے کہو
تن تن کے آئینے سے کہی ہے جو تم نے بات
مجھ سے بھی اس ادا سے اسی شان سے کہو
کیوں اس نے رکھ لیا یہ مزا دل سے پوچھ لو
کیوں دل میں رہ گیا ہے یہ پیکان سے کہو
کہتا ہوں حال دل تو وہ کہتے ہیں بار بار
کچھ ہوش سے حواس سے اوسان سے کہو
جس آرزو سے ہم نے کہا حرف مدعا
تم بھی خدا کرے اسے ارمان سے کہو
مرتا ہوں تم نے بخش دیا بھی کہا سنا
گر بندۂ خدا ہو تو ایمان سے کہو
مشرب تمہارا عشق ہے ہم جانتے ہیں داغ
کافر سے تم کہو، نہ مسلمان سے کہو

70

اسی کے ساتھ میں بھی ہوں، یہ لے جائے جہاں مجھ کو

نہ چھوڑوں آسماں کو میں، نہ چھوڑے آسماں مجھ کو
ادھر جاؤں، ادھر جاؤں، کدھر جاؤں، یہ حالت تھی
جب اپنے در پہ اس نے دیکھ پایا ناگہاں مجھ کو
کیا ہے یاد ظالم نے مجھے کب! وائے رے قسمت
کہ وقت واپسیں دو چار آئیں ہچکیاں مجھ کو
پس توبہ اگر مڈبھیڑ ہو جاتی ہے رستے میں
سلام اک جھک کے کرتا ہے وہیں پیر مغاں مجھ کو
چھٹے جب ساتھ ایسے شخص کا کیوں کر نہ حیرت ہو
بہت مڑ مڑ کے دیکھا کی مری عمر رواں مجھ کو
گئے وہ دن کہ دریا خون کے آنکھوں سے جاری تھے
مگر دیتی ہے چھینٹے اب تو چشم خوں فشاں مجھ کو
کہاں مجھ سا زمانے میں جفائیں جھیلنے والا
قیامت تک کرے گا تو اے آسماں مجھ کو
زباں پر داغ کی کس ناز سے آتا ہے یہ مصرع
ملا ہے شاہ آصف جاہ میرا قدر داں مجھ کو

71

جہاں الٹا اثر ہو زندگی عاشق کی پھر کیا ہو
محبت ترک کر دیں ہم تو دل میں درد پیدا ہو
کہوں کیونکر کہ دنیا میں تم ہی بے مثل و یکتا ہو
زمانہ دیکھ ڈالا ہے مری آنکھوں نے تم کیا ہو
تماشا دید کے قابل ہے بسمل کا کہ اے قاتل
تعجب کیا جو چشم جوہر شمشیر بینا ہو
تمھیں ہم دوست کیا جانے تمھیں ہم دوست کیا مانے
زمانہ ہی نہیں اس کا کہ اب کوئی کسی کا ہو
کرے تو دفن اے خورشید رو گر تفتہ جانوں کا
تو سبزے کی جگہ تار شعاع مہر پیدا ہو

کہا جب شعلہ رو ان کو ملا الزام یہ مجھ کو
عجب اس کا نہیں گر تو مری صورت سے جلتا ہو

یہ کیا کہتے ہو میرا بھید کھلنے کا نہیں تجھ پر
بتا دیں حال ہم دل کا اگر بند قبا وا ہو

شکن تیری جبیں پر ہو کہ بل تیری طبیعت میں
ہمیں پروا نہیں اس کی مقدر اپنا سیدھا ہو

یہیں ہو جائے طے آپس میں جھگڑا کل خدا جانے
تمہارے واسطے کیا ہو، ہمارے واسطے کیا ہو

بلانے سے نہ آپ آئیں، نہ مجھ کو آپ بلوائیں
نہ ایسا ہو نہ ویسا ہو تو پھر فرمایئے کیا ہو

زمانے کو پلٹتے دیر کیا لگتی ہے یہ سمجھو
بھروسا ہم کریں تم پر جو دنیا کا بھروسا ہو

تمہاری آنکھ ہے بیمار، دل بیمار ہے اپنا
کسی کے ہم مسیحا ہیں کسی کے تم مسیحا ہو

کدورت دل کی کیوں نکلے اگر آنسو نکلتے ہیں
جو صحرا ہو تو صحرا ہو جو دریا ہو تو دریا ہو

محبت کی نہ دیں گے داد وہ خط کو مرے پڑھ کر
وہاں انصاف پھر کیا ہو جہاں اندھیرا کھاتا ہو

نہ مٹ جائے قیامت کیا نہ پس جائیں فرشتے کیا
زمین حشر پر جب آپ کا نقش کف پا ہو

ہمارے قتل کرنے کو تری آنکھوں سے اے ظالم
نگاہیں خود یہ کہتی ہیں ذرا ہم کو اشارا ہو

ہوا ہے دشمن جانی وہ ظالم میری صحت کا
برا ہو اس دعا گو کا کہا تھا جس نے اچھا ہو

عیادت کو مری آ کر وہ یہ تاکید کرتے ہیں
تجھے ہم مار ڈالیں گے نہیں تو جلد اچھا ہو

اگر عذر جفا کر لو زباں کچھ تھک نہ جائے گی

شکایت کس طرح مٹ جائے جب تم سے نہ اتنا ہو
برائی غیر کی کرتے ہو تم، اچھا نہیں کرتے
برا وہ مان جائیں داغ یہ سن کر تو اچھا ہو

72

تری چاہت ہے زہریلی خدا جانے اثر کیا ہو
ابھی سے زندگی ہے تلخ آگے کیا خبر کیا ہو
ہماری آہ سے اس سنگ دل کے دل میں گھر کیا ہو
کسی نے سچ کہا ہے یہ کہ پتھر کو اثر کیا ہو
خبر بھی ہے تمہیں شوخی سے تم ہر گام پر کیا ہو
یہاں کیا ہو وہاں کیا ہو ادھر کیا ہو ادھر کیا ہو
تمہیں ہے دردِ سر کا شکوہ حرفِ مدعا سن کر
بیانِ شوق اس سے بھی زیادہ مختصر کیا ہو
کسی کو بھی نہ دیکھا میں نے اپنے حال پر روتے
تجھے جو دیکھ کر خوش ہو وہ میرا نوحہ گر کیا ہو
زمانہ ہے فلک ہے مدعی ہے ان کے شکوے ہیں
تم ہی اک فتنہ گر کیا ہو، تم ہی بیداد گر کیا ہو
قیامت کا ہے کیا یہ روز وعدہ دن نہیں ڈھلتا
نہ ہو جب شام ہی پیدا تو آئندہ سحر کیا ہو
ہوا سے مثلِ گل وہ نازنیں کملائے جاتا ہے
نزاکت جس کی ایسی ہو تو اس کے دل میں گھر کیا ہو
بہت سے لکھ کے خط اپنے سرہانے رکھ لئے میں نے
سبھی کو خوفِ جاں ہے کوئی میرا نامہ بر کیا ہو
یہ پہلو ہو کہ وہ پہلو ہدف دونوں ہیں تیروں کے
جگر سے دل الگ کیا ہو، الگ دل سے جگر کیا ہو
ہر اک سے پوچھتے ہیں میری نسبت وہ قیامت میں
ہوا سارا جہاں اس کی طرف، تم بھی ادھر کیا ہو

عبث دیتے ہو تم الزام مجھ کو سخت جانی کا
نہ ہو جب ہاتھ میں طاقت تو خنجر کار گر کیا ہو
نہیں سود و زیاں سے کچھ غرض عاشق کو اے ناصح
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر نفع و ضرر کیا ہو
مرض کی ہو گئی تشخیص بیمار محبت کو
مگر مشکل تو یہ ہے امتحان چارہ گر کیا ہو
فروغ حسن سے کس کو رہی ہے تاب نظارہ
ترا کیا عیب دیکھیں اور خوبی پر نظر کیا ہو
ہم اپنے حال پر روتے مگر اب کس طرح روئیں
نہ ہو جب خون کا قطرہ بھی دل میں چشم تر کیا ہو
وہ ہرجائی اگر ہے داغ، ہو تم بھی تو آوارہ
تمھیں کب صبر سے بیٹھے ہوئے تم ایک پر کیا ہو

73

ہماری قبر پر دو پھول ڈالتے جاؤ
کسی غریب کی حسرت نکالتے جاؤ
ادا ادا سے چھری پھیرتے رہو مجھ پر
ہنسی ہنسی میں مرا دم نکالتے جاؤ
برا بھلا وہ رقیبوں سے مجھ کو سنوائیں
پھر اس پہ یہ بھی ہو تاکید ٹالتے جاؤ
متاع دل کا ہے بازار غور کے قابل
برے بھلے پہ نظر بھی تو ڈالتے جاؤ
تمہاری بزم میں یہ عاشقوں کی عزت ہے
وہ آتے جائیں، انہیں تم نکالتے جاؤ
پتے پتے کی سنو مجھ سے اب ذرا سچ سچ
تمھیں خدا کی قسم تم جھٹلاتے جاؤ
وہ دل کو لیتے ہیں احسان رکھ کے یہ کر کر

بغل میں اپنی نہ دشمن کو پالتے جاؤ
برے ہیں حضرت دل چشم و خال و خط کے خیال
جو ٹل سکیں یہ بلائیں تو ٹالتے جاؤ
وہ ان کے خط میں ہیں مضموں کہ جب کبھی دیکھو
ہزار طرح کے پہلو نکالتے جاؤ
ادھر کو بھولے سے مدت میں اب تو آ نکلے
مریض عشق کی حالت سنبھالتے جاؤ
مجھے نکالنے آئے ہو اپنے کوچے سے
نکلنے والے کو دوزخ میں ڈالتے جاؤ
کہا کرے جو کوئی تم سے دوستی کی کبھی
تم اپنے کان میں وہ بات ڈالتے جاؤ
بھرے ہوئے ہیں مرے دل میں سینکڑوں ارماں
نکلتے جائیں جب تک نکالتے جاؤ
دکھائی دے گا کسی دن وہ دل کے آئینے میں
مگر یہ شرط ہے اس کو اجالتے جاؤ
علاج کرتے ہو اب درد عشق کا اے داغ
کہا تھا کس نے کہ یہ روگ پالتے جاؤ

ردیف ہائے ہوز

74

نہ ہوا یوں گنہ ثواب کے ساتھ
آب زمزم نہ تھا شراب کے ساتھ
دن گزرتے ہیں کس عذاب کے ساتھ
وہ زمانہ گیا شباب کے ساتھ
رہ گئی دل کی آرزو دل میں
موت ہی آ گئی جواب کے ساتھ
غیر کو دے کے جام مجھ کو دیا

خون دل بھی پیا شراب کے ساتھ
غیر اٹھ جائے کاش دنیا سے
سر محفل ترے حجاب کے ساتھ
وصل میں کشمکش سے ان کی قبا
دھجیاں ہو گئی نقاب کے ساتھ
مہر وہ رخ ہے اور ماہ جبیں
چاند نکلا ہے آفتاب کے ساتھ
آہ سوزاں ہے اور درد جگر
یہی بجلی ہے اس سحاب کے ساتھ
وعدہ وصل پر پلائی مجھے
خوب چھینٹا دیا شراب کے ساتھ
یاد آتی ہے جب تری شوخی
لوٹ جاتا ہوں اضطراب کے ساتھ
پہلے وہ نام اپنا لیتے ہیں
سب حسینوں میں انتخاب کے ساتھ
موت کا انتظار آٹھ پہر
زندگی اور اس عذاب کے ساتھ
صبر سے اس کو چین کب آئے
نبھ گئی جس کی اضطراب کے ساتھ
نیند اچٹی تو وہ جمال نہ تھا
نہ گئی چشم شوق خواب کے ساتھ
کیا کہیں ہم جناب داغ کو وہ
یاد کرتے ہیں کس خطاب کے ساتھ

دل میں رکھتا ہے تجھے اے ماہ پیکر آئینہ
ہے تری تصویر اندر اور باہر آئینہ

حسن کی دولت سے تیری ہے تونگر آئینہ
ہو گیا اپنے نصیبے کا سکندر آئینہ
یہ کشش ہے حسن کی تیرے عجب اس کا نہیں
وقت نظارہ جو نکلے چھوڑ کر گھر آئینہ
ہے رخ پر نور گویا اس کا ایک دریائے نور
پانی پانی شرم سے ہوتا ہے اکثر آئینہ
خود نمائی اور خود بینی اسی سے ہو گئی
دیکھنے کے واسطے رہتا ہے گھر گھر آئینہ
عکس افگن دونوں گیسو آئینے میں ہو گئے
دیکھئے گا اڑ نہ جائے پر لگا کر آئینہ
دل کے یوں ٹکڑے ہوئے اس کے خرام ناز سے
چور ہو جس طرح کھا کر کوئی ٹھوکر آئینہ
دیکھ کر بت کو نظر آتی ہے اپنی شکل بھی
بتکدے کا صاف ہے ایک ایک پتھر آئینہ
ہم کو اس حیرت کدے میں کیوں نہ حیرانی رہے
آپ ہی آئینہ خانے میں ہے ششدر آئینہ
کام آ جائے گی اس دل کی صفائی ایک دن
یہ دکھائیں گے تمہیں ہم روز محشر آئینہ
جان نکلی ہے مری اک سادہ رو کے عشق میں
قبر میں جاؤں گا اپنے ساتھ لے کر آئینہ
بزم میں سب کی نظر تھی آج روئے صاف پر
دیجئے صدقے میں آپ اے بندہ پرور آئینہ
دیکھیں کب تک منہ چھپاتے ہو کہیں گے لب سے ہم
تم ہو آئینے سے بدتر، تم سے بہتر آئینہ
پہلے تو یہ ایک تھا اب سو مقابل ہو گئے
رشک سے ٹکڑے کیا کیوں تم نے جل کر آئینہ
ان کے رخ کو غور سے دیکھا تو وہ کہنے لگے

دیکھتے ہیں آپ بھی اللہ اکبر آئینہ
سنبل پیچاں کو کر دیتی ہے سیدھا تیری زلف
منہ کی کھاتا ہے ترے رخ سے مقرر آئینہ
زندگی کے ساتھ ہیں اے داغ سب آرائشیں
قبر میں لے جا کے کیا کرتا سکندر آئینہ

76

دیکھنا اچھا نہیں زانو پہ رکھ کر آئینہ
دونوں نازک ہیں نہ رکھ تو آئینے پر آئینہ
ہو نہیں سکتا ترے رخ کے برابر آئینہ
رشک سے اپنا کہاں چھوڑے مقدر آئینہ
جب ہوا محفل میں اس کا روئے انور آئینہ
ہو گیا حیران منہ اپنا سا لے کر آئینہ
جب نگاہ شوخ پڑ جاتی ہے چشم شوخ کی
ہاتھ سے نکلا ہی جاتا ہے تڑپ کر آئینہ
شوق آرائش سے اپنے ہو گئے آخر وہ تنگ
ہو گیا دشوار شانہ اور دو بھر آئینہ
منہ نہ دیکھا تم نے غصے میں بہت اچھا کیا
دیکھ سکتا کیا یہ چتون کیا یہ تیور آئینہ
موت کی صورت نظر آتی ہے اپنی شکل میں
چشم بسمل کے لئے ہے تاب خنجر آئینہ
لن ترانی دیکھنا، کہتے ہیں وہ کس ناز سے
آج آئے تو مقابل میں چمک کر آئینہ
چاہتے ہیں وہ رہے مد مقابل سے سلوک
دیکھتے ہیں سورۂ اخلاص پڑھ کر آئینہ
وقت تزئیں دیکھ کر گردش نگاہ شوخ کی
دست مشاطہ میں کھا جات اے چکر آئینہ

دل کٹا جاتا ہے جب میں دیکھتا ہوں اپنی شکل
بن گیا میرے لئے شیشہ و خنجر آئینہ
سرخ ڈورے نشے کی آنکھوں میں دیتے ہیں بہار
جب ہے کیفیت کہ دیکھو پی کے ساغر آئینہ
کم سنی کی یاد آتی ہے تمہاری سادگی
اب سرکتا ہی نہیں زانو سے دم بھر آئینہ
وصل میں یوں سو رہے پھر صبح کو وہ جاگ کر
میرے منہ پر ان کا منہ تھا ان کے منہ پر آئینہ
روشنی دیکھی نہیں جاتی کسی صورت سے بھی
گھٹ کے منہ رہتا ہے تیرا اور بڑھ کر آئینہ
وقت دیدار اپنی صورت دیکھنی ہو گی تمہیں
دیکھو اپنے پاس رکھنا روز محشر آئینہ
آئینہ ہی ان کا سینہ اس پہ کچھ کچھ سخت سخت
حسن کے اعجاز سے رکھتا ہے پتھر آئینہ
میرے مرقد پر صفائے قلب کی تاثیر سے
کیا عجب بن جائے لوح سنگ مر مر آئینہ
وہ جو خود بیں ہیں تو ہوں اے داغ تو جلتا ہے کیوں
سامنے ان کا رہے گا آئینے پر آئینہ

77

عکس کا کل سے معتبر ہے سرا سر آئینہ
روح اسکندر کو کرتا ہے معطر آئینہ
اس تن شفاف سے کیوں کر ہو ہم سر آئینہ
جس کا سایہ بھی بنے قد کے برابر آئینہ
یہ کہاں حوران جنت کو میسر آئینہ
چشمہ کوثر کو وہ دیکھیں سمجھ کر آئینہ
جس سے جو کچھ بن پڑا ہے نام اس کا اس کے ساتھ

جام با جمشید ناز و با سکندر آئینہ
جب سے وہ خود بیں ہوئے ہیں قتل کرنے کو مرے
آب میں تلوار ہے جوہر میں خنجر آئینہ
ذکر یوسف سنتے ہی کیا جانے کیا آیا خیال
ہاتھ میں اس نے اٹھایا مسکرا کر آئینہ
ایک صورت سے جو نبھ جائے تو یہ اچھی ہے فال
آؤ دیکھیں ہم بھی تم بھی آج مل کر آئینہ
آگے اس خورشید رو کے آئے تو قلعی کھلے
قلعی سیماب سے گو ہے منور آئینہ
اب تو یہ ٹھہری ہے دیکھیں کون ہو حسرت زدہ
رات بھر ہم ان کا منہ دیکھیں وہ دن بھر آئینہ
دونوں اپنے وقت پر آنکھیں دکھاتے ہیں مجھے
اہل جوہر تیغ اپنی اہل جوہر آئینہ
آج اس کو شکل میری دیکھ کر حیرت ہوئی
آنکھیں پھوٹیں میں نے دیکھا ہو جو دن بھر آئینہ
ذکر مے سے کس قدر آتی ہے سرخی رنگ پر
حضرت واعظ رکھیں بالائے منبر آئینہ
دیکھنا بھی ہے دکھانا بھی حسینوں کو ہے شرط
اس میں بازی لے گیا اے بندہ پرور آئینہ
اس میں کیا دیکھی رقیب روسیہ نے اپنی شکل
آج اندھا ہو گیا، کل تھا منور آئینہ
پرتو رخسار سے چمکی تھی بجلی ایک بار
دیکھتے ہی وہ نہیں ان دن سے ڈر کر آئینہ
شکل اپنی دیکھتا ہے ناز سے ایک اک حسیں
اپنے گھر میں بن گیا ہے حسن کا گھر آئینہ
لاؤ مجھ کو دو کہ خود سینے سے اپنے میں ملوں
ایسی صیقل ہو گی بن جائے گا خنجر آئینہ

یہ دل نازک گداز غم سے پانی ہو گیا
گھر ہی گھر میں گھل گیا اندر ہی اندر آئینہ
داغ یہ بزم سخن کیا عالم تصویر ہے
ہاتھ میں رکھتا ہے گویا ہر سخن ور آئینہ

ردیف یائے تحتانی

78

نہ تھی تاب اے دل تو کیوں چاہ کی
بڑا تیر مارا اگر آہ کی
وہی ایک ہے خاک دیر و حرم
دل اس راہ کی لے کہ اس راہ کی
خدا جانے کیا بن گئی دل پر آج
صدا ہے جو اللہ اللہ کی
اڑاتے ہو بے پر کی تعریف میں
بندھی ہے ہوا کس ہوا خواہ کی
وہ پیغام الفت کا منہ پھیر کر
وہ شرمیلی آنکھیں سحر گاہ کی
اجاڑے ہیں گھر تو نے کافر بہت
کہاں جائے مخلوق اللہ کی
تم آنا ہمارے جنازے کے ساتھ
یہ تکلیف کرنا خدا راہ کی
کبھی دو کبھی سو ملیں گالیاں
مقرر ہماری نہ تنخواہ کی
فلک سا بھی ظالم کوئی اور ہے
مگر عمر اس کی نہ کوتاہ کی
اسے ہم نے دیکھا جسے دیکھ کر
نگہ نے تری شرم ناگاہ کی

گیا دل ترے پاس اک آن میں
مسافت بہت کم ہے اس راہ کی

کہا بوسہ آستاں پر بہ طنز
نہیں ہے یہ دہلیز درگاہ کی

نہیں بے سبب ان بتوں کو غرور
کچھ اس میں بھی حکمت ہے اللہ کی

نہ لیتے گئے بے وفا جان کر
اگر جان بھی ان کے ہمراہ کی

مرے دل میں برچھی چبھو کر کہا
خبردار تو نے اگر آہ کی

یکایک ڈسا تیری کاکل نے دل
اس افعی نے کیا چوٹ ناگاہ کی

یہ سمجھاتے دیتے ہیں اے داغ ہم
اطاعت کئے جاؤ تم شاہ کی

یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی
کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئے گی

قاصد کا انتظار عبث یہ یقین ہے
مجھ تک تو اس طرف کی ہوا بھی نہ آئے گی

اے شوخ اگر یہی ہیں تلون مزاجیاں
پوری تجھے تو طرز جفا بھی نہ آئے گی

آنکھیں خدا نے دی ہیں مروت کے واسطے
یہ کے اخبر تھی تجھ کو حیا بھی نہ آئے گی

گر یوں ہی ضعف قلب دکھائے گا اپنا زور
لب تک اخیر وقت دعا بھی نہ آئے گی

زاہد سے کہہ دو رنج و مصیبت کی کر دعا

اس کے بغیر یاد خد ابھی نہ آئے گی
خوش ہوں کہ وہ خیال میں لاتے نہیں مجھے
ان کی سمجھ میں میری خطا بھی نہ آئے گی
کہنے لگے تھے حال مگر یہ خبر نہ تھی
مطلب کی بات لب پہ ذرا بھی نہ آئے گی
تم جاؤ گے اگر نہ عیادت کے واسطے
بیمار غم کو راس دوا بھی نہ آئے گی
عاشق تمہیں سکھاتے ہیں انداز دلبری
گر دل نہ آئے گا تو ادا بھی نہ آئے گی
کیا جانیں کیا کریں گی تیری شوخ چتونیں
تجھ کو تو شرم روز جزا بھی نہ آئے گی
جو مر گئے ہیں تیری محبت میں درد مند
راحت انہیں تو بعد فنا بھی نہ آئے گی
بے تابی فراق گئی ہے نہ جائے گی
مجھ کو عدم میں نیند ذرا بھی نہ آئے گی
وعدے کی رات کیوں نہ بہانہ کریں گے وہ
جب تک نہ ہو بہانہ قضا بھی نہ آئے گی
تم جانتے ہو آئے گی پھر یہ شب وصال
اے داغ مان جاؤ کہا بھی نہ آئے گی

80

نہیں نہیں وہ قلق آہ نارسا کے مجھے
اثر کے ہیں لالے دعا دعا کے مجھے
ادا سے دیکھ لیا پہلے مسکرا کے مجھے
پھر اور تیر لگایا نظر ملا کے مجھے
عدو کے غم میں منایا لبھا لبھا کے مجھے
تسلیاں بھی تو کر دیں الگ بٹھا کے مجھے

قلق سبھی نے کیا درد منا پا کے مجھے
خیال یار بھی اب رو گیا ہے آ کے مجھے

ادھر ملامت احباب کی ہے اک بوچھاڑ
ادھر وہ چلتے ہوئے سیدھیاں سنا کے مجھے

اثر نہ کیوں ہو وہ ہے اپنے بائیں ہاتھ کا داؤ
کہ ہو گئے ہیں رواں ہتھکنڈے دعا کے مجھے

دبا کے خاک میں جاتے کہاں ہو، سنتے جاؤ
بٹھا دیا ہی نکرین نے اٹھا کے مجھے

متاع دل جو ہو بے کار کیوں نہ ہو وقت
کہ دام اٹھانے پڑے جنس ناروا کے مجھے

یہ تیرے تیر کے پر کی صدا سنی میں نے
رکھ اپنے پاس کلیجے سے تو لگا کے مجھے

کہاں ندیم شب ہجر میں رفیق کہاں
سدھارے اپنے گھروں کو وہ رو رلا کے مجھے

بنا ہوں عشق میں ان گل رخوں کے گلدستہ
بٹھائیں بزم میں بھی سامنے ہوا کے مجھے

نہیں ہے بزم میں بے وجہ دیکھنا ان کا
وہ آنکھیں سینکتے ہیں رشک سے جلا کے مجھے

نکالے اپنے تلووں سے خار گھڑیوں میں
ابھی تو پاؤں دبانے ہیں رہ نما کے مجھے

نہ کوہسار نہ صحرا نہ آسماں نہ زمیں
ہوائے شوق کہاں لے گئی اڑا کے مجھے

قیامت آئی یہ خط کا جواب آیا ہے
پرائے بس میں ہوں لے جائے کوئی آ کے مجھے

بہار دیدۂ خوں بار کے سوا دل نے
دکھائے رنگ بہت خون مدعا کے مجھے

ہزار پردہ کروں عشق کوئی چھپتا ہے

وہ دیکھ لیں گے کسی طرح آزما کے مجھے
یہ خط کے پرزے ہی بازو پہ باندھ دے قاصد
ہوائے شوق میں اڑنا ہے پر لگا کے مجھے
نگاہ شوخ بھی گردش میں ہے فلک بھی ہے
ستانے والے نہیں چین سے ستا کے مجھے
لتاڑ ڈالوں گا میں ٹھوکروں میں اس کی طرح
چلا ہے فتنہ محشر کہاں جگا کے مجھے
کہیں گے سب تمہیں نادان اور کیا ہو گا
یہی نا؟ اپنے پہ ہنسواؤ گے رلا کے مجھے
ملے گی داد ستم کس طرح کہاں کیونکر
اسی کے ان کو بھروسے ہیں جس خدا کے مجھے
نہیں ہے قیصر و فغفور سے طمع اے داغ
بہت ہیں لطف و کرم اپنے بادشاہ کے مجھے

81

قتل پیغام بر نہ ہو جائے
آخری یہ سفر نہ ہو جائے
خوش بہت ان کے گھر نہ ہو جائے
پھول کر دل جگر نہ ہو جائے
لاگ اے چارہ گر نہ ہو جائے
تیرے سر درد سر نہ ہو جائے
ہو صفائی اگر تو کاہے ممکن
دل کی دل کو خبر نہ ہو جائے
اپنی آنکھیں نکال ڈالوں گا
تجھ کو میری نظر نہ ہو جائے
لڑ رہا ہے مرض طبیعت سے
خون اے چارہ گر نہ ہو جائے

عرض مطلب پہ لگ گئی ہچکی
قصہ ہی مختصر نہ ہو جائے

آتی جاتی حیا میں شوخی ہے
پردگی پردہ در نہ ہو جائے

آنے جانے نہ دو رقیبوں کو
کہیں بازار گھر نہ ہو جائے

خستگی دل کی دیکھتا کیا ہے
ٹکڑے ٹکڑے جگر نہ ہو جائے

اک زمانہ ہے آج میری طرف
کل ادھر سے ادھر نہ ہو جائے

نقش پائے رقیب جھک کے نہ دیکھ
کہیں دہری کمر نہ ہو جائے

نامہ بر ہے بنی بنائی بات
چوک تجھ سے اگر نہ ہو جائے

سب ہے سامان وصل و عیش و نشاط
آسماں رخنہ گر نہ ہو جائے

دل ہے خواہان لذت بے داد
کیوں وہ بے داد گر نہ ہو جائے

ذکر سے غیر ہی کے دل بہلاؤں
منفعل تو مگر نہ ہو جائے

مرگ دشمن کی کیا دعا مانگوں
کہیں الٹا اثر نہ ہو جائے

یہ تو آثار ہیں قیامت کے
عشوہ گر فتنہ گر نہ ہو جائے

ہے پس مرگ مجھ کو خوف عذاب
قبر دشمن کا گھر نہ ہو جائے

میرے ہی حال دل میں روز حساب

صبح سے دوپہر نہ ہو جائے
دیکھنے والوں کو نہ دیکھا کر
اس نظر کو نظر نہ ہو جائے
اس کو تعلیم ناز خوب نہیں
بے خبر با خبر نہ ہو جائے
ہیں قیامت کے خواستگار بہت
وقت سے پیشتر نہ ہو جائے
زلف رکھنے لگی ہے بل مجھ سے
یہ بلا میرے سر نہ ہو جائے
شب کو چوری سے ہم وہاں پہنچے
تھا یہ کھٹکا سحر نہ ہو جائے
ہم تو دشمن نہیں ہیں قاصد کے
خوف اس کو اگر نہ ہو جائے
کیوں جگہ دیں وہ اپنے پہلو میں
داغ داغ جگر نہ ہو جائے

82

وہاں عاشقوں کو زا مل رہی ہے
محبت کو لو سواد کیا مل رہی ہے
وفا پر مجھے بد دعا مل رہی ہے
خطا کی تھی اس کی سزا مل رہی ہے
بدلتا نہیں حال بیمار غم کا
بدل کر دوا پر دوا مل رہی ہے
تری آنکھ تو ہے بڑی لڑنے والی
یہ غیروں سے کیوں بے حیا مل رہی ہے
بہت منزل عشق میں راہ زن ہیں
خبر مجھ کو یہ جا بجا مل رہی ہے

یہ ڈر ہے انہیں بیچ میں نہ آ جاؤں
کمر سے جو زلف رسا مل رہی ہے
کوئی دن کے ہیں یہ جدائی کے صدمے
اثر سے ہماری دعا مل رہی ہے
یہ کس کو غش آیا وہ دامن سے اپنے
ہوا دے رہے ہیں ہوا مل رہی ہے
علاج اور بیمار الفت کا کیا ہو
دوا مل رہی ہے دعا مل رہی ہے
مجھے داد دیتے ہیں بے داد کر کے
سزا مل چکی تھی جزا مل رہی ہے
رخ صاف آئینے سے مل رہا ہے
پھر اس پر ادا سے ادا مل رہی ہے
چبانے لگے ہونٹ وہ بوسہ دے کر
یہ جھوٹے کو اچھی سزا مل رہی ہے
مرے واسطے بزم دشمن میں ساقی
مئے ناب میں سنکھیا مل رہی ہے
عدو کا ہے نام اس لب جاں فزا پر
مسیحا سے گویا قضا مل رہی ہے
ہمارے لئے ہے مزا دل لگی کا
خطا کر رہے ہیں سزا مل رہی ہے
رقیبوں سے کر لی ہے سازش جو میں نے
مجھے آفریں، مرحبا مل رہی ہے
وصال دل و جاں پہ حیرت ہے مجھ کو
وفادار سے بے وفا مل رہی ہے
غنی کر رہی ہے محبت کی دولت
مرے حوصلے سے سوا مل رہی ہے
خبر آئی کیا غیر کی وقت زینت

یہ مٹی میں کیسی حنا مل رہی ہے
سنی ہے جو ظالم نے تاثیر الٹی
ہماری دعا کو دعا مل رہی ہے
الگ شور محشر سے سنئے گا نالے
ابھی تو صدا میں صدا مل رہی ہے
بہت ہجر میں بے کسی کا ہے احساں
یہی اک شریک اور شامل رہی ہے
ملو داغ سے تم بھی ہے عید کا دن
گلے آج خلق خدا مل رہی ہے

83

زمانہ بتوں پر فدا ہو رہا ہے
خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے
ستم جو ہو کے عذر جفا ہو رہا ہے
وہ کیا ہو رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے
وہ مصروف ناز و ادا ہو رہا ہے
بڑی دیر سے یہ مزا ہو رہا ہے
اگر قطع ہوتا تو بہتر تھا اس سے
کہ دست ہوس نارسا ہو رہا ہے
دھڑکتا ہے دل، کانپتا ہے کلیجا
ادا اس طرح مدعا ہو رہا ہے
مداوا ترے کشتگان ستم کا
خدا جانے عقبیٰ میں کیا ہو رہا ہے
یہ آ کر کہا مجھ سے پیغام بر نے
وہاں دشمنوں کا کہا ہو رہا ہے
گھلی جاتی ہے ہجر میں جان اپنی
قضا کا جو حق تھا ادا ہو رہا ہے

مری بدگمانی کا اب کیا ٹھکانا
قسم کھا کے عہد وفا ہو رہا ہے
مجھی کو محبت ہے غیروں سے گویا
مجھی سے اب الٹا گلا ہو رہا ہے
تڑپنے کو میرے نیا کھیل سمجھے
کہا دور ہی سے یہ کیا ہو رہا ہے
نہ رکھ میرے سینے پہ تو دست نازک
ابھی درد دل میں سوا ہو رہا ہے
خدا شرم رکھ لے مری عاشقی کی
وہاں امتحان وفا ہو رہا ہے
ستم جو کم کم تو ہم سہتے جائیں
مگر وہ تو بے انتہا ہو رہا ہے
ادھر غیر دشمن ادھر دوست بدظن
ستم یہ جدا، وہ جدا ہو رہا ہے
کہوں تجھ سے کیا اپنے دل کی حقیقت
برا حال اے دل ربا ہو رہا ہے
تغافل سے اس کے اچٹنے لگا دل
برائی میں میرا بھلا ہو رہا ہے
تری خفگیوں کی کروں کیا شکایت
مرا دل بھی تجھ سے خفا ہو رہا ہے
جگت آشنا داغ ملتا تھا سب سے
مگر اب تو وہ آپ کا ہو رہا ہے

84

یہ پیشتر زمیں سے ہے یا آسماں سے ہے
کیا جانے ابتدائے محبت کہاں سے ہے
قربان جاؤں صبر دل بے قرار کے

پیغام جو یہاں سے نہ تھا وہ وہاں سے ہے
کیا لطف زندگی ہے کہ اس زندگی کا لطف
آگے بڑھا ہوا مری عمر رواں سے ہے
برسوں وہ مہربان ہیں دم بھر میں کچھ نہیں
مجھ کو تو ہول دل ستمِ ناگہاں سے ہے
قاصد کے منہ سے مہر لگی اس کے سامنے
اظہار مدعائے زبانی زباں سے ہے
جاتا ہے کون کوئی وہاں جا کے کیا کرے
اک چھیڑ ہم کو مدنظر پاسباں سے ہے
باہم ہو جب نفاق بڑھے کیوں نہ گفتگو
دل کو ہے دل سے لاگ زباں کو زباں سے ہے
کھولے ہیں میرے بھید رقیبوں کے سامنے
وہ شکوہ غیر سے نہیں جو راز داں سے ہے
اس گھر سے ہم نکلتے ہی مر جائیں گے ضرور
جنت بھی دو قدم پہ تمہارے مکاں سے ہے
پیری میں داغ جوش مضامیں ہے رنگ پر
اس باغ کی بہار ہماری خزاں سے ہے

85

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے بولتے
جان بھی نکلے تو میری جان ہنستے بولتے
تم مرے گھر میں رہو مہمان ہنستے بولتے
خوب نکلیں وصل کے ارمان ہنستے بولتے
مجھ کو مجبوری نہ تھی اس کی زبردستی نہ تھی
لے گیا کافر مرا ایمان ہنستے بولتے
اس نے میرے شعر میں وصف صنم سن کر کہا
ہم نہیں اب تجھ سے بے ایمان ہنستے بولتے

یہ تو ان کی دل لگی ہے یہ تو ان کی بات ہے
وعدہ اٹھتے بیٹھتے، پیمان ہنستے بولتے

پھر تو ساری رات ہو گا مجھ کو رونا پیٹنا
دن تو گزرے، میں ترے قربان ہنستے بولتے

میں ہنسا بولا اگر تم سے تو کیوں برہم ہوئے
کیا نہیں انسان سے انسان ہنستے بولتے

عار آتی ہے انہیں اب زہر بھی دیتے نہیں
پہلے دیتے تھے بنا کر پان ہنستے بولتے

شوخی تقریر اس کی لے گئی دل لوٹ کر
باتوں باتوں میں ہوا نقصان ہنستے بولتے

چپ کھڑی روتی ہے تو اے شمع محفل رات بھر
کاش ہو مشکل تری آسان ہنستے بولتے

وہ بلاتے بزم دشمن میں تو چپ رہتے نہ ہم
اوپری دل سے ہی تا امکان ہنستے بولتے

نکتہ چیں ہے غیر اے دل اور وہ نازک مزاج
ایسے موقع پر نہیں نادان ہنستے بولتے

جور سے کیا ان کو مطلب ظلم سے کیا فائدہ
وہ تو لیتے ہیں پرائی جان ہنستے بولتے

قہقہوں کا چہچہوں کا لطف ہے گلگشت میں
کچھ گل و بلبل سے بھی اک آن ہنستے بولتے

آسماں برسوں رلاتا ہے، لگا دیتا ہے چپ
دیکھ لیتا ہے اگر اک آن ہنستے بولتے

غیر کے گھر شب کو وہ مہمان ہمسائے میں تھے
سن رہے تھے ہم لگا کر کان ہنستے بولتے

انقلاب دہر سے باقی نہیں ایسا مقام
چار مل کر جس جگہ انسان ہنستے بولتے

غیر کا مذکور خلوت میں یکایک آ گیا

ناگہاں آفت میں آئی جان ہنستے بولتے
ہو رہے خاموش کیوں مجھ کو تو یہ امید تھی
دیکھ کر تم داغ کا دیوان ہنستے بولتے

86

اپنے دل کا مکان اور ہی ہے
اس میں اک مہمان اور ہی ہے
ملک الموت اس کو کیا لے گا
دل میں عاشق کے جان اور ہی ہے
عشق کے ہیں جدا نشیب و فراز
یہ زمیں آسمان اور ہی ہے
سیر جس کی ہمیں ہے مدنظر
تیسرا وہ جہان اور ہی ہے
گرچہ ہے وہ کریم بندہ نواز
بے نیازی کی شان اور ہی ہے
یاد ہے تیری، ذکر سے تیرے
اور ہے دل، زبان اور ہی ہے
تو مٹائے گی اے قیامت کیا
مر مٹوں گا نشان اور ہی ہے
دل مرا کہہ رہا ہے اور ہی کچھ
واعظوں کا بیان اور ہی ہے
اے فلک تیری مہربانی کیا
داغ کا مہربان اور ہی ہے

87

گر ہو سلوک کرنا انسان کر کے بھولے
احسان کا مزا ہے احسان کر کے بھولے
نشتر سے کم نہیں ہے کچھ چھیڑ آرزو کی

عاشق مزاج کیونکر ارمان کر کے بھولے
وعدہ کیا پھر اس پر تم نے قسم بھی کھائی
کیا بھول ہے کہ ایسا پیمان کر کے بھولے
وعدے کی شب رہا ہے کیا انتظار مجھ کو
آنے کا وہ یہاں تک سامان کر کے بھولے
اپنے کئے پہ نازاں ہو آدمی نہ ہر گز
طاعت ہو یا اطاعت انسان کر کے بھولے
خود ہی مجھے بلایا، پھر بات بھی نہ پوچھی
وہ انجمن میں اپنی مہمان کر کے بھولے
یہ بھول بھی ہماری ہے یادگار دیکھو
دل دے کے مفت اپنا نقصان کر کے بھولے
تم سے وفا جو کی ہے، ہم سے خطا ہوئی ہے
ایسا قصور کیونکر انسان کر کے بھولے
آخر تو آدمی تھے نسیان کیوں نہ ہوتا
میری شناخت شب کو دربان کر کے بھولے
اب یاد ہے اسی کی، فریاد ہے اسی کی
سارے جہاں کو جس کا ہم دھیان کر کے بھولے
اب عشق کا صحیفہ یوں دل سے مٹ گیا ہے
جس طرح یاد کوئی قرآن کر کے بھولے
اے داغ اپنا احساں رکھے گا یاد قاتل
وہ اور میری مشکل آسان کر کے بھولے

88

کس کی طاقت ہے کرے کوئی برائی آپ کی
ساری دنیا آپ کی، ساری خدائی آپ کی
کم نہیں تلوار سے یہ کج ادائی آپ کی
مار ڈالا آپ نے ہم کو، دہائی آپ کی

حلقہ آغوش ہے یہ حلقہ گیسو نہیں
کسمسا کر ہو نہ جائے گی رہائی آپ کی
بزم دشمن میں مجھے وہ دیکھ کر کہنے لگے
آپ کیوں آئے یہاں، کیا موت آئی آپ کی
پاسباں سب سو گئے کیا سارے درباں مر گئے
حضرت ناصح ہوئی کیوں کر رسائی آپ کی
آستیں میں سے بھی ظاہر انگلیوں کے ہیں نشاں
کس نے پکڑی زور سے نازک کلائی آپ کی
دل نہ ٹھہرائے ٹھہرتا تھا کسی تدبیر سے
پھر نہ تڑپا جب قسم ہم نے دلائی آپ کی
ہم تو دنیا سے چلے حسرت لئے حسرت بھرے
یاد رہ جائے گی لیکن بے وفائی آپ کی
رات بھر بے وجہ ہم سے وہ مکدر ہی رہے
وقت رخصت ہار کر ہم نے صفائی آپ کی
کیا کہوں جو نزع کی حالت میں دل کا حال ہے
ایک تو عقبیٰ کا غم، اس پر جدائی آپ کی
ہم نے پہچانا گئے تھے رات کو چھپ کر جہاں
بس جناب داغ دیکھی پارسائی آپ کی

89

نکالوں کس طرح خار تمنا سخت مشکل ہے
وہ اس ڈر سے نہیں چھوتے کہ یہ کانٹوں بھرا دل ہے
جب ان کا امتحاں کیجئے تو مٹھی میں نیا دل ہے
الٰہی کیا حسینوں کو بھی دست غیب حاصل ہے
وہ کافر مجھ کو سمجھے با وفا یہ زعم باطل ہے
خدا کا جو نہیں قائل وہ کب بندے کا قائل ہے
بھلا دیکھیں تو بازی کون لے جائے محبت میں

تم اپنے نام کے دلبر، یہ اپنے نام کا دل ہے
قدم رکھو جو آنکھوں پر تو ان کا وصل ہو جائے
ہماری آنکھ میں تل ہے تمہارے پاؤں میں تل ہے
کبھی بیگانہ ہے سب سے کبھی وہ آشنا سب کا
کبھی محفل میں خلوت ہے کبھی خلوت میں محفل ہے
سنی جب آہ مجنوں کی تو دی آواز لیلیٰ نے
تجھے ہم سے غرض کیا ہے یہ ناقہ یہ محمل ہے
گریزاں ہے مقام امن سائے سے مرے کوسوں
کہ پیچھے پیچھے میں ہوں میرے آگے آگے منزل ہے
بھروسا ہے خدا پر، ناخدا سے التجا کیسی
مری کشتی ہیں اچل ہے مری کشتی میں ساحل ہے
مسافر بھی مسافر ناتواں راہیں بھی سخت ایسی
جہاں ہم کھا کے ٹھوکر گر پڑے اپنی وہ منزل ہے
بڑھا رہتا ہے کیا کیا طالب دیدار ہو ہو کر
مرے پائے نگہ پر بھی گمان دست سائل ہے
اٹھایا شوق نے اٹھے، بٹھایا ضعف نے بیٹھے
یہی رستے کا رستہ ہے، یہی منزل کی منزل ہے
کیا ہے غم نے ایسا ناتواں اے نازنیں دل کو
ترا دست تسلی بھی مرے سینے پہ اک سل ہے
خدا سے بھی دعا مانگو تو یہ کہتا ہے وہ کافر
ذرا غیرت نہیں، کیا بے حیا بے صبر سائل ہے
یہ اے صیاد اک پہلو نکل آیا رہائی کا
اسیروں میں ترے جو چھوٹ جائے وہ مرا دل ہے
نہ گھبرا عقدۂ دشوار سے اے داغ تو ہر گز
قسم مشکل کشا کی یہ کوئی مشکل میں مشکل ہے

قرینے سے عجب آراستہ قاتل کی محفل ہے
جہاں سر چاہے سر ہے جہاں دل چاہے دل ہے
ہر اک کے واسطے کب عشق کی دشوار منزل ہے
جسے آساں ہے آساں ہے جسے مشکل ہے مشکل ہے
زہے تقدیر کس آرام و راحت سے وہ بسمل ہے
کہ جس کے سر کا تکیہ دیر سے زانوئے قاتل ہے
طریق عشق کچھ آسان ہے کچھ ہم کو مشکل ہے
ادھر رہبر ادھر رہزن یہی منزل بہ منزل ہے
مجھے تجھ سے رکاوٹ اور تو غیروں پہ مائل ہے
مرا دل اب ترا دل ہے ترا دل اب مرا دل ہے
بڑھا دل اس قدر فرط خوشی سے وصل کی شب کو
مجھے یہ وہم تھا پہلو میں یہ تکیہ ہے یا دل ہے
تری تلوار کے قربان اے سفاک کیا کہنا
ادھر کشتے پہ کشتہ ہے ادھر بسمل پہ بسمل ہے
عدم میں لے چلا ہے رہ نمائے عشق کیا مجھ کو
یہی کہتا ہے آ پہنچے ہیں تھوڑی دور منزل ہے
انہیں جب مہرباں پا کر سوال وصل کر بیٹھا
دبی آواز سے شرما کے وہ بولے یہ مشکل ہے
ستم بھی ہو تو مجھ پر ہو جفا بھی ہو تو مجھ پر ہو
مجھے اس رشک نے مارا وہ کیوں عالم کا قاتل ہے
مسیحا نے ترے بیمار کو دیکھا تو فرمایا
نہ یہ جینے کے قابل ہے نہ یہ مرنے کے قابل ہے
زبردستی تو دیکھو ہاتھ رکھ کر میرے سینے پر
وہ کس دعوے سے کہتے ہیں ہمارا ہی تو یہ دل ہے
ہمارے دل میں آ کر سیر دیکھو خوب رویوں کی
کہ اندر کا اکھاڑا ہے، پری زادوں کی محفل ہے
مدارج عشق کے طے ہو سکیں یہ ہو نہیں سکتا

زمیں سے عرش تک اے بے خبر منزل بہ منزل ہے
جھڑکتے ہو مجھے کیوں دور ہی سے پاس آنے دو
بڑھا کر ہاتھ دل دیتا ہوں تم سمجھے ہو سائل ہے
سنا بھی تو نے اے دل کیا صدا آتی ہے محشر میں
یہی دن امتحاں کا ہے ہمارے کون شامل ہے
اڑاتے ہیں مزے دنیا کے ہم اے داغ گھر بیٹھے
دکن میں اب تو افضل گنج اپنی عیش منزل ہے

91

اسے کیوں چھینتے ہو اے بتو کیا اس سے حاصل ہے
خدا کے واسطے چھوڑو، خدا کے نام کا دل ہے
مرے سینے میں تیغ عشق سے کیا رقص بسمل ہے
پھڑکنے کے لئے دم ہے، تڑپنے کے لئے دل ہے
یہ کیوں تیغ ادا سے مضطرب مانند بسمل ہے
الٰہی کیا کلیجے کے بھی اندر دوسرا دل ہے؟
شمار اس کی جفاؤں کا ہی روز حشر مشکل ہے
حساب صدمہ عشاق کس گنتی میں داخل ہے
شہادت میری فریادوں کی اس سے بڑھ کے کیا ہو گی
فرشتے لکھتے ہیں بیٹھے ہوئے آواز سائل ہے
وہ جودت طبع میں ہے پاؤں کی آہٹ کو پہچانے
پس پشت اس کے جو آتا ہے وہ گویا مقابل ہے
کبھی کہتا ہے اس کی سی کبھی کہتا ہے میری سی
یہ اس کا ہے مرے پہلو میں یا رب یا مرا دل ہے
شناور ہو تو کیا اندیشہ گرداب محبت میں
لگائے ہاتھ جب دو چار پھر بالائے ساحل ہے
ستم دیکھو وہ مشکیں باندھتے ہیں اپنے بسمل کی
کہ اپنا دم چرانا بھی وہاں چوری میں داخل ہے

کیا دیوانگی میں قید جب سے چارہ سازوں نے
مجھے یہ دھن بندھی ہے میرے پھندے میں سلاسل ہے
تری صورت مری الفت تری گھاتیں مری باتیں
یہ مشہور زمانہ ہیں، زمانہ ان کا قائل ہے
عدو کو بھی عدو میں پیٹھ پیچھے کہہ نہیں سکتا
وہ فرماتے ہیں توبہ کر کہ یہ غیبت میں داخل ہے
تجھے کیا دوست جانوں کیا مسیحا تجھ کو مانوں میں
نہیں ہے تو بھی دشمن ہے نہیں ہے تو بھی قاتل ہے
مری تصویر سے یوں چھیڑ کی باتیں وہ کرتے ہیں
ذرا کم بخت منہ سے بول تو کس بت پہ مائل ہے
مرے شوق شہادت پر ذرا تو رحم کر قاتل
تری تلوار میں دم ہے، ترے پیکان میں دل ہے
ہمیں پاس محبت سے طرح دے جاتے ہیں اکثر
وگرنہ کیا تمہارے ہتھکنڈوں سے کوئی غافل ہے
الٰہی آتش رخسار جاناں ہی بھڑک اٹھے
الٰہی آگ لگ جائے اسے جو پردہ حائل ہے
خدا رکھے سلامت شاہ آصف کو قیامت تک
عجب سلطان باذل ہے، عجب سلطان عادل ہے
مٹا دیتے ہیں لفظ داغ میں سے بھی وہ نقطے کو
سمجھتے ہیں کہ اس مشتاق کی یہ آنکھ کا تل ہے

92

طبع بگڑی ہوئی ظالم کی سنبھالی نہ گئی
جو گرہ دل میں پڑی پھر وہ نکالی نہ گئی
کب مجھے دیکھ کے تلوار نکالی نہ گئی
جب نکالی تو نزاکت سے سنبھالی نہ گئی
وار پورا ہی پڑا اس کا دل عاشق پر

چوٹ تیغ نگہ یار کی خالی نہ گئی
کام اے چرخ ہزاروں کے نکالے تو نے
ایک حسرت دل عاشق کی نکالی نہ گئی
بے حیا ہم نے شب ہجر سی دیکھی نہ سنی
کون سے روز یہ آئی کہ نکالی نہ گئی
یاد آتے رہے دنیا کے حسیں شوخ و شریر
خلد میں بھی مری آشفتہ خیالی نہ گئی
ایسے عاشق کو نہیں درد محبت کا مزا
جس سے بیماری غم عشق میں پالی نہ گئی
غیر کے سامنے بے پردہ ہوئے تھے ایک بار
پھر نقاب ان سے کبھی چہرے پہ ڈالی نہ گئی
تو بھی بے چین ہوا دل کے ستانے والے
درد مندوں کی دعا دیکھ لے خالی نہ گئی
خاک کیا ڈالتے وہ تذکرۂ دشمن پر
نیچی گردن بھی کبھی شرم سے ڈالی نہ گئی
اس کے بوسے جو تصور میں لئے تھے میں نے
لب سے مسی نہ چھٹی، پان کی لالی نہ گئی
اس سے بڑھ کر نہیں میخوار پہ دوزخ میں عذاب
باغ جنت سے جو انگور کی ڈالی نہ گئی
شکر کو شکوۂ بے داد سمجھ کر بگڑے
میں نے دی تم کو دعا تم سے دعا لی نہ گئی
صورت آئینہ تھا سامنے وہ آئینہ رو
آں کھ میں آنکھ مگر خوف سے ڈالی نہ گئی
فیض کیا پیر مغاں کا ہے کہ اس کے در پر
جتنی مخلوق خدا آئی وہ خالی نہ گئی
زلف میں رکھ کی مرے دل کو گرا آئے کہاں
یہ رقم بیش بہا جیب میں ڈالی نہ گئی

ناتوانی میں ہوا سے مرے پر اڑتے ہیں
چھوٹ کر دام سے بھی بے پر و بالی نہ گئی

نور منہ پر مری میت کے جو دیکھا تو کہا
قبر میں بھی ترے چہرے کی بحالی نہ گئی

نامہ بر خط میں مری آنکھ بھی رکھ کر لے جا
کیا گیا تو جو یہی دیکھنے والی نہ گئی

پاؤں میں پڑنے لگے زلف دوتا کے پھندے
یہ اٹھائی نہ گئی تم سے سنبھالی نہ گئی

بات مطلب کی رہی دل ہی میں اس کے آگے
لب تک آئی تو سہی منہ سے نکالی نہ گئی

خاک بھی اپنی رہی دوش ہوا پر ہی سوار
کبھی پستی کی طرف ہمت عالی نہ گئی

ساقیا تو نے سبو بھر کے دیئے رندوں کو
شیخ صاحب کی طرف ایک پیالی نہ گئی

خوب دنیا ہی میں ارمان نکلتے اپنے
حور جنت سے مگر کوئی نکالی نہ گئی

دن قیامت کا گزاروں گا الٰہی کیوں کر
ہجر کی سخت گھڑی ایک بھی ٹالی نہ گئی

تادم مرگ ہے بے مہر سے امید وفا
داغ افسوس تری خام خیالی نہ گئی

مرے جاتے ہیں تیری بے وفائی دیکھنے والے
چراغ صبح ہیں شام جدائی دیکھنے والے

ہم ہی ٹھہرے ترے اک اک برائی دیکھنے والے
رکھائی، بے وفائی، کج ادائی دیکھنے والے

رہے حیرت میں تیری آشنائی دیکھنے والے

برائی دیکھنے والے، بھلائی دیکھنے والے
ید بیضا جو چمکا کر دکھائیں حضرت موسیٰ
نہ دیکھیں ہم ترا دست حنائی دیکھنے والے
سنیں کیوں لن ترانی طور پر کیوں جائیں کیا حاصل
کہ مستغنی ہیں تیری خود نمائی دیکھنے والے
ہماری جان کی پروا ہے کس کو دیکھ اے قاتل
بہت ہیں ہاتھ کی تری صفائی دیکھنے والے
کہاں ہے اب ترا ثانی ذرا انصاف سے دیکھیں
مری آنکھوں سے تیری دل ربائی دیکھنے والے
اس آئینے کا جوہر اور ہی جلوہ دکھاتا ہے
مرا دل دیکھ عارض کی صفائی دیکھنے والے
ہوا کیوں نبض میری دیکھ کر اے چارہ گر سکتہ
غضب ہے کیا تجھے بھی موت آئی دیکھنے والے
بلائیں شاخ گل کی باغ میں جا جا کے لیتے ہیں
تصور میں تری نازک کلائی دیکھنے والے
ہوا سے اڑ گئی ہو گی کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے
بجا ہے تو نے کب چلمن اٹھائی دیکھنے والے
کیا ہے تو نے قتل عام اے سفاک کچھ ایسا
پھرا کرتے ہیں گلیوں میں صفائی دیکھنے والے
بھلائی سے تری ہم کو غرض ہے وہ عدو ہوں گے
برائی سننے والے یا برائی دیکھنے والے
ترے تیرنگہ کی کیا دلوں پر چوٹ پڑتی ہے
یکایک دینے لگتے ہیں دہائی، دیکھنے والے
مرے سینے میں چشم جنگجو نے کچھ نہیں چھوڑا
صفائی ہو گئی دیکھیں لڑائی دیکھنے والے
ذرا اپنی گریباں میں تو وہ منہ ڈال کر دیکھیں
ہوئے ہیں دوسروں کی جو برائی دیکھنے والے

جھجکتا کیوں ہے میرے قتل سے کیا سخت جاں ہوں میں
لگا تو ہاتھ اے نازک کلائی دیکھنے والے

جناب شیخ کی حالت تو اب ہے دید کے قابل
ذرا رندی بھی دیکھیں پارسائی دیکھنے والے

ملی تھی آنکھ میری روزن در سے کہ وہ بولے
بھلا دیکھا ہے تیری شامت آئی دیکھنے والے

وہ سو پردوں میں بھی بیٹھیں تو ہرگز چھپ نہیں سکتے
وہاں تک کر ہی لیتے ہیں رسائی دیکھنے والے

حسد سے نکتہ چیں یا عیب ہیں غیروں کے ہوتے ہیں
بہت کم دیکھے آپ اپنی برائی دیکھنے والے

کسی کا نقد دل ہو وہ بھی گویا مال ان کا ہے
نہیں معشوق چیز اپنی پرائی دیکھنے والے

یہ مظہر ہے اسی کا داغ جو کچھ تو نے دیکھا ہے
خدا پر رکھ نظر شان خدائی دیکھنے والے

94

ہوش آتے ہی حسینوں کو قیامت آئی
آنکھ میں فتنہ گری دل میں شرارت آئی

کیا تصور ہے نہایت مجھے حیرت آئی
آئینے میں بھی نظر تیری ہی صورت آئی

اس ادا سے دم رفتار قیامت آئی
ایسے ہم کیوں نہ ہوئے ان کو یہ حسرت آئی

روز محشر جو مری داد کی نوبت آئی
یہ گئی وہ گئی کب ہاتھ قیامت آئی

اب اسی پر تو ہے تاکید وفاداری کی
جب گیا جان سے میں غیر کی شامت آئی

روز محشر جو گھٹا درد جگر، میں سمجھا

دن دہاڑے مرے آ گئے شب فرقت آئی

کہہ گئے طعن سے وہ آ کے مرے مرقد پر
سونے والے تجھے کس طرح سے راحت آئی

بن سنور کر جو وہ آئے تو یہ میں جان گیا
اب گئی جان، گئی آئی طبیعت آئی

رکھ دیا منہ پہ مرے ہاتھ شب وصل اس نے
بے حجابی کے لئے کام شکایت آئی

جب یہ کھاتا ہے مرا خون جگر کھاتا ہے
دل بیمار کو کس چیز پہ رغبت آئی

گرچہ از حد ہوں گنہگار مسلماں تو ہوں
پیچھے پیچھے مرے دوزخ میں بھی جنت آئی

میں ہوا شیفتہ ان پر، وہ عدو پر شیدا
ساتھ کے ساتھ ہی دونوں کی طبیعت آئی

عمر بھر اس کو کلیجے سے لگائے رکھا
تیرے بیمار کو جس درد میں لذت آئی

ہجر میں جان نکلتی نہیں کیا آفت ہے
مار کر آج اجل کو شب فرقت آئی

اپنے دیوانوں کو دیکھا تو کہا گھبرا کر
یہ نئی وضع کی کس ملک سے خلقت آئی

جذب دل کھینچ ہی لایا انہیں میرے در تک
پاؤں پڑتی ہوئی ہر چند نزاکت آئی

روٹھنا بھی تو ادا ہے وہ بناوٹ ہی سہی
پیار پر پیار، محبت پہ محبت آئی

یوں تو پامال ہوئے سینکڑوں مٹنے والے
پہلے گنتی میں جو آئی مری تربت آئی

حشر کا وعدہ بھی کرتے نہیں وہ کہتے ہیں
فرض کر لو جو کئی بار قیامت آئی

دختر زر نے تو دل چھین لیا زاہد کا
خود بدولت یہی سمجھے تھے کہ دولت آئی
داغ گھبراؤ نہیں اب کوئی دم کے دم میں
لو مبارک ہو ترقی کی بھی ساعت آئی

95

الٰہی راہ سیدھی کب تری الفت کی لیتا ہے
کوئی دوزخ کی لیتا ہے، کوئی جنت کی لیتا ہے
لگاوٹ میں بھی اکھڑی ان سے اک آفت کی لیتا ہے
اپچ لیتا ہے جب یہ دل نئی صورت کی لیتا ہے
ستم گر کو ہمیشہ پیار آتا ہے ستم گر پر
بلائیں بخت بد کیا کیا شب فرقت کی لیتا ہے
حنائی فندق اس کی یاد آتی ہے جو فرقت میں
ہمارے دل میں چٹکی درد کس آفت کی لیتا ہے
یہاں تک خود پرستی اور خود بینی ہے اس بت کو
مصور سے بھی تصویر اپنی ہی صورت کی لیتا ہے
کسی کی ٹھوکریں کھا کر بڑھا ہے اس قدر رتبہ
کہ جو آتا ہے وہ مٹی مری تربت کی لیتا ہے
جناب واعظ اکثر دون کی لیتے ہیں منبر پر
مگر اب کوئی رند آ کر خبر حضرت کی لیتا ہے
نہ کیوں افسوس آئے کوہ کن کی بد نصیبی پر
ہر اک مزدور اجرت کام کی محنت لیتا ہے
شراب ناب ہو ہر قسم کی اے پیر مے خانہ
پلا کر مجھ کو پھر یہ پوچھ کس قیمت کی لیتا ہے
سمجھتا ہوں کہ اس کو دیر ہو جاتی ہے برسوں کی
مرا قاصد جو مہلت ایک ہی ساعت کی لیتا ہے
مقابل میں پری رویوں کے کوئی داغ کو دیکھے

یہ بن جاتا ہے دیوانہ عجب وحشت کی لیتا ہے

وہ مجھ کو دیتے ہیں گالی سلام سے پہلے
سلام کرتی ہے دنیا کلام سے پہلے
اگرچہ تھا وہ برائی سے، رشک اس کا ہے
عدو کا نام لیا میرے نام سے پہلے
سرور مجھ کو رہے روز عید تک ساقی
پلا دے اتنی تو ماہ صیام سے پہلے
جو کوستے بھی ہیں اہل وفا کو نام بنام
شروع کرتے ہیں وہ میرے نام سے پہلے
خط ان کے ہاتھ میں قصد نہ یک بیک دے دے
کرے خوش ان کو زبانی پیام سے پہلے
لیا ہے بوسہ خطا کی ہے بدلہ کیا ہو گا
بتا دیں آپ مجھے انتقام سے پہلے
یہی زبان ہے کیا وہ یہی ہے طرز سخن
لیا تھا آپ نے دل جس کلام سے پہلے
سوال جانے کا جلدی نہ ہو یہ دھڑکا ہے
وہ آج وعدے پر آئے ہیں شام سے پہلے
کہیں گے ہم تو نہ شمشاد و سرو کو آزاد
زمانہ چھوٹ تو لے تیرے دام سے پہلے
کریں وہ کس لئے تکلف پائمالی کا
مٹائے دیتی ہیں نظریں خرام سے پہلے
وہ دفن کر کے مجھے پھر کریں گے حشر بپا
انہیں فراغ تو ہو ایک کام سے پہلے
پھر اپنی روئے منور کو آئینہ کہیے
ملا تو لیجئے ماہ تمام سے پہلے

جو گھونٹ گھونٹ کے رکھا تو دل کو کیا رکھا
مصیبت اتنی نہ تھی روک تھام سے پہلے
طریق عشق میں رکھیں گے ہم تو بعد قدم
ملیں گے خصر علیہ السلام سے پہلے
سنی ہے خوش خبری شب کو ان کے آنے کی
چراغ گھی کے جلاتا ہوں شام سے پہلے
یہ کیا کہ بزم میں غیروں کے گرد پھرتے ہو
یہ دور تازہ ہوا دور جام سے پہلے
نہیں سنا شہ محبوب سا کوئی اے داغ
بہت نظام ہوئے اس نظام سے پہلے

97

ہوا جب سامنا اس خوب رو سے
اڑا ہے رنگ گل کا پہلے بو سے
یہ آنکھیں تر جو رہتی ہیں لہو سے
وہ گزرے عشق کے دن آبرو سے
اسے کہیے شہادت نامہ عشق
اسے لکھا ہے خط اپنے لہو سے
دھواں بن کر اڑی مسی کی رنگت
یہ کس نے جل کے تیرے ہونٹ چومے
رقیبوں کو تمنا ہے تو باشد
تمھیں مطلب پرائی آرزو سے
وہ گل تکیہ مرے مرقد میں رکھنا
معطر ہو جو زلف مشک بو سے
نئی ضد ہے کہ دل ہم مفت لیں گے
بھلا کیا فائدہ اس گفتگو سے
عدو بھی تم کو چاہے اے تری شان

لڑاتے ہیں ہم اپنی آرزو سے
ہوا ہے تو تو شاہد باز اے دل
بچاؤں تجھ کو کس کس خوب رو سے
لگا رکھی ہے خاک اس رہ گزر کی
تیمّم اپنا بڑھ کر ہے وضو سے
ہمارا دل اسے اب ڈھونڈتا ہے
تھکے ہیں پاؤں جس کی جستجو سے
خدا جانے چھلاوا تھا کہ بجلی
ابھی نکلی ہے کوئی روبرو سے
ہوا ہے داغ، آصف کا نمک خوار
گزر جائے الٰہی آبرو سے

98

اک وار جگر پر نگہ یار سے ہو جائے
تلوار کا جو کام ہے تلوار سے ہو جائے
پھر کون سی امید رہی لطف و کرم کی
جب فیصلہ ہی آپ کے انکار سے ہو جائے
دل لے ہی چکے بوسے کے دینے میں ہے کیا عذر
ایسا نہ ہو تکرار خریدار سے ہو جائے
منہ غیر کا دیکھے نہ تری نرگس بیمار
اچھا ہے یہ پرہیز جو بیمار سے ہو جائے
یہ پاؤں جلیں میں و قدم طور پر رکھوں
نظارہ جو اس روزن دیوار سے ہو جائے
تم نیم اشارے پہ تو آنکھیں نہ نکالو
اک آدھ خطا کیا جو خطا وار سے ہو جائے
پھر دیکھے کوئی آئینہ دل کی صفائی
یہ صاف جو عکس رخ دلدار سے ہو جائے

رستے میں بھی تھمتا نہیں زاہد کا وظیفہ
مٹھ بھیڑ الٰہی کسی میخوار سے ہو جائے
تم لطف کرو جان دیئے دیتے ہیں عاشق
جو قہر سے ہو کام وہی پیار سے ہو جائے
کوثر کو بھی دیکھوں نہ کبھی آنکھ اٹھا کر
سیری جو ترے شربت دیدار سے ہو جائے
اللہ کرے محتسب شہر کی ان بن
ہو جائے کسی رند قدح خوار سے ہو جائے
اس بات پہ جمتے نہیں کیوں حضرت واعظ
بخشش کی یہاں شرط گنہ گار سے ہو جائے
اے داغ اسے لطف و عنایت کا مزا کیا
جس دل کو محبت ستم یار ہو جائے

99

افسوس ہے جو چاہئے آنی نہیں آتی
جا کر یہ دغا باز جوانی نہیں آتی
افسانہ مرا سن کے وہ بولے تو یہ بولے
کچھ اپنی سمجھ میں یہ کہانی نہیں آتی
دل فکر کے دریا میں یہ جب تک نہ ڈبوئے
شاعر کی طبیعت میں روانی نہیں آتی
مانا کہ وہ قاصد کو نہ دیں ہاتھ کا چھلا
خط میں بھی تو ملفوف نشانی نہیں آتی
وعدے کے لئے چاہئے تحریر ہو مہری
کچھ کام یہ تقریر زبانی نہیں آتی
کیا قتل کرے وہ جسے گھات نہ آئے
تجھ کو ابھی اے دشمن جانی نہیں آتی
تاثیر مئے ناب کی کیا روح فزا ہے

کچھ اس سے طبیعت پہ گرانی نہیں آتی
اس پردے کی ہم وجہ جو سمجھے تو یہ سمجھے
تم کو ابھی صورت ہی دکھانی نہیں آتی

یہ سچ ہے مجھے دل کا لگانا نہیں آتا
تلوار تمہیں بھی تو لگانی نہیں آتی

ہے مختصر اتنا ہی سخن عشق ہے تم سے
جھوٹی تو مجھے رام کہانی نہیں آتی

وہ شمع کی تعریف کریں بزم میں صد حیف
اے آہ تجھے شعلہ فشانی نہیں آتی

طول شب ہجراں سے نہ گھبرا دل بے تاب
اللہ کو کیا رات گھٹانی نہیں آتی؟

گریے پہ مرے برق تبسم بھی تو چمکے
پانی میں تمہیں آگ لگانی نہیں آتی

اغیار کو ہے ورد زباں سورۂ یوسف
غیرت تجھے اے یوسف ثانی نہیں آتی

اس درد سے رونا تھا کہ وہ پونچھتے آنسو
آنکھوں کو مری اشک فشانی نہیں آتی

اٹھ سکتی نہیں نرگس بیمار تمہاری
بیمار کی تم کو نگرانی نہیں آتی

اس داغ کو مرجھائے ہوئے پھول سے پوچھو
پیری میں کسے یاد جوانی نہیں آتی

قاصد نے کہا سن کے مرا حال پریشاں
بندے کو تو یہ مرثیہ خوانی نہیں آتی

اے داغ ڈور اس لب اعجاز نما سے
کچھ کام وہاں سحر بیانی نہیں آتی

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے
دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے

گھونٹ پی کر بادۂ گل فام کے
بوسے لے لیتا ہوں خالی جام کے

رات دن پھرتا ہے کیوں اے چرخ پیر
تیرے دن ہیں راحت و آرام کے

اس نزاکت کا برا ہو بزم سے
اٹھتے ہیں وہ دست دشمن تھام کے

چشم مست یار کی اک دھوم ہے
آج کل ہیں دور دورے جام کے

یا جگر میں یا رہے گا دل میں تیر
یہ ہی دو گوشے تو ہیں آرام کے

وہ کریں عذر وفا اچھی کہی
مجھ پہ ردے رکھتے ہیں الزام کے

جب قدم کعبے سے رکھا سوئے دیر
تار الجھے جامہ احرام کے

خوش ہیں وہ دور فلک سے آج کل
دن پھرے ہیں گردش ایام کے

آ گیا ہے بھول کر خط اس طرف
وہ تو عاشق ہیں مرے ہم نام کے

ہاتھ سے صیاد کے گر کر چھری
کٹ گئے حلقے ہمارے دام کے

قاصدوں کے منتظر رہنے لگے
پڑ گئے ان کو مزے پیغام کے

کیا کسی درگاہ میں جانا ہے آج
صبح سے سامان ہیں حمام کے

پوچھتے ہیں حضرت زاہد سے رند

دام کیا ہیں جامہ احرام کے
اب اتر آئے ہیں وہ تعریف
ہم جو عادی ہو گئے دشنام کے
دعویٰ عشق و وفا پر یہ کہا
سب بجا لیکن مرے کس کام کے
بن سنور کر کب بگڑتا ہے بناؤ
صبح تک رہتے ہیں جلوے شام کے
جور سے یا لطف سے پورا کیا
آپ پیچھے پڑ گئے جس کام کے
ہے گدائے مے کدہ بھی کیا حریص
بھر لئے جھولی میں ٹکڑے جام کے
نالہ و فریاد کی طاقت کہاں
بات کرتا ہوں کلیجا تھام کے
خوگر بیداد کو راحت ہے موت
بھاگتا ہوں نام سے آرام کے
داغ کے سب حرف لکھتے ہیں جدا
ٹکڑے کر ڈالے ہمارے نام کے

101

ہجر جاناں میں گئی جان بڑی مشکل سے
میری مشکل ہوئی آسان بڑی مشکل سے
ضعف تھا مانع آرائش وحشت کیا کیا
ہاتھ آیا ہے گریبان بڑی مشکل سے
بھولے بھالے ہیں فرشتوں کو کوئی پھسلا دے
مانتا ہے مگر انسان بڑی مشکل سے
دل ہی مجبور جو کر دے تو کرے کیا کوئی
اٹھتے ہیں غیر کے احسان بڑی مشکل سے

پہلے تکرار پھر انکار الٰہی توبہ
وصل کے نکلے ہیں ارمان بڑی مشکل سے

کیا کرے دیکھنے کل وہ نگہ غارت گر
بچ گیا آج تو ایمان بڑی مشکل سے

خون دل دیدۂ گریاں نے بہایا سیروں
یہ بھرا جائے گا نقصان بڑی مشکل سے

مجھ کو محفل سے اٹھایا تو رقیبوں سے کہا
ایسے ہوتے ہیں پشیمان بڑی مشکل سے

جب کسی زلف پریشاں کا خیال آتا ہے
جمع پھر ہوتے ہیں اوسان بڑی مشکل سے

گھر سے جاتے ہیں ہمارے بڑی آسانی سے
اور آتے ہیں وہ مہمان بڑی مشکل سے

دشت الفت نہیں بازی گہ طفلاں اے دل
ہاتھ آتا ہے یہ میدان بڑی مشکل سے

مجھ کو مشتاق وصال اس نے جو پایا تو کہا
اب کوئی آئے گا مہمان بڑی مشکل سے

دم میں دم ہے جو مرے دل کے تو اے تیر فگن
ٹوٹ کر نکلیں گے پیکان بڑی مشکل سے

ہر گرہ میں جو گرفتار رہا ایک اک دل
زلف پھر ہو گی پریشان بڑی مشکل سے

ان کے دروازے کی زنجیر لگی ہو نہ کہیں
کچھ پسیجا تو ہے دربان بڑی مشکل سے

جاں نثاروں میں ہم ہی ہیں یہ تمہیں یاد رہے
ورنہ دیتا ہے کوئی جان بڑی مشکل سے

اس سے بہتر ہے وہ دن رات تصور میں رہیں
بیٹھے پہلو میں تو اک آن بڑی مشکل سے

کیا ہر اک مرحلۂ عشق ہے دشوار گزار

طے ہو آسان سا آسان بڑی مشکل ہے
لے گئے کھینچ کے بت خانے سے ہم مسجد میں
کل ہوا داغ مسلمان بڑی مشکل ہے

102

چل سکے گا کیا نہ جس میں دم رہے
تم چلے اے جانے والو ہم رہے
وہ رہیں خوشیاں، نہ ویسے غم رہے
یاد کرنے کے لئے اب ہم رہے
آتے آتے وہ ادھر کو تھم رہے
دم الٰہی اور کوئی دم رہے
کیوں نہ تیری یاد تیرا غم رہے
جب ذرا سے دل میں اک عالم رہے
بے نیازی کی کچھ آخر حد بھی ہے
گردن تسلیم کب تک خم رہے
اس کو کھو کر پائی ہے راحت بہت
دل رہا جب تک ہزاروں غم رہے
شکر ہو ہر حال میں غم ہو کہ عیش
جس طرح رکھا خدا نے ہم رہے
شوق میں جنت کے ہے مٹی خراب
چین سے دنیا میں کیا آدم رہے
مر کے چھوٹے، مل گئی ہم کو نجات
خوش رہو تم خوش تمہارا غم رہے
شرط تھی دیکھیں وفا کرتا ہے کون
اس میں ہٹے تم رہے یا ہم رہے
یوں محبت میں بسر اوقات کی
دشمنوں سے بھی تو مل کر ہم رہے

زندگی کا لطف ہے اس شخص کو
رات دن جس کا تجھی میں دم رہے
ہو چکا چہلم بھی عاشق کا، مگر
حکم ہے برسوں یوں ہی ماتم رہے
شوق میں، ارمان میں، آزار میں
ہم نہ دنیا میں کسی سے کم رہے
چاہتا ہے شوق بسمل وقت ذبح
دم رہے خنجر میں جب تک دم رہے
دیکھ کر دن بھر کسی کو حشر میں
دیکھئے عالم کا کیا عالم رہے
ایسے رہنے سے نہ رہنا ٹھیک تھا
جب نہ رہنے کو جہاں میں ہم رہے
کیا دکھاؤں اشک اے خورشید رو
دھوپ میں کس طرح سے شبنم رہے
اس کے لانے کو گئے تھے ہم نشیں
کیا غضب ہے وہ بھی جا کر جم رہے
ہاتھ جوڑے، پاؤں پر ان کے گرا
پھر بھی وہ برہم ہی کے برہم رہے
دل رہا آگے نگاہ شوق سے
اور کوسوں دل سے آگے ہم رہے
لطف کیا اس وصل کا جب رات بھر
خندۂ گل گریہ شبنم رہے
اس کی راہ شوق میں ثابت قدم
کوئی رہ سکتا ہے جیسے ہم رہے
جب ہے کیفیت رہوں یوں اس کے ساتھ
نشہ و مے جس طرح توام رہے
پھر ہمیں ہم تھے ہمارا پاس تھا

سامنے آنکھوں کے جب تک ہم رہے
اشک حسرت ہو کہ اشک طرب
آنکھ میں عاشق کے کچھ نم رہے
کوستے تھے پیشتر تم داغ کو
اب دعا دیتے ہو تیرا دم رہے

103

برپا ہو نہ کیوں فتنہ ہر اک شوخ حسیں سے
ان پتلوں کی خلقت ہے قیامت کی زمیں سے
دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو، جہنم ہو کہ جنت
دلوائے خدا اک بت طناز کہیں سے
تو دور نہ کھینچ آپ کو بس اے **فلک** اتنا
سب کام زمانے کے نکلتے ہیں زمیں سے
یہ رشک ہے مجھ کو کہ تری راہ گزر میں
نقش قدم اپنا بھی مٹاتا ہوں زمیں سے
وہ دل میں ہے کچھ دل سے تو ہو جاتی ہیں باتیں
کس طرح کروں بات بت پردہ نشیں سے
وہ شوق، وہ ارمان، وہ حسرت، وہ تمنا
اک آن میں سب خاک ہوئے تیری نہیں سے
برپا ہے ترے دل کی کدورت سے قیامت
یہ خاک مگر آئی ہے محشر کی زمیں سے
کیوں جھوٹی قسم کھا کے مجھے دیکھ رہے ہیں
آئے کہ نہ آئے تمہیں کیا میرے یقیں سے
ہوتا ہے مجھے نشہ صہبا میں عجب وصل
گرتا ہوں زمیں پر وہ اٹھاتے ہیں زمیں سے
تاثیر خدا دے تو مری آہ میں آئے
کیا کھینچ کے لے آؤں اسے عرش بریں سے

سر کاٹ کے رکھ دوں گا رہ دوست میں اپنا
سجدہ مجھے کرنا نہیں آتا ہے جبیں سے
اپنا دل گم گشتہ بھی کیا تیری کمر ہے
مل جائے گا وہ ڈھونڈ ہی لائیں گے کہیں سے
کرتا ہے غم عشق مرے دل کی خرابی
برباد یہ ہوتا ہے مکاں ایسے مکیں سے
کھل جائے ابھی عالم بالا کی حقیقت
اس راز کو پوچھو جو کسی خاک نشیں سے
اس وجہ سے آپس کا یہ جھگڑا نہیں چلتا
رہتی ہے کوئی بات ہمیں سے کہ تمہیں سے
گر نام سے ہے داغ کے نفرت تو مٹا دو
عاشق کے دل گرم سے، زاہد کی جبیں سے

104

یہ پوچھو دل سے شرمیلی نگار یار کیسی ہے
کرے جو میان ہی میں کام وہ تلوار کیسی ہے
نزاکت سے حیا سے نشے سے جھک کر نہیں اٹھتی
وہ سو اچھوں کی اچھی آنکھ ہے بیمار کیسی ہے
تمہاری چال کی ہم مٹنے والے داد کیا دیں گے
قیامت سے ذرا پوچھو مری رفتار کیسی ہے
نگاہ تیز میں اس کی چمک جاتی ہے بجلی سی
الٰہی خیر یہ تلوار میں تلوار کیسی ہے
مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ دل سے پوچھتے ہیں وہ
بتا تیری طبیعت اے مرے بیمار کیسی ہے
جب اس کوچے میں جاتا ہوں اچھلتا ہے یہی سودا
ذرا سر پھوڑ کر دیکھوں تو یہ دیوار کیسی ہے
مقابل ہوں نگاہ و آہ تو اس دم کھلیں جوہر

تری تلوار کیسی ہے، مری تلوار کیسی ہے
ترستی تھیں کسی دیدار کو یہ ایک مدت سے
اب ان آنکھوں سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے
دکھا کر تیغ و ابرو ناز سے کہتے ہیں وہ دیکھو
یہ کیسی ہے یہ کیسی ہے مری تلوار کیسی ہے
کدورت پر کدورت جم گئی ہے میرے سینے میں
چنی یہ عشق نے دیوار پر دیوار کیسی ہے
مجھے تم دیکھتے ہی گالیوں پر کیوں اتر آئے
بھرے بیٹھے تھے کیا محفل میں یہ بھرمار کیسی ہے
دکھایا ہی نہیں تو نے تو اے پردہ نشیں جلوہ
دہائی پر دہائی پھر پس دیوار کیسی ہے
ہوا ہے اس قدر مغرور اپنے زہد پر زاہد
یہ توبہ توبہ کیسی ہے، یہ استغفار کیسی ہے
لئے جاتے ہیں بار عشق ہم مجبور دنیا سے
ارے یارو زبردستی کی یہ بیگار کیسی ہے
الٰہی کیوں نہ چاہوں دولت دارین میں تجھ سے
بڑی فیاض یہ لکھ لٹ تری سرکار کیسی ہے
رہا جاتا ہے دل سے حرف مطلب لب تک آ آ کر
ذرا سی بات ہے لیکن مجھے دشوار کیسی ہے
ابھی سے دل کا میں سودا کروں سودا نہیں مجھ کو
خریداروں کے دم سے گرمی بازار کیسی ہے
کوئی کرتا ہے باتیں یاس کی بیمار کے منہ پر
ارے ظالم یہ تسکین دل بیمار کیسی ہے
ترے ہاتھوں کے صدقے اے جنوں ہر تار دامن سے
سر ہر خار باندھی لٹ پٹی دستار کیسی ہے
سماتے ہی نظر میں صاف اتری ہے مرے دل میں
تری تصویر کی بھی شوخی رفتار کیسی ہے

تغافل سے نہ ہو پرسش تو پھر اے داغ کیا کہئے
بتاؤں حالت ایسی ہے جو پوچھے یار کیسی ہے

105

مرے کلام سے پیدا ہیں شوخیاں کیسی
ترے دہن میں ہے موزوں مری زباں کیسی
رسا ہوئی مری آہ شرر فشاں کیسی
لگی ہے اب ترے تلووں سے آسماں کیسی
مرے کلیجے میں لیتے ہیں چٹکیاں کیسی
وفا کے نام پہ کہتے ہیں وہ کہاں کیسی
تری کدورت خاطر ہوئی عیاں کیسی
بنی یہ اور زمیں زیر آسماں کیسی
ہزاروں سجدے کیے خلق نے تو کیا پروا
ہوئی ہے صرف تری خاک آستاں کیسی
کسی حسیں کو اگر دیکھتے تو مر جاتے
جناب خضرؑ کی پھر عمر جاوداں کیسی
شباب آنے نہ پایا کہ عشق نے مارا
یہاں بہار کے لالے پڑے خزاں کیسی
تمہارے گھر سے کوئی شخص کیا بگڑ کے گیا
لٹی لٹی ہے یہ آرائش مکاں کیسی
سنی نہ ہم نے کوئی بانک پن سے خالی بات
ہمیشہ نوک کی لیتی ہے وہ زباں کیسی
ہوا جو پیر بھی تھک کر نہ بیٹھنے پایا
ترے نصیب میں گردش ہے آسماں کیسی
وہ دیکھنا دل بے تاب کے مقابل میں
تڑپ رہی ہیں نگاہوں کی بجلیاں کیسی
ہوا ہوں ذبح نزاکت بھرے جو ہاتھوں سے

وہ زرم زرم اٹھائی ہیں سختیاں کیسی
بھرا ہوا ہے مرے دل میں اور کیا کیا کچھ
فغاں کو آپ لئے پھرتے ہیں فغاں کیسی
بلا رہی ہیں فلک؟ عاشقوں کی فریادیں
یہ تو نے دھوم مچائی ہے دل ستاں کیسی
وہ چھیڑ چھاڑ سے کیا باز آنے والا ہے
یہ آپ داغ کو دیتے ہیں دھمکیاں کیسی

106

صبر میں بھی دل بے تاب کی ہمت دیکھی
کر لیا کام وہی جس کی ضرورت دیکھی
عشق میں تیرے مصیبت سی مصیبت دیکھی
جو دکھائی ہمیں اللہ نے حالت دیکھی
کب تری طرح میسر ہوئے دنیا کے مزے
کھول کر آنکھ فقط حور نے جنت دیکھی
حسن کی فتنہ گری سے نہیں خالی کوئی
ہم نے مٹی کے بھی پتلے میں شرارت دیکھی
منہ دکھانے کی جگہ اب مجھے باقی نہ رہی
آئینہ دیکھ کے اس نے مری صورت دیکھی
سب حسیں ایک ہی سیرت کے ہوا کرتے ہیں
سو کو دیکھا اگر اک آدھ کی خصلت دیکھی
کبھی کعبے میں نظر شان خدائی آئی
کبھی بت خانے میں اللہ کی قدرت دیکھی
اور بھی تم نے سنا غیر نے کیا کام کیا
اس کے پہلو میں نئی آج تو صورت دیکھی
پڑ گئے تیر کلیجے پہ تہہ مرقد بھی
کن نگاہوں سے کسی نے مری تربت دیکھی

عاشقوں میں کوئی بدبخت نہ دیکھا ایسا
جیسی فرہاد کی پھوٹی ہوئی قسمت دیکھی

غیر کی کرتے ہیں تعریف وہ یہ کہہ کہہ کر
کس پر آئی ہے مری تم نے طبیعت دیکھی

بد گماں کو یہ گماں تھا کہیں زندہ تو نہ ہو
اس لئے کھول کے اس نے مری تربت دیکھی

ہو گئی دل سے عزیز ان کو شبیہ یوسف
ملتی جلتی جو ذرا اپنی شباہت دیکھی

دیکھنے والوں سے یہ پوچھتے ہیں وہ بقسم
تم نے کیسی مرے بیمار کی حالت دیکھی

داغ سا کون نظر باز نہ دیکھا نہ سنا
جس نے پردے میں محبت کے عداوت دیکھی

107

فائدہ کیا ان بتوں کی چاہ سے
خیر مانگو تم داغ اللہ سے

نفع کیا نقصان کیا ہے چاہ سے
اس کو پوچھو بندۂ درگاہ سے

شب کو کیوں جاگے تھے کیا تھا خیر ہے
آنکھیں ملتے نکلے خلوت گاہ سے

ہائے اس کے پائمالوں کے نصیب
بھاگتے ہوں فتنے جس کی راہ سے

پہنچے کیا منزل پہ ایسا ناتواں
جو دبا جاتا ہو گرد راہ سے

ان کا میرا کس طرح جھگڑا چکے
واسطہ ہے ایک ہی اللہ سے

گالیاں بھی جب مجھے دیتے ہیں وہ

کرتے ہیں آغاز بسم اللہ سے
بے وفائی اس قدر اچھی نہیں
چاہنے والے ڈریں گے چاہ سے
یہ ہے بجلی بھی یہ ہے تلوار بھی
بچتے رہنا تم ہماری آہ سے
ہیں مجازی سے حقیقت آشنا
پہنچے ہیں اس راہ میں اس راہ سے
عشق میں آنے لگا کچھ کچھ مزا
زندگی کی ہے دعا اللہ سے
بچ سکے ایمان کیوں کر عشق میں
اس کو پوچھیں کس خدا آگاہ سے
داغ سے کہتے ہیں سب دے دو مجھے
جو ملا ہے تم کو آصف جاہ سے

دل رکھ تو دیا ہے نگہ یار کے آگے
اف کر نہیں سکتا ہوں خریدار کے آگے
آتی نہیں اب تک اسی باعث سے قیامت
کیا پیش چلے گی تری رفتار کے آگے
میں حسن سے سکتے میں وہ ہے عشق سے حیراں
دیوار کھڑی ہو گئی دیوار کے آگے
بجلی کی طرح کانپنے لگتی ہے اجل بھی
ٹھہرا نہیں جاتا تری تلوار کے آگے
اس ضعف میں بھی راہ محبت میں ہے یہ حال
دو چار کے پیچھے ہوں تو دو چار کے آگے
گلزار میں نرگس سے نہ تم آنکھ ملانا
بیمار کو لاتے نہیں بیمار کے آگے

میں موسی عمراں، نہ خدا تو بت کافر
باتیں نہ بنا طالب دیدار کے آگے
یا کھانے دے گلشن کی ہوا تو اسے صیاد
یا زہر ہی رکھ مرغ گرفتار کے آگے
خورشید قیامت کی بہت دھوم سنی ہے
آئے تو سہی میری شب تار کے آگے
گھر میں تو رسائی نہیں لیکن مری تصویر
دیوار پہ چسپاں ہے در یار کے آگے
ان تک بھی پہنچ جائے گا جو حال ہے میرا
ہر روز یہی ذکر ہے دو چار کے آگے
سو بار کیے تم نے ستم تھک گئے آخر
اک بار تو ہو اور بھی سو بار کے آگے
کعبے میں ٹھکانا ہے نہ بت خانے میں اپنا
مر جائیں گے جا کر در دلدار کے آگے
سر کاٹ کے عاشق کا نہ اترایئے اتنا
اک دن یہ کیا آئے گا سرکار کے آگے
فرقت میں بیاں کس سے کروں اپنی مصیبت
کیا حال کہوں میں در و دیوار کے آگے
پہلے یہ دعا مانگ لی اس کو نہ ہو صدمہ
جب درد کہا داغ نے غم خوار کے آگے

109

یہ بات بات میں کیا نازکی نکلتی ہے
دبی دبی ترے لب سے ہنسی نکلتی ہے
ٹھہر ٹھہر کے جلا دل کو، ایک بار نہ پھونک
کہ اس میں بوئے محبت ابھی نکلتی ہے
بجائے شکوہ بھی دیتا ہوں میں دعا اس کو

مری زباں سے کروں کیا یہی نکلتی ہے
خوشی میں ہم نے یہ شوخی کبھی نہیں دیکھی
دم عتاب جو رنگت تری نکلتی ہے
ہزار بار جو مانگا کرو تو کیا حاصل
دعا وہی ہے جو دل سے کبھی نکلتی ہے
ادا سے تیری مگر کھچ رہی ہیں تلواریں
نگہ نگہ سے چھری پر چھری نکلتی ہے
محیط عشق میں ہے کیا امید و بیم مجھے
کہ ڈوب ڈوب کے کشتی مری نکلتی ہے
جھلک رہی ہے سر شاخ مژہ خون کی بوند
شجر میں پہلے ثمر سے کلی نکلتی ہے
شب فراق جو کھولے ہیں ہم نے زخم جگر
یہ انتظار ہے کب چاندنی نکلتی ہے
سمجھ تو لیجئے کہنے تو دیجئے مطلب
بیاں سے پہلے ہی مجھ پر چھری نکلتی ہے
یہ دل کی آگ ہے یا دل کے نور کا ہے ظہور
نفس نفس میں مرے روشنی نکلتی ہے
کہا جو میں نے کہ مر جاؤں گا تو کہتے ہیں
ہمارے زائچے میں زندگی نکلتی ہے
سمجھنے والے سمجھتے ہیں پیچ کی تقریر
کہ کچھ نہ کچھ تری باتوں میں فی نکلتی ہے
دم اخیر تصور ہے کس پری وش کا
کہ میری روح بھی بن کر پری نکلتی ہے
صنم کدے میں بھی ہے حسن اک خدائی کا
کہ جو نکلتی ہے صورت پری نکلتی ہے
مرے نکالے نہ نکلے گی آرزو میری
جو تم نکالنا چاہو، ابھی نکلتی ہے

غم فراق میں ہو داغ اس قدر بے تاب
ذرا سے رنج میں جاں آپ کی نکلتی ہے

110

مذکور داغ ہی کا ہر اک انجمن میں ہے
اس پھول کی بہار ہزاروں چمن میں ہے
غربت کا سامنا مجھے یوں بھی وطن میں ہے
میں اپنے گھر میں اور دل اس انجمن میں
وہ چال چال ہے جو تمہارے چلن میں ہے
وہ بات بات ہے جو تمہارے سخن میں ہے
سب جانتے ہیں داغ کو جیسا دکن میں ہے
وہ شمع انجمن میں ہے وہ گل چمن میں ہے
لپٹی ہوئی ہے خاک در یار جسم پر
خاکیہ پیر ہن بھی ہمارے کفن میں ہے
اب بھی تو آفتاب قیامت سے کم نہیں
ہرچند تیرگی مرے داغ کہن میں ہے
پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سونگھتا
یا رب گل مراد مرا کس چمن میں ہے
جس طرح دل میں رہ کے ستاتے رہے ہو تم
اب درد اس طرح مرے ہر عضو تن میں ہے
کیا ہو گیا کہ جی نہیں لگتا کسی جگہ
غربت میں شام صبح ہمارے وطن میں ہے
یہ لعل ہو تو لعل لگیں اور حسن کو
دل کانگیں بھی ترے نورتن میں ہے
ہر اختر فلک کو یہ جانا شب فراق
سوراخ تیر آہ سے سقف کہن میں ہے
حسن ملیح کا ہے مزا یاد خلد میں

تھوڑا ابھی نمک مرے داغ کہن میں ہے
محفل کا تیری دل میں سمایا ہے سب سماں
دل میں ہے انجمن کہ یہ دل انجمن میں ہے
دیکھو تو میرے عقدۂ تقدیر کو ذرا
ایسی گرہ بھی زلف شکن در شکن میں ہے
اقرار تھا ابھی، ابھی انکار ہو گیا
کیا دوسری زباں بھی تمہارے دہن میں ہے
وہ رہ گزر وہ کوچہ وہ در مجھ سے کب چھٹا
کچھ ہوش کا لگاؤ بھی دیوانہ پن میں ہے
روشن ہے زیر آبلہ دل سوز عشق سے
کیا جلوہ گر یہ نور کا پتلا کفن میں ہے
پڑھتے ہیں شعر داغ کے وہ بات بات پر
کیا جانے بات کون سی اس کے سخن میں ہے

111

کہاں اب مرے حال پر رونے والے
کہ خود مٹ گئے داغ دل دھونے والے
محبت کے آثار پہ کہہ رہے ہیں
بہت غم ہوئے اور ہیں ہونے والے
یہ کون آ گیا میرے اہل عزا میں
یکایک جو یوں ہنس پڑے رونے والے
رقیب ان کو میری طرح دل نہ دیں گے
وہ اپنی گرہ کا نہیں کھونے والے
شریک غم و عیش ہیں دیدہ و دل
یہی ہنسنے والے، یہی رونے والے
محبت کی سرکار میں ہم نے دیکھا
سزا پاتے ہیں جان و دل کھونے والے

تمہارا ہی تخم محبت ہے دل میں
تم ہی اس کے پیدا ہوئے بونے والے

جوانی سے اچھے تھے دن کم سنی کے
کہ اب چھپتے ہیں سامنے ہونے والے

عدم کو چلے دل میں رکھ کر بتوں کو
یہ پتھر ہیں دنیا سے ہم ڈھونے والے

خدا جانے کیا پیش ہو روز محشر
کسی سے وہ قائل نہیں ہونے والے

وہ کیا جانیں بے تاب کی بے قراری
شب وصل میں شام سے سونے والے

وضو کر چکا شیخ رندوں کی سن لے
ادھر دیکھ او ہاتھ منہ دھونے والے

بڑھا کر گھٹانا نہیں اپنا شیوہ
یہ آواز ہیں کوئی کم ہونے والے

بتائیں تمہیں کون ہیں داغ صاحب
کسی کی ادا پر فدا ہونے والے

112

بہت ہیں تجھے بے وفا کہنے والے
کہیں چوکتے ہیں برا کہنے والے

گئے ہیں مرا مدعا کہنے والے
کہیں ان سے کیا جانے کیا کہنے والے

کہا عرض طلب پہ اس نے بگڑ کر
بڑے آئے یہ مدعا کہنے والے

مری سن کے اس نے کہا دے کے گالی
جواب اس کا تو نے سنا کہنے والے؟

وہ بت ہو کے بے پردہ یہ کہہ نہ بیٹھے

کہاں ہیں خدا کو خدا کہنے والے
مرے دیدہ و دل بھی لے جائے قاصد
کہ اچھے ہیں یہ مدعا کہنے والے
یہ کہہ کر کیا اس نے شرمندہ مجھ کو
سلامت رہیں بے وفا کہنے والے
خدا زندہ رکھے تجھے میرے قاتل
مجھے صبر پر مرحبا کہنے والے
کہا بت جو ان کو خفا ہو کے بولے
ذرا پھر تو کہہ کیا کہا کہنے والے
یہ کیا منصفی ہے جواب اس کا پا کر
برا مانتے ہیں برا کہنے والے
کہا داغ سے شب کو درباں نے ان کے
جناب آپ ہی ہیں صدا کہنے والے

113

مثال تار گیسو ہے کمر بھی
نہیں ہے فرق اس میں بال بھر بھی
چلے مایوس ہم محل سے تیری
کبھی تو دیکھ لینا تھا ادھر بھی
سنی جاتی نہیں عاشق کی حالت
نہ آیا رحم تجھ کو دیکھ کر بھی
ستم کرتا ہے جیسا تو ستم گر
کبھی ایسا ہوا ہے پیشتر بھی
دل بے تاب نے باندھی تو ہے شرط
بہت چلتی ہوئی ہے وہ نظر بھی
مرض پیدا کئے لاکھوں دوا سے
مسیحا ہے ہمارا چارہ گر بھی

نہیں رہتے ہیں اچھے خوبصورت
کہ ان کو ہو ہی جاتی ہے نظر بھی
نظر میں کس کے ہو تم دل میں کس کے
تمھیں ہے ان دنوں اپنی خبر بھی
مزا اے داغ پایا دل لگی کا
کبھی یہ دکھ سہا تھا عمر بھر بھی

114

یہ اب کی باغ عالم کی فضا کچھ اور کہتی ہے
خوشی سے عندلیب خوش نوا کچھ اور کہتی ہے
زمانے میں ترقی ہے نشاط و عیش و عشرت کی
مغنی کی صدائے جاں فزا کچھ اور کہتی ہے
سرود و نغمہ مطرب کی آوازیں تو دل کش ہیں
مگر میری زباں اس کے سوا کچھ اور کہتی ہے
پھلا پھولا ہے کیا ملک دکن اقبال آصف سے
کہ اس گلشن کی اب نشوونما کچھ اور کہتی ہے
گرہ ہے سال کی تیئسویں جو شاہ آصف کی
پے تشریح دل یہ دل کشا کچھ اور کہتی ہے
خوشا تدبیر تدبیر شہنشہ خوب رہتی ہے
خوشا تقدیر تقدیر رسا کچھ اور کہتی ہے
شہہ ظل خدا کو حق تعالیٰ حکم راں رکھے
حکومت اس کی اب نام خدا کچھ اور کہتی ہے
یہ کیسا جلسہ ہے کیسی خوشی چھائی ہے عالم میں
کہ اس دن رونق ارض و سما کچھ اور کہتی ہے
عدو کا کیا ہے منہ جو شاہ آصف کے مقابل ہو
کہ تائید جناب کبریا کچھ اور کہتی ہے
نظام الملک آصف جاہ ہے مہر جہاں افروز

کہ اس کے روئے روشن کی ضیا کچھ اور کہتی ہے
مبارک باد معمولی ہے بات اس سے بھی اب بڑھ کر
نوید تہنیت یہ جا بجا کچھ اور کہتی ہے
نسیم صبح دیتی ہے مبارک باد گلشن کو
گلوں کے کان میں باد صبا کچھ اور کہتی ہے
دعا دیتا ہوں طول عمر کی میں شاہ آصف کو
خوشی سے جان ہمراہ دعا کچھ اور کہتی ہے
غزل بھی اس زمیں میں اب سنا دے داغ تو کہہ کر
گر ان روزوں تری طبع رسا کچھ اور کہتی ہے

115

یہ خاموشی تری اے دلربا کچھ اور کہتی ہے
نگہ کچھ اور کہتی ہے، ادا کچھ اور کہتی ہے
خطا بھی اس کی کچھ کیوں قطع کرتے ہو زباں میری
جو کہنے کی ہے کہتی ہے یہ کیا کچھ اور کہتی ہے
برا کیوں کر کہیں اس کو جسے ہم کہہ چکے اچھا
مگر سن تو تمہیں خلق خدا کچھ اور کہتی ہے
سنوں کس کس کی میں یا رب یقیں کس کس کا ہو مجھ کو
کہ قاصد کا بیاں کچھ ہے، صبا کچھ اور کہتی ہے
وہی تم تھے کہ چلتے تھے کہے پر دوست داروں کے
مگر ہاں اب زمانے کی ہوا کچھ اور کہتی ہے
یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کسی کی وہ نہیں سنتے
مگر مشاطہ ان سے ماجرا کچھ اور کہتی ہے
پریشانی مری ہے گرچہ ظاہر مو بمو اس پر
تمہارے کان میں زلف دوتا کچھ اور کہتی ہے
زباں سے تو کہے جا میں نہ تھا مہماں کہیں شب کو
یہ تیری آنکھ تو اے بے حیا کچھ اور کہتی ہے

وہ کہتے ہیں برا کیوں مانیں ہم بے مہر کہنے کا
یہی کہتی ہے دنیا ہم کو یا کچھ اور کہتی ہے
وہ پہنچی آسماں پر، وہ گئی عرش معلیٰ پر
الٰہی خیر اب آہ رسا کچھ اور کہتی ہے
شکایت جان کر سنتے نہیں تم کیوں دم آخر
تمہارے حق میں یہ میری دعا کچھ اور کہتی ہے
طبیعت ہو گئی بے چین، لا ساغر پلا ساقی
کہاں کی توبہ، ساون کی گھٹا کچھ اور کہتی ہے
کلیجا تھام لو اپنا جو بھولے سے کبھی سن لو
تمہارے دردمندوں کی صدا کچھ اور کہتی ہے
لب معجز نما سے چشم جادوگر کی ہے چشمک
یہ اپنی کہتے ہیں، وہ فتنہ زا کچھ اور کہتی ہے
رہا دست تسلی سینہ افگار پر کس کے
کہ تیری شوخی رنگ حنا کچھ اور کہتی ہے
مے و معشوق سے توبہ کرے گا داغ تو، توبہ!
تری نیت تو اے مرد خدا کچھ اور کہتی ہے

116

کچھ تم کو بھی قدر ہماری وفا کی ہے
ہم آپ کے ہیں ساری خدائی خدا کی ہے
دھمکی ہمارے واسطے روز جزا کی ہے
کوئی نہ کوئی اس میں بھی حکمت خدا کی ہے
حیرت سے دیکھتا ہوں جو میں سوئے آسماں
کہتے ہیں وہ تلاش کسی مہ لقا کی ہے
ایک آنکھ میں حیا تو شرارت ہے ایک میں
یہ شرم ہے غضب کی وہ شوخی بلا کی ہے
بعد فنا میں چین نہیں مشت خاک کو

گویا بنی ہوئی مری مٹی ہوا کی ہے

کوئی یقین کیوں نہ کرے ان کے قول کا
ہر بات میں قسم ہے قسم بھی خدا کی ہے

اے پیر مے کدہ نہیں نشہ شراب میں
کھینچی ہوئی مگر یہ کسی پارسا کی ہے

جب تک ہے دم میں دم یہ نباہیں گے ہر طرح
مٹی خراب عشق میں اہل وفا کی ہے

دیکھو نگاہ ناز کی بے اعتدالیاں
اٹکی ہوئی غرض جو کسی مبتلا کی ہے

وہ وقت نزع دیکھ کے مجھ کو یہ کہہ گئے
اچھا ہے یہ تو کیا اسے حاجت دوا کی ہے

اس نے نظر چرائی جو ہم سے تو کیا ہوا
وہ کیوں ڈرے یہ کیا کوئی چوری خدا کی ہے

شوخی سمائی جاتی ہے عہد شباب میں
دشوار روک تھام اب ان کو حیا کی ہے

کرتا یہ کارخانہ دنیا میں کچھ کا کچھ
انسان کوپڑی ہوئی روز جزا کی ہے

ایسا نہ ہو کہ اس کی سیاہی کا ہو شریک
بخت رسا کو حرص تو زلف دوتا کی ہے

ظاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ
خصلت مزاج یار میں برگ حنا کی ہے

دو حصے میری جان کے ہیں تیرے عشق میں
آدھی ادا کی نذر ہے، آدھی قضا کی ہے

مرتا ہوں اور روز ہے مرنے کی آرزو
اس عاشقی میں روح بھی عاشق قضا کی ہے

دل پیچ و تاب عشق سے کیوں کر نکل سکے
یہ گل چھڑی پڑی ہوئی زلف دوتا کی ہے

یہ دیکھتے ہی دیکھتے کس کس سے پھر گئی
گردش نصیب آنکھ بھی تیری بلا کی ہے
اے داغ بزم اہل سخن گرم ہو گئی
گرمی ترے کلام میں بھی انتہا کی ہے

117

زہر بن کر دوا نہیں آتی
مر رہا ہوں قضا نہیں آتی
خبر دل ربا نہیں آتی
اس طرف کی ہوا نہیں آتی
اب بھی سنبھلو بری ہے بے باکی
گئی گزری حیا نہیں آتی
غمزے آتے ہیں، ناز آتے ہیں
ایک تم کو وفا نہیں آتی
شکوہ بے جا ہے خیر یوں ہی سہی
تم کو ہرگز جفا نہیں آتی
وہ جھکے ہیں سنبھالنے کے لئے
ہاتھ زلف رسا نہیں آتی
وہ یہ کہتے ہیں تم سکھاؤ ہمیں
ہم کو طرز وفا نہیں آتی
کوئی مر جائے ہجر میں کیوں کر
زندگی بھر قضا نہیں آتی
اس گلی میں صبا کو بھیجا ہے
یا تو آتی ہے یا نہیں آتی
ان سے کرنا پڑا سوال جنہیں
بات نام خدا نہیں آتی
حور پر یہ طبیعت اے واعظ

تجھ سے کہہ تو دیا نہیں آتی
ہے عدم میں بھی دل لگی کیسی
پھر کے خلق خدا نہیں آتی

سادگی نے کیا ہے کام تمام
ابھی ان کو ادا نہیں آتی

ہم نہیں سونگھتے کبھی وہ پھول
جس میں بوئے وفا نہیں آتی

نہیں آسان جان سے جانا
مرتے مرتے قضا نہیں آتی

دل سے آتی تھی آہ کی آواز
اب تو وہ بھی صدا نہیں آتی

کب سمجھتے ہیں ان کو وہ معشوق
جس کو طرز جفا نہیں آتی

کس نے تسخیر کی دم آخر
میرے لب پر دعا نہیں آتی

تیرے عاشق کا ہائے عہد شباب
موت بے وقت کیا نہیں آتی

حرف مطلب کہا تو کیوں بگڑے
بات کہنے میں کیا نہیں آتی

تم وفادار کس کو سمجھے ہو
ہر کسی کو وفا نہیں آتی

غنچہ دل کھلے تو خاک کھلے
اس کلی تک ہوا نہیں آتی

قصد بت خانہ کیوں کیا اے داغ
شرم مرد خدا نہیں آتی

دیکھ کر جوبن ترا کس کس کو حیرانی ہوئی
اس جوانی پر جوانی آپ دیوانی ہوئی

پردے پردے میں محبت دشمن جانی ہوئی
یہ خدا کی مار کیا اے شوق پنہانی ہوئی

دل کا سودا کر کے ان سے کیا پشیمانی ہوئی
قدر اس کی پھر کہاں جس شے کی ارزانی ہوئی

میرے گھر اس شوخ کی دو دن سے مہمانی ہوئی
بے کسی کی آج کل کیا خانہ ویرانی ہوئی

ترک رسم و راہ پر افسوس ہے دونوں طرف
ہم سے نادانی ہوئی یا تم سے نادانی ہوئی

ابتدا سے انتہا تک حال ان سے کہہ تو دوں
فکر یہ ہے اور جو کہہ کر پشیمانی ہوئی؟

غم قیامت کا نہیں واعظ مجھے یہ فکر ہے
دین کب باقی رہا دنیا اگر فانی ہوئی

تم نہ شب کو آؤ گے یہ ہے یقیں آیا ہو
تم نہ مانو گے مری یہ بات ہے مانی ہوئی

مجھ میں دم جب تک رہا مشکل میں تھے تیمار دار
میری آسانی سے سب یاروں کی آسانی ہوئی

اس کو کیا کہتے ہیں اتنا ہی بڑھا شوق وصال
جس قدر مشہور ان کی پاک دامانی ہوئی

بزم سے اٹھنے کی غیرت بیٹھنے سے دل کو رشک
دیکھ کر غیروں کا مجمع کیا پریشانی ہوئی

دعویٰ تسخیر پر یہ اس پری وش نے کہا
آپ کا دل کیا ہوا، مہر سلیمانی ہوئی

کھل گئیں زلفیں مگر اس شوخ مست ناز کی
جھومتی باد صبا پھرتی ہے مستانی ہوئی

میں سراپا سجدے کرتا اس کی در پر شوق سے

سر سے پا تک کیوں نہ پیشانی ہی پیشانی ہوئی
دل کی قلب ماہیت کا ہو اسے کیوں کر یقیں
کب ہوا مٹی ہوئی ہے، آگ کب پانی ہوئی
آتے ہی کہتے ہو اب گھر جائیں گے اچھی کہی
یہ مثل پوری یہاں من مانی گھر جانی ہوئی
عرصہ محشر میں تجھ کو ڈھونڈ لاؤں تو سہی
کوئی چھپ سکتی ہے جو صورت ہو پہچانی ہوئی
دیکھ کر قاتل کا خالی ہاتھ بھی جی ڈر گیا
اس کی چین آستیں بھی چین پیشانی ہوئی
کھا کے دھوکا اس بت کم سن نے دامن میں لے لیے
اشک افشانی بھی میری گوہر افشانی ہوئی
بے کسی پر میری اپنی تیغ کی حسرت تو دیکھ
چشم جوہر بھی بشکل چشم حیرانی ہوئی
بے کسی پر داغ کی افسوس آتا ہے
کس جگہ کس وقت اس کی خانہ ویرانی ہوئی

☆☆☆

۱۱۹

ہمیں کیا غم قیامت میں جو پرسش ہونے والی ہے
کہ جب وہ فتنہ گر آیا تو پھر میدان خالی ہے
کدورت دل کی جو فریاد کرنے سے نکالی ہے
وہ کہتے ہیں محبت پر ہماری خاک ڈالی ہے
ابھی ہیں بھولی بھولی ان کی باتیں خرد سالی ہے
مگر چتون یہ کہتی ہے قیامت ہونے والی ہے
ہماری توبہ زاہد کی جوانی دونوں بے کس ہیں
نہ کوئی اس کا وارث ہے نہ کوئی اس کا والی ہے
الٰہی کیوں فلک مجھ کو غم فرقت کھلاتا ہے

کہ میں نے ہجر جاناں میں قسم کھانے کی کھا لی ہے

دعائیں دے رہا ہوں زیر مرقد اپنے قاتل کو
خدا رکھے اسے جس نے مری حسرت نکالی ہے

ملے تو نے کف افسوس پہروں مرگ دشمن پر
یہ سرخی اس کی ہے ہاتھوں میں یا مہندی کی لالی ہے

شباب ایسا جو اس سے بہار گل کو کیا نسبت
تری اٹھتی جوانی اور اس کی ڈھلنے والی ہے

بیاں کی بے وفائی جب زمانے کی تو وہ بولے
اجی ہم خوب سمجھے صاف تم نے ہم پہ ڈھالی ہے

ہماری چشم گوہر بار کا حلقہ نہ کیوں ڈالا
تمہارے کان میں کب خوش نما موتی کی بالی ہے

دل مضطر کو تھامے پھر رہا ہوں میں شب فرقت
نہ میرے پاؤں خالی ہیں، نہ میرا ہاتھ خالی ہے

ذرا دیکھو تو مشتاقوں کا مجمع روزن در سے
ہوئی ہے بھیڑ بھاڑ ایسی کہ پھرتی سر پر تھالی ہے

ہوا ہے چار سجدوں پر یہ دعویٰ زاہدو تم کو
خدا نے کیا تمہارے ہاتھ جنت بیچ ڈالی ہے

رقیبوں سے اشارے کر کے تم ہم کو مٹاتے ہو
تمہارے دست مژگاں سے ہماری پائمالی ہے

اٹھا لیں لطف کوئی دن کہاں پھر ہم کہاں پھر تم
برا وقت آنے والا ہے ' جدائی ہونے والی ہے

وہ لکھیں گے تجھے خط کا جواب اے داغ کیا کہنا
یہ تو نے خواب دیکھا ہے کہ مضمون خیالی ہے

یہاں شکوے پہ شکوہ ہے وہاں گالی پہ گالی ہے

بہت کچھ ہوتی رہتی ہے بہت کچھ ہونے والی ہے
جوانی کی امنگیں ہیں' طبیعت لا ابالی ہے
نہ تم دنیا میں خالی ہو' نہ دنیا تم سے خالی ہے
تری تصویر کی شوخی بھی دنیا سے نرالی ہے
کہ اس شوخی پہ یہ تمکیں نہ جھڑکی ہے نہ گالی ہے
مجھے گھر کاٹے کھاتا ہے تو بستر پھاڑے کھاتا ہے
شب فرقت میں کیا شیر نیستاں شیر قالی ہے
کہاں قسمت کہاں ہمت کہاں طاقت جو میں پہنچوں
کہ منزل عشق کی کچھ عرش اعلیٰ سے بھی عالی ہے
سمندر کیوں نہ پی جائے وہ مے آشام اے ساقی
خم گردوں کو جو سمجھے کہ چھوٹی سی پیالی ہے
ترا کینہ نہ کھلتا تھا ذرا انصاف کر ظالم
تری باتوں سے دل کی بات چن کر ہم نے کیا لی ہے
بھری ہیں حسرتیں سی حسرتیں اس خانہ دل میں
مگر دیکھو تو پھر یہ گھر کا گھر خالی کا خالی ہے
یہ چالیں آسماں کی کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتیں
کسی کی سرفرازی ہی کسی کی پائمالی ہے
لب معجز نما سے گالیاں دی ہیں جو ہنس ہنس کر
مری تصویر میں بھی تم نے گویا جان ڈالی ہے
کبھی ہے اس کی چوکھٹ پر کبھی ہے اس کے قدموں پر
ازل سے میری پیشانی بڑی تقدیر والی ہے
بچا تھا برق و صرصر سے بمشکل آشیاں اپنا
نظر صیاد کی اب پتے پتے ڈالی ڈالی ہے
خدا جانے کہا کس کو ستم گر راہ چلتوں نے
خفا کیوں ہو کوئی بازار کی گالی بھی گالی ہے
جہاں دیکھو حسینوں کا ہے مجمع عاقبت میں بھی
نہ جنت ان سے خالی ہے نہ دوزخ ان سے خالی ہے

دکن کی سلطنت سے فیض ہے سارے زمانے کو
خدا رکھے بڑی فیاض یہ سرکار عالی ہے
بھری محفل میں تیری داغ کو ہم نے نہیں دیکھا
بھرے ہیں غیر آ آ کر جگہ اس کی ہی خالی ہے

☆☆☆

۱۲۱

غضب کے بانکپن سے تیغ ناز اس نے نکالی ہے
جفا پیاروں کی پیاری ہے، نرالوں کی نرالی ہے
نہ چھوڑی خاک تک مجھ کو وہ شوق پائمالی ہے
ترے قدموں میں جو آئی وہ اپنے سر پہ ڈالی ہے
ترے وزد حنا کے پاس دل ہے تھا گماں مجھ کو
ادھر یہ ہاتھ خالی ہے، ادھر وہ ہاتھ خالی ہے
مری شاخ تمنا کس طرح سرسبز رہ جاتی
تری تیغ تغافل نے وہ ڈالی کاٹ ڈالی ہے
یہ دو آنکھیں دو رنگی دیکھتی ہیں اس کے جلوے کی
کہیں شان جلالی ہے، کہیں شان جمالی ہے
لباس ماتمی پہنے ہوئے ہے میرے ماتم میں
اسے میں جانتا ہوں یہ شب فرقت جو کالی ہے
نہیں چھپتی ہے کوئی بات پھر بھی وہ مرے دل کی
ادھر پہنچی ہے کوسوں تک ادھر منہ سے نکالی ہے
بہت دن چاہئیں پہچان کو راہ حقیقت کی
جناب خضر کیا جانیں کہ ان کی خرد سالی ہے
بقا کب مال و دولت کو رہی ' قارون کو دیکھو
کہ اس گنج فراواں پر بھی اس کا ہاتھ خالی ہے
تجاہل کہہ رہا ہے جانتے ہیں مجھ کو وہ عاشق
تغافل کہہ رہا ہے آنکھ مجھ سے ملنے والی ہے

نگاہ شرم آگیں میں ہیں کچھ آثار شوخی کے
یہ ناوک چلنے والا ہے یہ برچھی چلنے والی ہے

مہینے بھر کا وعدہ تھا وہ کرتے تیس دن پورے
مگر انتیسویں کا اب کی یہ ماہ ہلالی ہ

سنا ہے محتسب سامان مے خانہ لٹائے گا
مسلمانو! چلو لوٹو کہ جنت لٹنے والی ہے

ذرا سا ہوش آ جائے ذرا سا دیکھ لیں جلوہ
سنبھلنے کے لیے ہم نے طبیعت کب سنبھالی ہے

کہاں کا خوف درباں کوئی عاشق باز آتے ہیں
جہاں اک روزن در تھا وہاں دیکھو تو جالی ہے

کسی پر حصر بھی ہو گا یہ آخر قتل ہے کس کا
ابھی خنجر سنبھالا تھا ابھی برچھی نکالی ہے

نئے انداز کا خط ہم نے لکھا دیکھیے کیا ہو
بھرے ہیں سینکڑوں مضموں جگہ مطلب کی خالی ہے

لڑتے مرتے ہیں آپس میں تمہارے چاہنے والے
یہ محفل ہے تمہاری یا کوئی مرغوں کی پالی ہے

نظام الملک نے اے داغ اس فن کو کیا زندہ
کہ اس کی قدر دانی نے سخن میں جان ڈالی ہے

☆☆☆

۱۲۲

قامت کب اس قد کی ثانی نہیں ہے
جوانی جوانی نہیں ہے

بہاتا ہے بے خوف تو اس کو قاتل
لہو ہے یہ عاشق کا پانی نہیں ہے

گھڑی بھر میں کرتے ہو تعریف میری
گھڑی بھر میں وہ مہربانی نہیں ہے

قفس ہی میں جائیں گے ہم گلستاں سے
ہمارا یہاں دانہ پانی نہیں ہے
کہو تو ابھی چیر کر دل دکھا دیں
محبت ہماری زبانی نہیں ہے
مرے مرمٹے دل کو کیا پوچھتے ہو
نشانی کو یہ بے نشانی نہیں ہے
نہ جانو اسے جھوٹ جو کہہ رہا ہوں
مرا حال قصہ کہانی نہیں ہے
سمجھ کر مرا حال پھر پوچھتے ہو
یہ کیا ہے اگر آنا کانی نہیں ہے
ہوئے قتل عشاق پر مستعد تم
محبت میں چنگیز خانی نہیں ہے
بظاہر مٹائے بہت داغ دل کے
مداوائے درد نہانی نہیں ہے
ہوئیں خشک جذب محبت سے آنکھیں
یہ دریا وہ ہیں جن میں پانی نہیں ہے
سمجھ سوچ کر دل دیا ہم نے ان کو
کوئی آفت ناگہانی نہیں ہے
مزے کیوں نہ لیں خضر عمر ابد کے
کہ ان کو غم جاودانی نہیں ہے
سر بام جلوہ دکھاتے ہو سب کو
عجب بات لن ترانی نہیں ہے
کبھی داغ اس پر بھروسا نہ کرنا
کسی کی یہ دنیائے فانی نہیں ہے

کوئی تو محبت میں مجھے ذرا صبر دے
تیری تو مثل وہی ہے نہ میں دوں نہ خدا دے
بے جرم کرے قتل وہ قاتل ہے ہمارا
یہ شیوہ ہے اس کا کہ خطا پر نہ سزا دے
دولت جو خدائی کی ملے کچھ نہ پروا
بچھڑے ہوئے معشوق کو اللہ ملا دے
کرتا ہے رقیب ان کی شکایت مرے آگے
ڈرتا ہوں کہ مل کر نہ کہیں مجھ کو دغا دے
پھٹ جائے اگر دل تو کبھی مل نہیں سکتا
یہ چاک نہیں وہ جو کوئی سی کے ملا دے
اقرار کیا ہے لب شیریں سے کسی نے
جو بات مزے کی ہو وہ کیونکر نہ مزا دے
تیرے تو برسنے سے ترستا ہے مرا دل
اے ابر کبھی میری لگی کو بھی بجھا دے
تھم تھم کے جلاتا ہے مجھے سوز محبت
گر آگ لگانی ہے تو اک بار لگا دے
یہ دل کا لگانا تو نہیں جس سے ہو نفرت
تو بھی تو جنازے کو مرے ہاتھ لگا دے
ان جلوہ فروشوں سے تو سودا نہیں بنتا
جب مول نہ ٹھہرے کوئی کیا لے کوئی کیا دے
ملتا ہی نہیں جس کا پتا اے دل بیتاب
میں تجھ کو بتا دوں، تو بتا تو مجھے کیا دے
کیا کیا نہ کیا عشق میں اپنی سی بہت کی
تدبیر سے کیا ہو جسے تقدیر مٹا دے
یا رب خبر مرگ عدو جھوٹ نہ نکلے
جو میں نے سنا ہے اسے آنکھوں سے دکھا دے
میں وصل کا سائل ہوں، جھڑکنا نہیں اچھا

یا اور سے دلوا کسی محتاج کو یا دے
دل سے مہ کامل کے یہ کاہش کوئی پوچھے
اللہ کسی کو بھی بڑھا کر نہ گھٹا دے
عنقا نظر آتے ہیں ہمیں اہل کرامت
درویش وہ کامل ہے جو اپنا سا بنا دے
وہ لطف وہ احسان کر اے چرخ مرے ساتھ
دوں میں بھی دعا تجھ کو مرا دل بھی دعا دے
اے بے خودی شوق یہ احسان ہو تیرا
وہ جان کے غش میں مجھے دامن کی ہوا دے
پیمانے کی حاجت نہیں مجھ تشنہ مے کو
اے پیر مغاں تو مجھے انکل سے پلا دے
اللہ کی کیا شان کریمی ہے اے داغ
جو اس سے طلب کیجیے وہ اس سے سوا دے

☆☆☆

۱۲۴

مژدہ اے شوق کہ کچھ خوش خبری آتی ہے
جھومتی آج نسیم سحری آتی ہے
جب صراحی مے گل گوں سے بھری آتی ہے
میں سمجھتا ہوں کہ یہ لال پری آتی ہے
تازگی اس گل رخسار کی کیا پوچھتے ہو
جس کے دیدار سے آنکھوں میں تری آتی ہے
جب سے آنکھوں میں سمایا ہے کسی کا جلوہ
حور آتی ہے سمجھ میں نہ پری آتی ہے
کس بھروسے پہ کرے داغ کچھ اظہار کمال
اس کو کیا بات بجز بے ہنری آتی ہے

☆☆☆

۱۲۵

شکایت اس کی چھپاؤں مگر نہیں چھپتی
ادھر نکلتی ہے منہ سے ادھر نہیں چھپتی

ترے چھپائے دغا کی نظر نہیں چھپتی
یہ چور آنکھ تو اے فتنہ گر نہیں چھپتی

یہ سیر ہے کہ دوپٹا اڑا رہی ہے صبا
وہ جب چھپاتے ہیں سینہ کمر نہیں چھپتی

تمہاری بات زمانے میں کھل ہی جاتی ہے
یہ بات کیا ہے کہ اس کی خبر نہیں چھپتی

گھڑی ہے دل سے جو تو نے وہ بات تیری ہے
کہ اس کے منہ کی تو اے نامہ بر نہیں چھپتی

جو تڑپے دل تری محفل میں تھام لوں دل کو
مگر چھپائے سے یہ چشم تر نہیں چھپتی

چھپائے سے تہ دامن چھپے داغ کی لو
لگی ہوئی مرے دل کی مگر نہیں چھپتی

یہ صبح ہجر قیامت کی صبح ہے یارب
کہ میرے بخت سیہ سے سحر نہیں چھپتی

نگاہ شوخ ہے بجلی کی طرح زیر نقاب
ہزار اس کو چھپاؤ مگر نہیں چھپتی

نفس کے ساتھ ہی پڑتے ہیں لب پہ بتخانے
ہماری سوزش داغ جگر نہیں چھپتی

سحاب میں تو مہ و آفتاب چھپتے ہیں
نقاب میں تری صورت مگر نہیں چھپتی

بدل بدل کے وہ آواز گو بنے سائل
صدائے عاشق شوریدہ سر نہیں چھپتی

بشر نہیں تو فرشتے اڑائے پھرتے ہیں
بری بھلی ترے گھر کی خبر نہیں چھپتی
چھپائیں کیا تری چاہت کو چاہنے والے
جب ایک بار کھلی عمر بھر نہیں چھپتی
ملے ترا بلبل سے کیا مرا نالہ
صدائے نغمہ زن و نوحہ گر نہیں چھپتی
زباں پہ آتے ہی کھلتے ہیں نیک و بد آثار
دعائے با اثر و بے اثر نہیں چھپتی
تری طبیعت روشن اک آفتاب ہے داغ
کبھی چھپائے سے یہ جلوہ گر نہیں چھپتی

☆☆☆

۱۲۶

وعدہ نہ کیا تھا یہ کسی اور سے کہیے
پھر ہم سے نہ کہنا یہ کسی اور سے کہیے
جو دل کی حقیقت ہے وہ سننی ہی پڑے گی
کہیے تو سہی کیا یہ کسی اور سے کہیے
پتھر کا کلیجا نہیں لوہے کا نہیں دل
فرقت میں نہ گھبرا یہ کسی اور سے کہیے
میں داد طلب اور خدا منصف و عادل
تیری نہ سنے گا یہ کسی اور سے کہیے
دنیا کی زبانوں پہ یہ دشمن کی برائی
اچھوں سے ہے اچھا یہ کسی اور سے کہیے
نالہ پس دیوار کسی رات کسی دن
میں نے نہ سنا تھا یہ کسی اور سے کہیے
اچھی کہی تڑپا کے تجھے غیر کے آگے
دیکھیں گے تماشا یہ کسی اور سے کہیے

دھمکا کے مرا حال عبث پوچھتے ہیں آپ
کہنا ہی پڑے گا یہ کسی اور سے کہیے

ماننا نہیں منظور جو مجھ سے تو نہ ملیے
ہے خوف کسی کا یہ کسی اور سے کہیے

ہم آپ کے ہیں، آپ نہیں جانتے ہم کو
کوئی نہیں اپنا یہ کسی اور سے کہیے

دشمن کو برا کہہ کے بھلا کہنے لگے آپ
وہ ہم سے کہا تھا یہ کسی اور سے کہیے

دل دیں گے تو سو طرح کے دعوے بھی کریں گے
کس کا ہے اجارا یہ کسی اور سے کہیے

ہم سا تو وفادار ملا ہے نہ ملے گا
خالی نہیں دنیا یہ کسی اور سے کہیے

سنتا ہوں زمانے سے برے آپ کے اطوار
جھوٹا ہے زمانہ یہ کسی اور سے کہیے

ملتا ہے کہیں داغ سا دنیا میں وفادار
ہم کو نہیں پروا یہ کسی اور سے کہیے

☆☆☆

۱۲۷

جور ہم پر یار جو چاہے کرے
دل سے ہیں ناچار جو چاہے کرے

اک زمانہ ہو گیا ہم سے خلاف
چرخ ناہنجار جو چاہے کرے

اب دل آزاری کہ دل داری مری
وہ بت عیار جو چاہے کرے

کر کے توبہ پھر ہوا توبہ شکن
سچ تو یہ ہے مے خوار جو چاہے کرے

کیا نہیں ممکن کہ اٹھ جائے حجاب
آپ کا دیدار جو چاہے کرے

ہم کو کیا مطلب کریں کیوں آرزو
حسرت دیدار جو چاہے کرے

مجھ پر چالیں ان پہ جادو رات دن
مجمع اغیار جو چاہے کرے

دردمند اچھے ہوں اچھے دردمند
نرگس بیمار جو چاہے کرے

طور پر موسیٰ نے باتیں ہی کر لیں
طالب دیدار جو چاہے کرے

پہلے شاہد باز ہو پھر آدمی
توبہ استغفار جو چاہے کرے

شوخی رفتار نے چھیا ہے دل
خوبی گفتار جو چاہے کرے

آنکھ بھی عاشق ہے دل بھی مبتلا
اس حسیں کو پیار جو چاہے کرے

آدمی کا ہے خدا پر زور کیا
ہے بڑی سرکار جو چاہے کرے

عرش پر ہے اب رقیبوں کا دماغ
طالع بیدار جو چاہے کرے

جو نہ چاہے کیوں کرے وہ التجا
التجا یار جو چاہے کرے

کھچ گئے ابروٗ ہوئی ترچھی نگاہ
میرے دل پر وار جو چاہے کرے

کوئی ہے پامال کوئی سرفراز
حسن کی سرکار جو چاہے کرے

کیا صف محشر نہ ہو جائے گی صاف

آپ کی تلوار جو چاہے کرے
عیب ہیں سے پردہ رکھے آدمی
یوں پس دیوار جو چاہے کرے
دل نکما ہو گیا ہے عشق میں
پھر بھی یہ بے کار جو چاہے کرے
سچ ہے مرتا کیا نہ کرتا ہجر میں
جان سے بیزار جو چاہے کرے
رہ چکے ہم عشق میں پابند وضع
دل ذلیل و خوار جو چاہے کرے
داغ جب آزاد ٹھہرا کیا گلا
ہے وہ خود مختار جو چاہے کرے

☆☆☆

۱۲۸

مزے فرقت میں تھے خون جگر کے
پیا ہم نے خدا کا شکر کر کے
کیے خنجر سے دو ٹکڑے جگر کے
بنائے تم نے دو گھر ایک گھر کے
مژہ پر آ جمے ٹکڑے جگر کے
مسافر رک گئے دریا اتر کے
کیا اس چشم نے زاہد کو بدمست
پچھے آنسو مرے دامان تر کے
جمی ہے خاک کوئے یار ان پر
پیوں گا پاؤں دھو کر نامہ بر کے
وہ کیسا دن قیامت کا کٹے گا
وہ کیسی رات ہو گی دن گزر کے
شب غم ہائے مجبوری ہماری

بہت روئے خدا کو یاد کر کے
پڑا ہو گا تھکا ماندا سر راہ
بنیں گے نامہ بر کے
چلیں کیونکر نہ وہ اب ٹیڑھ کی چال
قدم تک آ گئے ہیں بل کمر کے
وہی پھر ولولے ہیں اور ہم ہیں
کہیں مٹتی ہیں یہ چوٹیں ابھر کے
نہیں معلوم کیا کہتی ہے خلقت
یہ ہیں چرچے ادھر کے یا ادھر کے
جدائی ہو گئی دو دن میں ان سے
یہ جانا تھا کہ ہم چھوٹیں گے مر کے
جناب داغ اب سنبھلیں گے کیا خاک
کیا یہ بگڑے ہوئے ہیں عمر بھر کے

☆☆☆

۱۲۹

چھوٹی پیوں رقیب کی مجھ کو حرام ہے
ساقی کے ہاتھ میں تو فقط ایک جام ہے
وہ چشم مست سامنے میرے مدام ہے
ایسے شراب خوار کو توبہ حرام ہے
ہر مرتبہ زبان پہ دشمن کا نام ہے
کیا یہ کلام آپ کا تکیہ کلام ہے
ہم کیا کریں جو سلطنت روم و شام ہے
بے مثل بادشاہ ہمارا نظام ہے
کیا دل ہی کے ساتھ جواب پیام ہے
اے نامہ بر! تجھے تو ہمارا سلام ہے
محشر میں کامیاب ہوں اس میں کلام ہے

یہ طولِ مدعا ہے تو بس دن تمام ہے

تم اس پہ شیفتہ ہو تو میں بھی فریفتہ
تم سے غرض نہیں مجھے دشمن سے کام ہے

میں عمر بھر سناؤں تمھیں اپنی داستاں
پوچھو اگر تو پھر یہ کہوں ناتمام ہے

صیاد نے رہا نہ کیا اب کے سال بھی
اب ہم کو آب و دانہ قفس میں حرام ہے

آتے ہی کیوں پیام ہے جانے کا جایئے
گر آپ کو ہے کام تو مجھ کو بھی کام ہے

قاصد نہ کہہ دے غیر سے لب پر لگا دیں مہر
افشا نہ ہو کہ شوخ ہمارا پیام ہے

پروانہ ہو کہ شمع برا ہے مآلِ کار
اس کی حرام موت وہ صورت حرام ہے

کہتے ہیں کس کو داغ یہ کیا آپ نے کہا
لے دل میں چٹکیاں یہ اسی کا کلام ہے

☆☆☆

۱۳۰

حسن کی تم پر حکومت ہو گئی
ضبط آنکھوں کی مروت ہو گئی

یہ نہ پوچھو کیوں یہ حالت ہو گئی
خود بدولت کی بدولت ہو گئی

لے گئی آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ دل
ہوشیاری اپنی غفلت ہو گئی

وہ جو تجھ سے دوستی کرنے لگا
مجھ کو دشمن سے محبت ہو گئی

اس قدر بھی سادگی اچھی نہیں

عاشقوں کی پاک نیت ہو گئی
داغ تمنائے محبت بن گیا

چشم تر مہر شہادت ہو گئی
مان کر دل کا کہا پچھتائے ہم

عمر بھر کو اب نصیحت ہو گئی
کیا عجب ہے گر ترا ثانی نہیں

اچھی صورت ایک صورت ہو گئی
میرے حق میں تیری چشم قہر و لطف

ایک دوزخ، ایک جنت ہو گئی
میری توبہ اس ہوا و ابر میں

باعث کفران نعمت ہو گئی
غیر بھی روتے ہیں تیرے عشق میں

کیا مری قسمت کی قسمت ہو گئی
سن کے حال دل تغافل دیکھنا

کوئی یہ جانے ندامت ہو گئی
پھول ہنستے ہیں ہماری قبر پر

کیوں رنگی شمع تربتی ہو گئی
طالب بخشش ابھی سے کیوں ہے دل

کیا گنہ کرنے سے فرصت ہو گئی
اس کی مژگاں پر ہوا قربان دل

تیر تنکوں پر قناعت ہو گئی
جب ریاست اپنی آبائی مٹی

نوکری کی ہم کو حاجت ہو گئی
شاعروں کی بھی طبیعت ہے ولی

جو نئی سوجھی کرامت ہو گئی
آئینے سے شیشہ دل صاف تھا

تم کو منہ دیکھنے کی الفت ہو گئی

تیری زلفوں کا اثر تجھ پر نہیں
دیکھتے ہی مجھ کو وحشت ہو گئی

کھیل سمجھے تھے لڑکپن کو ترے
بیٹھتے اٹھتے قیامت ہو گئی

مفت کی پیتے ہیں وہ ہر قسم کی
جن کو مے خانے کی خدمت ہو گئی

میرے دل سے غم ترا کیوں دور ہو
پاس رہنے کی محبت ہو گئی

کہتے ہیں کب تک کوئی گھبرا نہ جائے
دل میں رہتے رہتے مدت ہو گئی

نقشہ بگڑا رہتے رہتے غصہ ناک
کٹ کھنی قاتل کی صورت ہو گئی

صبح فرقت ایک دم میں کچھ نہ تھا
زندگی کیا بے مروت ہو گئی

داغ کا دم ہے غنیمت بزم میں
دو گھڑی کو گرم صحبت ہو گئی

☆☆☆

۱۳۱

صلح میں تکرار باقی رہ گئی
کچھ کسر ہر بار باقی رہ گئی

جلوہ دیدار نے بے خود کیا
حسرت دیدار باقی رہ گئی

خط کتابت سے تو کچھ نکلا نہ کام
نوبت گفتار باقی رہ گئی

بارہا اس نے صفائی ہم سے کی
کچھ خلش ہر بار باقی رہ گئی

اس کو بھی اچھا کر اے رشک مسیح
نرگس بیمار باقی رہ گئی

مرحلے طے عشق کے اکثر ہوئے
منزل دشوار باقی رہ گئی

شوق نظارہ وہاں لے تو گیا
چاندنی دیوار باقی رہ گئی

حلق میں تھا نالہ آہن گداز
کیا تری تلوار باقی رہ گئی

عشق کے زیر حکومت سب رہے
کون سی سرکار باقی رہ گئی

دل میں کیا چھوڑا ہے اب غم نے تیرے
کچھ ہوس اے یار باقی رہ گئی

داغ کا دل ہو گیا دنیا سے سرد
گرمی اشعار باقی رہ گئی

☆☆☆

۱۳۲

کر چکے آہ سحر بھی، نالہ شب گیر بھی
ہم نے دیکھا جو چوکتے یہ تیر بھی وہ تیر بھی

بادہ غفلت سے اک عالم کو بے خود کر دیا
پیر مے خانہ ہے گویا آسمان پیر بھی

اس نگاہ شوخ و ابرو کے اشارے دیکھنا
تیر بھی اڑتا ہوا چلتی ہوئی شمشیر بھی

ڈھونڈ لے پہلو میں یا سینے میں اے ناوک فگن
کھا گیا زخم جگر کے ساتھ کیا میں تیر بھی

آپ آئے جھٹپٹے میں صبح کو گھبرا کے کیا
رہ گیا در بھی کھلا ہلتی رہی زنجیر بھی

کیا کہوں وقت میں کیا دل سے مانگی ہے دعا
جس کو سنتے ہی دعا دینے لگی تاثیر بھی

اوٹ میں دیوار سے باتیں کیا کرتے ہو تم
سامنے آؤ تو آئے لذت تقریر بھی

اس لیے وحشت میں ہم نے کر دیا ترک لباس
ہو گا جب دامن تو ہو گا کوئی دامن گیر بھی

مل گیا غیروں سے قاصد وہم آتا ہے مجھے
نامہ بر بدلا گیا، بدلی گئی تحریر بھی

یہ نزاکت کیوں اسی برتے پہ دعویٰ قتل کا
کھول دو خنجر کمر سے پھینک دو شمشیر بھی

جو دکھانے کی نہ ہوں چیزیں دکھائے کس طرح
اس نے چہرے ہی کی کھچوائی فقط تصویر بھی

تو نے دیکھا کچھ تماشا دیکھ کر اپنی شبیہ
مٹ گئی ہے تیری شوخی پر تری تصویر بھی

دیکھ کر وہ داغ کی تصویر یہ کہنے لگے
آدمی اچھا ہے اچھی ہو اگر تقدیر بھی

☆☆☆

۱۳۳

چل دیے شکل دکھا کر وہ کوئی کیا دیکھے
دیکھنے کا یہ مزا ہے کہ سراپا دیکھے

غمزہ سفاک، بلا ناز، قیامت انداز
چشم مشتاق ادائیں تری کیا کیا دیکھے

کیا سریلی ہیں صدائیں تری کیا جلوہ ہے
سننے والا یہ سنے، دیکھنے والا دیکھے

وہ دوپٹے کا سرکنا وہ کسی کا کہنا
آنکھیں پھوٹیں جو کوئی سینہ ہمارا دیکھے

دیکھنے کے لیے آنکھیں ہوں جب ایسا ہو جمال
حسن یوسف کو جو دیکھے تو زلیخا دیکھے

بے سبب جس نے نکالا مجھے اپنے گھر سے
کاش وہ آ کے مرا دل بھی نکلتا دیکھے

دوست دشمن کو وہ کیا جانیں ابھی کم سن ہیں
ہم سے پوچھے کوئی بیٹھے ہیں زمانہ دیکھے

بات وہ کیجیے جس بات کو سب دل سے سنیں
کام وہ کیجیے جس کام کو دنیا دیکھے

جس نے دیکھا ہو نہ عاشق کو مصیبت میں کبھی
مجھ کو دیکھے مری تقدیر کا لکھا دیکھے

پہلے تو شوق سے منگوائی ہماری تصویر
پھینک کر پھر یہ کہا کوئی اسے کیا دیکھے

اس کی خلوت میں گزر باد صبا کا بھی نہیں
شامت آ جائے گی جاتے ہی کوئی جا دیکھے

پرتو حسن سے ہو جائیں منور آنکھیں
جلوہ یار اگر آنکھوں کا اندھا دیکھے

اک جھلک بھی جو دکھا دے تو غنیمت جانو
کیا یہ ممکن ہے کوئی حسب تمنا دیکھے

گو حسیں لاکھ ہوں دنیا میں مگر داغ کبھی
دیکھ کر پاؤں ترا منہ نہ کسی کا دیکھے

☆☆☆

۱۳۴

آپ کی روک تھام کون کرے
غیر کا انتظام کون کرے

تیرے عاشق ہیں دونوں دیدہ و دل
دیکھیں دونوں کا نام کون کرے

وہ تجھے سجدہ کرتے ہیں جو کہیں
بادشہ کو سلام کون کرے
گالیاں اس نے دیں جو میں نے کہا
بے دہن سے کلام کون کرے
کس نزاکت کے ساتھ شوخی ہے
اس ادا سے خرام کون کرے
اس لیے وعدہ وہ نہیں کرتے
رات دن صبح و شام کون کرے
بڑھ جاتی ہے روز دل کی ہوس
ساری دنیا کا کام کون کرے
پچیس شعبان میں نہ کیوں دونی
فکر ماہ صیام کون کرے
بندہ ٹھہرا ہوں بندگی کے لیے
بندگی کو سلام کون کرے
غم گزا جاں فزا ہے بادہ ناب
ترک شرب و مدام کون کرے
کب اترتا ہے قرض بادہ فروش
یہ ادا دام دام کون کرے
شوق رہبر ہے پاس ہے منزل
بیچ رستے میں شام کون کرے
داغ کی بندگی نہیں مقبول
بے وفا کو غلام کون کرے

☆☆☆

۱۳۵

ہمارے دل کی کدورت وہاں نکلتی ہے
نئی زمیں ہے کہ بے آسماں نکلتی ہے

جنوں میں جب مرے لب سے فغاں نکلتی ہے
زباں خار سے بھی الاماں نکلتی ہے
یہ دیکھتا ہوں انہیں دے کے میں پیام وصال
نہیں نکلتی ہے یا منہ سے ہاں نکلتی ہے
برائے ام نکالے فلک مرے ارماں
جو ہے نکلنے کی حسرت کہاں نکلتی ہے
ہوا ہوں میں ہمہ تن تیرے لطف کا شاکر
کہ رونگٹوں کے عوض بھی زباں نکلتی ہے
پس فنا بھی اثر ہے یہ بے قراری کا
کہ میری قبر سے ریگ رواں نکلتی ہے
نکالے نشتر جراح پھانس یا کانٹا
گڑی ہے دل میں جو برچھی کہاں نکلتی ہے
انہوں نے گیسوئے پر خم کو کر دیا سیدھا
تری کجی بھی اب اے آسماں نکلتی ہے
تری گلی میں ہے کیا جمع دل جلوں کی خاک
کہ خلق راہ سے دامن کشاں نکلتی ہے
بشر کی موت ہو دنیا میں حشر عقبیٰ میں
کیا یہ گڑتی ہے میت کہاں نکلتی ہے
ترا جمال جو دیکھا تو آئینے نے کہا
ہزار میں بھی یہ صورت کہاں نکلتی ہے
نکالتے ہیں اسی وقت وہ بھی مانگ اپنی
اندھیری رات میں جب کہکشاں نکلتی ہے
جگر کے پار جو ہوتا ہے خنجر قاتل
وہاں زخم سے گویا زباں نکلتی ہے
شب فرق میں اے آہ تو سہارا دے
کہ روح تن سے بہت ناتواں نکلتی ہے
اسی کی دیکھتے ہیں ہر مکان میں تصویر

وہی نکلتی ہے صورت جہاں نکلتی ہے
وہاں گیا بھی نہیں ان سے کچھ کہا بھی نہیں
ابھی سے جان تری پاسباں نکلتی ہے
رقیب آپ کی محفل سے یوں نکلتے ہیں
کہ جیسے باغ سے فصل خزاں نکلتی ہے
جگر کے ٹکڑے کیے ضبط عشق نے شاید
کہ تیغ آہ مری خوں چکاں نکلتی ہے
نشان کثرت بارش ہے مے کشو مژدہ
کہ بار بار فلک پر کماں نکلتی ہے
یہ بات کیا ہے کہ جس بات کا ہے اندیشہ
وہی زباں سے وہاں ناگہاں نکلتی ہے
جبیں کے بل بھی کھلیں پیچ زلف کے بھی مٹیں
گرہ پڑی ہوئی دل کی کہاں نکلتی ہے
رواج پائے نہ پائے کچھ اس سے بحث نہیں
وفا کی رسم نئی ان کے ہاں نکلتی ہے
نشان داغ سخن گو کی قبر کا ہے یہی
بجائے سبزہ زمیں سے زباں نکلتی ہے

☆☆☆

۱۳۶

دل شہید کا ماتم ضرور ہوتا ہے
یہ ہاتھ اب کوئی سینے سے دور ہوتا ہے
پری جمال بھی انساں ضرور ہوتا ہے
پھر اس پہ آنکھ ہو اچھی تو حور ہوتا ہے
قصور وار ہوں مجھ سے قصور ہوتا ہے
مگر جبھی کہ یہ دل ناصبور ہوتا ہے
ہزاروں آتے ہیں کعبے سے پھر کے زاہد کیوں

خدا کے گھر میں ٹھکانا ضرور ہوتا ہے
ہمیشہ عذر بھی کرتے ہوئے نہیں بنتی
وہاں سوال یہ ہے کیوں قصور ہوتا ہے
ادا سے خاص بھی کرتے ہوئے نہیں بنتی
وہاں سوال یہ ہے کیوں قصور ہوتا ہے
ادا سے خاص ہے معشوق کے لیے نخوت
بری بھی شکل ہو جب بھی غرور ہوتا ہے
وہ میرے واسطے کرتے ہیں جب ستم ایجاد
ستم شریک زمانہ ضرور ہوتا ہے
پڑی ہے جان غضب کشمکش میں کیا کیجیے
نہ دل سے عشق نہ دل مجھ سے دور ہوتا ہے
پیامبر کوئی لاتا ہے کیا خوشی کی خبر
کہ خودبخود مرے دل کو سرور ہوتا ہے
غرور سے نہیں ملتا جو وقت آرائش
ترا مزاج بھی کیا تجھ سے دور ہوتا ہے
دکھا وہ جلوہ کہ دل پر جو ہے یہ غم کا پہاڑ
ذرا سی دیر میں جل بھن کے طور ہوتا ہے
امید عفو خطا ہے وگرنہ عاشق سے
قصور کیا نہیں ہوتا ضرور ہوتا ہے
جو مے پیوں تو گنہگار کیا کروں واعظ
مجھے تو نام لیے سے سرور ہوتا ہے
یہ عاشقی میں نئی بات ہے کہ اے ظالم
ترا قصور بھی میرا قصور ہوتا ہے
ہزار رنگ میں ہے اور پھر نظر میں نہیں
اسی کا پردہ اسی کا ظہور ہوتا ہے
جسے پڑا ہو نئی تاک جھانک کا لپکا
وہ خلد میں کہیں پابند حور ہوتا ہے

کسی کا کوئی بھی ہوتا نہیں ہے بعد فنا
غبار تک مری تربت کا دور ہوتا ہے
اثر پذیر ہے دل گرم و سرد عالم سے
گھڑی میں نار گھڑی میں یہ نور ہوتا ہے
بٹھا دیا ہے محبت نے آپ کی سکہ
یہ دل سے داغ کے اب کوئی دور ہوتا ہے

☆☆☆

۱۳۷

یہ رشک دل میں ترے یہ غرور رہتا ہے
کہ عکس آئینے سے دور دور رہتا ہے
کچھ اس کو وہم کچھ اس کو غرور رہتا ہے
الگ تھلگ وہ بہت دور دور رہتا ہے
زہے نصیب طبیعت میں ہو جو آزادی
بہت بلاؤں سے انسان دور رہتا ہے
جو ایک آن بھی پڑتا ہے عکس رخ تیرا
تو برسوں آئینے کے رخ پہ نور ہوتا ہے
ہمارے دل کو عبث ڈھونڈتے ہو تو پہلو میں
یہاں نہیں ہے یہاں سے وہ دور ہوتا ہے
خدا کے واسطے ناصح علاج کر اپنا
ہمیشہ عقل میں تیری فتور ہوتا ہے
یہ بزم وعظ ہے یا کوئی پاک مے خانہ
مدام ذکر شراب طہور رہتا ہے
اسی لیے تمھیں دی ہیں خدا نے دو آنکھیں
کسی میں ناز، کسی میں غروررہتا ہے
تمہارے شعلہ رخسار سے ہوا روشن
ملا ہوا اسی آتش میں نور رہتا ہے

خطا تو ہم سے ہو دنیا میں حشر میں ہو سزا
ہمارے ذمے کہاں تک قصور رہتا ہے
لگاؤں سرمہ تو کہتا ہے وہ بت کافر
تجھے خیال تجلی طور رہتا ہے
تم اپنے عیش کے بندے ہو کیا خبر تم کو
کہ نامراد کوئی ناصبور رہتا ہے
اثر تو دیکھیے جب دیکھتا ہوں مے خانہ
تو دیکھ کر مجھے پہروں سرور رہتا ہے
ہر اک کمال کو نقصان ہو گیا لازم
ہمیشہ کوی نہ کوئی قصور رہتا ہے
ملی جلی ہے جو شوخی میں طرز بے تابی
تری نظر میں دل ناصبور رہتا ہے
مزے ہیں اس دل بسمل کو تیغ قاتل کے
تڑپ تڑپ کے یہ زخموں میں چور رہتا ہے
ڈھلا نہ حسن تمہارا تو ہم نے یہ جانا
زمانہ ایک طرح پر ضرور رہتا ہے
خدا نہ ڈالے کسی بدمزاج سے پالا
کہ پاسبان بھی اب اس سے دور رہتا ہے
ہمارے دل میں وہ آئے تو بدگمان ہوئے
کہ اور بھی کوئی اس میں ضرور رہتا ہے
نہ ٹھہرے وہ مرے پہلو میں رکھ کے یہ الزام
تری بغل میں دل ناصبور رہتا ہے
وہ بات کرتے ہیں محفل میں جب رقیبوں سے
یہ بندہ کان لگائے ضرور رہتا ہے
بہت سے شہر میں ہیں داغ کے لیے خوش رو
مگر ہے پاس تمہارا کہ دور رہتا ہے

۱۳۸☆☆☆

وہ عید کو خود آئے ہیں ملنے کے بہانے
یہ دن تو دکھایا شب فرقت کی دعا نے

لوٹے دل و دیں اس صنم ہوش ربا نے
اللہ نے جو بھید ہیں اللہ ہی جانے

یہ شیخ نے بوئے ہیں یہاں تخم ثواب آج
بکھرے ہیں جو مے خانے میں تسبیح کے دانے

مارا ہے، جلایا ہے، دہائی ہے خدا کی
برچھی سی نگہ نے تری بجلی سی ادا نے

جس دن سے ملا زانوئے معشوق نہ ہم کو
اس روز سے رکھا نہیں تکیہ بھی سرہانے

پریاں بھی تو مشتاق ہیں حوریں بھی تو مشتاق
اک دھوم مچا دی ہے ہماری بھی وفا نے

ملا تو ہے کچھ آپ کا بیمار محبت
سب کہتے ہیں مرے کو جلایا ہے خدا نے

مر جاؤں اگر میں تو ستم کون اٹھائے
زندہ مجھے رکھا ہے رقیبوں کی دعا نے

میت پہ ترے عاشق بے کس کی کیا ہے
ماتم ملک الموت نے، افسوس قضا نے

اے داغ کسی طرح سے یہ کم نہیں ہوتی
انسان کو برباد کیا حرص و ہوا نے

☆☆☆

۱۳۹

یوں آ کے بیٹھو عاشق کامل کے سامنے
آئینہ آنکھ کے ہو سامنے دل دل کے سامنے

پھرتی ہے وہ نگاہ مرے دل کے سامنے
تلوار چل رہی ہے مقابل کے سامنے

دینے کا ہاتھ کم نہیں لینے کے ہاتھ سے
بڑھتا ہے دست جود ہی سائل کے سامنے

تیر نگاہ ناز جب آیا ہے اس طرف
دیوار ہو گیا ہے جگر دل کے سامنے

دیکھو تو سیر ماہی بے آب کو کبھی
رکھ کر مرے تڑپتے ہوئے دل کے سامنے

خاک اس لیے اڑائی کہ دیکھے نہ کوئی غیر
پردہ کیا یہ قیس نے محمل کے سامنے

جس کو خدا بچائے نہیں ڈوبنے کا خوف
موجیں ہزار اٹھتی ہیں ساحل کے سامنے

گھیرا ہے رہزنوں نے کہاں مجھ غریب کو
اک بھیڑ لگ گئی مری منزل کے سامنے

چلتے ہی راہ عشق میں تقدیر نے کہا
اس میں بہت سے ہوتے ہیں مشکل کے سامنے

یا رحم آ گیا اسے یا قتل ہو گئے
ہم سر جھکائے بیٹھے ہیں قاتل کے سامنے

اس زلف کی گرہ ہو کہ بند قبا کی ہو
کیا اصل میرے عقدہ مشکل کے سامنے

قاتل تجھی کو رحم نہ آیا ہزار حیف
تھرا گئی اجل ترے بسمل کے سامنے

روشن رہیں گے رات کو بھی گر چراغ گل
پروانے جل مریں گے عنادل کے سامنے

عاشق تڑپ رہے ہیں نہیں بزم میں گزر
یہ رقص ہے نیا تری محفل کے سامنے

لینے کو دوست آتے ہیں ح یا راہ زن یہاں

میں منتظر ہوں دیر سے منزل کے سامنے
پائی ہے جرم عشق کی انجام کی سزا
آیا ہے عمر بھر کا کیا دل کے سامنے
کم بخت مانتا ہی نہیں اس کو کیا کروں
میں ہاتھ جوڑتا ہوں بہت دل کے سامنے
اچھا ہے بخشوا لوں جو اپنا کہا سنا
ٹھہرا ہوا ہے دل ابھی قاتل کے سامنے
تم داد چاہتے ہو اگر اس غزل کی داغ
پڑھ کر سناؤ آصف عادل کے سامنے

☆☆☆

۱۴۰

جان جائیں گے وہ اس پردے میں جو کچھ راز ہے
االہ کی یہ آہ ہے” آواز کی آواز ہے
واہ کیا ہر بار دل کے پار تیر ناز ہے
وہ خدنگ انداز بھی کیسا قدر انداز ہے
یک دلی جب ہو خبر دل کی نہ کیوں کر دل کو ہو
وہ مرے دل میں ہے جو کچھ تیرے دل میں راز ہے
وہ اثر باد خزاں کا باغ عالم میں ہوا
بلبل تصویر بھی آمادہ پرواز ہے
کیا رہیں دل کے صحیفے میں نہاں اسرار حق
رونگٹا جو سینے پر ہے حرف شرح راز ہے
غیر بھی کیا چارہ گر ہے کیون گئے بہر علاج
کچھ طبیعت کیا نصیب دشمناں ناساز ہے؟
داغ کو چشم حقارت سے کبھی دیکھیں نہ آپ
لطف آصف جاہ سے وہ صاحب اعزاز ہے

☆☆☆

۱۴۱

اللہ ہی اللہ ہے صنم خانے میں کیا
لو برہمنو! جاتے ہیں اپنا بھی خدا ہے
بگڑی ہوئی کچھ ایسی زمانے کی ہوا ہے
دل زلف پریشاں سے پریشان ہوا ہے
تقصیر محبت پہ یہ ارشاد ہوا ہے
بخشے جو اسے بخشنے والے کی خطا ہے
اب داغ کے احوال سے مطلب تمہیں کیا ہے
اچھا ہے تو اچھا ہے، برا ہے تو برا ہے
کس بات پہ ہم رشک مسیحا تمہیں جانیں
دم باز تمہارا لب اعجاز نما ہے
تو ہاتھ ذرا کھول کہ میں آنکھ سے دیکھوں
دل ہے کہ ستم گر تری مٹھی میں قضا ہے
کھولے ہیں اسیری میں تری زلف کے پھندے
میرا دل آزاد بھی کیا عقدہ کشا ہے
مے خانے کو جاتا تھا چھپے چوری سے زاہد
للکار کے میں نے بھی کہا "دیکھ لیا ہے"
اس بندہ نوازی پہ جھکا کر سر تسلیم
مرضی وہی عاشق کی ہے جو تیری رضا ہے
کیوں درد کو دل کے نہ کلیجے سے لگاؤں
اس نے ہی پس مرگ مرا ساتھ دیا ہے
یہ مجھ سے کہا شکوہ بے داد پہ اس نے
تجھ کو کسی معشوق سے پالا پڑا ہے
سب عیش کے سامان بگڑ جاتے ہیں بن کر
کیا خانہ خرابی نے یہ گھر دیکھ لیا ہے

گھرے ہیں رقیبوں کے تو کچھ غم نہیں ہم کو
نکلیں گے سبک ہو کے کوئی دن کی ہوا ہے
نسبت ترے ابرو سے ہو کیونکر مہ نو کو
یہ حسن میں مشہور وہ انگشت نما ہے
فرصت ہے کہاں فکر سخن کی ہمیں دم بھر
مجبور ہیں اس سے کہ تقاضائے وفا ہے
آرام سا آرام دیا داغ کو دن رات
آباد رہیں حضرت آصف! یہ دعا ہے

☆☆☆

۱۴۲

گرچہ بحر عشق اک ذخار ہے
ڈوبنے والے کا بیڑا پار ہے
نشے میں وہ بے خود و سرشار ہے
ہر نگہ کو فرصت دیدار ہے
وصل کی مانع نگاہ یار ہے
میرے اس کے بیچ میں تلوار ہے
حق تعالیٰ کی بڑی سرکار ہے
عشق اس سرکار کا مختار ہ
لطف بھی کرتا ہے یہ بیداد بھی
آسماں گویا مزاج یار ہے
اشک خوں سے تر ہوا وحشت میں چاک
اب گریباں زخم دامن دار ہے
کیا محبت میں تری پھیلا ہے رشک
آدمی سے آدمی بیزار ہے
مبتلا ہے اپنے غم میں اک جہاں
کس کو میں سمجھوں مرا غم خوار ہے

کوئی ویرانے میں رہ کر کیا کرے
میرے دل سے درد بھی بیزار ہے
بے خودانہ میں جو قدموں پر گرا
کہتے ہیں وہ آدمی ہوشیار ہے
جب کوئی بیمار ہو بچتا نہیں
دائمی صحت بڑا آزار ہ
ایک دم بھی قتل سے فرصت نہیں
کس مصیبت میں تری تلوار ہے
کیوں مسیحا آسماں پر ہیں مقیم
کیا فرشتوں کو بھی کچھ آزار ہے؟
بے خودی میں آستاں پر رہ گیا
در کو میں سمجھا کہ یہ دیوار ہے
میں تو مرتا ہوں بتوں پر واقعی
تجھ پر اے زاہد خدا کی مار ہے
اور سب آسانیاں ہیں عشق میں
آدمی کو زندگی دشوار ہے
بوسے لیتے زخمِ ابرو جان کر
کیا کریں سیدھی تری تلوار ہے
مجھ کو یہ کہہ کر نہ قتل اس نے کیا
تو تو اپنی جان سے بے زار ہے
راہ میں ٹوکا تو جھنجھلا کر کہا
دور ہو کم بخت! یہ بازار ہے
کیسی آبادی ہے شہر حسن میں
جو گلی کوچہ ہے اک بازار ہے
اس چمن کی داغ تم لوٹو بہار
حیدر آباد آج گل گلزار ہے

☆☆☆

۱۴۳

چپ کھڑے ہیں وہ ہتھیلی پہ ہمارا د ل ہے
سوچتے ہیں اسے کیا کیجیے کس قابل ہے

بے قراری دم تحریر چھپے مشکل ہے
میرے خط میں خط مسفطر بھی رگ بسمل ہے

م بھی ناراض خفا ہم بھی ہیں کیا مشکل ہے
نہ ہمارا نہ تمہارا تو یہ کس کا دل ہے

جابجا نصب ہیں غیروں کی یہاں تصویریں
تیری خلوت ہے کہ حیرانوں کی یہ محفل ہے

جان دل میں تو ہوا کرتی ہے سب کے لیکن
تو جو ہے جان مری جان میں میرا دل ہے

نامرادوں کی بھی پوری کہیں ہوتی ہے مراد
میری کشتی وہیں ڈوبی ہے جہاں ساحل ہے

بے قراری نے کیا ہے تہ و بالا ایسا
کہ کبھی دل پہ جگر ہے تو جگر پر دل ہے

زندگی عشق میں دشوار ہے سب کہتے ہیں
بدنصیبوں کو تو مرنا بھی بہت مشکل ہے

کام لیتا ہے قضا کا وہ ادا سے اپنی
جو کبھی تیغ نہ باندھے وہ مرا قاتل ہے

اس نے بازار محبت میں جو رکھا ہے قدم
یہی آواز چلی آتی ہے دل ہے ' دل ہے

کھول لیتا ہوا چلتا ہے زمیں پر مجنوں
کہ جہاں ناقہ لیلیٰ ہے وہیں محفل ہے

کر نہ جائے دل مجنوں کی تباہی تاثیر
ورنہ پھر تو کہیں ناقہ ہے کہیں محمل ہے

دھوکے دیتی ہیں سربزم نگاہیں کیا کیا
کس طرف تیری توجہ ہے کدھر مائل ہے

وہ اس انداز سے پہلو میں مرے آ بیٹھا
میں نہ سمجھا اسے دلبر ہے کہ میرا دل ہے

وادیِ عشق میں رکھتا ہو قدم ڈر ڈر کر
راہ زن کا وہیں کھٹکا ہے جہاں منزل ہے

شوق کہتا ہے بہت پاس ہے اب آ پہنچے
پاؤں کہتے ہیں بڑی دور ابھی منزل ہے

وصف جنت جو کیا ان سے بگڑ کر بولے
کبھی مجھ پر ہے کبھی حور پر اچھا دل ہے

مار کر دل کو کیا صبر تو الزام ملا
ارے بے رحم سوا ہم سے بھی تو قاتل ہے

موج زن ہوتی ہے شاعر کی طبیعت کیا کیا
اس سے کیوں فیض نہ جاری ہو کہ دریا دل ہے

حضرت داغ کا اقبال بہت چمکے گا
ہم دکھا دیں گے اگر فضل خدا کا شامل ہے

☆☆☆

۱۴۴

نہیں جاتی فلک تک آہ قسمت کی برائی سے
بڑی سرکار ہے وہ کام نکلے گا رسائی سے

نہیں تھمتے ہیں آنسو شدت درد جدائی سے
الٰہی ڈوب مرنا بہتر ایسی آشنائی سے

زمانے میں یونہی رسوا رہے گر بے وفائی سے
وہ ہو جائیں گے سیدھے آپ اپنی کج ادائی سے

کبھی ہوتا ہے دشمن آپ اپنا جوہر ذاتی
گرفتار قفس بلبل نہ کیوں ہو خوش نوائی سے

گرے ہی تھے دیا اس نے سہارا نشے میں ہم کو
ہماری دست گیری ہو گئی نازک کلائی سے
پلا دے اور تھوڑی سی نہ گھبرا مے فروش اتنا
چکوتا اب کیے دیتے ہیں تیرا آنا پائی سے
جو ت ہو تند خو نازک مزاج اپنا بھی ہے سن لو
لڑائی ہے لڑائی ہے ' صفائی ہے صفائی سے
جہاں جاتے ہو تم دشمن مرے پیدا ہی کرتے ہو
لڑے یہ ایک بندہ کس طرح ساری خدائی سے
یہ بزم غیر ہے یا رزم کہ ہے کیا اسے سمجھوں
کہ تیری آنکھ کو فرصت نہیں ملتی لڑائی سے
جلانا آگ کا ہے کام تو نے ہاتھ جب رکھا
کلیجے میں مرے ٹھنڈک پڑی دست حنائی سے
ہزاروں رنگ میں دیکھا جہاں دیکھا تجھے دیکھا
پریشاں ہے نظر عالم کی تیری خود نمائی سے
بگڑتے ہو عبث رہ جاؤ گے اپنا سا منہ لے کر
اگر آئینہ منہ پر صاف کہہ بیٹھا صفائی سے
ہمارے ہو کے ہم کو راہ پر لے جائیں کیا ممکن
نہیں فرصت خضر کو دشمنوں کی رہ نمائی سے
تماشا دیکھنا بجلی سی کوندی اس کی آنکھوں میں
ہلال اس نے دکھایا جس کو انگشت حنائی سے
چھٹا ہے مجھ سے تو تجھ سے عدو صدمہ ہے دونوں کو
مجھے تیری جدائی سے' تجھے اس کی جدائی سے
چہکتی وہ بھی تجھ کو دیکھ کر اے رشک گل کیا کیا
مگر ہے بلبل تصویر عاجز خوش نوائی سے
رقیبوں نے تری عادت بگاڑی گالیاں کھا کر
جئے تو کیا جئے بے عزتی سے بے حیائی سے
ہمارا دل ہے جیسا شاد دام عشق میں پھنس کر

کوئی مرغ قفس ایسا نہ ہو گا خوش رہائی سے
الٰہی کچھ نہ کچھ آرام مجھ کو مل ہی جائے گا
بدل دے صبح محشر کو مری شام جدائی سے
رقیب روسیہ کا رنگ کچھ ملنے لگا اس میں
ملا تھا غازہ اس کے منہ پر کیوں دست حنائی سے
سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ مذہب داغ کا کیا ہے
غرض رندانہ مشرب ہے نہ مطلب پارسائی سے

☆☆☆

۱۴۵

دل جو دکھا اس کے تیر ناز سے
درد بھی اٹھتا ہے اک انداز سے
بزم آرا ہیں وہ اس انداز سے
بھر گئی ہے ساری محفل ناز سے
مجھ کو محفل میں بلا کر کیا کہوں
پیش آتے ہیں وہ کس اعزاز سے
روز سن کر حال دل کہتے ہیں وہ
ہم نہ سمجھے پھر کہو آغاز سے
دیکھتا جاتا ہوں تیور ان کے میں
شکوہ کرتا ہوں دبی آواز سے
چشم و لب میں لاگ تھی انجام کار
سحر باطل ہو گیا اعجاز سے
پہلے ہی آنکھیں تری بیمار ہیں
اور پھر سازش دل ناساز سے
ناتواں ہوں کہہ سکوں کیا حال دل
چارہ گر پہچان لے آواز سے
کہہ دیا تیری ادا نے دل کا راز

کھل گیا سب غمزہ غماز سے
میرے دل پر تیر برساتے وہ کیا
خود ہی گھبرائے ہجوم ناز سے
میں تو اس سے بھی چھپاتا کیا کروں
ہے خدا آگاہ دل کے راز سے
اتنے خط بھیجے کہ عاجز ہو گئے
میرے مرغ نامہ بر پرواز سے
ان کو پروانے کا جلنا ہے پسند
اور نفرت مرغ آتش باز سے
عشق سے دل یوں ہو روشن جس طرح
آئینے کی روشنی پرداز سے
یہ سفارش غیر کی کرنے لگا
مل گیا دم ساز اس دم ساز سے
کان کے پردوں میں لگ جاتی ہے آگ
دل جلوں کے شعلہ آواز سے
چیخ کر آیا وہاں سے نامہ بر
بات کی بیٹھی ہوئی آواز سے
داغ کو دیکھا تو یہ اس نے کہا
بچ سکیں کیا ایسے شاہد باز سے

☆☆☆

۱۴۶

التجا بھی ہے تو اک انداز سے
مانگتے ہیں وہ دعا کس ناز سے
لاگ ہے انداز کو انداز سے
ان کے غمزے کی ہے ان بن ناز سے
دل میں بلبل کے جو ہوتا سوز عشق

پھول جھڑتے شعلہ آواز سے
سینکڑوں ہوں گی جلو میں حسرتیں
جاؤں گا محشر میں اس اعزاز سے
دل بھی اک جادو کا پتلا ہو گیا
ساز کر کے چشم افسوں ناز سے
رکھ لیا اس سنگ دل نے دل پہ ہاتھ
ہائے میری دکھ بھری آواز سے
دل پر آئینے کے بھی لگتی ہے چوٹ
جب وہ چتون پھیرتے ہیں ناز سے
نالہ اس کے سامنے کیا کر سکوں
اف بھی کرتا ہوں دبی آواز سے
چال 'چکما' فقرہ' دم' جھانسا' فریب
سیکھ جائے کوئی اس دم باز سے
چاہنے والے کی صورت دیکھ کر
چونک پڑتے ہیں وہ خواب ناز سے
روز میں جا جا کے بزم وعظ میں
توبہ کرتا ہوں بڑی آواز سے
گرچہ بے خود ہوں نہیں اپنی خبر
لیکن آگاہی ہے تیرے راز سے
تیرے کشتوں کو جلائیں گر مسیح
تھک نہ جائیں کثرت اعجاز سے
اب تو وہ چپ ہیں مگر پھر دیکھیے
کیا ہو ظاہر پردہ آواز میں
اس نے یہ لکھا مرے خط کا جواب
تم نظر آتے ہو دنیا ساز سے
کیا بھیانک تھی شب فرقت فغاں
ڈر گیا خود اپنی میں آواز سے

صور محشر بھی تو سن کر چیخ اٹھے
گر کروں نالہ بڑی آواز سے
نغمہ بلبل ہو گر مطرب نہ ہو
داغ کو ہے عشق خوش آواز سے

☆☆☆

۱۴۷

وہ کیا ڈرے غریب کی فریاد و آہ سے
جو چاہتا ہو داد ستم داد خواہ سے
ہل چل یہ کس کی آہ سے ہے میری آہ سے
کس کی نگاہ سے ہے تمہاری نگاہ سے
کیوں کر چھپاؤں دل ترے وزد نگاہ سے
آتا نہیں ہے چور کبھی شاہ راہ سے
دل روز حشر اس کا طرف دار ہو گیا
بگڑا مرامعاملہ جھوٹے گواہ سے
وہ زلف مشک فام بھی دل سے اتر گئی
جب تیرگی ملی مرے بخت سیاہ سے
جلوہ جو وہ دکھائے تو پھر دل کو دیکھیے
آگے رہے گا چار قدم یہ نگاہ سے
پہلو میں میرے دیکھ جگر بھی ہے دل کے ساتھ
ہاں ایک وار اور بھی تیغ نگاہ سے
مستی نے اپنا رنگ وہاں بھی جما دیا
ہو حق کا شور اٹھنے لگا خانقاہ سے
دیکھا ہے دیکھنے کی طرح اک جہاں کو
گزرا ہے اک زمانہ ہماری نگاہ سے؟
رندوں کا کیا قصورہے واعظ سمجھ ذرا
دنیا میں کوئی آ کے بچاہے گناہ سے؟

برسا جو خون آنکھ سے میری تو کیا ہوا
پہلے ٹپک رہا تھا تمہاری نگاہ سے
آنکھیں دکھا رہا ہے ہر اک نقش پا مجھے
کیا اس طرف تم آئے ہو دشمن کی راہ سے
زاہد کے زہد خشک سے تردامنی ہے خوب
بدلوں عبادت اس کی نہ اپنے گناہ سے
نکلے گا اپنا کام کہ آپس میں لاگ ڈانٹ
فریاد کو فغاں سے ہے نالے کو آہ سے
اب نقش پائے غیر کی ہے پیروی مجھے
جاتا ہوں کوئے دوست میں دشمن کی راہ سے
باہم رہا یہ رشک کہ اس بزم ناز میں
ہم اور راہ سے گئے دل اور راہ سے
نشتر کی طرح سے دم نظارہ چبھ گئی
آنکھیں مری کھٹکتی ہیں تیری نگاہ سے
دشمن کا دل جلا کے گئی آج چرخ پر
رہرو کو دیر لگ گئی چکر کی راہ سے
دیکھو یہ ضبط سوز محبت برا ہے داغ
تم جل نہ جاؤ آپ کہیں اپنی آہ سے

☆☆☆

۱۴۸

کھلتا نہیں ہے راز ہمارے بیان سے
لیتے ہیں دل کا کام ہم اپنی زبان سے
کیا لذت وصال ادا ہو بیان سے
سب حرف چپکے جاتے ہیں میری زبان سے
مشہور راز عشق ہے کس کے بیان سے
میری زبان سے کہ تمہاری زبان سے

فتنہ بنا زمین پہ ہر ذرہ خاک کا
نکلے ہیں بھر سیر وہ جس دم مکان سے

اس دن سے مجھ کو نیند نہ آئی تمام عمر
اک شب ملی تھی آنکھ ترے پاسبان سے

یہ خاک میں ملائے تو ہو ستم شریک
مجھ کو زمیں سے لاگ نہیں آسمان سے

لینا سنبھالنا کہ مرے ہوش اڑ چلے
آتا ہے کوئی مست قیامت کی شان سے

مجھ سے نظر ملا کے تم ابرو میں بل نہ دو
سیدھا چلے گا تیر نہ ٹیڑھی کمان سے

بازار عشق میں ہیں بہت دل جگہ جگہ
دیکھیں وہ مول لیتے ہیں کس کی دکان سے

شوریدہ سر وہ ہوں کہ اسے سر سے توڑ دوں
گر سنگ حادثہ بھی گرے آسمان سے

ارزاں کرے فروخت اگر مے فروش عشق
لینے لگیں فرشتے بھی اس کی دکان سے

گزری ہے آزمائش مہر و وفا میں عمر
فرصت مجھے ملی نہ کبھی امتحان سے

دل بھی بچا، جگر بھی بچا، خیر ہو گئی
تیر نگاہ پار ہوا درمیان سے

میں تم کو ناگوار ہوں دل مجھ کو ناگوار
تم مجھ سے تنگ اور ہوں میں تنگ جان سے

ہاں ہاں ترا رقیب سے بے شک ہے ربط ضبط
رتبہ یقین کا ہے زیادہ گمان سے

مہر و وفا کا نام ہے اب بات بات پر
یہ سن لیا ہے آپ نے کس کی زبان سے

کیسا کھلا ہے پھول جب آیا بہار پر

پوچھے تو کوئی لطف جوانی جوان سے
دانستہ آتے جاتوں سے لڑتا ہے رات دن
پھر ہو پڑی تھی آج ترے پاسبان سے
اس خوبرو کو بزم حسیناں میں دیکھیے
کرتا ہے آن بان بڑی آن تان سے
اے داغ اس کی خیر مناتا ہے آدمی
کوئی عزیز بڑھ کے نہیں اپنی جان سے

☆☆☆

۱۴۹

یہ دل لگی بھی قیامت کی دل لگی ہو گی
خدا کے سامنے جب میری آپ کی ہو گی
ترے شہید تبسم کی وہ خوشی ہو گی
دہان گور پہ بے ساختہ ہنسی ہو گی
تمام عمر بسر یوں ہی زندگی ہو گی
خوشی میں رنج کہیں رنج میں خوشی ہو گی
خطائے عشق کی توبہ نہ کیجیے جی ہو گی
ہزار بار ہوئی اور پھر وہی ہو گی
جفائے تازہ کی دھمکی نہ دیجیے ہم کو
ہمیشہ ہوتی ہے کیا آج ہی نئی ہو گی
وہاں بھی تجھ کو جلائیں گے، تم جو کہتے ہو
خبر نہ تھی مجھے جنت میں آگ بھی ہو گی
تری نگاہ کا لڑنا مجھے مبارک ہو
یہ جنگ وہ ہے کہ آخر کو دوستی ہو گی
سلیقہ چاہیے عادت ہے شرط اس کے لیے
اناڑیوں سے نہ جنت میں مے کشی ہو گی
غم فراق ہمیں کھا نہ جائے گا ظالم

ہزار سال جئیں گے جو زندگی ہو گی
مئے طورکا بھی وصف سن نہیں سکتے
ہماری طرح سے توبہ کسی نے کی ہو گی؟
مزا ہے ان کو بھی مجھ کو بھی ایسی باتوں کا
جلی کٹی یوں ہی باہم کٹی چھنی ہو گی
غم فراق میں آثار ہیں روی اپنے
جو بچ گئے تو نئے سر سے زندگی ہو گی
جمے گا رنگ نرالا شب وصال رقیب
لب عدو پر لب یار کی مسی ہو گی
ہمارے غم کدہ دل سے یہ برستا ہے
کسی زمانے میں شادی یہاں رچی ہو گی
رہیں گے کیا یوں ہی اے نامہ پیام و سلام
ہماری ان کی ملاقات بھی کبھی ہو گی
کسی کی لائے ہیں تصویر حضرت ناصح
لگائے دیتے ہیں یہ حکم ہم پری ہو گی
وہاں بھی وعدہ فردا کرو گے کیا مجھ سے
قیامت ایک کے بعد اور دوسری ہو گی
قلم نہ ہو کہیں روز حساب اے ناصح
وہاں بھی تیری زباں چار ہاتھ کی ہو گی
ہمارے کان لگے ہیں تری خبر کی طرف
پہنچ ہی جائے گی جو کچھ بری بھلی ہو گی
مجھے ہے وہم یہ شوخی کا رنگ کل تو نہ تھا
رقیب سے تری تصویر بھی ہنسی ہو گی
ملیں گے پھر کبھی اے زندگی خدا حافظ
خبر نہ تھی یہ ملاقات آخری ہو گی
دعائے وصل بتاں مانگتا ہوں کعبے میں
خدا کے گھر میں کسی شے کی کیا کمی ہو گی

رقیب اور وفادار خدا کی شان!
بجا ہے اس نے جفا پر وفا ہی کی ہو گی

یہ مدعا دل بے مدعا سے ہے ہم کو
نہ دوستی کبھی ہو گی نہ دشمنی ہو گی

نصیب لذت آزار عشق ہو تو سہی
یہ جانتا ہوں کہ مرمر کے زندگی ہو گی

نہ دیکھے نفع و ضرر کو تو کیا ہے وہ انسان
ہماری آنکھ کی پتلی نہ آدمی ہو گی

نگاہ شوخ ہی کچھ دے جواب چل پھر کر
تمہاری چال کی کس سے برابری ہو گی

بہت جلائے گا حوروں کو داغ جنت میں
بغل میں اس کی وہاں ہند کی پری ہو گی

☆☆☆

۱۵۰

انہیں نفرت ہوئی سارے جہاں سے
نئی دنیا کوئی لائے کہاں سے

ترے ہاتھوں غبار کشتگاں سے
زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے

کھلا کب مدعا ان کے بیاں سے
زبانی خرچ تھا خالی زباں سے

پریشاں وہ اٹھے خواب گراں سے
مری فریاد ہے آہ و فغاں سے

ملا تھا یا نہیں اس دل ستاں سے
ترا آنا ہوا قاصد کہاں سے

وہ توڑیں عہد لیکن فکر یہ ہے
خدا نکلے گا کیوں درمیاں سے

تمہاری بات لگتی ہے مجھے تیر
نگہ کا کام لیتے ہو زباں سے
ذرا نرمی بھی کر اے سخت جانی
تھکا جاتا ہے قاتل امتحاں سے
کہوں کیونکر تری باتیں ہیں جھوٹی
زباں پکڑی نہیں جاتی زباں سے
خبر ادنیٰ کی ہے اعلیٰ کو معلوم
زمیں کی پوچھتا ہوں آسماں سے
لگا ہے سنگ مقناطیس گویا
جبیں اٹھتی نہیں اس آستاں سے
سوال وصل پر چپ ہو گئے کیوں
زبان کا کام لیتے ہیں زباں سے
جہاں کے ہو رہے بس ہو رہے ہم
قفس بھی کم نہیں ہے آشیاں سے
وہ کوہ طور تھا موسیٰ کا حصہ
الٰہی میں تجھے دیکھوں کہاں سے
عدو بھی اب تو مجھ پر رحم کھا کر
سفارش کر رہے ہیں آسماں سے
تم آئے مہماں کیوں غیر کے ساتھ
لگا لائے یہ پنچھالا کہاں سے
نظر پر کیوں چڑھا کر مجھ کو پٹکا
گرایا کیوں زمیں پر آسماں سے
اگر ہو آنکھ لو سرمہ بنائیں
خضر بھی میری گرد کارواں سے
بنا دے کوئی مسجد بت کدے پر
کہ دہرا فیض ہو دہرے مکاں سے
مزا ہے ان سے ہو گی گفتگو ترش

زباں سے لیں گے چٹخارے زباں سے
دم آخر جو دوں دم توڑ کر جاں
نہ ہو گا یہ کبھی مجھ ناتواں سے
وہی کہتا ہوں میں سنتا ہوں جو کچھ
ملی ہے یوں زباں ان کی زباں سے
تری محفل سے یہ میں جا کے لایا
کہ چل کارے ملے مجھ کو وہاں سے
گئی بے کار سازش اپنی افسوس
کہ خدمت چھن گئی اس پاسباں سے
انہیں جس بات سے تھی سخت نفرت
وہی بے ساختہ نکلی زباں سے
گیا ہوں پہلی منزل تک تو مر کر
اب آگے جاؤں گا کیونکر وہاں سے
ہجوم آرزو نے دل کو چھوڑا
جدا ہے میر منزل کارواں سے
نظر آتی نہیں کچھ موت کی راہ
یہ آ جاتی ہے کیا جانے کہاں سے
ترے در پر جگہ ہے داغ کی گرم
گیا ہے وہ ابھی اٹھ کر یہاں سے

☆☆☆

۱۵۱

ازل میں شرح لکھ کر میرے غم کی
بری حالت ہوئی لوح و قلم کی
نہیں فرصت جنوں سے ایک دم کی
ہمارے سر میں گردش ہے قدم کی
چلیں گے سر کے بل اس رہ گزر میں

نہ ہو گی ہم سے پابندی قدم کی
خدا جانے اسے کیا لکھ دیا حال
زباں پکڑی نہیں جاتی قلم کی
تری آنکھوں سے کیا نرگس کو نسبت
کہ وہ کم بخت اندھی ہے جنم کی
شب وعدہ رہا یہ شغل اپنا
گئی گنتی ترے قول و قسم کی
نہیں ہوتے ہمارے ہاتھ سیدھے
بلائیں لی تھیں زلف خم بخم کی
ترے کوچے سے رونا کون گزرا
کہ مٹی جم گئی نقش قدم کی
پڑے ہیں نیم جاں عاشق ہزاروں
نہ کرنی تھی جفا اس نے نہ کم کی
حیا آمیز ہے طرز تغافل
ستم میں بھی ادا ہے کس ستم کی
غنیمت ہو گئی صبح شب وصل
ہوا خوابی نسیم صبح دم کی
کبھی ہوں اس گلی میں نقش دیوار
کبھی اس بزم میں تصویر غم کی
ان آنکھوں کی ذرا مستی تو دیکھو
نگاہوں میں بھی لغزش ہے قدم کی
مرے دل میں حسینوں کا ہے مجمع
یہی جنت تو روکش ہے ارم کی
یہاں آئے ہیں جانے کا اشارہ
وہ انگڑائی جمائی صبح دم کی
جو یہ نکلا تو گویا جان نکلی
بڑی دولت ہے دنیا میں بھرم کی

دبا دو خاک میں مجھ کو کہ مجھ پر
نشانی ہو کسی نقشِ قدم کی
مری مشکل ابھی ہوتی ہے آساں
الٰہی دیر ہے تیرے کرم کی
تم ہی اپنی جفا پر غور کر لو
مجھے حاجت نہیں اظہارِ غم کی
عدو پڑھتے ہیں سیفی حضرتِ داغ
پڑھو اب فاتحہ تم اپنے دم کی

☆☆☆

۱۵۲

نہ لکھی جائے جب بھی شرحِ غم کی
زباں گر ہاتھ بھر کی ہو قلم کی
بڑی حجت سے ٹھہری تھی قسم کی
جو وقت آیا تو اب دیتے ہیں دھمکی
یہی مختصر حالِ شبِ وصل
خدا نے دن بڑھایا رات کم کی
کیا کیوں سجدہ اس کی رہ گزر میں
لکیریں مٹ گئیں نقشِ قدم کی
کرے کس کس سے کوئی بدگمانی
وہاں ہیں سینکڑوں قسمیں قسم کی
حنائی فندق اس کی لائے گی رنگ
یہ چنگاری اگر چمکی تو چمکی
فغاں بھی دے رہ ہے شادیانے
مچی ہے دل میں شادی کس کے غم کی
ہم اس در کے گدا ہیں جس کی چوکھٹ
زیارت گاہ ہے دیر و حرم کی

شکست دل میں بھی طرز و ادا ہے
تمہارے عہد و پیان و قسم کی
شمیم کاکل مشکیں نے مل کر
ہوا باندھی نسیم صبح دم کی
ہمارے ساتھ کھانے کی نہ کھانا
قسم میں صاف آمیزش ہے سم کی
مجھی پر لطف ہے تیرے غضب کا
مجھی پر مہربانی ہے ستم کی
لگایا تم نے بٹا نقد دل کو
پرکھ سیکھو کھری کھوٹی رقم کی
مزا کیا زندگی کا عاشقوں کو
کہ ہستی میں ہے کیفیت عدم کی
ہوا جنت میں بھی نعمت کا خواہاں
کہیں پوری نہیں پڑتی شکم کی
ملے گی اس کے ملنے کی مجھے راہ
کروں طے اک قدم میں سو قدم کی
تمنائے دلی کی انتہا کیا
بہت کچھ آرزو کی پھر بھی کم کی
مرے ہر لفظ خط میں دو ہیں پہلو
نہ کیوں ہو دو زبانیں ہیں قلم کی
وہ آتش پا ہیں راہ شوق میں ہم
کہ بجلی ہے زمیں نقش قدم کی
جناب داغ پھر عاشق ہوئے ہیں
منائیں خیر حضرت اپنے دم کی
الٰہی دے محبت داغ کو تو
شفیع المذنبین شاہ امم کی

☆☆☆

۱۵۳

کئی دن سے خوشامد کر رہا ہے آسماں میری
الٰہی دل ہی دل میں گھٹ کے رہ جائے فغاں میری
زبانی حال دل کہہ دوں جو یاری دے زباں میری
کہ دفتر لکھتے لکھتے گھس گئی ہیں انگلیاں میری
تم آگے داور محشر کے سننا داستاں میری
وہاں کب چوکتا ہوں، پیش چلتی ہے جہاں میری
وہ ابرو تان کر بیٹھے تھے، جب میں نے سبب پوچھا
تو جھنجھلا کر کہا کیا تیرے ہو جائے کماں میری
تمھیں کیا قدر ہے دنبالہ چشم سخن گو کی
بدلتا ہوں بدل لو اس زباں سے تم زباں میری
بھرم اس کا رہا دل میں، رہی ضبط محبت سے
وگرنہ توڑتی کیا عرش کے تارے فغاں میری
تمھیں دل دینے والا کون ہر پھر کر وہی اک میں
یہ شامت اور کس کی آئی ہے اے مہرباں میری
یہ نذرانہ عجب شے ہے کہ دشمن دوست بنتے ہیں
سفارش ان سے اب کرنے لگا ہے پاسباں میری
وہ جس دن وصل شب بن سنور کر پاس بیٹھے ہیں
بلائیں لیتے لیتے تھک گئی ہیں انگلیاں میری
پکڑتی ہے زمیں میرے قدم کیوں کوئے قاتل میں
الٰہی خیر ہو تربت بنے گی کیا یہاں میری؟
عدو سے ان سے ان بن ہے وہ آپس میں لڑیں جھگڑیں
مری تقصیر کیا، کیوں آئی شامت ناگہاں میری
تری بیداد کی جب میں خدا سے داد چاہوں گا
طرف داری قیامت میں کرے گا پاسباں میری

جو تم روکو نہ مجھ کو تو کہوں چبھتی ہوئی ایسی
کلیجے میں عدو کے نیل ڈالیں چٹکیاں میری

وہ کہتے ہیں کہ میں ہوں تلخ گو بوسہ نہ مانگو تم
نہ شیریں ہے، دہن میرا، نہ میٹھی ہے زباں میری

تجھے فرصت کہاں ہے اے اجل عالم کے چکر سے
برا کیا تھا جو ہوتی ہجر کی شب مہماں میری

بھلا ایذا طلب مجھ سے کہیں پیدا بھی ہوتے ہیں
بجا ہے گر بلائیں لے بلائے آسماں میری

کہا جب وصل کے وعدے کو تو مجبور ہو ہو کر
وہ کہتے ہیں الٹتے ہی نہیں اس پر زباں میری

جب اپنا ہاتھ رکھا سینہ پر داغ پر میں نے
بنی ہیں پنج شاخہ جل کے پانچوں انگلیاں میری

فقط اک خوب روئی سے بنا کرتا ہے کیا انساں
تمھیں سانچے میں ڈھالا، ہیں یہ ساری خوبیاں میری

خدا بھی یاد کرتا ہے وہ بت بھی یاد کرتا ہے
گواہی دے رہی ہیں دو طرح کی ہچکیاں میری

گئے تھے سیر کو گلشن کی دونوں لٹ کے آئے ہیں
ادا ان کی اڑائی گل نے، بلبل نے فغاں میری

قدم رکھا تھا یہ کس نے ہر شیخ و برہمن کو
تبرک ہو گئی اس دن سے خاک آستاں میری

نظام الملک آصف جاہ محبوب علی خاں نے
زمانہ جانتا ہے قدر جیسی کی یہاں میری

سناؤں کس کو جو کچھ عمر بھر آنکھوں سے دیکھا ہے
کہ طولانی بہت اے داغ ہے یہ داستاں میری

ہائے وہ بانکی ادائیں اس بت مے خوار کی
شوخیاں گفتار کی، انکھیلیاں رفتار کی
کیا مزا دیتی ہے وحشت میں خلش آزار کی
توڑ کر دل میں چبھو لیتا ہوں نوکیں خار کی
تاب نظارہ کسے کیا شکل دیکھوں یار کی
کوندتی رہتی ہے بجلی آتش رخسار کی
آ گئی تجھ پر طبیعت کافر و دیں دار کی
رشتہ داری ہو گئی تسبیح سے زنار کی
حضرت موسیٰ نے دیکھا آ کے اس دنیا میں کیا
ہو رہیں ان کی تو آنکھیں ایک ہی دیدار کی
صبح مسجد کو گئے ہم شام کو مے خانے میں
رات کو ہم نے اڑائی، صبح استغفار کی
کان سننے کے لیے ہوں، دل سمجھنے کے لیے
قلقل مینا میں ہے آواز استغفار کی
آپڑی ہے بحث میرے قطرہ ہائے اشک سے
آج بوندیں گن رہا ہوں ابر گوہر بار کی
اس کو کھلتے ہی نہ دیکھا بارہا آئی بہار
میرے دل کی ہے کلی کیا جانے کس گلزار کی
جو نگاہ سرمہ گیں تھی ہو گئی وہ شرم گیں
باڑ چڑھ کر آب اتری ہے تری تلوار کی
یوسف مصری کے بکنے پر عبث ہے اعتراض
ہم سمجھتے ہیں مٹھائی تم کو بھی بازار کی
آ ہی جاتی ہے طبیعت لوٹ ہی جاتا ہے دل
کیوں بنا دی ہے خدا نے تیری صورت پیار کی
تیرے دل میں بل ترے دل میں گرہ اے کینہ جو
ابروئے خم دار کا ہے، کاکل خم دار کی
یا الٰہی کوئی محشر میں نہ ہو میرا رقیب

ورنہ لٹ جائے گی دولت سب ترے دیدار کی
موت بھی سو بار آئی اور الٹی پھر گئی
شکل پہچانی نہیں جاتی ترے بیمار کی
تم نے کچھ جانا بھی ہے اپنی نگاہ ناز کو
تم کو بھی پہچان ہے اچھی بری تلوار کی
جو ہیں عالی رتبہ ان کو کیا سہارا چاہیے
سقف گردوں کے لیے حاجت نہیں دیوار کی
اس کی ناکامی کو یا میں جانتا ہوں یا خدا
وہ دعائے وصل جو میں نے ہزاروں بار کی
نیند آئے گی نہ تم کو پہلوئے دشمن میں بھی
مان لو منت ہمارے دیدہ بیدار کی
دو قدم چل چل کے گرتے ہیں طریق عشق میں
ٹھوکریں ہیں منزلیں اس راہ ناہموار کی
کیا کروں اے اہل جنت کچھ نظر آتا نہیں
میری آنکھوں میں بھری ہے خاک کوئے یار کی
ہم نشیں سے بدگمانی نامہ بر ہے لالچی
کس سے پوچھوں کیا ہے کیفیت مزاج یار کی
چاک کر کے دل مرا قاتل نے سو ٹکڑے کیے
دھجیاں کیا کیا اڑائیں زخم دامن یار کی
حسرت عمر ابد نے مار رکھا ہے مجھے
زندگی میری جناب خضر نے دشوار کی
اس کی صورت دیکھ کر کر لیں گے وہ مجھ پر قیاس
اپنے بدلے بھیج دوں تصویر میں غم خوار کی
فرقت دلدار میں گھر کاٹے کھاتا ہے مجھے
کیا بھیانک ہو گئی صورت در و دیوار کی
کیوں نہ جاتی آسماں پر آسماں سے عرش پر
کیا مری آہ رسا بھی آہ تھی بیمار کی

اس زمیں میں اور بھی اے داغ تم لکھو غزل
جب طبیعت راہ دے، پھر کیا کمی اشعار کی

☆☆☆

۱۵۵

یہ نئی صورت نکالی آپ نے تکرار کی
صلح میں بھی آنکھ لڑنے کے لیے تیار کی

نازکی نے ان کی آسانی مری دشوار کی
دہرے ہو جاتے ہیں اکثر جھوک سے تلوار کی

کیوں نہ ہوتی آزمائش طالب دیدار کی
لن ترانی اک ادائے خاص تھی گفتار کی

سیر سے جاتی ہے کب دیوانگی بیمار کی
میرے دل کو تیر لگتی ہے ہوا گلزار کی

حرف مطلب سنتے ہی تکرار سی تکرار کی
واہ کیا کہنا ترا کیا بات اس گفتار کی

گر کرے توقیر اپنے طالب دیدار کی
لوٹے قدموں پہ تجلی شعلہ رخسار کی

دیکھ لیں وہ بھی بہاریں اس نئے گلزار کی
نامہ بر تصویر لے جا سینہ افگار کی

ہر نگہ میں فتنہ ہے ہر فتنے سے محشر بپا
شوخیاں چھین لیں تری آنکھوں نے بھی رفتار کی

دور ہو درد محبت اور دل چاہے شفا
کیا مجال آزار کی، کیا جان ہے بیمار کی

چین جب دل کو نہیں آتا تو کب آتی ہے نیند
کب پلک جھپکی ہمارے دیدہ بیدار کی

سخت جانوں کا کیا ہے فیصلہ ہر وار میں
نوک اچھی رہ گئی قاتل تری تلوار کی

سینہ پر داغ میرا دیکھ کر اس نے کہا
رنگ ہے گلشن کا اس میں بو نہیں گلزار کی
کیا مرض اپنا مریض عشق ہو کر چھپ سکے
وہ بتا دیتے ہیں صورت دیکھ کر بیمار کی
کوئی کہہ دے ان سے جا کر اب نہ غفلت چاہیے
مرنے والی کو ہے حسرت آخری دیدار کی
سر میں سودا بھر گیا جب زلف اس کی دیکھ لی
دل میں برچھی گڑ گئی جب آنکھ اس سے چار کی
خشت قبر محتسب اس میں لگا پیر مغاں
پاک ہو جائے عمارت خانہ خمار کی
چوگنی ہو عمر یا رب، چوگنی ہو سلطنت
میرے آقا کی، مرے شہہ کی، مرے سرکار کی
عشق کے ہاتھوں ہوئی ہیں داغ کی بربادیاں
کیا حقیقت پوچھتے ہو اس خدائی خوار کی

☆☆☆

۱۵۶

اس چوٹ کو پوچھے کوئی اس خستہ جگر سے
اترا جو ترے دل سے، گرا تیری نظر سے
اس طرح گزرتے ہیں تری راہ گزر سے
جو پاؤں کا ہے کام وہ ہم لیتے ہیں سر سے
دو چار بہے اشک تو کیا دیدہ تر سے
بارش کا مزا یہ ہے کہ جو ٹوٹ کے برسے
پروانوں نے گھیرا ہے شب غم مجھے آ کر
لو شمع کی اٹھتی ہے مرے داغ جگر سے
محفل میں رقیبوں کی بلایا تو ہے اس نے
جائیں گے وہاں ہم بھی کفن باندھ کے سر سے

دم لے کے چلا جاؤں گا مے خانہ ہے نزدیک
اے شیخ بہت دور ہے مسجد مرے گھر سے
کیوں خون برستا ہے تری آنکھ سے ظالم
کیا رنگ اڑایا ہے مرے دیدہ تر سے؟
معشوق پہ ہر حال میں عشاق ہیں قربان
پروانوں کی الفت نہ گئی شمع سحر سے
کیا ان کی حقیقت ہے کہ تشبیہ انہیں دوں
غنچے کو ترے لب سے رگ گل کو کمر سے
وہ کوئی گھڑی دید کے قابل تھی لڑائی
جب چھوٹ لڑی، ان کی نظر میری نظر سے
میری نہ بجھی پیاس تو جھنجھلا کے سر بزم
ساقی نے سبو کھینچ کے مارا مرے سر سے
یوسف کی محبت کو زلیخا سے تو پوچھو
گو حضرت یعقوب کو تھا عشق پسر سے
دیکھا کہ سوا کس میں ہے نرمی و نزاکت
رخسار ملے آج انہوں نے گل تر سے
آمادہ ہم ہی کرتے ہیں یوں قتل پر اپنے
تلوار ہم ہی باندھتے ہیں ان کی کمر سے
اے داغ مصیبت ہے حیات ابدی بھی
اس رنج کو پوچھے کوئی الیاس و خضر سے

☆☆☆

۱۵۷

آگاہ جو ہوتے ہیں مرے زخم جگر سے
اب آنکھ چراتے ہیں وہ اپنی بھی نظر سے
کیوں قبر عدو بارش رحمت کو نہ ترسے
وہ دوزخی ایسا تھا کہ انگارے ہی برسے

راہیں تھیں سبھی بند مرے درد جگر سے
کیا جانے اجل آئی شب ہجر کدھر سے
نقش قدم یار کی مٹی نہ ہو برباد
تر رکھتے ہیں اس واسطے ہم دیدہ تر سے
اپنے ہی پر قربان کیا آپ نے اس کو
دشمن کا اتارا نہ اتارا مرے سر سے
اس انجمن ناز سے آیا ہوں بہت خوش
اللہ بچائے مجھے اپنی بھی نظر سے
یہ عاشق و معشق کی رخصت بھی غضب ہے
پروانے گلے مل کے جلے شمع سحر سے
دیتا ہے وہی کافر و دیں دار کو روزی
خالی نہیں پھرتا کوئی اللہ کے گھر سے
انداز اڑاتے ہیں لگاتے ہیں نظر بھی
وہ اس لیے چھپتے ہیں حسینوں کی نظر سے
کیا حشر کے دن دولت دیدار ملے گی
دینا نہ پڑے نفع کی امید میں گھر سے
بھولا نہ کبھی قافلہ ملک عدم راہ
جاتا ہے ادھر ہی کو یہ آتا ہے جدھر سے
بت خانے سے گو ہم کو برہمن نے نکالا
بت بھی تو نکالے گئے اللہ کے گھر سے
معشوق جلے دھوپ میں عاشق اسے دیکھے
بلبل نے کیا گل پہ نہ سایہ کبھی پر سے
کعبے سے نکل کر رہے بت دل میں کسی کے
اللہ کے گھر میں گئے اللہ کے گھر سے
اس کے لب جاں بخش و خط سبز کو دیکھو
باہم ہے ملاقات مسیحا و خضر سے
جانا کہ جلائے گا رقیبوں سے یہ مل کر

وہ بزم میں جا بیٹھے الگ داغ کے ڈر سے

☆☆☆

۱۵۸

پرائے واسطے جو اپنی جان کھوتا ہے
وہ جاں نثار ہزاروں میں ایک ہوتا ہے
نصیب سوئے تو بیدار کوئی ہوتا ہے
کہ شرط باندھ کے مردے سے سوتا ہے
جگر کے داغ پہ دل زار زار روتا ہے
اسی کو ہوتا ہے غم جس کا کوئی ہوتا ہے
کسے نہیں مرے پائے فگار کا صدمہ
کہ پھوٹ پھوٹ کے ہر آبلہ بھی روتا ہے
ہمارے دامن تر کا وہ قطرہ ہے دیکھو
کہ جس میں شیخ بھی دستار کو بھگوتا ہے
تمہیں نکالو گے چن چن کے تم سے امید
ہمارے حق میں جو کانٹے رقیب بوتا ہے
پھنسا دیا ہے مجھے دل نے ورطہ غم میں
نا خدا مری کشتی کو خود ڈبوتا ہے
کہاں ہے زندے کو مردے کی طرح سے آرام
لحد میں چین سے وہ اپنی نیند سوتا ہے
چراغ شام کا ہوتا ہے صبح کو خاموش
تمام رات کا جاگا سحر کو سوتا ہے
کہا جو غیر کو خارج ہے آدمیت سے
کہا انہوں نے کہ آدم کا وہ بھی پوتا ہے
عجیب عشق کی دیکھیں دو رنگیاں ہم نے
یہی تو داغ لگاتا ہے ' یہ ہی دھوتا ہے
شب فراق کی تکلیف سے یقین آیا

مقابل اس کے جہنم میں عیش ہوتا ہے
خدا کا مال ہے جان اور دل ہے دلبر کا
دھرا ہی کیا ہے جو عاشق گرہ سے کھوتا ہے
ہمیشہ ہم نے یہ دیکھا ہے بادہ خواروں میں
کہ چاند عید کا انیسویں کو ہوتا ہے
کسی کی سعی سے ملتا ہے پھل کسی کو کبھی
کوئی نصیب سے کھاتا ہے ، کوئی بوتا ہے
کسی کو نفع ہے اس سے کسی کو ہے نقصان
متاع دل کوئی پاتا ہے کوئی کھوتا ہے
وہ گھولتا ہے تخلص کو لکھ کے پانی میں
وہ میرے نام کو اس طرح سے ڈبوتا ہے
نہیں مجال اٹھائے جو عشق کی سختی
اگر پہاڑ کے پتھر بھی کوئی ڈھوتا یہ
وہ پوچھتے ہیں مرا حال کس تجاہل سے
یہ داغ کون ہے یہ کس کا ذکر ہوتا ہے

☆☆☆

۱۵۹

عاشق متحمل نہ ہوئے قہر و غضب کے
بیٹھے رہو اب صبر سمیٹے ہوئے سب کے
نقشے ہیں یہ اب دیدہ دیدار طلب کے
رہ جاتی ہے پلکوں میں نگہ ضعف سے دب کے
کس دھوم کے کس لطف کے کس عیش و طرب کے
یاد آتے ہیں جلسے وہ ہمیں چودھویں شب کے
جو بھید کی باتیں ہیں رقیبوں سے ملیں گی
وہ ہیں مرے مطلب کے وہی ہیں مرے ڈھب کے
یا تیسرے فاقے سے بچے حضرت زاہد

تیسرے دن پھول ہوئے بنت عنب کے
داغوں سے محبت کے ہے دل صورت گلشن
ان پھولوں کی اے داغ بہار آئی ہے اب کے
گلزار کی صورت ہے مگر رنگ نہ خوشبو
ہمراہ خزاں داغ بہار آئی ہے اب کے

☆☆☆

۱۶۰

کچھ لاگ کچھ لگاؤ محبت میں چاہیے
دونوں طرح کا رنگ طبیعت میں چاہیے
یہ کیا کہ بت بنے ہوئے بیٹھے ہو بزم میں
کچھ بے تکلفی بھی تو خلوت میں چاہیے
وہ ابتدائے عشق میں حاصل ہوئی مجھے
جو بات انتہائے محبت میں چاہیے
آئیں گے بے شمار فرشتے عذاب کے
میدان حشر غیر کی تربت میں چاہیے
کچھ تو پڑے دباؤ دل بے قرار پر
پارا بھرا ہوا مری تربت میں چاہیے
معشوق کے کہے کا برا مانتے ہو داغ
برداشت آدمی کی طبیعت میں چاہیے

☆☆☆

متفرقات

الف

خاکساری آدمی کو چاہیے
ہے یہ پتلا اور پیکر خاک کا

☆☆☆

کیا ہوا صرف اگر یثرب و بطحا دیکھا
دیکھنے والے سے پوچھے کوئی کیا کیا دیکھا
وہ وہ ہے نور کہ پروانہ بنی شمع حرم
وہ وہ ہے حسن کہ یوسف کو زلیخا دیکھا
قلب ایوب میں اس صبر کی دیکھی تاثیر
چشم یعقوب کو اس نور سے بینا دیکھا
پانی پانی ہیں بہت خجلت نادانی سے
جوش زن ہے یہ نئی طرح کا دریا دیکھا

☆☆☆

ایہا الناس! گزرتا ہے زمانہ کیسا
اہل اسلام کو ازار ہے کیسا کیسا
ہاتھ سے کھوئی ہوئی چیز کا ملنا ہے محال
یوسف زر کے لیے خواب زلیخا کیسا
نقد ہمت کا جو ہو کوئی پرکھنے والا
دیکھے ہے کیسا کھرا اور ہے کھوٹا کیسا
چشم پر مردم بیمار کی چھائی غفلت
سات طبقوں سے بڑھا آٹھواں پردا کیسا
خون دل پیتے ہیں یہ خون جگر کھاتے ہیں
ان کی قسمت میں بھلا جرعہ صہبا کیسا

☆☆☆

کسی کو چین کیا اے بندہ پرور ہو نہیں سکتا
جو تم چاہو تو ہو سکتا ہے ' کیونکر ہو نہیں سکتا
تمہارا دل میرے دل کے برابر ہو نہیں سکتا
وہ شیشہ ہو نہیں سکتا' یہ پتھر ہو نہیں سکتا
مہینہ ' سال' ہفتہ' عشرہ' روز و شب' گھڑی 'لحظہ
کوئی کیا وقت آنے کا مقرر ہو نہیں سکتا
یہ ہے بالیدگی آہن کو بھی خون شہیداں سے
نکل کر میان میں پر ان کا خنجر ہو نہیں سکتا
مرا قاتل نے سر کاٹا تو میں ممنون ہوں اس کا
زمانے کا کوئی احسان سر پر ہو نہیں سکتا

☆☆☆

بے ستوں کاٹنے کی خاک نہ پائی اجرت
پیشگی کچھ نہ فرہاد نے شیریں سے لیا

☆☆☆

ہے مری تحریر پر الزام اس کافر کا یہ
خط کی پیشانی پہ کیوں اللہ تو نے لکھ دیا

☆☆☆

ہمیں دل لگی ہے کہ ہر نامہ بر کو
پھراتے پھراتے پریشان کرنا

☆☆☆

بادل کبھی پھٹتا ہے تو پھٹ جاتا ہے دل بھی
گھنگھور گھٹا میں ہے مزا بادہ کشی کا

☆☆☆

دلبر سے جدا ہونا یا دل کو جدا کرنا
اس فکر میں بیٹھا ہوں آخر مجھے کیا کرنا
مرقد پہ مرے آ کر بخشش کی دعا کرنا
اتنا کہے جاتا ہوں اتنی تو وفا کرنا
روٹھے کو مناتے ہیں وہ پیار سے یہ کہہ کر
تیری تو یہ عادت ہے ناحق کا اگلا کرنا
یہ کام تو آساں ہے گر اس پہ کمر باندھو
میرا بھی بھلا کرنا اپنا بھی بھلا کرنا
معشوق زمانے میں کیا کام نہیں کرتے
یہ کام تمہارا ہے اچھوں کو برا کرنا
یہ کام نہیں آساں انسان کو مشکل ہے
دنیا میں بھلا ہونا دنیا کا بھلا کرنا

☆☆☆

اچھا نہیں اچھا نہیں برتاؤ تمہارا
دیکھو نہ اتر جائے کہیں بھاؤ تمہارا
اک دم میں پہنچ جاتے ہو اے اہل عدم تم
رستے میں کہیں بھی نہیں اٹکاؤ تمہارا

☆☆☆

کوئی دن رات کو نہیں ملتا
آدمی بات کو نہیں ملتا

☆☆☆

نامہ بر! ان سے پخت و ز بھی کی
یا کہے پر ہی اعتبار کیا

☆☆☆

ساتھ ہیں آہ و نالہ و فریاد

کیا یہ لشکر پرا جما کے چلا

☆☆☆

مجھ کو وحشی سمجھ کے یاروں نے
میرے در پر پڑاؤ ڈال دیا

☆☆☆

بوالہوس جان پہ کھیلے تھے مری طرح مگر
میں نے ہی عشق کے میدان میں پالا جیتا

☆☆☆

غیر کی فرقت میں وہ رونے لگے جب زار زار
میری کشت آرزو پر ہائے پانی پھر گیا

☆☆☆

سینہ کہاں جو دل ہی نہیں دونوں لٹ گئے
یہ بادشاہ عشق تو وہ پائے تخت تھا

☆☆☆

غیر پر بھاری ستارے ہیں کئی
تم اتارا دو کٹورا پھول کا

☆☆☆

نہ ہوئی ان سے رہبری میری
خضر نے اپنا پاؤں کھینچ لیا

☆☆☆

نامہ بر میں غضب کی پھرتی ہے
ایک دم میں جواب لے آیا

☆☆☆

بھٹی شراب کی تو چڑھائی ہے مے فروش!
ہلکا ہوا جو دیگ کا پیندا غضب ہوا

☆☆☆

جاگا ہوا تھا رات کا زاہد تھا معتکف
جب صبح ہو گئی تو وہ پینک میں آ گیا

☆☆☆

اس نے سب کھول دیا راز مرا
راز واں پیندے کا ہلکا نکلا

☆☆☆

دیکھیے ہوتا بھی ہے کوئی قبول
سجدہ کرتے کرتے ماتھا چھل گیا

☆☆☆

کچھ کدورت جس تجھ کو ہو گئی
کر دیا پیوند اس کو خاک کا

☆☆☆

اپنے مطلب کی لوگ کہتے ہیں
ان کی باتوں میں تم نہ آ جانا

☆☆☆

بیمار ہجر آنکھ ذرا کھولتا نہیں
غفلت کا پردہ اس پہ ہے کیسا پڑا ہوا

☆☆☆

گلشن میں مزا بادہ کشی کا نہیں ملتا
ہے ایسی ہوا بند کہ پتا نہیں ہلتا

☆☆☆

تیغ قاتل کی کہوں کیا آب و تاب
جس کے قبضے میں ہے پتلا نور کا

☆☆☆

جلی جو شمع تو دم بھر نہ اس کو تاب آئی
پتنگ تھا کہ پتنگا تھا اڑ کے جل ہی گیا

☆☆☆

رات دن صدمے دیے جاتے جائے فلک
ہم نے بھی چھاتی پہ پتھر رکھ لیا

☆☆☆

اس شوخ نے پردے سے جھلک جس کو دکھا دی
اس تشنہ دیدار نے پانی بھی نہ مانگا

☆☆☆

جھجتی بھی ہے یہ فسادی بھی
دل بڑا ہی بکھیڑیا نکلا

☆☆☆

طفل سرشک اپنا گرتا نہ چشم تر سے
قسمت میں اس کی ہوتا گر پاؤں پاؤں چلتا

☆☆☆

خواب میں بھی تو کسی طرح نہ چھوٹا پردہ
جب مرے سامنے وہ آئے تو پردا چھوڑا

☆☆☆

آ کے مہماں سب وہ ساماں لے گئے

میرے سارے گھر کو پڑا کر رکھ دیا

☆☆☆

مچلنا طفل کا ہے اک آفت
بہت دی ہم نے پچکاری نہ سنبھلا

☆☆☆

پٹیاں جمتی ہیں مسی کی دھڑی جمتی ہے
آج سامان کدھر کا ہے اور کہاں جائے گا

☆☆☆

سینے میں آتش غم ہے تو جگر پر ہے داغ
نہ پروس اچھا ہے دل کا نہ پڑوسی اچھا

☆☆☆

کیا جانے کیا پڑھنت پڑھی نامہ بر نے آج
اس بت کو دو ہی باتوں میں تسخیر کر لیا

☆☆☆

حسینوں کا مجمع مری جان دیکھا
تری بزم دیکھی پرستان دیکھا

☆☆☆

مرے نالہ و آہ سے چرخ ڈر تو
یہ لشکر کبھی بڑھ کے پسپا نہ ہو گا

☆☆☆

عرق شرم میں ہم ڈوب گئے روز جزا
ہر بن مو سے ہمارے یہ پسینا چھوٹا

☆☆☆

گفتگو میں غیر مجھ سے جیت سکتا تھا کہیں
آپ نے پچر لگائی بھی تو آخر کیا ہوا

☆☆☆

چلے تھے بے خود اس کی دھن میں گم کیا جانے کس جانب
وہ اتر رہا تھا دکن تھا وہ پورب تھا کہ پچھم تھا
جو عریضہ لکھتے تھے لکھتے ہیں پروانہ وہ اب
انقلاب دہر نے ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا

☆☆☆

قیس تھا اک اجاڑ کا وحشی
کوہ کن آدمی پہاڑی تھا

☆☆☆

اب ہو کیا سرسبز نخل آرزو
ی تو کھکل خشک پولا ہو گیا

☆☆☆

پڑا ہے کس پری کا سایہ اس پر
ہمارا دل تو دیوانہ نہیں تھا

☆☆☆

اتر جو یہ اتر گئی گٹھری گناہ کی
سر تن سے کٹ گیا تو بڑا پاپ کٹ گیا

☆☆☆

اس کے دینے کی انتہا کیا ہے
جس نے قاروں کو دے کے پاٹ دیا

☆☆☆

خوب کی واہ میری دل داری
لے کے دل تم نے پاش پاش کیا

☆☆☆

کیوں نہ ہو مجھ کو غم طفل سرشک
مل گیا خاک میں پالا پوسا

☆☆☆

کہتے ہیں عاشق یہ تیری سرد مہری دیکھ کر
اب کے بے موسم بڑا جاڑا پڑا پالا پڑا

☆☆☆

بزم دشمن میں جو آنسو گر گیا
آبرو پر اپنی پانی پھر گیا

☆☆☆

تیغ سفاک ہو گئی بے آب
زخم پانی چھڑا گیا دل کا

☆☆☆

اس قدر غم نے گھلایا ہے مجھے
خون بھی پانی سے پتلا ہو گیا

☆☆☆

ہیں ساتھ اشک گرم کے کچھ اشک سرد بھی
آنکھوں نے میری خوب یہ پانی سمو دیا

☆☆☆

ٹھہرا نہ چاند اس رخ انور کے سامنے
مہتاب کا جو نور تھا وہ بھک سے اڑ گیا

☆☆☆

ٹھہرا ہمارے آگے نہ شیطان بزم میں
لاحول پڑھ کے ہم نے عدو کو بھگا دیا

☆☆☆

تو سن عمر کی یہ تیز روی
کون ہے اس کا بھگانے والا

☆☆☆

غیر کیوں بھید سے واقف ہوتا
میرے ہم راز نے بھانڈا پھوڑا

☆☆☆

سستی نہیں جنس دل یہ سن لو
اب بھاؤ چڑھا ہوا ہے اس کا

☆☆☆

اس رشک مسیحا پہ یہ بہتان اٹھایا
وہ قاتل ارباب وفا ہو نہیں سکتا

☆☆☆

دل ظاہر عتاب سے کیا خوف کھا گیا
بھبکی میں آ گیا تری دھمکی میں آ گیا

☆☆☆

کون کن سے نہ کٹا غم کا پہاڑ
بے ستوں کاٹ کے چیں بول گیا

☆☆☆

کیوں نہ لے جاتا وہ خط شوق دم بھر میں وہاں

تیز پر اپنا کبوتر کوئی بھگا تو نہ تھا

☆☆☆

تو سن عمر ہے رواں سرپٹ
یہ فرش پویا نہیں جاتا

☆☆☆

غیر سے مڈ بھیڑ ناصح کی ہوئی
اس نے حضرت کا بڑا پیچھا کیا

☆☆☆

نامہ بر تو سوار جاتا ہے
اس طرف تیز پوئیوں جانا

☆☆☆

نظر بازیوں میں ٹپا اس نے کھیلا
وہ دنبالہ چشم تھا یا ٹپا تھا

☆☆☆

جس وقت ملا دل تری الفت نظر آئی
آنکھیں ہوئیں بیدار تو مجھے تو نظر آیا

☆☆☆

ناصحا خاموش بس بک بک نہ کر
سر مرا چکرا گیا ، بھنا گیا

☆☆☆

یہ نہ پوچھو تجھے غم کس کا ہے
بھید لیتے ہو پرائے دل کا

☆☆☆

گل جو ہمسری ترے عارض سے کی کبھی
باد صبا نے مار کر اس کو بچھا دیا

☆☆☆

کیڑے پڑ جائیں زباں میں یا خدا
ناصح بدمغز بھیجا کھا گیا

☆☆☆

بات ان کی ہے جو ہیں پختہ مزاج
لطف دیتا ہے ثمر پکا ہوا

☆☆☆

چھیڑ دو نشتر مژگاں سے اسے
کھولتا دل کا ہے پکا پھوڑا

☆☆☆

اس طرح اس نے کیا پیمان وصل
ہم یہ سمجھے وعدہ پکا ہو گیا

☆☆☆

سینے کے زخم خام ہیں کیا کھائیں خون دل
اچھا نہ ہو پکاؤ تو لطف طعام کیا

☆☆☆

جب بند ہو حقہ تو خفا ہوتا ہے دم بھی
پینا ہمیں آتا ہے پلانا نہیں آتا

☆☆☆

بچ گیا تیر نگہ سے جب دل
اس کے دنبالے نے بلم مارا

☆☆☆

عاشق بے تاب تیرے جس جگہ مدفوں ہوئے
اس زمیں میں رات دن بھونچال ہی آتا رہا

☆☆☆

کیا بھیڑ بھڑکا ہے قیامت کا الٰہی
اس بزم میں اپنا بھی پتا کچھ نہیں ملتا

☆☆☆

آتے ہی چہرے پہ نہ وہ ثابت رہے ذرا
بودا ہو کاش رشتہ تمہاری نقاب کا

☆☆☆

بھرے بھرے ترے بازو بھرے بھرے ترے گال
جو دیکھے کوئی تو پھر کیوں نہ دم بھرے تیرا

☆☆☆

لے کے دل یہ مفت کا احسان مجھ پہ دھر دیا
بوسہ دے کے کہتے ہیں نقصان تیرا بھر دیا

☆☆☆

بوسہ نہ دیا اس نے مجھے قیمت دل میں
دشنام دیا کہہ کے یہ بیعانہ ہے اس کا

☆☆☆

ہم نشینوں نے ان کے ساتھ مرا
بیچ میں پڑ کے فیصلہ نہ کیا

☆☆☆

تلوار اٹھانے سے لچکتی ہے کلائی

بیٹھے بھی رہو تم سے مرا کام نہ ہو گا

☆☆☆

ہوئے لڑ کے تو مے خانے میں داخل
میاں ملا رہے پھٹیل تنہا

☆☆☆

ہم نے پھٹکار دیا ناصح کو
کان کھانے کے لیے آتا تھا

☆☆☆

زیور کی نہیں حاجت ہرگز بھی حسینوں کو
معشوق وہ ہے جس میں بے ساختہ پن ہو گا

☆☆☆

آدمی کے لیے لازم ہے کہ موزوں ہو لباس
قطع بے ڈول ہو انساں کی تو انساں وہ کیا

☆☆☆

سنتے ہیں اک جناب مرشد کا
دختر رز سے آج بیاہ ہوا

☆☆☆

بے دھڑک غیر چلے آتے ہیں
مر گئے آپ کے دربان بھی کیا

☆☆☆

دل کو ہم نے اپنے بس میں کر لیا
کوئی اب چلتا ہے تو قابو آپ کا

☆☆☆

اس کے کوچے میں حشر برپا تھا
سخت ہنگامہ سخت بلوا تھا

☆☆☆

اوچکی بن کے وہ قاتل آج نکلا سیر کو
خود تھا سر پر، زرہ بھی تن پہ تھی بکتر بھی تھا

☆☆☆

دکھا کر شکل کھینچا ہے کسی کے حسن نے اس کو
گیا ہے دل ابھی اے ہم دمو! جا کر پکڑ لانا

☆☆☆

اس کا رنگ سبزہ رخسار گہرا ہو گیا
جو زبرجد تھا زمرد کا نمونہ ہو گیا

☆☆☆

سفیدی سے کہاں زردی کو نسبت
نہیں الماس سے پکھراج اچھا

☆☆☆

میرے پیغام بر سے اس نے کہا
جھوٹ کا خوب تو نے پل باندھا

☆☆☆

دلی کے غدر میں بھی کیا انقلاب دیکھا
آنکھوں سے دیکھتے ہی پل بھر میں کچھ کا کچھ دیکھا

☆☆☆

پھر تو اس بانی بے دو کی بن آئے گی
میرے پلے میں اگر داور محشر نہ ہوا

☆☆☆

امتحاں میں دل کا بودا تھا عدو
گڑ گڑا کر پاؤں پر سر رکھ دیا

☆☆☆

آ گی دل کی حرارت جوش پر
سینہ اپنا آبلوں سے پھل گیا

☆☆☆

پورامہ و صیام کریں گے نہ شیخ جی
حضرت کا چار دن میں پلیتھن نکل گیا

☆☆☆

کر دیکھیے تو فتح و شکست اس میں ہے ضرور
شطرنج کی بساط کی ورنہ بساط کیا

☆☆☆

اب تو جو کرنا ہے وہ کر لو ستم
بعد کو انصاف دیکھا جائے گا

☆☆☆

غیر کا ہے رتبہ میرے بعد
مرتبہ ادنیٰ کا اعلیٰ کب ہوا

☆☆☆

ہم تو نالے بھی کیا کرتے ہیں آہوں کے سوا
آپ کے پاس نہیں تیر نگاہوں کے سوا

☆☆☆

بسیرا کیا طائر روح نے

کوئی دن رہا تن میں پھر اڑ گیا

☆☆☆

درباں تو آ گے در پہ ہیں کیا اس کا بندوبست
پیچھا بہت برا ہے تمہارے مکان کا

☆☆☆

پدم سے بھی آگے ہے گنتی میں یہ دن
قیامت کا وعدہ ہے وعدہ تمہارا

☆☆☆

آ گیا جب سے رسول اللہ کے زیر قدم
عرش الٰہی کا جبھی سے بول بالا ہو گیا

☆☆☆

بل کرے گی اب بھی کیا زلف آپ کی
جب دل صد چاک شانہ ہو گیا

☆☆☆

آ کر کو ٹھیک بن گئے وہ مجھ سے بھڑکے آج
اتنے پٹے رقیب کہ بھرکس نکل گیا

☆☆☆

اشک خوں کا رنگ پھیکا پڑ گیا
زخم بھر آئے دل بسمل کے کیا

☆☆☆

وہاں دولت مہر و الفت کہاں
رقیبوں کا آخر بھرم کھل گیا

☆☆☆

ایک طوفان ہوا طفل سرشک
چھوٹے لڑکے نے بڑا نام کیا

☆☆☆

کون دیکھے جا کے جلوہ طور کا
چہرہ مہ وش ہے بکا نور کا

☆☆☆

شعلہ رویوں کا گرم ہے بازار
ہے خریدار اک جہاں ان کا

☆☆☆

پروا نہیں اس کی جو رسائی نہیں ہوتی
کچھ عرش معلیٰ تو نہیں بام تمہارا

☆☆☆

کینہ ور چرخ بھی ہے تم بھی ہو دشمن بھی ہے
پاک طینت ہے وہی جس کا ہو باطن اچھا

☆☆☆

دامن سے رشک گل کے اڑی باغ میں جو خاک
بٹنا وہ بن گئی ہے عروس بہار کا

☆☆☆

قیامت کرے گی جوانی تمہاری
کہ فتنہ ابھی سے ہے بچپن تمہارا

☆☆☆

کانپتی یہ فلک پہ کیوں بجلی
کیامری آہ سے بخار آیا

☆☆☆

مریض عشق کا لرزا جو دل تو کہتے ہیں
یہ اضطراب نہیں ہے اسے بخار آیا

☆☆☆

کیوں خال کا اس کے ہے خیال اب مرے دل میں
ہندو کو تو اللہ کے گھر میں نہیں دیکھا

☆☆☆

مجھ کو یہ آیا یقیں آتے ہیں وہ
ایسا قاصد نے مجھے بھرا دیا

☆☆☆

غیر کی قسمت سے ہوں میں کم نصیب
بانٹ کیسی تھی یہ تھی تقسیم کیا

☆☆☆

لو لگائے خدا سے بیٹھے تھے
آگیا بیچ میں خیال ترا

☆☆☆

یہ ترک راہ و رسم وفا کا سبب ہوا
ناصح کی بات پر جو گئے ہم غضب ہوا

☆☆☆

سمند ناز کی جب باگ اٹھی
ہوا پامال کیا لشکر دلوں کا

☆☆☆

شمار دیکھیے روز شمار کیوں کر ہو

گناہ گار ہے دنیا میں بال بال اپنا

☆☆☆

کیوں پھیرتے ہیں اس کو خریدار دیکھ کر
کیا جنس دل کا بھاؤ الٰہی اتر گیا

☆☆☆

وہ اوپر ہی اوپر ملا غیر سے
بڑا پیچ پیغام بر نے کیا

☆☆☆

ثمر کیا لائے کیا جانے یہ بڑھ کر
اگا ہے دل میں پودا آرزو کا

☆☆☆

نہیں سوزش غم سے دل کا نشاں
جلا اور جل کر بھسم ہو گیا

☆☆☆

شیشہ ہے تری بغل میں زاہد
اب تو یاروں نے اسے بھانپ لیا

☆☆☆

صوفی نے کہا وجد میں یہ پیر مغاں نے
واللہ ہمیں بھاؤ بتانا نہیں آتا

☆☆☆

اس قدر گستاخ ہوتا ہے کوئی
خوب مجھ پر آپ کا بہرا کھلا

☆☆☆

جلا کر اپنے عاشق کو نہ سنبھلی
بدن بگڑا ہے کیا شمع لگن کا

☆☆☆

خدا پر ہے بھروسہ ناخدا کا
لگا دے گا وہ بیڑا پار میرا

☆☆☆

برا کہہ کے کب مول دل کا لگایا
کھرے مال کو تم نے بٹا لگایا

☆☆☆/

جینا نظر اپنا ہمیں اے دل نہیں آتا
بھرا ہوا شیر آتا ہے قاتل نہیں آتا

☆☆☆

سوزن عیسیٰ کا بخیہ ادھیڑتا ہے یہاں
اپنے وحشی کا ذرا چاک گریباں دیکھنا

☆☆☆

ناصحت تو بات بات میں بڑ مارتا ہے اب
دیوانہ ہو گیا کہ یہ مجذوب ہو گیا

☆☆☆

محتسب نے جو نکالا مجھے مے خانے سے
ہاتھ میں جام لیا شیشہ بغل میں مارا

☆☆☆

دل ہمارا اب وطن سے اٹھ گیا
آب و دانہ اس چمن سے اٹھ گیا

☆☆☆

باقی نہیں نشاں کسی کے مزار کا
آسن جما ہوا ہے مرے شہسوار کا

☆☆☆

بے ستوں تیشہ فرہاد نے کاٹا تو کیا
کاٹتا جڑ کو قضا کی بھی وہ آلہ ہوتا

☆☆☆

بچائے جان کیوں کر تجھ سے تیرا چاہنے والا
نگہ الفت کا پر کالا تو رخ آتش کا پرکالا

☆☆☆

یاروں نے پیشتر تو نہ لی کچھ میری خبر
اب پوچھتے ہیں مجھ کو مرے یار کیا ہوا

☆☆☆

اتنے کوڑے دل پہ مارے زلف نے
ہائے بے چارے کو الو کر دیا

☆☆☆

مقابل اس کے جو ابروئے یار کل آیا
ہلال چرخ کا اتنا سا منہ نکل آیا

☆☆☆

ہم تو کہتے ہیں وہ تھی کوہ کنی کی عادت
تیشہ فرہاد نے سر پر جو اٹھا مارا تھا

☆☆☆

وہ زیادہ یہ کم، الٰہی خیر

غم تو اتنا ہے دل مرا اتنا

☆☆☆

عشق کی عقل سے رہی کشتی
آخر اس نے اسے اٹھا مارا

☆☆☆

کہہ دیا مجھ سے دوست ہے دشمن
خوب ناصح نے اشغلا چھوڑا

☆☆☆

اب تک نہیں ملایا کیوں خاک میں فلک کو
کیا رہ گیا ادھر مین اڑ کر غبار اپنا

☆☆☆

لاکھوں بندے ہیں وہم اک آفت میں آ گیا
میں تیرے دل کا محرم اسرار کیا ہوا

☆☆☆

ہاتھ کب قاتل کا پورا پڑ گیا
نیم جاں پر ادھوار پڑ گیا

☆☆☆

کوئے جاناں کی ہمیشہ ہے بہار
وہ ارم ہی تھا جو بن کر مٹ گیا

☆☆☆

افسانہ مرا سن کے بھلا دیتے ہو یہ کیا
اس کان سے اس کان اڑا دیتے ہو یہ کیا

☆☆☆

اے طائران باغ مبارک ہو زندگی
صیاد کی غلیل کا ٹوٹا ہے پھٹکنا

☆☆☆

واعظ کی بزم واعظ میں کیا بھیڑ بھاڑ تھی
اتنے میں رند آئے تو میدان صاف تھا

☆☆☆

زلف نے اس کی مار کر کوڑے
دل عشاق کو ادھیڑ دیا

☆☆☆

میں کہوں کچھ تم اور کچھ سمجھو
ایسی الٹی سمجھ کا کیا کہنا

☆☆☆

نگہ دوست کا جب ہم نے اشارا پایا
بزم دشمن میں ٹھہرنے کا سہاراپایا

☆☆☆

سمجھیں اسے تو لال و یاقوت
مل جائے اگر اگال تیرا

☆☆☆

کبھی دیکھے نہ میرا زائچہ کوئی رمال
پڑ نہ جائے مری تقدیر کا پانسا الٹا

☆☆☆

چھوڑا جو ہم نے کھا کے تو کھایا عدو نے غم
تھوڑا سا وہ ہمارا الش تھا بچا ہوا

☆☆☆

تجھ سے یہ التماس ہے میرا
غیر کا ہے کہ پاس ہے میرا

☆☆☆

اللہ رے پروانے ترا ضبط محبت
جلتا ہے مگر منہ سے کبھی اف نہیں کرتا

☆☆☆

نہ انشا ہے صحیح اس کی نہ املا ہے صحیح اس کا
مرا خط غیر سے لکھوا کے بھیجا نامہ بر یہ کیا

☆☆☆

سامنا زلف سیہ سے کل جو میرا ہو گیا
کیا مری آنکھوں کے آگے اندھیرا ہو گیا

☆☆☆

وہ جو سرگرم اختلاط ہوا
کس قدر دل کو انبساط ہوا

☆☆☆

رنج فرقت میں تری ہم نے اٹھایا کیسا
تجھ سے آئندہ ملے گا کوئی ایسا تیسا

☆☆☆

دنیا کے کام پورے انسان سے ہوں کیونکر
یہ تو وہی مثل ہے اک سر ہزار سودا

☆☆☆

پھر تیری تیغ ناز نے تڑپا دیا ہے دل

پھر میرے دل کے زخم کا انگور پھٹ گیا

☆☆☆

لیلتہ القدر میں جاگے ہیں جناب زاہد
اونگھتے گزرے گا دن بھر تو تماشا ہو گا

☆☆☆

لطف جب ہے کہ غم فرقت میں
ایک سا حال ہو میرا ان کا

☆☆☆

ساقی کہاں خم اور کہاں شیشہ خیر ہے
جو دل میں آ گیا وہی اندازہ کر لیا

☆☆☆

روکے نہ رکیں جوش پہ آ کر مرے آنسو
پانی نہ کھڑا ہو کبھی اس سیل رواں کا

☆☆☆

نہ کی معاملہ کی بات زلف نے تیری
سمجھ کے مفت کا مال اس نے دل کو اینٹھ لیا

☆☆☆

بات کا میری نہیں دیتا جواب
وہ بت کافر تو پتھر ہو گیا

☆☆☆

پھنس گئے اس کے داؤں میں آخر
غیر کا پیچ ان پہ چل ہی گیا

☆☆☆

اس کو عیار کہو تم یہ یقیں ہے کس کو
غیر کے نام سے آوازہ یہ مجھ پر پھینکا

☆☆☆

عدم سے آئے، جائیں گے عدم کو
ہماری ابتدا کیا انتہا کیا

☆☆☆

کام سب بن گئے تھے میرے داغ
میری قسمت نے پیچ ڈال دیا

☆☆☆

ب

بوندا باندی ہو رہی ہے چلتی ہے ٹھنڈی ہوا
ہے کہاں ساقی ادھر آئے چلے دور شراب

☆☆☆

تو نے پھکوایا ہے بجلی سے ہمارا آشیاں
آتش گل سے یہی کہتی ہے جل کر عندلیب

☆☆☆

چھاتیاں اس کی سخت پتھر ہیں
ان میں چھپیں نہیں ہے کوئی سیب

☆☆☆

پ

روٹھنے کا بھی سبب کوئی ہوا کرتا ہے
آپ ہو جاتے ہیں باتوں میں خفا آپ ہی آپ

☆☆☆

ٹ

ہوئی ہے مردمک مانند ماہی

پپوٹے آنکھ کے پانی کی ہیں پوٹ

☆☆☆

ت

انکار ہے فرض بعد اقرار

یہ تو ہے تری بندھی ٹکی بات

☆☆☆

کرتے ہو شکوے تم سہاگ کے وقت

بھیرویں گاتے ہو بہاگ کے وقت

☆☆☆

ہاتھ میں ہاتھ لیا ہم نے یہ کہہ کر ان کا

ہے بڑی دیکھیں ہماری کہ تمہاری بالشت

☆☆☆

آپ کے منتظر تھے ہم دم نزع

تھا برا وقت آئے اچھے وقت

☆☆☆

ہم سے سنتے ہیں کب وہ ساری بات

کہ الٹتے ہیں وہ ہماری بات

بات آئے نہ ہم پہ اے قاصد

یوں ادا کیجیو ہماری بات

بات بڑھ جائے گی جو چپ نہ رہوں

خیر سچی سہی تمہاری بات
باوفا کہہ کے بے وفا نہ کہو
کیوں بدلتے ہو ایسی پیاری بات
تیغ ان کے زباں ہے وقت سوال
کاٹ دیتے ہیں وہ ہماری بات
کہتے ہو کیوں چبا چبا کر تم
ایسی شیریں ہے کیا تمہاری بات
بات پکڑے نہ تیری اے قاصد
اس سے نہ کرنا یہ ہوشیاری بات
بات دل کی نہ پھوٹ جائے کہیں
رکھ لے میری یہ رازداری بات
بات پر بات یاد پھر آئی
لکھ چکا تھا اگرچہ ساری بات
ایک دن ہم نہ ہوں گے دنیا میں
اور رہ جائے گی ہماری بات

☆☆☆

جواب کیوں نہ دیں اس کا ہم کو دینا ہے
کہ تیر لگتی ہے دشمن کی ہم کو آدھی بات

☆☆☆

واہ رے ان کی نازکی کی بات
ان سے اٹھتی نہیں کسی کی بات
اپنے مطلب کی بھی نہیں سنتے
زہر لگتی ہے ان کو میری بات

☆☆☆

ج

بر کیا اچھا مکاں ہے ہم غریبوں کے لیے
فرش کی حاجت نہ جس میں سائباں کی احتیاج

☆☆☆

یا الٰہی کچھ خوشی کی ہو خبر
نامہ بر آتا ہے بھاگا بھاگ آج

☆☆☆

سب باتوں سے کی توبہ نہیں کچھ غم پرسش
بے باق کیا، پاک کیا ہم نے حساب آج

☆☆/☆

چرخ اطلس پر بنا دیں بوٹیاں
اس مری آہ شرر افشاں نے آج

☆☆☆

غیر سے ہم سے پیچ لڑتے تھے
کیا کٹا ہے جو ہم نے کاٹا پیچ

☆☆☆

ح

نامہ بر کو نہیں کچھ عقل تو ذاتی لیکن
جو پڑھاتے ہیں وہ پڑھتا ہے یہ طوطے کی طرح

☆☆☆

شیخ جی کے ہاتھ میں پکڑا دی لکڑی رند نے
نشہ بھی تھا اور پیری بھی تھی چلتے کس طرح

☆☆☆

لگ گئی آگ ایسی دولت کو

کہ روپے بجتے ہیں چنوں کی طرح

☆☆☆

آج باندھی تھی جو اس بت نے مرہٹی ساڑھی
پنڈلیاں صاف چمکتی رہیں کندن کی طرح

☆☆☆

خ

کیسی چھل بل ہے کس بلا کا شوخ
وہ پری وش ہے انتہا کا شوخ

☆☆☆

د

بہا کرتا ہے چشم تر سے پانی
یہ پرنالا کبھی ہوتا نہیں بند

☆☆☆

وہ ملیں عید کے جو دوسرے دن
عید سے بڑھ کے ہو یہ باسی عید

☆☆☆

ر

مانوں گا نہ میں تجھ کو ستم گر کہے بغیر
محشر میں چین آئے گا کیوں کر کہے بغیر
بھولے ہو تم نہ سمجھو گے بات ایک بار کی
مجھ کو نہ بن پڑے گا مکرر کہے بغیر
مجھ کو مزا ہے چھیڑ کا دل مانتا نہیں
گالی سنے بغیر ستم کہے بغیر

☆☆☆

اپنا پتا ہم نے مارا دوست کی خاطر سے آج
غصہ آیا تھا بہت دشمن کی صورت دیکھ کر

☆☆☆

نالہ سوزاں میں بلبل کے اگر ہو کچھ اثر
بھاگ جائے باغباں بھی دور پتا توڑ کر

☆☆☆

باغ جہاں سے نکہت گل کی طرح چلے
مانند سرو ہم نہ رہے پاؤں گاڑ کر

☆☆☆

بوسہ مانگا تو یہ جواب ملا
منہ تو دیکھو تم آئینہ لے کر

☆☆☆

کوہ کن سر پھوڑ کر مر ہی گیا
اے فلک پتھر پڑیں اس چاہ پر

☆☆☆

وہ نازک ہیں نہ ہوں گے اس کے پرزے ان کے ہاتھوں سے
نہیں بے وجہ لکھا ہم نے خط کاغذ کے پٹھے پر

☆☆☆

وصل کی شب ہے کرو آرام کچھ
ہو گیا تکرار میں پچھلا پہر

☆☆☆

جھنے نہ پائے جو نکل کر گریز سے

صیاد باغ باغ ہے بلبل کو دیکھ کر

☆☆☆

جوش گریہ وہ ہے طوفاں گر نہ روکیں اس کو ہم
پار ہو سد سکندر کو یہ پانی توڑ کر

☆☆☆

چل سکے پیغام بر کی کیا وہاں
غیر بھانجی مارتا ہے بول کر

☆☆☆

غیر کو قتل گہ عام میں لے جاتے ہو
امتحاں گاہ میں ٹھہرے گا بھگوڑا کیونکر

☆☆☆

شب فرقت کو کھا جائے گی ہم کو
چڑھائیں گے بھینٹ کس کو اس بلا پر

☆☆☆

جس نے مے پی نہ ہو پی کر ہو یہ اس کی حالت
سب کہیں دیکھ کے کیا بھوت چڑھا ہے اس پر

☆☆☆

ہو گئے گم راہ جو بے رہ نما
ایسے بہکے پھر نہ آئے راہ پر

☆☆☆

کوہ کن ہم تو نہیں ہیں جو سر اپنا پھوڑیں
چوم کر چھوڑ دیا کرتے ہیں بھاری پتھر

☆☆☆

خوش پیر مغاں کی کیا کہوں میں
جو بیعت میں نے کی دست سبو پر

☆☆☆

برسا وہ بدمزاج جو کل مجھ غریب پر
میں نے بھڑاس اپنی نکالی رقیب پر

☆☆☆

وہ ہو گئے ہیں طرف دار کیوں نہ اترائیں
غرور کرتے ہیں دشمن پرائے برتے پر

☆☆☆

ناتوانی قیس کی لیلیٰ کو تھی دل سے پسند
کیوں نہ بھناتی وہ بھدا اور بھونڈا دیکھ کر

☆☆☆

چر کے دے دے کے تیغ قاتل نے
بیل بوٹے کھلائے ہیں تن پر

☆☆☆

آڑے زخموں کی جو قاتل نے پنہائی بدھی
آج مقتل میں شہید آئے ہیں دولہا بن کر

☆☆☆

ملا ہے نامہ بر بھی ہم کو ایسا
کہ الو کرتا چلتا ہے زمیں پر

☆☆☆

شراب ناب سے ابکائی جس کو آتی ہو
وہ کیا کرے گا الٰہی مئے طہور کی قدر

☆☆☆

دنیا کو تیرے عہد میں ملتا نہیں یہ امن
فریاد و الاماں ہے ہر اک کی زبان پر

☆☆☆

ہر طرح پر اس کی خاطر چاہیے
دل کو چھوڑا ہے ترے ایمان پر

☆☆☆

جا پڑی ہے نگہ شوق رخ قاتل پر
باڑھ مارے صف مژگاں نہ ہمارے دل پر

☆☆☆

مریض عشق کو گھن لگ گیا ہے
پنپتا ہی نہیں بیمار پڑ کر

☆☆☆

تیری تلوار بجھی تھی کس میں
سڑ گیا زخم جگر پیپیا کر

☆☆☆

ایسی جلدی ہوئی عاشق کے سوم میں آ کر
پنج آیت نہ سنی اٹھ گئے وہ گھبرا کر

☆☆☆

نہ ملا غدر میں کفن بھی انہیں
تھے جو دلی میں پوتڑوں کے امیر

☆☆☆

خط مرا دیکھ کے قاصد سے کہا اس نے یہ کیا

حرف مطلب پہ مرے دیر تک انگلی رکھ کر

☆☆☆

غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا میری جان پر
آیا مگر نہ حرف شکایت زبان پر

☆☆☆

قضا سے کون کر سکتا ہے کشتی
کہ چلتا داؤ پیچ اس کا ہے سب پر

☆☆☆

وہ پھول والوں کا میلہ وہ لطف جھرنے کا
شناوروں کے وہ جھرنے یہ جمگھٹے اکثر

☆☆☆

وہ جھولا ڈال کے امریوں میں بڑھانی پینگ
وہ اور چڑھ کے پھسلنا پھسلنے پتھر پر

☆☆☆

بے ستوں کاٹ کے فرہاد ہوا ہے نامی
ہم نے کیوں چھوڑ دیا چوم کے بھاری پتھر

☆☆☆

س

قاتل لگا کے ہاتھ کہیں فیصلہ بھی کر
پھرتی ہے موت دیر سے بسمل کے آس پاس
آباد مے کدہ ہو کہ مسجد ہو دیکھیے
تعمیر ساتھ ساتھ ہوئے دونوں پاس پاس

☆☆☆

ک

آسیا چرخ کی بے کار گئی
پیس کر اس نے اٹھایا کیا خاک

☆☆☆

پوپلے ہو گئے جناب شیخ
دختر رز پہ دانت ہے اب تک
ہے یہ باد خزاں وہ بادی چور
نہیں چھوڑا چمن میں تنکا تک

☆☆☆

نہ چھوڑا کوئی زندہ تا قیامت
کیا ہے موت نے پیچھا کہاں تک
بھگایا شوق نے ہم کو بہت کچھ
نہ پہنچے ہائے گرد کارواں تک

☆☆☆

دم آخر تو صورت دیکھ لوں میں
بلا لاؤ کوئی ان کو یہاں تک

☆☆☆

ہم نے اس آستاں کو بوسہ دیا
نہ گزر ہو فرشتے کا جس تک

☆☆☆

اف رے اف پھونک دیا آتش فرقت نے مجھے
کیا ہے آفت کی بھبک' کیا ہے قیامت کی بھڑک

☆☆☆

پرانا دھرانا ہوا رخت ہستی
چلے گا جناب خضر یہ کہاں تک

☆☆☆

توسن عمر رواں کا کوئی پیچھا نہ کرے
پھر سنبھلنے کا نہیں اس نے جو ماری پشتک

☆☆☆

گ

اب نئی روشنی ہے دنیا میں
ہائے کیا ہوئے پرانے لوگ

☆☆☆

ل

چھیڑ اس برق وش سے کرتا ہے
ہے تو یہ ایک ہی شریر ہے دل
اہل محفل کو اس نے لوٹ لیا
لے لیے ایک ایک کر کے دل

☆☆☆

ایک آفت تھی نگاہ فتنہ گر
ناگہانی بیچ میں آیا ہے دل
نقش پی لیتا ہوں تیرے نام کا
جب کبھی فرقت میں گھبرایا ہے دل

☆☆☆

م

محو قد یار ہو گئے ہم

سولی پہ چڑھ کے سو گئے ہم
ہوش آتے ہی محو ہو گئے ہم
جب آنکھ کھلی تو سو گئے ہم
بے خود شب ہجر ہو گئے ہم
قسمت کو سلا کے سو گئے ہم
مست مئے حسن ہو گئے ہم
زانو پہ کسی کے سو گئے ہم
پیری میں جوان ہو گئے ہم
جب صبح ہوئی تو سو گئے ہم
راحت سے عدم میں ہو گئے ہم
منزل پہ پہنچ کے سو گئے ہم
جاگے تھے بہت شب جدائی
جنت میں بھی جا کے سو گئے ہم
اس بزم میں دل نے ساتھ چھوڑا
ایک آئے وہاں سے دو گئے ہم

☆☆☆

وصل سے محروم ہیں دنیا میں ہم
مل چکے بس تجھ سے پھر عقبا میں ہم

☆☆☆

گریہ بے سود پر ہنستے ہیں غیر
ڈوب مرتے کاش اس دریا میں ہم
آدمی پر اور ایسی سخت قید
دین کے پابند ہیں دنیا میں ہم
جام کے خسرو سے کیفیت سوا
دیکھتے ہیں ساغر صہبا میں ہم
کیا تسلی کے لیے رکھتے ہیں ہاتھ

بے وفا دل کو کہاں تک تھامیں ہم
مانع خلد اس کو ہو گا رشک حور
گرد نامہ باندھیں گے طوبا میں ہم

☆☆☆

دل نے تڑپایا بہت روز فراق
تھک کے آخر پڑ گئے بستر پہ ہم

☆☆☆

پھر رموز عاشقی سے ہو گی آگاہی تجھے
عشق کے مکتب میں ناصح تجھ کو پڑھوائیں گے ہم

☆☆☆

جو بے صبر مشہور کرتے ہو تم
مرے ذمے بہتان دھرتے ہو تم

☆☆☆

یوں پاس نہ آتے وہ صورت نہ دکھاتے وہ
امید عیادت مین بیمار پڑے ہیں ہم

☆☆☆

دل کے ہاتھوں پیش کچھ چلتی نہیں
کیسے بے بس ہو گئے اللہ ہم

☆☆☆

دل نے ہم کو پھنسا دیا آخر
پڑگئے ہیں پرائے بس میں ہم

☆☆☆

چڑ گئے ذکر ملاقات سے تم

بدمزہ ہو گئے اس بات سے تم

☆☆☆

د جو لیتے ہو تو آدھوں آدھ دو حصے کرو
ایک میرے پاس رکھوٗ ایک اپنے پاس تم

☆☆☆

گیلے ہیں بال آئے کہیں سے نہا کے تم
آنکھوں میں خاک ڈالتے ہو خاک اڑا کے تم

☆☆☆

ن

بعد مدت جو ادھر آتے ہیں
دل میں کیا کیا وہ لیے جاتے ہیں

☆☆☆

چلیے خلوت ہی میں کچھ باتیں ہوں
آپ محفل میں تو شرماتے ہیں
کیا زانوئے رقیب بسا ہے نگاہ میں
تکیہ نہیں ہے آج تری خواب گاہ میں
آتے ہیں اس روش سے تری جلوہ گاہ میں
ہم پاؤں پھونک پھونک کے رکھتے ہیں راہ میں
اتنا ملا ہمیں دل پر داغ کا نشاں
کچھ روشنی سی ہے تری زلف سیاہ میں

☆☆☆

پہنچے نہ ہائے منزل مقصود تک کبھی
ہم پاؤں پیٹتے ہی رہے اس کی راہ میں

☆☆☆

لے چلے کوچہ دل دار سے میت میری
دیکھیے لوگ اسے جا کے کہاں رکھتے ہیں

☆☆☆

کیا ترا بھید چار میں کہہ دوں
جو ہے کہنا ہزار میں کہہ دوں
مہرباں وہ ہوئے ہیں ڈرتا ہوں
راز دل کا نہ پیار میں کہہ دوں
پوچھتے کیا ہو کون رہتا ہے
اس دل بے قرار میں، کہہ دوں
کبھی کہتا ہوں دل کی کچھ نہ کہوں
کبھی کہتا ہوں پیار میں کہہ دوں
مجھ سے کہتے ہیں وہ یہ روز شمار
آپ ہیں جس شمار میں کہہ دوں
غیر کو راز دار کون کرے
راز دل گوش یار میں کہہ دوں
بات چبھتی ہوئی تیرے منہ پر
دل ہو گر اختیار میں، کہہ دوں

☆☆☆

پائمال خرام یار نہیں
عرصہ حشر میں مزار نہیں
وعدہ کرنے کی تم کو عادت ہے
مجھ کو وعدے کا اعتبار نہیں
گو ہے عاشق مزاج و شاہد باز
داغ لیکن شراب خوار نہیں

☆☆☆

اپنے مطلب کے لیے کیا نہیں کرتے عاشق
ہاتھ بھی جوڑتے ہیں پاؤں پہ سر رکھتے ہیں

☆☆☆

دل مرا رات سے نہیں ملتا
تم کو بھی کچھ پتا لگا کہ نہیں

☆☆☆

دل کا سودا ہوا تھا بوسے پر
تم نے لی میری جان پھوکٹ میں

☆☆☆

شب کو میں کرتا جو آہ پر شرر
پھول پڑتے چادر مہتاب میں

☆☆☆

چھیل کر میرے زخم دل کو وہ
پیاز کے سے پرت اتارتے ہیں

☆☆☆

منزل عشق میں ثابت قدمی مشکل ہے
اچھے اچھوں کے وہاں پاؤں اکھڑ جاتے ہیں

☆☆☆

عیادت کو ہماری کیوں آشنا آئے بیٹھے ہیں
کہ ہم تو پاؤں اپنے گور میں لٹکائے بیٹھے ہیں

☆☆☆

سادگی اس نازنیں کی دیکھنا

بالیاں ہیں کان میں پتے نہیں

☆☆☆

ہنگام ذبح وہ ہے مری سخت گلو
گویا وہ اپنی تیغ کو پتھر چٹاتے ہیں

☆☆☆

توبہ کیا دھوکا ہوا ہے شیخ صاحب آپ ہیں
میں سمجھتا تھا کہ یہ پیر مغاں کے باپ ہیں

☆☆☆

توڑ کر کس کس کو نالہ جا سکے
تہہ بہ تہہ سات آسماں ہیں کیا کروں

☆☆☆

جب مری راہ سے گزرتے ہیں
اپنی پرچھائیں سے وہ ڈرتے ہیں

☆☆☆

میرے نالے سنے تو وہ بولے
کان کے پردے پھوٹے جاتے ہیں

☆☆☆

دل کا پردہ فاش آنکھوں نے کیا
پیار کی نظریں کبھی چھپتی نہیں

☆☆☆

تو سن عمر رواں پر کس طرح پڑی جے
تیز رو ایسا ہے دم بھر یہ ٹھہرتا ہی نہیں

☆☆☆

میرے رونے سے ماتم دل میں
سخت پٹس پڑی ہے محفل میں

☆☆☆

مدعی پر نہ چلے گا کبھی فقرا میرا
وہ پڑھا جن ہے نہ آئے گا مرے قابو میں

☆☆☆

اس سنگ دل کو میری زباں کیا اثر کرے
پتھر کو جونک لگتے کسی نے سنی نہیں

☆☆☆

منزل عشق میں وہ سختی ہے
خضر بھی پچھلے پاؤں ہٹتے ہیں

☆☆☆

کیونکر انسان کا اس رشک پری تک ہو گزر
آدمی کیا فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں

☆☆☆

قفس تنگ سے ہے ہمت پرواز کہاں
ٹوٹ کر بلبل ناشاد کے پر جھڑتے ہیں

☆☆☆

باغ عالم کی وہ بہار گئی
اب نئی پود ہے زمانے میں

☆☆☆

کیوں ہی پاپڑ بیلتے گزرے گی عمر
وہ سخن گوئی سخن دانی کہاں

☆☆☆

بحر الفت میں بہت ڈوب کے مر جاتے ہیں
جو شناور ہیں وہی پار اتر جاتے ہیں

☆☆☆

پنج تن کا مرتبہ بھی کم سوا آپس میں ہے
ہو نہیں سکتیں برابر سچ ہے پانچوں انگلیاں

☆☆☆

میں جو رویا اس کے کوچے میں تو جھنجھلا کر کہا
دور بھی ہو پانی مرتا ہے در و دیوار میں

☆☆☆

دے دیا ہے آپ نے غیروں کو گھر کا انتظام
اب تو پانچوں انگلیاں ہیں گھی میں جو چاہیں کریں

☆☆☆

کم اٹھاتے ہیں وضو میں بھی تو زاہد پانی
ایسی خست ہے کہاں ساقی دریا دل میں

☆☆☆

وہ فیاض حاتم زمانے کے ہیں
اللے تللے خزانے کے ہیں

☆☆☆

دیکھیے پھنستے ہیں اس جال میں دل کس کس کے
دوش پر بال بکھیرے وہ چلے آتے ہیں

☆☆☆

ادھر اڑتی ہے گھلتی ہے افیوں بھنگ گھٹتی ہے

ادھر پینے کی شرطیں ہو رہی ہیں نشہ بازوں میں

☆☆☆

کبھی آتی ہے کام آزادی
دل کی کہتا ہوں بولی ٹھولی میں

☆☆☆

زلفیں ہیں تیری ناگن آتا ہے اس کو منتر
منہ پر بھبوت مل کر جوگی بنا ہے دشمن

☆☆☆

میں اور دشمنوں سے شکوہ کروں تمہارا
بہتان جوڑتے ہیں بہتان باندھتے ہیں

☆☆☆

خانقاہوں میں جو اٹھتا ہے مناجات کا شور
برہمن بت کدے میں ضد سے بھجن گاتے ہیں

☆☆☆

رہ وہ زلف یوں دشمن کے دل میں
کہ جیسے سانپ ہو چوہے کے بل میں

☆☆☆

تو کرے گا علاج کیا جراح
دل کا پھوڑا ہے بال توڑ میں

☆☆☆

صور محشر کو بھی تو اس نے مست
بانسری کی بھنک سمجھتے ہیں

☆☆☆

پار ہو کشتی ہماری کس طرح
جب بھنور پڑتا ہے نیچوں بیچ میں

☆☆☆

چمن آرائے دہر میں یہ حسیں
یہی بوٹے تو گل کھلاتے ہیں

☆☆☆

دل عاشق کو راحت تھی رہے جب تک وہ پردے میں
نگہہ ملتے ہی برچھی بھونک دی میرے کلیجے میں

☆☆☆

تنگ ہو ہو کے دل میں کھچتے ہیں
غیر کے ذکر پر وہ بھچتے ہیں

☆☆☆

لکنہ ابر گھر بار چلے آتے ہیں
بھیگتے بھاگتے میخوار چلے آتے ہیں

☆☆☆

فرہاد سے پوچھیں ہجر میں ہم
کس طرح کٹے پہاڑ سا دن

☆☆☆

ہمارے قتل کا ہے مشورہ یا اور جھگڑا ہے
سنا ہے مدعی آپس میں کچھ کھچڑی پکاتے ہیں

☆☆☆

خدا سے بھی نہیں ڈرتے وہ بے ایمان ایسے ہیں
فرشتوں کو پکڑ رکھیں ترے دربان ایسے ہیں

☆☆☆

ہیں پیچ رہ عشق میں ایسے کہ نہ پوچھو
یہ بھول بھلیاں تو سمجھ میں نہیں آتیں

☆☆☆

کوئی کرتا نہیں خدا کو یاد
پڑ گئی بھول اک خدائی میں

☆☆☆

غیر کو سمجھے تم بھلے مانس
یہ بھلے آدمی کی باتیں ہیں

☆☆☆

رقیبوں کا کب ہم برا چاہتے ہیں
بروں کا بھی ہم تو بھلا چاہتے ہیں

☆☆☆

حرف سوال وصل کی برداشت ہی نہیں
اس بات سے بھڑکتے ہیں وہ اس کو کیا کریں

☆☆☆

قتل کر کے بھی اپنے عاشق کا
وہ جدا بند بند کرتے ہیں

☆☆☆

عشق کی راہ ہے بہت دشوار
چلتے چلتے بچل گئے لاکھوں

☆☆☆

تم خفا ہو کر چلے ہو لے چلے سامان بھی

بھولی بسری کوئی شے دیکھو نہ رہ جائے کہیں

☆☆☆

بے جوڑ تیری باتیں ہیں ساری پیام بر
تو چسپاں لگانے لگا بات بات میں

☆☆☆

نہیں اچھی ہے یہ تری بک بک
سن کے افسانہ میرا کہتے ہیں

☆☆☆

میرے اشکوں کا بہا ہے دریا
اپنے کوچے میں وہ پل باندھتے ہیں

☆☆☆

آم تخمی پسند ہے ہم کو
اس کو ہم پلپلا کے کھاتے ہیں

☆☆☆

اس نے جب آنکھ سے ملائی آنکھ
لے گیا دل پلک جھپکنے میں

☆☆☆

روز وہ گمان ہوتے ہیں
ہر طرف پاسبان ہوتے ہیں

☆☆☆

نہ بھولیں وعدہ کر کے آپ کل تک
گرہ دے لیجیے بند قبا میں

☆☆☆

غیر کو دو پان مجھ کو ایک دو
بانٹنا حصہ نہیں آتا نہیں

☆☆☆

نوبت جنگ پہنچی ناصح سے
بڑھ گئی بحث باتوں باتوں میں

☆☆☆

بہم ہوتا نہیں کیا جانب ملک عدم پہنچیں
بہ پہنچے اگر سامان جانے کا تو ہم پہنچیں

☆☆☆

نہیں رہتا ہے نچلا دست وحشت
گریباں پھاڑتا ہوں فصل گل میں

☆☆☆

بزم میں ان کی خطاوار بہت ہیں عاشق
دیکھیں کس کس کو وہ محفل سے بدر کرتے ہیں

☆☆☆

زمانہ ہم نے دیکھا ہے زمانہ ہم نے برتا ہے
ہمیں دیتے ہیں وہ دھوکے ہمیں بالا بتاتے ہیں

☆☆☆

مضمون کمر میں تیرے شاعر
کیا بال کی کھال کھینچتے ہیں

☆☆☆

بجلی چمک رہی ہے بادل گرج رہا ہے
فرط خوشی میں مے کش بانسوں اچھل رہے ہیں

☆☆☆

کبھی وہ محفل عشاق میں جو آتے ہیں
نیاز مند تواضع میں بچھے جاتے ہیں

☆☆☆

ہم بچھے جاتے ہیں تواضع میں
کبھی مہمان وہ جو آتے ہیں

☆☆☆

دیے ناصح نے گو اتار چڑھاؤ
اس کی باتوں میں ہم کب آتے ہیں

☆☆☆

میں نے پتے کی کہہ کر لی ہے جو دل میں چٹکی
غصے میں بھر کے کیا کیا وہ بڑبڑا رہے ہیں

☆☆☆

خدا کی شان ہے محفل میں تیری
عدو بھی ہم پہ باتیں چھانٹتے ہیں

☆☆☆

ہمراہ غیر تھے وہ درختوں کی باڑ میں
ہم دیکھتے رہے دل گل گشت آر میں

☆☆☆

بوسہ لے کر اور کچھ خواہش جو کی کہنے لگے
بنک منگا تجھ سا زمانے میں کہیں دیکھا نہیں

☆☆☆

پڑے تیر نگہ دل پر ہزاروں

پڑی بھاگڑ نہ اک دن فوج غم میں

☆☆☆

نہ ترک عشق ہے ممکن نہ شرط عشق آساں
دل خراب نے ڈالا ہے کس بکھیڑے میں

☆☆☆

پند گو یہ مجھے سمجھاتے ہیں
یا یو نہیں خواب میں براتے ہیں

☆☆☆

کب انجمن میں وہ بے کار آ کے بیٹھے ہیں
ہمارے قتل کا بیڑا اٹھا کے بیٹھے ہیں

☆☆☆

چکی تھی قیمت دل کی ایک بوسہ وہ نہ ملی
یہ مال ڈال دیا ہم نے بتے کھاتے ہیں

☆☆☆

رنگت تپ دردوں سے مری ہو گئی ہے زرد
ان کو مگر بسنت کی اب تک خبر نہیں

☆☆☆

وہ قہر کی نگہ سے جب ہم کو گھورتے ہیں
لے لے کے ہچکیاں ہم کیا کیا بسورتے ہیں

☆☆☆

دل کا بدلہ دل ہے مجھ سے لو تو اپنا دو مجھے
آپا دھاپی اس قدر اے مہرباں اچھی نہیں

☆☆☆

بے سبب کیا آپ پر مرتا ہوں میں
کوئی کیا جانے کہ کیا کرتا ہوں میں

☆☆☆

دوستی دشمن جتاتا ہے مجھے
آستیں کا سانپ سے ڈرتا ہوں میں

☆☆☆

یہ تو کہیے اس خطا کی کیا سزا
میں جو کہہ دوں آپ پر مرتا ہوں میں

☆☆☆

تیر کو کلیجے سے لگایا ہم نے
اپنے مہمان کی یوں آؤ بھگت کرتے ہیں

☆☆☆

وہ نشاں میرا مٹائے یا نصیب
آج جس کے نام پر مرتا ہوں میں
جو سنا ہے میں نے چرچا آپ کا
آپ سے کہتے ہوئے ڈرتا ہوں میں
جو نہیں ڈرتے ڈراتا ہوں انہیں
ڈرنے والوں سے بہت ڈرتا ہوں میں

☆☆☆

گردن دل میں تری زلف کی پھانسی جو پڑی
بے خطا جان دی بے چارے نے اس رسی میں

☆☆☆

ہمارا ہی وہ روز وصل ہو کاش
تصارا میں جو ہوتا ہے بڑا دن

☆☆☆

عیادت کو مریض غم کی اب آئے
اسے گزرے ہوئے ہے تیسرا دن

☆☆☆

نالوں پہ میرے گوش بر آواز تھے وہ آج
آواز میری بیٹھ گئی اس کو کیا کروں

☆☆☆

کس قیامت کی ہے اٹھان تیری
یہ قیامت اٹھائے گی اک دن

☆☆☆

دے کے دل ایک فتنہ قامت کو
جان آئی ہے اپنی آفت میں

☆☆☆

جو وہ مہمان بن کے آتے ہیں
اک نیا اشغلا اٹھاتے ہیں

☆☆☆

مجھ سے برہم ہوء یہیں وہ اس پر
اشتعالک رقیب دیتے ہیں

☆☆☆

اے صبا تو پیغام پہنچا دے
ایلچی کو کوئی زوال نہیں

☆☆☆

خدا کے گھر سے پھرا ہے مریض غم تیرا

تجھے کچھ اے بت کافر خبر بھی ہے کہ نہیں

☆☆☆

رقیب اپان ہے آٹھوں گانٹھ کمیت
نہ آ جانا تم اس کے دم میں

☆☆☆

مری قسمت کا لکھا پڑھ کے لکھتے
کراماً کاتبین ان پڑھ نہیں ہیں

☆☆☆

گالیاں غیر کو دیں تو نے انچاس یہ کیا
کل میں کیوں ایک ہو کم پوری ہی صلواتیں ہوں

☆☆☆

عشق کی سرکار میں ہے کیا اندھا دھند ان دنوں
دل لٹے جاتے ہیں ان کا کوئی بھی پرسان نہیں

☆☆☆

کیوں نہ یوسف کو چاہتے یعقوب
اندھا کیا چاہتا ہے دو آنکھیں

☆☆☆

دیکھتا ہے نبض کیا مردے کی تو اے چارہ گر
دم کہاں ہے مجھ میں اولا ہو گیا ہے تن بدن

☆☆☆

نام ناصح کا لیا تھا میں نے
اے لو حضرت وہ چلے آتے ہیں

☆☆☆

دل کو لے کر دیکھتے ہو کیا ہمیں
واہ جی کیا اس کی ہے پروا ہمیں

☆☆☆

نہ کھلے گی عدو کے دل کی گرہ
آپ کیوں پیچ و تاب کھاتے ہیں

☆☆☆

غیر نے کھولے ترے بند قبا
کیوں نہ اپنا چاک پیراہن کروں

☆☆☆

دل کا پردہ فاش آنکھوں نے کیا
پیار کی نظریں کبھی چھپتی نہیں

☆☆☆

نہ رہ نما ہے نہ منزل کا ہے پتا کوسوں
طریق عشق میں ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں

☆☆☆

اس طرح ہم سے ملاقات کیا کرتے ہیں
اوٹ میں بیٹھ کے وہ بات کیا کرتے ہیں

☆☆☆

ایمان کانپتا ہے ان کی شہادتوں سے
جو کوڑیوں پر اپنا ایمان بیچتے ہیں

☆☆☆

وہ اسے سمجھیں نہ سمجھیں دیکھیے
ڈال دی ہے بات ان کے کان میں

☆☆☆

کیے وعدے وفا کس دن یہ دھوکے ہیں یہ گھاتیں ہیں
جو تم کہتے ہو وہ کرتے نہیں باتیں ہی باتیں ہیں

☆☆☆

دیکھ ناصح تجھ کو سمجھاتے ہیں ہم
عاشقوں سے بخشا اچھا نہیں

☆☆☆

دم رخصت تم آنچل میں مرا دل باندھ لے جانا
ابھی تو رات باقی ہی چلے جانا دھندلکے میں

☆☆☆

پناہ دیتے ہیں ان کو بھی وہ دم رفتا
پناہ لیتے ہیں فتنے بھی ان کے دامن میں

☆☆☆

اس نے شہ باز نظر نے پنجہ مارا ہے غضب
پھڑپھڑا کر طائر دل چھوٹنے پاتا نہیں

☆☆☆

مقدر میں نہیں کیا وصل؟ جب پوچھا تو کہتے ہیں
بلاؤ تم کسی پنڈت کو یہ دکھواؤ پوتھی میں

☆☆☆

بانکپن اپنا وہ دکھاتے ہیں
اینڈی بینڈی مجھے سناتے ہیں

☆☆☆

منہ لگایا تم نے غیروں کو بہت

کیوں نہ آبلے گہلے اترائے پھریں

☆☆☆

لشکر غم نے کیا کعبہ دل کو برباد
اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے خدا کے گھر میں

☆☆☆

دل بھی شاکی ہے تیرا میرے ساتھ
ایک منہ اک زبان ہیں دونوں

☆☆☆

نہیں ہے پیچ سے خالی تمہاری کوئی بات
یہ اینچ پیچ کی باتیں سمجھ میں کیا آئیں

☆☆☆

ایسے ویسوں سے کیا ملے کوئی
ایرے غیرے ہیں تیری محفل میں

☆☆☆

کی یہ پوجا اس صنم کو دیکھ کر
پوج آئے دل پرستش گاہ میں

☆☆☆

آہ جو کھینچتا ہے محفل میں
پوست اس کا وہ کھینچ لیتے ہیں

☆☆☆

رہا کم ہو کے ان کا غصہ مجھ پر
گلابی سے ہوئیں اب لال آنکھیں

☆☆☆

دل چڑھا آسان کوہ عشق پر
اب اتار اس کا ہے مشکل کیا کریں

☆☆☆

پروانہ شمع کعبہ سے ڈرتا ہے اردگرد
ایسی لگی ہو جس کو تو پاس ادب کہاں

☆☆☆

حضرت شیخ اپنی ریش دراز
چھاج کی طرح سے پھٹکتے ہیں

☆☆☆

وہ اس ٹھاٹ سے آتے ہیں رہگذر میں
تیغے کی پیچک ہے نازک کمر میں

☆☆☆

میں وہاں پہنچوں نہ پہنچوں یہ تو پہنچے گا ضرور
ناتوانوں کا تصور ناتواں ہوتا نہیں

☆☆☆

اب وہ انجان بنے جاتے ہیں
ننھے نادان بنے جاتے ہیں

☆☆☆

دیکھیے ان سے ملاتا ہے خدا کون سے دن
کون سی رات ہو مقبول دعا کون سے دن

☆☆☆

و

جاگے ہیں اعتکاف میں جو بہت

پینک آتی ہے شیخ صاحب کو

☆☆☆

خالی نہیں پیچ سے کوئی بات
ہر بات میں پخ نکالتے ہیں

☆☆☆

جان کے جانے کا غم ہے تو فقط اتنا ہے
نامہ بر کوئی پڑھا لکھا نہ ہو

☆☆☆

خط میں کچھ لکھ دے تو کیا اس کا علاج
نامہ بر کوئی پڑھا لکھا نہ ہو

☆☆☆

در دلدار پہ کیا کیا نہ پچھاڑیں کھائیں
دل بے تاب نے کیا کیا نہ لٹایا ہم کو

☆☆☆

محض پانی پہ اس کی ہے بنیاد
بے ثباتی حباب کی دیکھو

☆☆☆

کدھر سے کدھر لے گیا وائے قسمت
بھلاوا دیا راہ بر نے بھی ہم کو

☆☆☆

نہ رکھنا پاؤں تم تربت پہ میری
مبادا سنگ مرقد بھربھرا ہو

☆☆☆

تو نے ہلکی شراب دی ساقی
بھربھری چاہئے گزک مجھ کو

☆☆☆

نام سے اپنے تمہیں غیر نے خط بھیجا ہے
نہ پڑھو پرزے کرو نامے کے لعنت بھیجو

☆☆☆

وہ تو شیطان ہے بہکاتا ہے
غیر کے نام پر لعنت بھیجو

☆☆☆

شرم آئی انہیں پاس بلاتے ہو مجھ کو
پٹ بھیڑ دیے دیکھ کر آتے ہوئے مجھ کو

☆☆☆

ہولی کھیلی ہے تم نے کس سے آج
رنگ میں شور بو آئے ہو

☆☆☆

داغ کیوں دل کو راز دار کیا
بھید دیتا ہے کوئی دشمن کو

☆☆☆

بغل گرم کرتا وہ کیا شمع سے
کہ اتنی کہاں تاب پروانے کو

☆☆☆

بات مطلب کی کیا اڑاتے ہو
تم تو بھولے نہیں ہو پکے ہو

☆☆☆

شرماؤ گے وہ سن کے جو گزری ہے رات کو
کہہ دوں گا میں پکار کے پردے کی بات کو

☆☆☆

گرفتار محبت ہم کریں گے ان کو یہ ضد ہے
پکڑ ہے آج آزادوں کی یا رب دیکھیے کیا ہو

☆☆☆

ناصح نے کہی جو میرے دل کی
وہ بات بھلی لگی ہے جی کو

☆☆☆

جی کرتا ہے زبردستوں کو زیر
دل کا بودا ہو اگر رستم بھی ہو

☆☆☆

تیغ نگاہ یار نے میدان کر دیا
پل مارنے میں مار لیا ہزار کو

☆☆☆

کروں میری مٹی نہ برباد یوں
دوپٹے کا آنچل اٹھا کر چلو

☆☆☆

وہ صبح شب وصل نہ ٹھہری یہی کہہ کر
جانے دو ہمیں جلد،بڑا کام ہے ہم کو

☆☆☆

عہد کرنے سے وہ گھبراتے ہیں

ان سے پیان ہوا اور نہ ہو

☆☆☆

نہ کر ناصحا ایسی دیوانی باتیں
یہ کیا کھینچ مارا جو پتھر کسی کو

☆☆☆

مطلب میں ہمارے کچھ مطلب ہے تمہارا بھی
سمجھو تو سہی تم تو باتوں میں اڑاتے ہو

☆☆☆

تڑپتا ہے، جلن دل میں بڑی ہے، دیکھتے جاؤ
نگاہ شوخ کی بجلی پڑی ہے دیکھتے جاؤ

☆☆☆

قارون کے مزاج میں کس درجہ بخل تھا
دولت سے فائدہ نہیں ہوتا بخیل کو

☆☆☆

ماہ رو ہم نے کیوں کہا ان کو
کہتے ہیں بے فقط سناتے ہو

☆☆☆

اے نجومی آسماں پر بھی تو بارہ برج ہیں
کیوں نہ سودا اپنی قسمت کا بھی بارہ باٹ ہو

☆☆☆

متاع دل کا ہے بیوپار دیکھتے جاؤ
کھلا ہوا ہے یہ بازار دیکھتے جاؤ

☆☆☆

تھے ہم بغل عدو سے اس وقت یہ نہ سوجھی
سن کر پتے کی ہم سے اب بغلیں جھانکتے ہو

☆☆☆

آپ کی بزم میں تماشا ہے
غیر دیتا ہے بھبکیاں مجھ کو

☆☆☆

بڑھ بڑھ کے بولتے ہیں سب سے جناب واعظ
حضرت کی خیر بھی ہو ممبر کی خیر بھی ہو

☆☆☆

چیستاں سمجھے وہ دہن کا وصف
کہتے ہیں کچھ اتا پتا تو کہو

☆☆☆

آنے کا وعدہ کرتے ہو کیا اس کا اعتبار
بلوا دو اپنی اول میں میرے رقیب کو

☆☆☆

حضرت دل نہیں قرار تمھیں
نکلو پہلو سے اور گھر دیکھو

☆☆☆

چھوڑ کر گیسو نہ پھرنا رات کو
تم گرہ میں باندھ لو اس بات کو

☆☆☆

اور تمنا نہیں بس ہے یہی آرزو
آ کے مرا حال تم ایک نظر دیکھ لو

☆☆☆

حال دل کہہ کے بنے ہم نادان
وہ یہ کہتے ہیں انہیں بھی لکھو

☆☆☆

نہیں کوڑی یہاں کفن کو بھی
اس سے لو جو بڑی اسامی ہو

☆☆☆

رگ جاں سے نزدیک ہے میری جاں تو
مگر پھر جو دیکھا کہاں میں کہاں تو

☆☆☆

حقیقت میں ہے ماسوا چیز ہی کیا
ادھر تو ادھر تو' یہاں تو وہاں تو
نہ تو مجھ کو چھوڑے نہ میں تجھ کو چھوڑوں
وہیں تو جہاں میں' وہیں میں جہاں تو

☆☆☆

ہ

تھا سیدھا سادا ان کا چلن کل کی بات ہے
اب اینٹھتے وہ پھرتے ہیں کس بانکپن کے ساتھ

☆☆☆

اک نظر سے اک جہاں کو دیکھتا ہے آئینہ
ورنہ چندھی کس قدر ہے حلقہ جوہر کی آنکھ

☆☆☆

کون منہ دھوئے اٹھ کے صبح فراق

غم بھی کھاتے ہیں ہم تو باسی منہ

☆☆☆

بندہ عاجز ہے اور وہ ہے قدیر
پیش چلتی نہیں خدا سے کچھ

☆☆☆

بڑا پتنگ اڑاتے ہیں، وہ مجھے ڈر ہے
ہوا میں بھر کے نہ اڑ جائیں وہ پتنگ کے ساتھ

☆☆☆

پہنچوں در قبول پہ میں بھی یہ شوق ہے
اٹھتے ہیں میرے پاؤں بھی دست دعا کے ساتھ

☆☆☆

عاشقوں کو غلام سمجھے ہو
بک گئے ہیں وہ کیا تمہارے ہاتھ؟

☆☆☆

مجھے وحشت ہے کیا میں جان لوں ناصح کو فرزانہ
وہ پشتینی ہے سودائی، وہ موروثی ہے دیوانہ

☆☆☆

نہ چھوڑا تیز مژگاں نے مرا دل
اڑایا بال باندھا یہ نشانہ

☆☆☆

ریش مفید شیخ تر آب وضو سے ہے
رندوں کو ہے گماں کہ پھپھوندی لگی ہے یہ

☆☆☆

ی

دل جو ناکام ہوا جاتا ہے
شوق کا کام ہوا جاتا ہے
نہ مٹاؤ کسی عاشق کا نشاں
نام بدنام ہوا جاتا ہے
لطف ایذا طلبی کیا کہیے
درد آرام ہوا جاتا ہے
دل بیمار میں چٹکی لے لو
ابھی آرام ہوا جاتا ہے
رنگ لایا ہے ترا رنگ عتاب
چہرہ گل فام ہوا جاتا ہے
آج کل کثرت عساق سے عشق
شیوہ عام ہوا جاتا ہے
دیکھ کر مست وہ کافر آنکھیں
خون اسلام ہوا جاتا ہے
گلہ مہر و وفا مجھ سے نہ کر
شکوہ دشنام ہواجاتا ہے

☆☆☆

ہونے کو تو کیا ان سے ملاقات نہ ہو گی
جس بات کی خواہش ہے وہی بات نہ ہو گی
دل صاف نہ ہو گا تو کوئی بات نہ ہو گی
جھگڑے کی ملاقات' ملاقات نہ ہو گی
کیا حور سے جنت میں ملاقات نہ ہو گی
یہ روپ یہ سج دھج یہ پری گات نہ ہو گی
پیتا بھی ہوں کہتا بھی ہوں ناصح سیہ ہر بار
پڑھ ایسی خطا قبلہ حاجات نہ ہو گی

اس بات کو ذرا دیکھ ہی لیں حضرت صوفی
دیکھے سے تو کچھ سل کرامات نہ ہو گی

لکھا ہے مرے خط کا جواب اس نے بہت کچھ
آخر میں یہ فقرہ ہے ملاقات نہ ہو گی

عاشق کو بھی واعظ تو بناتا ہے نمازی
دیوانے سے پابندی اوقات نہ ہو گی

سو بار بلا کر مجھے محفل سے نکالا
مہمان کی ایسی بھی مدارات نہ ہو گی

فریاد قیامت سے ڈرایا تو وہ بولے
اللہ سے ایسوں کی ملاقات نہ ہو گی

خالی ہی سہی، شیشے میں تو گھول دے پانی
اک بوند بھی کیا پیر خرابات نہ ہو گی؟

ہنس ہنس کے یہ کہتے ہیں شب وصل وہ مجھ سے
چھیڑو گے تو پھر ہم سے ملاقات نہ ہو گی

☆☆☆

میرے قاتل کے وہ ہے دست حنائی میں اثر
دہن زخم سے بھی بوئے حنا آتی ہے

وقت معلوم اگر ہو تو سنبھل جائے کوئی
کیا قیامت ہے کہ چپکے سے قضا آتی ہے

☆☆☆

پچکارنے سے گر یہ ٹھہرتا تو خوب تھا
ممکن نہیں کہ توسن عمر رواں تھے

☆☆☆

ہاتھ سے دوستوں کو کھو بیٹھے
ہنسنے والوں کو ہم تو رو بیٹھے

☆☆☆

ابھی آئے ابھی تم آ کے چلے
اور میری نظر بچا کے چل

الاماں الاماں کہے گا فلک
تیر جس دم مری دعا کے چلے

☆☆☆

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی
دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی

☆☆☆

چلے آتے ہیں ایسے بے قرار آئے تو کیا آئے
کہ گھوڑے پر ہوا کے تم سوار آئے تو کیا آئے
کسی میں کچھ بہانہ ہے کسی میں کوئی حیلہ ہے
لگاتار آج میرے نام تار آئے تو کیا آئے

☆☆☆

عشق کی بازی میں دل جیتا مرا
اب تو پوبارے تمہارے ہو گئے

☆☆☆

مرے دشمن سے تم کو دوستی ہے
مگر کم بخت وہ تو پوستی ہے

☆☆☆

ساقی بھی تنگ دل ہے یہ مفلس بھی فاقہ مست
مے خوار پوست پیتے ہیں بدلے شراب کے

☆☆☆

ہم کو پتا ملا ہے کر اے محنت تلاش
زاہد کی پوٹلی میں ہے بوتل شراب کی

☆☆☆

عدم کو لے کے یہ بارگراں چلا ہوں میں
کہ میرے سر پہ گناہوں کی پوٹ بھاری ہے

☆☆☆

فلک دیتا ہے ہم کو درہم داغ
یہ پنشن ہو گئی ہے عمر بھر کی

☆☆☆

شہرے تھے کبھی عالم اسباب میں اپنے
وہ جوش کہاں اب دل بے تاب میں اپنے
نکلیں گے نہ ہم ڈوب کے اے بحر محبت
رہنے دے ہمیں حلقہ گرداب میں اپنے
مہمان سے کیا کہتے کہ دل تم نے چرایا
وہ باندھ کے چلتے ہوئے اسباب میں اپنے

☆☆☆

ساقی کا دل نہ توڑیں گے ترک شراب سے
حاصل کسی طرح ہو غرض ہے ثواب سے
عاشق بچائے جان کو کس کس عذاب سے
تیرے عتاب سے کہ خدا کے عتاب سے
آتی ہے کیا ہنسی مجھے تیرے حجاب سے
میری نگاہ شوق رکے گی نقاب سے؟
مے خوار مفلسی میں مٹاتے ہیں خواہشیں
ٹوٹے ہوئے پیالے سے جھوٹی شراب سے
مشکل ہے اختیار کیا جبر عشق میں

دل کو دیا ہے صبر بڑے اضطراب سے
سب پوچھتے ہیں کس پہ دل آیا وہ کون ہے
آتی ہے مجھ کو شرم تمہارے حجاب سے
کافی ہو آئینے میں جو دیکھتے وہ چشم مست
اس نازنیں کو شوق ہے ہلکی شراب سے
اہل نظر کے واسطے ہیں سب خرابیاں
نرگس کی آنکھ خیرہ ہو کب آفتاب سے
اے خضر مے کشوں کو بھی ہو لطف زندگی
بھر جائے کاش چشمہ حیواں شراب سے
داغ جگر سے آگ لگی دل کی آہ میں
روشن یہی چراغ ہوا آفتاب سے
تیغ نگاہ مست کے چرکے میں ہے مزا
دھوتا ہوں اپنے زخم جگر کو شراب سے

☆☆☆

عاجز جو طبیعت آ گیا ہے
اب وقت قریب آ گیا ہے

☆☆☆

کیوں منگائی ہے یہ پھنڈول تمہیں
لیپنا پوتنا بھی آتا ہے؟

☆☆☆

ہم اسی سے پوچھتے ہیں درد مے
صافی مے اب تو پوچھن ہو گئی

☆☆☆

یہاں رنگ بد رنگ سب رہ گیا
وہاں ان کی بازی میں پو رہ گئی

☆☆☆

روح گھٹتی ہے مری رات جہاں گھٹتی ہے
کہیں وہ یہ نہ کہیں جانے دو پو پھٹتی ہے

☆☆☆

جو کہا میں نے سمجھو سوچ کے وہ مان گئے
شکر ہے آج مری بات اکارت نہ گئی

☆☆☆

بیمار میں تیرے کیا دھرا ہے
اوپر کے دم وہ بھر رہا ہے

☆☆☆

قاصد مری بات کچھ نہ سمجھا
کیا اول جلول آدمی ہے

☆☆☆

گھاس کے پولے کی صورت خشک ہیں سب ہڈیاں
ناتوانوں کا تمہارے عشق میں یہ حال ہے

☆☆☆

اپنے کوچے میں رکھ سنبھل کے قدم
میرے اشکوں سے زمیں پولی ہے

☆☆☆

ہم نے دیکھا ہی نہیں ناصح سا کوئی بے وقوف
اوندھی پیشانی کا' اوندھی کھوپڑی کا آدمی

☆☆☆

اب متاع دل پرانی ہو گئی

اونے پونے بیچ ڈالیں گے اسے

☆☆☆

محتسب کا ہو برا پیر مغاں کہتا ہے
اینٹ سے اینٹ بجا دی مرے میخانے کی

☆☆☆

لد کو وہ موہ لے کر کہتے ہیں فلرکیا ہیے
یہ چیز آئی کر لی قیمت بھی مل رہے گی

☆☆☆

کیا مری جان اعتبار اس کا
دولت حسن آنی جانی ہے

☆☆☆

بل انہوں نے بھی بعد مرگ بھرا
میرے مرقد کے تختے اینٹھ گئے

☆☆☆

درد سر مجھ کو ہوا بگڑا مزاج
حضرت ناصح تمہاری پسند سے

☆☆☆

دل کے مقدمے میں بنے گا نہ کوئی پنچ
پنچایت ایسے جھگڑے کی کس کی بلا کرے

☆☆☆

دل بچے کیونکر تمہارے ہاتھ سے
تم تو پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑے

☆☆☆

اس نزاکت پر جو وہ پنجہ کرے
پنجہ مرجاں کا پنجا پھیر دے

☆☆☆

جس کو ہو شوق اسیری اڑ کے وہ جائے کہاں
تو مرے پنجرے کی اے صیاد کھڑکی کھول دے

☆☆☆

بوڑھے جناب شیخ ہیں کیونکر چبائیں پان
پنکٹی ان کے واسطے لوہے کی چاہیے

☆☆☆

سائل سے خفا یوں میرے پیارے نہیں ہوتے
کیا مانگنے والوں کے گزارے نہیں ہوتے

☆☆☆

اگب تو نبھتی نظر آتی نہیں پیارے تم سے
ہم سے بیزار ہمارے ہیں تمہارے تم سے

☆☆☆

سوز دل بعد جراحت بھی رہا
زخم پر باندھا نہ پن کپڑا بھی

☆☆☆

گرجتا ہے جو بادل کہتے ہیں مست
یہ چلتی ہے فلک پر باڑ کیسی

☆☆☆

جب شب وصل ان سے بات چلی
بات کی بات ہی میں رات چلی

☆☆☆

حشر پر تم نے ملاقات اٹھا رکھی ہے
آج کی کل یہ عبث بات اٹھا رکھی ہے

☆☆☆

آپ نے میرے ستانے کے لیے
کون سی بات اٹھا رکھی ہے

☆☆☆

مرض عشق کی دنیا میں دوا تھی کہ نہ تھی
اس سے محفوظ کبھی خلق خدا تھی کہ نہ تھی

☆☆☆

ہم اپنے کاتب اعمال کو ملا لیں گے
گناہ سہل، ثبوت گناہ مشکل ہے

☆☆☆

بگٹ مرے مزار پہ آیا وہ شہسوار
تو سن کو اتنی دیر میں سو بار ایڑ کی

☆☆☆

بہت ہے شیشہ و خم میں کم و بیش
یہ اندازہ ترا ساقی غلط ہے

☆☆☆

دود آہ آتشیں کا ابر پر ہے احتمال
میں نے جانا برسے انگارے اگر اولے پڑے

☆☆☆

نہیں معلوم شب غم رہی کتنی باقی

آج کیا ٹوٹ گئے سارے گھڑی کے پرزے

☆☆☆

پڑے ہیں چھید **فلک** میں نہیں ہیں یہ اختر
پڑی ہے باڑ کوئی دل جلوں کے نالوں میں

☆☆☆

ہجر میں دیکھیے بچے نہ بچے
دل نے ایذا بہت اٹھائی ہے

☆☆☆

کہیں گے ہم تو نہ مصحف رخ کتابی کو
یہ سچ مثل ہے کہ ایمان ہے تو سب کچھ ہے

☆☆☆

بوسے پہ نہیں مہنگا کچھ جان کا سودا ہے
ایمان سے تم کہہ دو ایمان کا سودا ہے

☆☆☆

اک کھیل ہے ان کو وعدہ کرنا
اک بات ہے جھوٹ بولنا بھی

☆☆☆

شور محشر نے اٹھایا مجھ کو کچی نیند اگر
اونگ پر اونگ آئے گی صبح قیامت بھی مجھے

☆☆☆

مجھ بادہ کش کے سینے پہ زاہد نے بعد مرگ
انگور رکھ دیا ہے نشانی کے واسطے

☆☆☆

چھائی ہیں زلفیں رخ پہ تیرے اک بلا برسائیں گی
کیا یہ گھٹائیں نیچی نیچی اوپر اوپر جائیں گی

☆☆☆

تم تو امید توڑ دیتے ہو
تم سے امید کوئی کیا رکھے

☆☆☆

تم حرف دل شکن نہ نکالو زبان سے
امید ٹوٹ جائے گی امیدوار کی

☆☆☆

رات مصیبت کی بسر ہو گئی
آنکھوں ہی آنکھوں میں سحر ہو گئی

☆☆☆

بلایا جب مری آہ و فغاں نے
زمیں پکڑی ہے کیا کیا آسماں نے

☆☆☆

اب مشق جفا اس نے بڑھائی ہے غضب کی
امید بر آئی دل آزار طلب کی
وہ حسن وہ انداز وہ پھر بانکپن اس کا
چھل بل ہے قیامت کی تو انوٹ ہے غضب کی

☆☆☆

دل کا نقصان جس میں ہوتا ہے
کام کرتا ہوں ادبدا کے وہی

☆☆☆

اس کی قسمت ہے واژونی ازل کے روز
عقل اوندھی کیوں نہ ہوتی آسمان پیر کی

☆☆☆

کچھ طبیعت ٹھہر ہی جائے گی
اور یوں بھی گزر ہی جائے گی

☆☆☆

بیٹھے ہیں بام پر وہ ہر ایک مشتری ہے
لیتے ہیں نفع کیا کیا اونچی دکان والے

☆☆☆

دیدار یار سے مجھے نہیں ہوئی
انیس ہیں بھی تپ فرقت نہیں ہوئی

☆☆☆

مے کے دینے میں جو صرفہ ہے پلا دے پانی
دیکھ خالی نہ رہے اوک ہماری ساقی

☆☆☆

اس کے دروازے پہ کیونکر ہو رسائی میری
کر دیا بند محلے ہی کا پھاٹک اس نے

☆☆☆

بہار گلشن عالم تھی جن سے
انہی پھولوں کو توڑا باغباں نے

☆☆☆

دے چکا مال تو سب دل ہی رہا ہے باقی
مہرباں اس کے علاوہ مری پونجی کیا ہے

☆☆☆

ہمیں بھی رات دن اس تاک میں گزرتی ہے
کبھی اندھیرے اجالے وہ مل ہی جائیں گے

☆☆☆

ایک دل کہتا ہے کیجیے ان سے رسم و راہ ترک
ایک دل کہتا ہے کچھ دن اور دیکھا جائے

☆☆☆

کھائے جاتا ہے غم اناپ شناپ
بڑھ گئی دل کی اشتہا کیسی

☆☆☆

تجھ سے یہ اہل زمیں اے آسماں مانگے کیے
الحذر مانگا کیے سب الاماں مانگا کیے

☆☆☆

کیا ملاقات اس جفا پر نبھ سکے
ہم نے القسط کی اب القسط ہو گئی

☆☆☆

قد رعنا سے اس کے ہوں روکش
اصل ہی کیا ہے سرو طوبیٰ کی

☆☆☆

کیا نکیرین میرا عذر سنیں
ان کو اونچا سنائی دیتا ہے

☆☆☆

میرے اشک و آہ کی تاثیر سے

ابر رویا برق نے فریاد کی

☆☆☆

کہاں جوانوں کو دنیا سے دل لگی کا مزا
یہ پیر زال بلا سے ادھیڑ ہی ہوتی

☆☆☆

جراح میرے زخم کے ٹانکے نہ کاٹ ڈال
رہ رہ کے کچھ ادھیڑ کہ ایذا بھی کم ہے

☆☆☆

حیاد شرم سے چپ چاپ کب وہ آ کے چلے
اگر چلے تو مجھے سیدھیاں سنا کے چلے
ہمارے درد جگر میں کہاں ہے یہ طاقت
یہ ابر تر ہے کہ گھوڑے پہ جو ہوا کے چلے

☆☆☆

اترائی ہوئی آتی ہے تو کوئے صنم سے
اے باد صبا اڑ کے کہاں جائے گی ہم سے

☆☆☆

مسیحا کو اتاریں گے فلک سے
پڑے گی پھر بھی حاجت نزوہاں کی

☆☆☆

دل نہ رکھ زلف میں اچکا ہے
گانٹھ کترا اٹھائی گیرا ہے

☆☆☆

غیر سے کیا گلہ محبت میں

اپنے ہاتھوں خراب ہم تو ہوئے

☆☆☆

حضرت خضر اپاہج تو نہیں ہیں یارب
دو قدم بھی نہ رہ عشق میں ہمراہ چلے

☆☆☆

عجیب صانع قدرت نے کی تراش خراش
یہ کانٹ چھانٹ تجھے باغباں نہیں آتی

☆☆☆

صافی مے کو کیا پیر مغاں نے تقسیم
شیخ جی کعبے کے جامے کی جو اترن لائے

☆☆☆

قبر سے اٹھیں گے جس وقت ترے فرہادی
صور محشر کی بھی آواز دب گی ان سے

☆☆☆

دید کے قابل ہیں یہ موتی لڑیاں دیکھیے
آنسوؤں کا تار باندھا چشم گوہر بار نے

☆☆☆

ہوئے بزم میں جب سے اغیار داخل
برستی ہے پھٹکار محفل پہ تیری

☆☆☆

ٹھہر ٹھہر کے پھڑکتی ہے دہنی بائیں آنکھ
شگون کون سا اچھا برا ہے کیا کہیے

☆☆☆

موت کس کے ہاتھ سے تھی عاشق ناشاد کی
دھوم ہے اہل عدم میں بھی مبارک باد کی

☆☆☆

قبر دشمن میں بہت چنگاریاں دوزخ کی تھیں
کیوں نہ ٹھہرے کیا فرشتے آگ لینے آئے تھے

☆☆☆

قبر دشمن میں نہ ٹھہرے ایک دم
کیا فرشتے آگ لینے آئے تھے

☆☆☆

آ کر کھڑے ہوئے ہو تم اوجھل کواڑ کی
جب تم نے بات کی تو عبث ہم سے آڑ کی

☆☆☆

قبر دشمن میں نہ ٹھہرے ایک دم
کیا فرشتے آگ لینے آئے تھے

☆☆☆

آ کر کھڑے ہوئے ہو تم اوجھل کواڑ کی
جب تم نے بات کی تو عبث ہم سے آڑ کی

☆☆☆

میں کروں پوری شکایت ان سے کیا
جب بری لگتی ہو آدھی بات بھی

☆☆☆

کیوں نہ اے پیمان شکن جی چھوٹ جائے
کیا کروں جب آس بندھ کر ٹوٹ جائے

☆☆☆

اس سے ملنے کی آس ٹوٹی ہے
اب مصیبت سے جان چھوٹی ہے

☆☆☆

سوندھے سوندھے آب حوروں میں مزا آ جائے گا
تو جما دے برف اے ساقی مئے انگور کی

☆☆☆

آدمی وہ ہے جو ڈھونڈے نہ سہارا کوئی
کہ برے وقت میں آڑے نہیں آتا کوئی

☆☆☆

نرگس باغ کو بھی ہم نے نہ دیکھا بیمار
حیدر آباد کی کیا آب و ہوا اچھی ہے

☆☆☆

نور سویدا کی تاب دیکھیے کب تک رہے
ذرے میں یہ آفتاب دیکھیے کب تک دیکھیے

☆☆☆

صاف دیکھی نہ بادہ خوار کی آنکھ
کچھ نہ کچھ رنگ آ ہی جاتا ہے

☆☆☆

جس پہ قربان ہو بلبل وہ سخن کس کا ہے
غنچہ منہ پھوڑ کے مانگے وہ دہن کس کا ہے

☆☆☆

آئینے میں لیتے ہو جو زلفوں کی بلائیں

آسیب نہ پہنچے کہیں ہاتھوں کو تمہارے

☆☆☆

کریں نہ قدر جو دل کی تو اور کس کی کریں
اڑے تھڑے میں ہمارے یہ کام آتا ہے

☆☆☆

بے ستوں کے واسطے تیشہ لیا فرہاد نے
کوہ غم جس سے کٹے ہم کو وہ آلا چاہیے

☆☆☆

فرش سے تا عرش ڈھونڈا ہے اسے
اور بس آگے خدا کا نام ہے

☆☆☆

وعدے پر جب مکان سے آئے
وہ بڑی آن بان سے آئے

☆☆☆

غیر کی محفل میں مجھ کو مثل شمع
آٹھ آٹھ آنسو رلایا آپ نے

☆☆☆

تیرے بیمار میں رہا کیا ہے
اب تو آئی گئی کا سودا ہے

☆☆☆

لطف جب شعر کا ہے لطف سے خالی نہ رہے
اس میں بھرتی ہو تو آخور کی بھرتی نہ رہے

☆☆☆

مر کے اٹھیں گے اگر اٹھیں گے ہم
بیٹھے ہیں اس در پہ آسن مار کے

☆☆☆

آئینہ رکھ کے یہی بات ہوا کرتی ہے
آمنے سامنے دن رات ہوا کرتی ہے

☆☆☆

قد جاناں کے تصور میں سحر ہوتی ہے
شب فرقت مری سولی پہ بسر ہوتی ہے

☆☆☆

دست بسمل سے چھٹ گیا دامن
بانہ پکڑی نہ اس نے قاتل کی

☆☆☆

وہ ہم نشیں ہوں اس کے یہ بھی نصیب میرے
بغلیں بجا رہے ہیں کیا کیا رقیب میرے

☆☆☆

دعویٰ الفت پہ مرے اس ستم گر نے کہا
چاہنے والے ملیں گے تجھ سے بہتیرے مجھے

☆☆☆

کیسی بک بک لگائی ناصح نے
بھر گئے کان اس کی بک بک سے

☆☆☆

باغ طیبہ میں کیسا عجب آ کر
طائر سدرہ بھی بسیرا لے

☆☆☆

دیکھ کر آئینہ اونچی تیری گردن نہ ہوئی
سچ کہاہے کہ بڑے بول کا سر نیچا ہے

☆☆☆

ساقی جو نہیں مے تو ہمیں گھول دے افیون
انگڑائیاں آتی ہیں بدن ٹوٹ رہا ہے

☆☆☆

لڑتی ہیں کیا چھری کٹاری سے
بانک دیکھو تو ان نگاہوں کی

☆☆☆

مار رکھتی دل کو اس کی گانٹھ ہے
زلف کی بھی گانٹھ کیسی گانٹھ ہے

☆☆☆

ہمارے پاس جو بیٹھے تو کسمسا کے اٹھے
چرا کے وہ اپنا بدن چراکے اٹھے

☆☆☆

ہم نے دیکھا نہ محبت میں اثر دیکھیں گے
ہائے نالہ بھی کیا آہ بھی کر دیکھیں گے
ہم سے بیزار اگر ہو تو خدا حافظ
تم سلامت رہو ہم اور ہی گھر دیکھیں گے

☆☆☆

ضبط ایسا ہے ہزاروں سن کے پی جاتے ہیں وہ
حضرت ناصح سے کم ہیں بھاری بھرکم آدمی

☆☆☆

دل ہمارا مورد آفات ہے
رنج کی بہتات سی بہتات ہے

☆☆☆

سن چکے ٹراوس تیری اٹھ ہمارے پاس ہے
درد سر ہونے لگا ناصح تری بکواس سے

☆☆☆

داغ کی دیوانگی وہ دیکھ کر کہنے لگے
ایسے بگڑے دل سے ڈر ہے دیکھیے کیونکر بنے

☆☆☆

پاس مسجد کے ہے مے خانہ بھی، ہنگام نماز
مست بنکارتے ہیں، دیکھیے کیا ہوتا ہے

☆☆☆

کھینچی ہیں سرد آہیں کس نے شب جدائی
یہ اوس پڑ رہی ہے یا برف پڑ رہی ہے

☆☆☆

پھونک دیں گے ایک دم میں یہ شرارے آہ کے
آسماں رہتا ہے کیا گنبد میں بسم اللہ کے

☆☆☆

اس کا قامت دیکھ کر سب کٹ گئے
بڑھ چلے تھے سرو بھی شمشاد بھی

☆☆☆

قامت موزوں قیامت ہے ترا

کیا ہے گر سرو و صنوبر بڑھ چلے

☆☆☆

جنازہ اپنے عاشق کا اٹھا تو
بہت ہلکا ہے یہ بوجھل نہیں ہے

☆☆☆

کھیلے وہ فاقہ مست لنگوٹی میں کیوں نہ بھاگ
ہولی میں پھاگ کھیلتی ہو تم رقیب سے

☆☆☆

ڈال کر پردہ گئے سیر کو تم پردے میں
خوب بہلی کی سواری میں طبیعت بہلی

☆☆☆

وہ شہسوار ادھر کو جب باگ موڑتا ہے
پامال کر کے مرقد کیا خاک چھوڑتا ہے

☆☆☆

ان سے وفا میں دیکھیے کیا ہار جیت ہو
بازی بدی ہوئی ہے یہ بازی لگی ہوئی

☆☆☆

جیت کر بازی سر مقتل بھی بازی لے گئے
ہم نہ تھے ایسے کہ جاں بازی کی بازی لے گئے

☆☆☆

پتھر سے ملا گلا بھی قاتل
تلوار کی باڑھ کر نہ ہو جائے

☆☆☆

چھٹ گئی بدلی فلک پر اڑ گئی باد بہار
توبہ کرتے ہی ہمارے یہ نحوست چھا گئی

☆☆☆

سن کے افسانہ مرا یہ داد دی
واہ باتونی تری کیا بات ہے

☆☆☆

راز میرا عدو سے کہتے ہو
بات بچتی نہیں ذرا تم سے

☆☆☆

میں نے ان پر ڈھال دی جب بے وفا مجھ کو کہا
اک مزا ہے اس محل پر بات دہرانے میں بھی

☆☆☆

سر محفل مرے پہلو میں جو بیٹھا ہے رقیب
ایسی تکلیف ہے گویا بغلی گھونسا ہے

☆☆☆

ہاتھ سے دوستوں کو کھو بیٹھے
ہنسنے والوں کو ہم تو رو بیٹھے

☆☆☆

رقیبوں سے بس ٹیڑھ کی لیجیے
چلا میں، مری بندگی کیجیے

☆☆☆

دل کی سوزش ہوتے ہوتے ہو گی کم
آبلہ کیا بلبلا پانی کا ہے

☆☆☆

بے لطف کریں ان کی ملاقات تو یہ ہے
منظور نہیں بات کوئی بات تو یہ ہے

☆☆☆

راز ہے پردہ نشیں کا مرے منہ کو سی دو
بات جب پھوٹ گئی پھر نہیں چھپتے دیکھی

☆☆☆

پیغام انہیں دے کر کیا ریشہ دوانی ہو
یہ بیل منڈھے چڑھتی معلوم نہیں ہوتی

☆☆☆

یہ جوش داغ محبت سے پک رہا ہے دل
نفس کے ساتھ نکلتی ہے بھاپ سینے سے

☆☆☆

سوال وصل ان سے کیا کروں میں دل دھڑکتا ہے
وہ سن کر کہہ نہ بیٹھیں مجھ سے کیا بیہودہ بکتا ہے

☆☆☆

مسلسل اشک ہیں پلکوں پہ دیکھو
یہ موتی سوزن مژگاں نے بیندھے

☆☆☆

پارسا کے جو پڑ گئی پلے
دختر زر کے خوب بھاگ کھلے

☆☆☆

اس نے مانی نہ کوئی میری بات

منتیں کر کے بات بھی کھوئی

☆☆☆

دنیا میں آبرو سے گزر جائے کوئی دن
سب کچھ رہا بشر کی اگر بات رہ گئی

☆☆☆

نہ رہ جائے الٰہی کوئی خامی
پیامی بات پکی کر کے آئے

☆☆☆

جانتا ہوں مری نہ مانیں گے
آ گئے ہیں وہ بات پر اپنی

☆☆☆

ہم تو اشارہ فہم بھی ہیں زود فہم بھی
ملتے ہی آنکھ بات ترے دل کی پا گئے

☆☆☆

چہرے ہوئے ہیں زرد مریضان عشق کے
پھولی ہے کیا بسنت تماشا تو دیکھیے

☆☆☆

بھونڈی جو بے ہنگم عجب بے ڈول زاہد کی ہے قطع
رند اس کو دیکھ کر کیا سخت بھوچکے ہوئے

☆☆☆

آپ کیجیے نہ اس میں بیچ بچاؤ
ہونے دیجیے رقیب سے میری

☆☆☆

دل نہ تھا پاک یہی وجہ تو ہے اے قاتل
دہن زخم سے دشمن کے جو بدبو آئی

☆☆☆

دل کو ہے خوف زلف کا تیری
اس بلا سے بخار آتا ہے

☆☆☆

جس کی موقوفی ہوئی ہوتا نہیں پھر وہ بحال
عشق کی سرکار میں قانون جاری ہے یہی

☆☆☆

خرابی میں ہیں کیا کیا اس کے عاشق
کہ برطرفی بحالی روز کی ہے

☆☆☆

عشق میں ہم نے کی تھی سربازی
بچ گئی جان، خوب بچ کھیلے

☆☆☆

سودے میں جنس دل کے دوالا نکل گیا
بیوپار وہ کیا تھا کہ جس میں بچت نہ تھی

☆☆☆

اس سے عاجز ہوا افلاطوں بھی
موت سے کب بچاؤ ہوتا ہے

☆☆☆

ہے یہ بیمار محبت کو میسر پانی
کہ وہ تلوار کا دیتے ہیں بجھا کر پانی

☆☆☆

دل کو پھنسا کے بل بھی دیے ہیں کہ چھٹ نہ جائے
رسی بٹی ہے آپ نے زلف دراز کی

☆☆☆

فرقت میں چشم تر سے دریا نکل رہا ہے
وہ جوش ہے کہ پانی بانسوں اچھل رہا ہے

☆☆☆

ہم بھی کچھ کہتے وہ بھی کچھ کہتے
بات چیت ان سے اب نہیں ہوتی

☆☆☆

جگر پر داغ سینے پر نشاں ہیں ان کے چھلے کے
یہی عاشق کا تمغہ ہے، یہی بانکے کا بانا ہے

☆☆☆

کچھ اور میرے پاس بجز دل تو نہیں قے
یہ چیز مگر آپ کے قابل تو نہیں ہے

☆☆☆

دوزخ جگہ عذاب کی جنت ثواب کی
بھرتی کہاں کروں دل خانہ خراب کی

☆☆☆

آج مے خانے میں اس کی ہے خوشی
محتسب شہر بدر ہوتا ہے

☆☆☆

امید میں وصال کی اپنا وصال ہے

خوش حال ہیں وہ ان کی طبیعت بحال ہے

☆☆☆

غیر کی لاش کیوں اٹھاتے ہو
بار عصیاں سے بھاری بجز ہے
مرغ بسمل ہے یا یہ ہے سیماب
دل بے تاب ہے کہ بجلی ہے
آہ کی بجلی نہیں جس سے نہ پہنچے کچھ گزند
جان پر بجلی گرائے گی یہ بجلی کان کی
بجرا سجا ہے بنارس میں سیر کو
چل کر ہمارے ساتھ تماشا تو دیکھیے
غیر کہتا ہے رشک قیس ہوں میں
باولا ہے، سڑی ہے، پاگل ہے
اے پیر مے فروش لگائیں گے دام پھر
تو بانگی دکھا ہمیں پہلے شراب کی
کھیل سمجھے وہ اسے بھی جان پر کھیلے جو ہم
ہو گئی کم زور بازی چڑھ کے یہ کیا ہار ہے
کہتے ہیں دشمن کو مار آستیں
آستیں ہے یا کہ بانبی سانپ کی
وہ بگڑ کر مجھ سے بولے تم بناتے ہو ہمیں
کیا کمر نازک ہماری بال سے باریک ہے؟
آنکھ میں سرمہ لگا کر باڑھ رکھی آپ نے
اب نگاہ ناز کی تلوار چلتی ہو گئی
سلسلہ بات کا بگڑتا ہے
نامہ بر جی سے گھڑتا ہے
ترے موئے میاں کی اور کیا تعریف ہو مجھ سے
یہ باریکی کمر کی ہے کہ باریکی نظر کی

بے خطا بر سے وہ ہم پر ہم نے ہی برداشت کی
غیر کا مذکور کیا آیا، قیامت آ گئی

بعد حجت کے وہ آئے تو ملاقات ہوئی
مختصر قصہ ہوا آج بڑی بات ہوئی

وہ جھچکا جو دیکھی بری دل کی حالت
بڑھاوا دیا اپنے قاتل کو ہم نے

کھا کے ٹھوکر کہیں یہ گر نہ پڑے
فلک پیر کا بڑھاپا ہے

چرا لیا ہے مرے دل کو اور کہتے ہیں
یہ مفت مال ملا، خوب برد ہات لگی

غیر سے کھیلتے تھے ہم شطرنج
اس طرف وہ تھے برد لی ہم نے

برقع اٹھا جو ان کے رخ تاب ناک سے
آنکھیں بلائیں لینے لگیں کس تپاک سے

☆☆☆

گریہ عاشق بے تاب پہ ہنس کر بولے
اب تو بے فصل بھی برسات ہوا کرتی ہے

☆☆☆

بہت پچھتائے اے دل کیا کریں ہم
دعائیں مانگ کر تیری بقا کی

☆☆☆

آپ نے کس کو بنایا راز دار
غیر بھڑ بھڑیا بھی ہے غماز بھی

☆☆☆

کیوں کر ارمان نکالوں دل سے

عشق کا اس سے بھرم جاتا ہے

☆☆☆

میری وحشت کی داد اس نے یہ دی
خوب بہروپ تو نے بدلا ہے

☆☆☆

شیخ ہیں پہروں وظیفا بھانتے
کام آ جاتا جو ڈورا بھانتے

☆☆☆

چھپتا ہے اپنی آنکھ میں وہ خوش جمال بھی
تیری سی بول چال بھی ہو چال ڈھال بھی

☆☆☆

داغ فرقت سے مرے دل میں جلن پڑتی ہے
جوش گریہ ہے کہ ساون کی بھرن پڑتی ہے

☆☆☆

ٹھہرو دم لو چاہیے اس وقت میں کچھ آڑ بھی
تیز چلتی ہے ہوا بھی، مینہ کی ہے بوچھاڑ بھی

☆☆☆

ہوئے ہم تارک دنیا، یہ دنیا ہی نہیں اچھی
نیا ہے آسماں اپنا ' نرالی ہے زمیں اپنی

☆☆☆

وصل کی رات اور یہ حجت
بدمزہ ہو نہ بے مزہ کر کے

☆☆☆

دل خانہ خراب کا ہو برا
اس نے بنیاد عشق کی ڈالی

☆☆☆

احسان زمانے کے بہت تھے مرے سر پر
قاتل نے بڑا بوجھ اتارا مرے سر سے

☆☆☆

دل جگر برق نگہ سے تلملا کر رہ گئے
طفل اشک آنکھوں میں اپنی بلبلا کر رہ گئے

☆☆☆

چبھتی کہی تو سنتے ہی وہ تلملا کر رہ گئے
چٹکی جو میں نے لی تو عدو بلبلا گئے

☆☆☆

معشوق سے شکایت بے داد جرم ہے
اس کو بری لگی تو خدا کو بری لگی

☆☆☆

کیوں بگڑ کر برا بنوں ان سے
تو تو ناصح مرے بگاڑ میں ہے

☆☆☆

کون جیتے کون ہارے عشق میں
بد گئی ہے شرط میری آپ کی

☆☆☆

دے کے مے زاہد کو بدلے میں یہ ہم لیں گے ثواب
آب زمزم سے بد لوانے کی نیت ہو گئی

☆☆☆

آئے شیطان کے دھوکے میں جناب آدم
وہ بشر تھے بشریت تھی یہی کیا کرتے

☆☆☆

وہ آئے اور اب آئے یہ آئے
بشارت دی مجھے باد صبا نے

☆☆☆

داد خواہوں میں مرا ساتھ نہ دے گا کوء
کہ جھجکتے ہیں ابھی سے یہ برابر والے

☆☆☆

غیر کے گھر میں تم براج رہے
منتظر صبح سے ہم آج رہے

☆☆☆

ان سے رستے میں جو مطلب کی کہی
چھٹے سے منہ کو کہہ کر چل دیے

☆☆☆

جو کوہ عشق کروں طے تو ہو مجھے معراج
کہ ہے بلند بہت اس پہاڑ کی چوٹی

☆☆☆

آپ نہ چھوٹیں نہ دامن ان سے چھوٹے گا مرا
خار صحرائے جنوں پلے بندھے پلے بڑھے

☆☆☆

وہ کیوں ان کو روکے وہ کیوں ان کو ٹوکے

رقیبوں سے درباں کی پلوں ملی ہے

☆☆☆

سڑتے ہیں گلتے ہیں کوچے میں پڑے
عاشقوں کی پال ڈالی آپ نے

☆☆☆

نہ رہی اب ثمر عشق میں وہ کیفیت
بے مزہ ہوتا ہے وہ میوہ جو پل جاتا ہے

☆☆☆

دل پہ دھاوا کرے گی یہ بے شک
لیس پلٹن ہے تیری مژگاں کی

☆☆☆

محبت غیر کی، میری کبھی تم تول کر دیکھو
کہ میزان خرد میں آج پلہ کس کا بھاری ہے

☆☆☆

باتوں باتوں میں کہوں کیا میری شامت آ گئی
بے دھڑک بے ساختہ لب پر شکایت آ گئی

☆☆☆

دیے میرے ناصح کو اس نے خطاب
وہ پگلا وہ پاگل وہ دیوانہ ہے

☆☆☆

باد صبا کے جھوکے نے بے آبرو کیا
غنچے کی ایک دھول میں پگڑی اتر گئی

☆☆☆

بیاباں کو مری وحشت سے حاصل سرفرازی ہے
سر پر خار پر باندھی ہے پگڑی تار داماں سے

☆☆☆

خم کے خم پی گئے ہیں اک حضرت
پیٹ ہے یا پکھال چمڑے کی

☆☆☆

ہمراہ ان کے باغ میں کیا کیا مزے رہے
پکوان بھی تھا آج شراب و کباب میں

☆☆☆

لے گیا دل چرا کے وزد نگہ
کوئی اس چور کو پکڑوا دے

☆☆☆

کرے جو مدح کوئی ان کی کیا نہیں سنتے
کسی کی آہ، کسی کی بکا نہیں سنتے

☆☆☆

پہنچے کہاں یہ نالہ کیا کوئی اس کو جانے
جاتا ہے یہ مسافر بے ٹھور بے ٹھکانے

☆☆☆

کوئی پل ایسا نہیں کٹتا کہ جس میں چین ہو
دل لگاتے ہی یہ ہم پر کیا قیامت آ گئی

☆☆☆

دیوان کو داغ کے تو دیکھو
ہر بیت ہے انتخاب اس کی

☆☆☆

کہتا ہے یہ کیا اپنی سمجھ میں نہیں آتا
ناصح کی بھی جو بات ہے مجذوب کی بڑ ہے

☆☆☆

قد ہی چھوٹا رقیب بونا ہے
آدمی کیا ہے، اک کھلونا ہے

☆☆☆

ہوئے ہیں دختِ زر پر شیخ عاشق
مثل سچ ہے کہ بوڑھے منہ مہاسے

☆☆☆

پاسباں لیتا ہے تنخواہ بھی رشوت بھی بہت
دو یہ خدمت ہمیں دیں مفت میں پہرا چوکی

☆☆☆

ہم نے شیطان کی پھبتی جو کہی دشمن پر
پھب گئی اور پھبی ایسی کچھ اٹھ ہی نہ سکی

☆☆☆

نعمتِ حق کی جس نے قدر نہ کی
لات ماری بہشت میں اس نے

☆☆☆

قلزمِ عشق میں ہم تیرتے جاتے ہیں وہیں
جس جگہ جان کا خطرہ ہے بھنور پڑتا ہے

☆☆☆

کیا تلون ہے طبیعت میں تری

دوست بن بن کے بگڑ جاتا ہے

☆☆☆

کیسی جناب داغ کی تھی مے کشی میں دھوم
دو چلوؤں میں آج وہ حضرت بہک چلے

☆☆☆

شمع پروانے کو جلاتی ہے
بھور اس کا کہیں نہ ہو جائے

☆☆☆

ہو ہی جاتی ہے بشر سے بھول چوک
ہم نے بھولے سے تمہاری یاد کی

☆☆☆

صیاد کی چھری بھی ہے کیا تیز ان دنوں
سر طائران باغ کے بھٹا سے اڑ گئے

☆☆☆

وہ جانتے ہیں نظر باز راہ گیروں کو
پکڑ دھکڑ ہے وہاں آج کل غریبوں کی

☆☆☆

پکاؤ بات ابھی داغ دل ہی دل میں تم
کھلے گا راز محبت تو غیر کھٹکیں گے

☆☆☆

کبھی معتکف شیخ صاحب نہ ہوں
جو ان کو نہ پکا پکایا ملے

☆☆☆

دختر رز سے لپٹے گی کس طرح
یہ جواں ہے شیخ پکا پان ہے

☆☆☆

وہ ہے مجرم وہ ہے ملزم میں سراسر بے خطا
آپ پشتی غیر کی لیتے ہیں کیا انصاف ہے

☆☆☆

گئی کچھ آسماں سے اور آگے
لگایا بھید یہ آہ رسا نے

☆☆☆

بھیک بھی مانگے نہیں ملتی جو اڑ جاتا ہے رزق
غم میسر ہو جو کھانے کو غنیمت جانیے

☆☆☆

یہ علامت ہے فقط قہر خدا کی آج تک
بھنبھنائیں کیوں نہ مچھر قبر پر نمرود کی
کہتا ہوں چاند دیکھ کے ابروئے یار کو
انیس بیس اس سے نہیں بلکہ بیس ہے

☆☆☆

شب معراج میں شادی منائی تھی فرشتوں نے
نہ سمجھو کہکشاں اس کو یہ بندھنو اور باندھا ہے

☆☆☆

صبح کو وہ زلف مشکیں کی بہار
اور وہ بوباس باسی ہار کی

☆☆☆

کھینچے ہوئے تیغ پھر رہے ہو
کیا بھوت سوار ہو گیا ہے

☆☆☆

شوخ چنچل شریر ہے بے چین
بوٹی بوٹی پھڑک رہی ہے تری

☆☆☆

یا بستر دشمن سے بہت گرم تم آئے
یا راہ کی گرمی سے پسینے میں نہائے

☆☆☆

سحر کیا چشم فسوں ساز کیا کرتی ہے
دل سے وہ زلف گرد گیر بھی بل بھرتی ہے

☆☆☆

یہ حالت ہوئی داغ کا نام سن کر
پسینے پسینے وہ نازک بدن ہے

☆☆☆

تڑپ کر نہ اپنا نکل جائے دل
بغل بھیچ لیتے ہیں ہم زور سے

☆☆☆

جھکنے سے کبھی ہوتا نہیں بند
قفس میں بھی تو بلبل بولتا ہے

☆☆☆

سرمایہ دلوں کا تری مژگاں نے ہے لوٹا
قزاقوں کی اس قافلے پر بھیڑ پڑی ہے

☆☆☆

کچھ پس و پیش سوجھتا ہی نہیں
بھیڑیا چال ہے زمانے کی

☆☆☆

کان رکھ کر نہ سنی گل نے صدائے بلبل
چیختے چیختے بھرا گئی آواز تری

☆☆☆

کون مفلس سے بات کرتا ہے
کہ زمانہ بھرے کو بھرتا ہے

☆☆☆

خدا جانے ہمارا حال صورت دیکھ کر کیا ہو
کہ اس کا حسن سن سن کر طبیعت بھربھراتی ہے

☆☆☆

سرگوشیاں رقیب سے کیں تم نے بزم میں
پہنچی تھی میرے کان میں کچھ کچھ بھنک سی

☆☆☆

بزم میں گھیرے ہوئے آج ان کو بیٹھے تھے رقیب
بھڑ کا چھتا چھیڑ کر شامت ہماری آ گئی

☆☆☆

تیری گلی کو دیکھ کے یہ یاد آ گیا
اپنی بھی اس زمیں میں کبھی بود و باش تھی

☆☆☆

بار عصیاں سے یہ تھا میت دشمن کا حال

چیخ اٹھے بول گئے لاش اٹھانے والے

☆☆☆

نہ ہو کیوں جامہ ہستی سے حیرت
نہ بنوانا نہ بننا اس کا آئے

☆☆☆

ضبط کرتا ہوں تپ غم میں جو میں گرم آنسو
دل بیمار کو دیتا ہوں بھپارا اس سے

☆☆☆

بوٹیاں لاکھ کرے جمع مہوس لیکن
بے مقدر کہیں اکسیر بنا کرتی ہے؟

☆☆☆

مجھ سے کہتے ہو ترے خواب میں حور آئی تھی
تم سلامت رہو بہتان لگانے والے

☆☆☆

دل مفت نذر کرتے ہیں، قیمت نہ پوچھیے
اس کا نہ بھاؤ تاؤ، نہ کچھ مول تول ہے

☆☆☆

تم کو لیلیٰ سے ہے جو یک جہتی
اپنا مجنوں سے بھائی چارہ ہے

☆☆☆

ہوئے چاند سورج تاروں کے مانند
غضب کی بھڑک تیری افشاں میں ہے

☆☆☆

تو سن عمر نہ بھڑکا نہ بھڑک اس کی سنی
بے دھڑک راہ فنا میں یہ چلا جاتا ہے

☆☆☆

بات پوری کرو تمہاری بات
بیچ میں سے تو لی نہیں جاتی

☆☆☆

دیکھیے پھر نزاکت مضمون
جب طبیعت پہ بوجھ پڑتا ہے

☆☆☆

کوئے جاناں تک نہ پہنچی اپنی خاک
بارہا پروا چلی، بچھوا چلی

☆☆☆

گت بنی غیر کی دربان کے ہاتھوں بیشک
کوئے جاناں سے پڑاپڑ کی صدا آتی ہے

☆☆☆

غیر سے چھوٹ ہو گئی تھی آج
میں نے سر روک کے پالٹ ماری

☆☆☆

گلشن سے ہم تو لیں گے نشانی بہار کی
اے باغبان پھول نہیں پنکھڑی سہی

☆☆☆

درد سر کی ہے شکایت آپ کو
غیر کے سر کا اتارا دیجیے

☆☆☆

طوبیٰ کی بھی پھننگ پہ باندھے جو آشیاں
پھر بھی تو عندلیب نہ صیاد سے بچے

☆☆☆

علامت پھوٹ کی ہے یہ بھی قاصد
کہ پھوٹی ہے سیاہی ان کے خط کی

☆☆☆

زلف پیچاں میں مرے دل کی صدا
کم نہیں ہے سانپ کی پھنکار سے

☆☆☆

ان کی عادت میں جھوٹ ہے سچ ہے
وہ ہٹیلے ہیں بات کی پچ ہے

☆☆☆

آمد آمد دیکھ کر اس ترک کی
پاؤں اٹھ جائیں صف محشر کے بھی

☆☆☆

اگر لائے جواب یار دل خواہ
تو پھر میں پاؤں پوجوں نامہ بر کے

☆☆☆

ہاتھ سے دامن ہمارا چھوڑیے
پاؤں پوجے نبھ چکی بس آپ کی

☆☆☆

منزل مقصود کتنی دور ہے

چلتے چلتے پاؤں اپنے رہ گئے

☆☆☆

ہم سے کیا چل سکے گا قاصد تیز

پاؤں سے پاؤں اس نے باندھا ہے

☆☆☆

لیں گے پھر مے فروش سے ہم قرض

گو چکایا ہے آنا پائی سے

☆☆☆

بھاری تھی نعش غیر کی بار گناہ سے

تابوت اٹھانے والوں کے بھی پاؤں بھر گئے

☆☆☆

باغ میں پت جھڑ ہوئی موسم خزاں کا آ گیا

مے کشو! مژدہ کہ بعد اس کے بہار آنے کو ہے

☆☆☆

پہلے ہی روزے میں طاقت گھٹ گئی

شیخ جی کا آج پتلا حال ہے

☆☆☆

اہل دنیا کو جو دیکھا غور سے

یہ تماشا پتلیوں کا سانگ ہے

☆☆☆

اچھے برے کی ان کو کہاں غصے میں تمیز

تقصیر تھی رقیب کی، مجھ پر بپھر پڑے

☆☆☆

سادگی میں کیوں کیا تم نے بناؤ
زینت روئے نکو جاتی رہی

☆☆☆

دل توڑنے کے واسطے طاقت نہیں رہی
کچھ کام کی بھی ان کی نزاکت نہیں رہی

☆☆☆

ایسی شب فراق میں حالت بدل گئی
میری شبیہ کی بھی وہ صورت نہیں رہی

☆☆☆

منتظر ہی رہے دیدار کے ہم وقت اخیر
پتلیاں پھر گئیں آنکھوں کی وہ آ کر نہ پھرے

☆☆☆

سنتے ہیں غیروں میں کشتی ہو پڑی
یہ نہیں معلوم کیا چٹ پٹ ہوئی

☆☆☆

یہ تو ہے اس بت سفاک پہ مرنے کے لیے
ایک دل اور ہو اللہ سے ڈرنے کے لیے
ضعف سے اپنے اسی واسطے خوش ہوں کہ مجھے
برسوں گزریں گے ترے جی سے اترنے کے لیے

☆☆☆

ایسی بارش میں کہاں جاؤ گے بیٹھے بھی رہو
ایک طوفان ہے پڑتے ہیں ٹپاٹپ اولے

☆☆☆

قیمتی ہو حسن قمری کا جب اے سرو چمن
طوق کے بدلے اسے پٹا طلائی چاہیے

☆☆☆

توبہ کے بعد اپنا کیا دل ترس رہا ہے
بادل گرج رہا ہے پانی برس رہا ہے

☆☆☆

وصل کے ذکر نے رنجیدہ کیا کیا ہم سے
اکھڑے اکھڑے وہ رہا کرتے ہیں کیا کیا ہم سے

☆☆☆

منزل دوست نہیں ایسی دور
نامہ بر پاؤں اٹھا کر تو چلے

☆☆☆

مجھ سے وہ برہم بھی ہیں بیزار بھی
اور پرجک دیتے ہیں اغیار بھی

☆☆☆

اس کا سایہ ہے بلا کرتی ہے یہ سودائی
آپ بھی بیچتے رہیں زلف کے پرچھانویں سے

☆☆☆

بے وفا ہونے میں گو آرام ہے
مجھ پہ کیوں دشمن کا پرچھانواں پڑے

☆☆☆

ان بے حجابیوں کی کوئی حد نہیں رہی
پردے پہ ہاتھ رکھتے نہیں وہ ستار کے

☆☆☆

ہم نے دلی سے سوا پائی دکن میں راحت
کون کہتا ہے کہ پردیس برا ہوتا ہے

☆☆☆

غنچے چٹک رہے ہیں پٹاخوں کی طرح
شادی ہے کیا چمن میں عروس بہار کی

☆☆☆

میں سر جھکا کے آگے بڑھا بھی تو کیا ہوا
تلوار پٹ پڑی مرے قاتل کے ہاتھ سے

☆☆☆

یہ سر ٹپکنے کی در پر ترے نشانی ہے
ہمارے ماتھے کا کوئی ورم ٹپکتا ہے

☆☆☆

ٹکرا کے پھر ادھر کو نہ آ جائے تیر آہ
مضبوط چھت بٹی ہے بہت آسمان کی

☆☆☆

سچ تو یہ ہے قرض دے مجھ کو کہاں تک مے فروش
دام پٹ جائیں اگر اگلے تو پھر اگا لگے

☆☆☆

آشیاں پورے بناتے نہ طیور
سر مجنوں پہ جو پٹے ہوتے

☆☆☆

دیو غم سے لڑا ہے دل کشتی

یہ بھی پٹھا بلا کا نکلا ہے

☆☆☆

ہے سمندر ناز کی شوخی غضب
کب یہ ٹھہرا آپ کی پچکار

☆☆☆

سمندر بادپا بھی زیر راں ہے
سوار اس پر وہ پھرتیلا جواں ہے

☆☆☆

دنیا کا مال و زر نہیں کچھ نام کے لیے
کرتا ہے جمع آدمی آرام کے لیے

☆☆☆

ہے سادگی غضب کی قیامت کا بناؤ
وہ صبح کے لیے ہے تو یہ شام کے لیے
استاد مے کدہ' شاگرد رند ہیں
اس مدرسے کی واہ پڑھائی کچھ اور ہے

☆☆☆

دشنام سخت بام سے دیتے رہے مجھے
لڑھکائے پتھر آپ نے گویا پہاڑ سے

☆☆☆

بات مطلب کی وہ پڑھتا ہی نہیں
خط مرا غیر سے پڑھواتا ہے

☆☆☆

دل مرحوم کا اس بے کسی میں

دیا پرسا کراماً کاتبین نے
خط سے روئے یار پر پروانہ کی

دست قدرت میں بھی کیا پرکار تھی
ولائی نہ کیونکر ہو بار نزاکت

کہ اس نازنیں کا اکہرا بدن ہے
اس سہی قد نے کر دیا سیدھا

سرو کی پھر اکڑ نہیں جاتی
پہلے پرداخت تھی مری منظور

اب تو پرخاش ان کو رہتی ہے
تم پچا بیٹھے ہو پرایا مال

دل کی نالش کریں گے حاکم سے
تو پچکتا ہے کیوں جو کوئی کہے

سیب پستاں ترے پچکنے لگے
مکاں منحوس بے ڈھنگا ہے دشمن کا نہ تم لینا

نہ اگواڑا ہی اچھا ہے نہ پچھواڑا ہی اچھا
دیکھو رندو شیخ صاحب کے نہیں ہیں منہ میں دانت

پچپچے ہوں نرم چاول ان کی دعوت کے لیے
عبادت ہے یہ زاہدو! انتہا کی

پرستش کرو بت کدے میں خدا کی
دل ہے تنہا، یہ لڑائی کیسی

فوج مژگاں نے پرا باندھا ہے
ناصح پیر ہے پرانا گھاگ

اگلے وقتوں کی باتیں کرتا ہے
کہتے ہیں آئیں گے عدو کے ساتھ

یہ بر تم نے پخ لگائی ہے
کہکشاں ہے پر تلا اس کا ہلال اس کی ہے تیغ

یہ علامت کہہ رہی ہے آسماں خون ریز ہے

وہ ہے خلوت سرائے ناز اے دل کیا خبر تجھ کو
پرندہ پر نہ مارے جس جگہ ' انسان کیا پہنچے
پڑ گئے لینے کے دینے دل کو واپس مانگ کر
اور لیجیے ہم کو الٹی بات دینی آ گئی
اے ہم صغیر میری فغاں کا ہے اور رنگ
آواز پاٹ دار کہاں عندلیب کی
دل میں کیا مہرباں نہیں آتی
بات کہنے میں ہاں نہیں آتی
وہ اشاروں میں کام لیتے ہیں
گفتگو درمیاں نہیں آتی
جل کے دل خاک ہو گیا شاید
بوئے سوز نہاں نہیں آتی

☆☆☆

کیا جانے دوسرا ہے کنارہ کدھر کہاں
دریائے عشق کا بھی سمندر کا پاٹ ہے

☆☆☆

دل کو پتھر بنا دیا ہم نے
اس کو پارا پلا دیا ہم نے

☆☆☆

شب غم مر گیا موذن کیسا
آج بانگ اذان نہیں آتی

☆☆☆

دل مرا چھین کے آنکھوں نے تری
حلقہ زلف میں بندھوایا ہے

☆☆☆

فتنہ برپا کر رہی ہے آپ کی رفتار بھی
پھر قیامت خیز ہے پازیب کی جھنکار بھی

☆☆☆

عشاق کے دل راہ میں پامال کرو گے
آواز یہی دیتی ہے پازیب تمہاری

☆☆☆

اچھا نہیں ہے پاس پڑوس اس کی فکر ہے
ہمسایے میں عدو کو بسایا ہے آپ نے

☆☆☆

بارہا اس پر گری برق تجلی اس کی
طور سینا نہیں پاسنگ بھی میرے دل کے

☆☆☆

مجھ پہ رکھتے ہیں غیر کا الزام
الٹی گنگا بہائی جاتی ہے

☆☆☆

بزم میں وعظ کی رندوں کو کہاں پاس ادب
پالتی مار کے بیٹھے ' نہ دو زانو بیٹھے

☆☆☆

جو ملتی مول ہم کو بہر مرقد کوئے جاناں میں
تو اشرفیاں بچھا کر پاٹ دیتے ہم زمیں اتنی

☆☆☆

روز حساب کیا نہیں کرنے کا سات پانچ

عیاریوں میں وہ بت پر فن تو پانچ ہے

☆☆☆

عرق شرم نے محشر میں ڈبویا مجھ کو
پڑ گئے مجھ پہ خجالت سے گھڑے پانی کے

☆☆☆

پیتے ہیں اب جناب مشیخت ماب بھی
پانی کے مول بکنے لگی ہے شراب بھی

☆☆☆

اس قدر روزے کی گرمی ہے مجھے
منہ کو لگتا نہیں ٹھنڈا پانی

☆☆☆

بظاہر آدمی ہیں، آدمیت کب ہے غیروں میں
عجب خلقت ہے، ان کا باوا آدم ہی نرالا ہے

☆☆☆

جاتے ہیں بے انتہا پیاسے وہاں
چاہ زمزم کا نہ پانی ٹوٹ جائے

☆☆☆

پڑ گئے لینے کے دینے تشنہ دیدار کے
منہ میں اب پانی چواتے ہیں ترے بیمار کے

☆☆☆

چشم پر آب میں عاشق بھرا ہے دریا
ایسے تالاب کا طوفاں ہے جو پانی چھوٹے

☆☆☆

گر اڑے سوختہ جانوں کا غبار
جھلبھلا جائیں ستارے سارے

☆☆☆

پی چکے سب اب آئے زاہد آپ
جایئے بس جناب برکت ہے

☆☆☆

اٹھا ہے ابر کعبے کی طرف سے مے کشو مژدہ
نہیں رہنے کا بے برسے کہ یہ برساؤ بادل ہے

☆☆☆

تان کر باد صبا نے جو تمانچا مارا
بھربھراہٹ سی رخ گل پہ نظر آتی ہے

☆☆☆

دل اس قدر ہے مرا ناتواں خدا کی پناہ
تری کمر کے تصور سے بوجھ پڑتا ہے

☆☆☆

میں اور بزم غیر پہ قسمت کی بات ہے
آیا ہوں راہ بھول کے تیرے مکان کی

☆☆☆

جب حسینوں میں ہوا شامل مراد یوسف جمال
حسن کے بازار میں بکری بہت اچھی ہوئی

☆☆☆

دور سے تیری گلی میں اجنبی کو دیکھ کر
بھونکتے ہیں ساتھ کتوں کے ترے دربان بھی

☆☆☆

مہکا ہوا ہے مے کدہ اے مے کشو نوید
پیر مغاں نے کھول دی بھٹی شراب کی

☆☆☆

واسطے افطار کے اے شیخ شربت چاہیے
قند کے کوزے کے بدلے گڑ کی بھیلی ہی سہی

☆☆☆

اڑتی پھرتی ہے گو ہماری خاک
چھوڑ کر وہ گلی نہیں جاتی
دیکھ اس چشم مست کو زاہد
تجھ سے اتنی بھی پی نہیں جاتی

☆☆☆

آئے تھے کیا رقیب کے گھر سے لڑے ہوئے
تم میرے پاس بیٹھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے

☆☆☆

رہ گئی دل ہی کی دل میں حسرت
کیا کہیں موت اچانک آئی

☆☆☆

ناز ہے تیغ ادا تیر نگہ ہے برچھی
جان لے لے جو کسی کی تو اچنبا کیا ہے

☆☆☆

میں تو مرتا ہوں وہ یہ کہتے ہیں
اچھا خاصا ہے بھلا چنگا ہے

☆☆☆

اچھا ہے مے کشی میں جو اچھو ہوا مجھے
اس وقت میں شراب کا پینا حلال ہے

☆☆☆

کون رو کش ہو محمدؐ کے تن پر نور سے
اولا بدلا جس کے سائے کا ہو برق طور سے

☆☆☆

ترس کھا ذرا دل کو ترسانے والے
ادھر دیکھتا جا ادھر جانے والے
وہ جب آگ ہوتے ہیں غصے سے مجھ پر
تو بھڑکاتے ہیں اور چمکانے والے

☆☆☆

کام کر جائے گی یہ خاموشی
ہم کو آہ و فغاں نہیں آتی

☆☆☆

فارسی کی نہیں پرسش اے داغ
اس زمانے میں ہے اردو اچھی

☆☆☆

مدام سر پر مصیبت پڑی نہیں رہتی
ہمیشہ یار کسی کی اڑی نہیں رہتی

☆☆☆

گر غلط سمجھا اسے ہم نے تو اس میں کیا گناہ
آپ کی تحریر کچھ آیت نہیں قرآن کی

☆☆☆

کیوں بہانہ ڈھونڈتی ہے موت آنے کے لیے
مجھ میں طاقت ہی نہیں دنیا سے جانے کے لیے

☆☆☆

یہ جوش داغ محبت سے پک رہا ہے دل
نفس کے ساتھ نکلتی ہے بھاپ سینے سے

☆☆☆

سب متاع دین و دنیا چاہیے
اے ہوس تجھ کو بھی کیا کیا چاہیے
لینے والے کی تو کوئی حد بھی ہے
دینے والے کو بہت سا چاہیے
دل مقابل اس صف مژگاں کے ہے
لڑنے مرنے کو کلیجا چاہیے
اڑ چکا باد خزاں سے آشیاں
مجھ کو تنکے کا سہارا چاہیے
گر فرشتہ ہو تو ہم کو کیا غرض
آدمی اچھے سے اچھا چاہیے

☆☆☆

مہماں سرائے دہر میں دس آئے دس گئے
اتنا مگر ہے فرق کچھ پیش و پس گئے
جب میں نے توبہ کرنے کا سامان کر لیا
کچھ بادل آسمان پر آ کر برس گئے

☆☆☆

کون باد خزاں کے ساتھ چلے

پاؤں بھاری عروس باغ کا ہے

☆☆☆

مرگ دشمن پہ روئے ہو کیا تم
ہیں پپوٹے جو آنکھ کے بھاری

☆☆☆

سرمہ ضرور ہے نگہ یار کے لیے
یہ باڑ چاہیے اسی تلوار کے لیے
یہ جنس دل نہیں ہے خریدار کے لیے
رکھا ہے اس کو رونق بازار کے لیے
یہ بار ناز ہم سے اٹھایا نہ جائے گا
بیگاری کوئی ڈھونڈیے بیگار کے لیے
بیٹھے ہیں راہ دوست میں ہم پاؤں توڑ کر
اب فکر کیا ہے منزل دشوار کے لے
انکار کیجیے آپ، مگر شکل آپ کی
کہتی ہے میں بنی ہوں ترے پیار کے لیے

☆☆☆

پیامی تو ہے کیا الو کا پٹھا
سمجھتا ہی نہیں کچھ بات میری

☆☆☆

ان کو جب میں نے ہلال ابرو کہا
کھینچ کر تلوار مجھ پر پل پڑے

☆☆☆

دل پر دھاوا کرے گی یہ بے شک
لیس پلٹن ہے تیری مژگاں کی

☆☆☆

زمیں پر وہ سوتے ہیں غم میں عدو کے
پلنگ آج ان کا سونا پڑا ہے

☆☆☆

بوڑھے جناب شیخ ہیں کیونکر چبائیں پان
پن کٹی ان کے واسطے لوہے کی چاہیے

☆☆☆

دل بچے کیونکر تمہارے ہاتھ سے
تم تو پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑے

☆☆☆

سمند عمر رواں جب چلا تو تیز چلا
نہ کلوا ہے نہ اٹیرن نہ ہے پھرت اس کی

☆☆☆

ایک دم مین جواب لے آیا
نامہ بر میں غضب کی پھرتی ہے

☆☆☆

بیٹھے تھے جم کے بزم میں اس حور وش کی غیر
دیکھا جو مجھ کو دیکھتے ہی پھر سے اڑ گئے

☆☆☆

اشعار کچھ سنائے جو فریاد داغ کے
سنتے ہی یہ فسانہ وہ مجھ سے بدک گئے

☆☆☆

پہلے تو داغ صاحب ان سے بگاڑ بیٹھے

اب جان جا رہی ہے اب دم نکل رہا ہے

☆☆☆

کیا خوشی ہے کہ میرے پھولوں میں
دعوت خاص و عام ہوتی ہے

☆☆☆

اللہ اللہ وہ جوانی اور پھر وہ بانکپن
خوشنما ہیں پیچ کیا اس لٹ پٹی دستار کے

☆☆☆

نتیجہ محبت کا کیا پوچھتے ہو
بہت پیچ اس میں اٹھایا ہے ہم نے

☆☆☆

پیرہن کے ٹکڑے مجھ وحشی کے جب بھی بچ رہیں
صرف ہوں گر ایک درجن کچکیں خیاط کی

☆☆☆

لائے گی پیچ زلف پریشاں نئے نئے
یہ سادگی دکھائے گی ساماں نئے نئے

☆☆☆

اس کی تقدیر میں پڑا ہے پیچ
دل بری طرح پیچ و تاب میں ہے

☆☆☆

اے شہ سوار، خاک اڑا کر کہاں چلا
پیچھا چھٹے گا کب مرے مشت غبار سے

☆☆☆

سلجھتا ہی نہیں مضمون گیسو
طبیعت میں عجب پیچیدگی ہے

☆☆☆

خاکساری چاہیے انسان کو
اس کی پیدائش ہوئی ہے خاک سے

☆☆☆

عشق میں عاشق کی ایسی اے فلک بے عزتی
ہو سوار ناقہ لیلیٰ قیس یوں پیدل چلے

☆☆☆

وہ نہ پیغام بر سے ہوں ناراض
ایسے پیرائے میں کلام کرے

☆☆☆

خوبی قد سے تری نسبت ہے کیا
تو ہے انساں اور طوبیٰ پیڑ ہے

☆☆☆

بری اولاد کو بھی بھرتے ہیں
کھوٹا پیسہ بھی کام آتا ہے

☆☆☆

تیری رفتار نے مرے دل کو
راہ میں پیں پیں ڈالا ہے

☆☆☆

آپ شب کو جو چھپ کے جائیں گے
ہم بری طرح پیش آئیں گے

☆☆☆

گر نہ دیتا تو ہم کو مے
پیش دستی کر کے ساغر کھینچتے

☆☆☆

میں نے جانا یہ ہر مسافر کو
پیک دل بر جواب لاتا ہے

☆☆☆

اس نے غیروں کو پلائی بزم میں
رشک سے ہم غصہ پی کر رہ گئے

☆☆☆

غم مجھے اس طرح دیتا ہے فشار
تیل پیلے جس طرح تیلی کوئی

☆☆☆

کیوں خصر زمیں ناپتے ہیں
پیمائش طور عمر کرتے

☆☆☆

کل تک تو سادگی تھی مگر آج کیا سبب
پیمک لگائی ہے جو دلائی میں آپ نے

☆☆☆

دل سے پیوستہ ہے خار عشق وہ نازنیں
مجھ کو یہ کھٹکا ہے کھٹکے گا یہاں آتے ہوئے

☆☆☆

وحشت سے اس قدر ہیں مرے پیرہن میں چاک
پیوند بھی لگانے کی صورت نہیں رہی

☆☆☆

اب ہمارے بخت نے پایا عروج
اس کی پستی تھی بلندی کے لیے

☆☆☆

قصیدہ درمدح آقائے ولی نعمت حضور پرنور رستم دوراں افلاطون زماں مظفر الممالک رستم جنگ نظام الملک آصف جاہ فرماں فرمائے سلطنت حیدرآباد دکن صنہ اللہ عنہ الشرور والفتن وخلد اللہ ملکہم

ہیں رخ آصف سے کم تر آفتاب و ماہتاب
لاکھ چمکیں آسماں پر آفتاب و ماہتاب
اس خداوند تعالیٰ نے دیا شہ کو فراغ
نور سے جس کے منور آفتاب و ماہتاب
روئے روشن سے نہ کرتے اقتباس نور گر
اس قدر ہوتے نہ انور آفتاب و ماہتاب
آب و تاب گوہر تاج مرصع دیکھ کر
آب خجلت میں ہوئے تر آفتاب و ماہتاب
شاہ کا بخت بلند ان کو اگر نیچا دکھائے
فلس ماہی ہوں سراسر آفتاب و ماہتاب
شہ کے طالع میں جو ہے نجم سعادت کا فروغ
ایسے کب ہیں نیک اختر آفتاب و ماہتاب
آب و تاب حسن سے شہ کی ہوئے کیا کیا خجل
شمع و انجم لعل و گوہر آفتاب و ماہتاب

وصف طبع روشن آصف نہ ہوں جب بھی رقم
گر بنیں اوراق دفتر آفتاب و ماہتاب
جبہہ و رخسار آصف جاہ ہیں بالذات ایک
ہیں دو گوہر' ہیں دو جوہر' آفتاب و ماہتاب
جلوہ افزائی کرے گر پرتو نور جمال
آسماں سے بھی ہوں بڑھ کر آفتاب و ماہتاب
شاہ کا بحر سخا جس وقت آئے جوش پر
ہوں حباب آسا شناور آفتاب و ماہتاب
رشک شوق دید ملنے ہی نہیں دیتا انہیں
روز و شب باہم ہوں کیونکر آفتاب و ماہتاب
جب لٹائے سیم و زر آصف تو پھیلائیں نہ کیوں
اپنا دامن' اپنی چادر آفتاب و ماہتاب
آج جشن عید ہے اس طرہ دستار پر
آسماں کر دے نچھاور آفتاب و ماہتاب
آج وہ دربار ہے لائے بجائے اشرفی
نذر شہہ کو چرخ اخضر آفتاب و ماہتاب
آج وہ دن ہے کدیور بن کے گردوں جائے گل
لائے ڈالی میں لگا کر آفتاب و ماہتاب
جلوہ گاہ شاہ کا ثانی نظر آتا نہیں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں گھر گھر آفتاب و ماہتاب
روز و شب ایوان شاہی پر سعادت بار ہیں
سعد اصغر سعد اکبر آفتاب و ماہتاب
قصر عالی ہے وہ روشن ترکہ جس کے فرش میں
تختہ ہائے سنگ مرمر آفتاب و ماہتاب
شمسہ و مہتابی ایوان شہ کے رشک سے
روز و شب کھاتے ہیں چکر آفتاب و ماہتاب
فرش قالیں دیکھ کر ایوان آصف جاہ میں

منفعل ہیں چرخ اخضر آفتاب و ماہتاب
خواب گاہ شاہ میں گل تکیے ہیں زربفت کے
دو ہیں گویا زیب بستر آفتاب و ماہتاب
جشن و بزم جام مے ہے واعظان شہر بھی
کہتے ہیں بالائے ممبر آفتاب و ماہتاب
مدح حاضر میں پڑھوں وہ مطلع پرنور میں
جس کا ہر مصرع ہو یکسر آفتاب و ماہتاب

☆☆☆

مطلع

اس در دولت سے لیں زر آفتاب و ماہتاب
کاسہ دریوزہ بن کر آفتاب و ماہتاب
اے نظام الملک آصف جاہ اے شاہ دکن
تیرے جلوے سے محقر آفتاب و ماہتاب
جب ہوئے روکش تری چمکی ہوئی تقدیر سے
ہو گئے تانبے کا پتر آفتاب و ماہتاب
بخت روشن کے ترے ہیں زیر فرماں روز و شب
مثل خادم مثل چاکر آفتاب و ماہتاب
طالع فیروز تیرا ہے جواں روشن بلند
پیر ہے گردوں ، معمر آفتاب و ماہتاب
ملتے جلتے ہیں ترے آئینہ رخسار سے
ہیں نصیبے کے سکندر آفتاب و ماہتاب
عینک چشم حقیقت بیں کو تیری دیکھ کر
گر پڑے نظروں سے یکسر آفتاب و ماہتاب
ہے یہ شایاں خامہ تار شعاعی سے لکھیں
وصف تیرے اپنے دل پر آفتاب و ماہتاب
یوں دل فیاض روشن ہے ترا جس طرح سے

فیض گستر نور گستر آفتاب و ماہتاب

نور حق پر تو فگن یوں تیرے قلب صاف میں
جیسے آئینے کے اندر آفتاب و ماہتاب

تیرے نقش پا سے ہے فرق زمین و آسماں
پھرتے ہیں اوپر ہی اوپر آفتاب و ماہتاب

خاک تیری جلوہ گہ کی ان کو ہاتھ آئے اگر
مثل غازہ مل لیں رخ پر آفتاب و ماہتاب

تیری چشم نقش پا سے گر نہ پائیں فیض نور
ذرے ذرے سے ہوں احقر آفتاب و ماہتاب

یوں دل روشن ترا ہر ہر نفس کا رہ نما
جس طرح رہ روکے رہ بر آفتاب و ماہتاب

تیری خاک راہ کے ذرے ہیں روشن اس قدر
چمکے ہیں گویا زمیں پر آفتاب و ماہتاب

آرزو ہے مسند کمخواب کے بوٹے نہیں
پھرتے ہیں بے تاب و مضطر آفتاب و ماہتاب

تیری بزم عیش سے کیا رتبہ بزم جم کو ہو
ہے یہاں ہر جام و ساغر آفتاب و ماہتاب

قطرہ بحر کرم تیرا گر ہو اوج گیر
اس کو سمجھیں شیر مادر آفتاب و ماہتاب

شعلہ جوالہ کے مانند ہونے کو نثار
گرد تیرے کھائیں چکر آفتاب و ماہتاب

گرم و سرد عالم اسباب سے واقف ہے شاہ
کیا دکھائیں اپنے جوہر آفتاب و ماہتاب

قرض مہر و ماہ کی کیا اصل، شہ کی تیغ تیز
گر پڑے ٹکڑے ہوں یکسر آفتاب و ماہتاب

کیا سپر سے رک سکے شمشیر آصف جاہ کی
مثل جواز ہوں دو پیکر آفتاب و ماہتاب

گرد لشکر جب اڑے سوئے فلک وقت مصاف
ہوں مکدر سے مکدر آفتاب و ماہتاب
فتح جنگ آصف کے لشکر کے جہاں چمکیں علم
ہوں وہاں لاکھوں منور آفتاب و ماہتاب
ہیں منور کس قدر شہ کی سپر کے چار پھول
چار ہیں گویا سمٹ کر آفتاب و ماہتاب
ایسے سر لشکر ہیں لشکر کے یہاں روشن دماغ
جیسے کل انجم کے افسر آفتاب و ماہتاب
شاہ آصف کی جو بے حد مثل انجم ہے سپاہ
ہیں علم بردار لشکر آفتاب و ماہتاب
شاہ آصف کی جو وقت جنگ ہو نیزہ بلند
برج سے نکلیں نہ باہر آفتاب و ماہتاب
نقرہ و شبدیز تیرے گر اڑیں سوئے فلک
کیا تعجب کھائیں ٹھوکر آفتاب و ماہتاب
ہیں ترے نقش سم توسن بھی یوں زیب زمیں
آسماں پر جیسے زیور آفتاب و ماہتاب
وقت جولاں گر سمند شاہ کی لے جائے خاک
مان لیں احسان صرصر آفتاب و ماہتاب
چاند سورج زیب پیشانی ہیں فیل شاہ کے
کیوں نہ شرمائیں فلک پر آفتاب و ماہتاب
تیری چشم قہر اٹھ جائے اگر سوئے فلک
خوف سے ہو جائیں پتھر آفتاب و ماہتاب
عکس افگن ہو اگر بدخواہ کا بخت سیاہ
خال سے بھی ہوں سیہ تر آفتاب و ماہتاب
طالع دشمن میں ہے بے کار ایسی روشنی
جیسے کاغذ پر مصور آفتاب و ماہتاب
کب سیہ کاری عدو کی چھپ سکے روز جزا

مہر ہوں گے بہر محضر آفتاب و ماہتاب
کیا عجب ہے تیغ کھینچیں طالع بدخواہ پر
ترک گردوں کے برابر آفتاب و ماہتاب
داغ دل داغ جگر دشمن کے تیرے ہاتھ سے
آ گئے یہ زیر خنجر آفتاب و ماہتاب
لائے گر عہد مبارک میں نحوست کی گھڑی
ہوں زحل پر حملہ آور آفتاب و ماہتاب
اس طرح فخر سلاطیں شاہ و شہزادہ ہیں آج
جیسے سیاروں میں انور آفتاب و ماہتاب
شاہ آصف اور شہزادہ رہیں تا دور چرخ
ہیں یہ دو فرخندہ گوہرآفتاب و ماہتاب
ہے یہ زیبا آئینہ ان کو دکھائیں روز و شب
مثل خادمؔ مثل چاکر آفتاب و ماہتاب
ہے یہی زیبا کہ ہوں فرق مبارک پر نثار
بن بنا کر نقرہ و زر آفتاب و ماہتاب
ہو دوبالا بخت روشن قلب روشن کا فروغ
چرخ پر جب تک ہیں انور آفتاب و ماہتاب
جلوہ گر ان کی محبت دل میں آصف کے رہے
تھے جو سبطین پیمبر آفتاب و ماہتاب
داغ یہ شاہ دکن کی مدح ہے کیونکر نہ ہوں
شعر تیرے اے ثنا گر! آفتاب و ماہتاب
آسماں نے دو کھائے اور مدح شاہ میں
ہم نے چمکائے اکھتر آفتاب و ماہتاب

☆☆☆

ولہ فی المدح

جود و سخا نظام کی ہمت کے ساتھ ہے
وابستہ خلق دامن دولت کے ساتھ ہے

دنیا میں نام آپ کا شہرت کے ساتھ ہے
شہرت بھی ہے اگر تو حکومت کے ساتھ ہے

دل میں جو حوصلہ ہے تو جرات کے ساتھ ہے
آنکھوں میں ہے حیا تو مروت کے ساتھ ہے

آصف کو الفت ایسی رعیت کے ساتھ ہے
جیسی رسول پاکؐ کو امت کے ساتھ ہے

چونتیسویں ہے سال گرہ اب حضور کی
ساعت یہ نیک یمن و سعادت کے ساتھ ہے

کیونکر خطاب میں نہ فلاطون عصر ہو
جو بات ہے وہ فہم و فراست کے ساتھ ہے

جو ہے خدا کا حکم وہی بادشاہ کا
طاعت کا لطف ہم کو اطاعت کے ساتھ ہے

کیا اتباع حکم شریعت ہے رات دن
کیا اعتقاد اہل طریقت کے ساتھ ہے

بدخواہ کا نظر سے کلیجا نکل پڑے
وہ دبدبہ حضور کا سطوت کے ساتھ ہے

اولاد سے زیادہ ہے منظور پرورش
کیسی رعایت اپنی رعیت کے ساتھ ہے

جو کام مقتضی ہے ریاست کے واسطے
سطوت کے ساتھ ہے وہ سیاست کے ساتھ ہے

کیونکر ہرا بھرا نہ رعیت کا باغ ہو
مثمر یہ بادشاہ کی نیت کے ساتھ ہے

مسکیں نواز بھی ہے، مسافر نواز ہے

کیا پرورش اہالی غربت کے ساتھ ہے
دنیا کی ہے زبان پہ شاہ دکن کا لطف
چرچا یہی تو حرف و حکایت کے ساتھ ہے
جرم و خطا کے واسطے تفتیش ہے بدیر
عفو خطا اگر ہے تو عجلت کے ساتھ ہے
یہ اتحاد چاہیے انسان کے لیے
سیرت کا حسن خوبی صورت کے ساتھ ہے
نوکر کی آبرو سے ہے آقا کی آبرو
کیا پرورش ہر ایک کی عزت کے ساتھ ہے
آصف دلیر و شیر فگن وہ ہے جس کی دھاک
سارے بہادروں میں شجاعت کے ساتھ ہے
آصف ہے وہ خلیق کہ باغ جہاں میں آج
خوشبوئے خلق جس کی لطافت کے ساتھ ہے
آصف کا ہے وہ طالع افروز و ارجمند
جس کا عروج شوکت و حشمت کے ساتھ ہے
آصف کا حق تھا حق نے جو شاہ دکن کیا
جو کام ہے خدا کا وہ حکمت کے ساتھ ہے
کیا منصفی ہے طبع میں بدو شعور سے
کیا راستی مزاج میں خلقت کے ساتھ ہے
اہل زمیں کو فخر نہ کیوں ہو کہ واسطہ
اک آسمان جاہ و جلالت کے ساتھ ہے
دست نظام میں رہے یا رب عنان دیں
اسلام جب تک اسم شریعت کے ساتھ ہے
آصف رہے ہزار برس جس کی سلطنت
شان و شکوہ و شوکت و عظمت کے ساتھ ہے
یا رب! دعا ہو داغ گو کی مستجاب
اس کی دعا امید اجابت کے ساتھ ہے

قطعہ در تعریف انبہ دکن

شاہ نے دیں آم بھری کشتیاں
بحر عطا کیا ہی ہوا موج زن

کشتیوں میں آم جو ہیں رنگ رنگ
داغ کا گھر آج ہے رشک چمن

سرخ میں ہے لالہ رخوں کی بہار
سبز میں ہے سبز خطوں کی پھبن

زرد میں ہے رنگ گل زعفراں
کیسری پوشوں کی ہے اک انجمن

آم سے منہ پر ہے سیاہی کہ ہے
مردمک چشم بت سیم تن

الفن و مرغوبہ الذا اثمر
ذائقے میں غیرت شہد عدن

ایسے کہاں پریوں کے پر سبز سبز
ایسے کہاں حوروں کے سیب ذقن

طوطا پری لال دیا دل پسند
کہتے ہیں نامی انہیں اہل دکن

آم ہرا جام زمرد کی شکل
لال دیا صورت لعل یمن

سونگھ کے ہو جائے معطر دماغ
منہ پہ مگر ان سے ہے مشک ختن

رنگ ہے وہ شوخ کہ جیسے پری
اور وہ خوش بو کہ معطر دلہن

گر کبھی یاں آموں کا رس چوس لیں
ہونٹ ہی چاٹا کریں شیریں دہن

انبہ شیریں جو اسے ہو نصیب

نام بھی شیریں کا نہ لے کوہ کن
جنت دنیا کے یہی تو ہیں آم
ان کا ہی مصلح ہے بہشتی لبن
ایسے رسیلے ہیں وہ نازک ہیں پوست
جیسے کہ ہوں دل پر نازک بدن
سینکڑوں قسمیں اسی میوے کی ہیں
پھر ہے یہ افراط کہ لاکھوں ہی من
واقعی ان آموں کی تعریف میں
کم ہے جہاں تک کہیں اہل سخن
قاش بنے اس کی جو اپنی زباں
قند کا کوزہ بنے اپنا دہن
دیکھیے شیرینی گفتار پھر
نطق بھی چپکے دم عرض سخن
نام تو ہے گرچہ یہ معنی نہ ہوں
شرکت اسی ہے شیریں ہے دہن
مجھ کو یہ مصرع بہت آیا پسند
انبتہ اللہ نباتاً الحسن
پھولے پھلے شاہ کا باغ مراد
اور ثمریاب ہوں اہل زمن
فیض رساں داغ کو یارب رہے
خسرو محبوب نظام دکن

☆☆☆

قطعہ بطور ہدایت نامہ کہ حسب استدعائے خاکسار احسن وقت تالیف جلوہ داغ برائے فصیح اللغات ارشاد فرمودند فی البدیہہ

اپنے شاگردوں کو یہ عام ہدایت ہے مری
کہ سمجھ لیں تہ دل سے وہ بجا و بے جا
شعر گوئی میں رہیں مد نظر یہ باتیں
کہ بغیر ان کے فصاحت نہیں ہوتی پیدا
چست بندش ہو نہ ہو سست یہی خوبی ہے
وہ فصاحت سے گرا شعر میں جو حرف دبا
عربی فارسی الفاظ جو اردو میں کہیں
حرف علت کا برا ان میں ہے گرنا دبنا
الف وصل اگر آئے تو کچھ عیب نہیں
لیکن الفاظ میں اردو کے یہ گرنا ہے روا
جس میں گنجلک نہ ہو تھوڑی بھی صراحت ہے وہی
وہ کنایہ ہے جو تصریح سے بھی ہو اولیٰ
عیب و خوبی کا سمجھنا ہے اک امر نازک
پہلے کچھ اور تھا اب رنگ زباں اور ہوا
یہی اردو ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے
اہل دہلی نے اسے اور سے اب اور کیا
مستند اہل زباں خاص ہیں دلی والے
اس میں غیروں کا تصرف نہیں مانا جاتا
جوہری نقد سخن کے ہیں پرکھنے والے
ہے وہ ٹکسال سے باہر جو کسوٹی نہ چڑھا
بعض الفاظ جو دو آئے ہیں اک معنی میں
ایک کو ترک کیا ، ایک کو قائم رکھا
ترک جو لفظ کیا اب وہ نہیں مستعمل

اگلے لوگوں کی زباں پر وہی دیتا تھا مزا
گرچہ تنقید بری ہے مگر اچھی ہے کہیں
ہو جو بندش میں مناسب تو نہیں عیب ذرا
شعر میں حشو و زواید بھی برے ہوتے ہیں
ایسی بھرتی کو سمجھتے نہیں شاعر اچھا
گر کسی شعر میں ایطائے جلی آتا ہے
وہ بڑا عیب ہے کہتے ہیں اسے بے معنی
استعارہ جو مزے کا ہو مزے کی تشبیہہ
اس میں اک لطف ہے اس کہنے کا پھر کیا کہنا
اصطلاح اچھی مثل اچھی ہو بندش اچھی
روز مرہ بھی رہے صاف فصاحت سے بھرا
ہے اضافت بھی ضروری مگر ایسی تو نہ ہو
ایک مصرع میں جو ہو چار جگہ بل کہ سوا
عطف کا بھی ہے یہی حال یہی صورت ہے
وہ بھی آئے متوالی تو نہایت ہے برا
لف و نشر آئے مرتب وہ بہت اچھا ہے
اور ہو غیر مرتب تو نہیں کچھ بے جا
شعر میں آئے جو ایہام کسی موقع پر
کیفیت اس میں بھی ہے وہ بھی نہایت اچھا
جو نہ مرغوب طبیعت ہو بری ہے وہ ردیف
شعر بے لطف ہے گر قافیہ ہو بے ڈھنگا
ایک مصرع میں ہو تم دوسرے مصرع میں ہو تو
یہ شتر گربہ ہوا میں نے اسے ترک کیا
چند بحریں متعارف ہیں فقط اردو میں
فارسی میں، عربی میں ہیں مگر ان کے سوا
مختصر یہ ہے کہ ہوتی ہے طبیعت استاد
دین اللہ کی ہے جس کو یہ نعمت ہو عطا

بے اثر نہیں ہوتا کبھی مقبول کلام

اور تاثیر وہ شے ہے جسے دیتا ہے خدا

گرچہ دنیا میں ہوئے اور ہیں لاکھوں شاعر

کسب فن سے نہیں ہوتی ہے یہ خوبی پیدا

سید احسن جو مرے دوست بھی شاگرد بھی ہیں

جن کو اللہ نے دی فکر رسا طبع رسا

شعر کے حسن و قبائح جو انہوں نے پوچھے

ان کی درخواست سے اک قطعہ برجستہ کہا

پند نامہ جو کہا داغ نے بے کار نہیں

کام کا قطعہ ہے یہ وقت پہ کام آئے گا

☆☆☆

سہرا بتقریب مسرت قریب کدخدائی حضور پرنور آصف جاہ سادس

خلد اللہ ملکہ وضاعف اجلالہ

یہ سجا آصف نوشاہ تجھی پر سہرا
عیش کا طرہ ہے شادی کا ترے سر سہرا
ہے وہ نشاہ کی پرنور جبیں پر سہرا
اس سے چمکانے لگا اپنا مقدر سہرا
مردم دیدہ بھی یہ چاہتے ہیں پیش کریں
کشتیٔ چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا
لاگ سے لڑتی ہے ایک ایک لڑی مل مل کر
گل و گوہر کا جو ہے سہرے کے اوپر سہرا
گل ہیں شاداب تو موتی ہیں نہایت خوش آب
تو لیے دونوں کا نظروں میں برابر سہرا
گرمیٔ حسن سے بے چین ہیں ساری لڑیاں
رخ نوشہ پہ ہوا کھائے نہ کیونکر سہرا
اپنے ہاتھوں تری کی بھی لیتی ہیں بلائیں مالن
کیسی اترائی ہے شاہانہ بنا کر سہرا
ایسے سہرے کے لیے چاہیے تقدیر بھی شرط
کب ہوا خسرو جم کو یہ میسر سہرا
کیا خوشی اس کو ہے پھولا یہ سماتا ہی نہیں
اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا
تیرے ہی فرق مبارک کے لیے زیبا ہے
یہ معنبر یہ معطر یہ منور سہرا
سر مو برق تجلی سے نہ پایا کچھ فرق
رخ سے سرکا جو ذرا بال برابر سہرا
آئینہ سکتے میں تھا آرسی مصحف کے وقت

اٹھ گیا دولہا دُلہن کا جو برابر سہرا
جیسے دریا میں ہو سورج کی کرن جلوہ نما

یوں ہوا عکس فگن فرش صفا پر سہرا
آئینہ ہے رخِ نوشاہ کا جو اس کے پاس

بن گیا اپنے نصیبے کا سکندر سہرا
یہی شہر ہے، یہی دھوم، یہی چرچا ہے

آدم و حور و پری گاتے ہیں گھر گھر سہرا
جاں نثاروں کو ترے شوق ہے یہ آج کے دن

لائیے اپنی رگِ جان کا بنا کر سہرا
یہ وہ نوشاہ ہے محبوب نظام آصف جاہ

ہو مبارک اسے یا خالقِ اکبر سہرا
مصحفِ روئے کتابی کی ہیں سطریں لڑیاں

رخِ نوشہ کا محافظ ہے مقرر سہرا
یہ بنا اور بنی کے لیے زیبا ہے بناؤ

بیاہ کی رسم ہے شادی کا ہے زیور سہرا
حق بجانب ہے اگر شاہ سے ہو داد طلب

تو نے اسے داغ کہا سب سے بچا کر سہرا

☆☆☆

جھولا جو شہزادہ ولی عہد بہادر کے لیے تیار ہوا تھا

واہ کیا لاڈلے پیارے کا ہے پیارا جھولا
نہیں دیکھا نہیں دیکھا کہیں ایسا جھولا
پنج شاخوں کی نظر روشنی آئی جس وقت
انگلیاں اٹھنے لگیں سب کی وہ آیا جھولا
حرکت قلب کی جس طرح سے ہے روح فزا
استراحت کے لیے چاہیے ایسا جھولا
کل ہے یہ راحت و آرام و سکوں کی گویا
وہیں نیند آ گئی جس وقت جھلایا جھولا
ہو گیا رات کا دن روشنی ایسی پھیلی
مثل خورشید جہاں تاب جو چمکا جھولا
لوریاں دینے لگیں گائنیں دھیمے سر میں
شاہزادے کو جو آہستہ جھلایا جھولا
مردم چشم کو تھا شوق کریں استقبال
بڑھ چلے آنکھوں سے جس دم نظر آیا جھولا
نفع دیتا ہے بصارت کو طلائے خالص
بڑھ گیا نور جب آنکھوں میں سمایا جھولا
موجیں کرتی ہے جو کھاتی ہوا اس کی نسیم
فرحت افزا ہے کہاں ایسی ہوا کا جھولا
سینکڑوں پلتے ہیں اس پالنے کے باعث سے
اہل خدمت کا یہ ہے پالنے والا جھولا
اس کی جنبش بھی ہے مثل نفس جاں پرور
بڑھ گیا ہاتھ کا دم جس نے جھلایا جھولا
ایسی تصنیف کو زیبا ہے یہ موسم اے داغ
ہم نے ساون میں اسی واسطے لکھا جھولا

سلام

ہائے یوں پیاس میں مانگے علی اصغر پانی
آب پیکاں سے ملے بوند برابر پانی

رن میں جب پہنچے نہ تا آل پیمبر پانی
عرق شرم میں کیونکر نہ رہے تر پانی

قحط پانی کا ہوا آل نبیؐ پر ایسا
ہو گیا خشک عناصر میں بھی یکسر پانی

بولی تقدیر پلاؤ گے کسے لے جا کر
چلے مشکیزے میں عباسؑ جو بھر کر پانی

وائے تقدیر بہا خون دریا ان میں
مانگتے تھے جو بہتر سے بہتر پانی

وائے حسرت کہ پئیں اہل حرم خون جگر
اور اعدا کا پئے سامنے لشکر پانی

تیر باراں کریں اعدا یہ قیامت دیکھو
آسماں سے نہ گرے بوند برابر پانی

اتنی مدت رہے بے آب وہ بچے پیاسے
یاد ان کو نہ رہا پیتے ہیں کیونکر پانی

شاہ کی تشنہ لبی یاد جو آئی اس وقت
پھینکا عباسؑ نے چلو میں اٹھا کر پانی

ہائے وہ بحر کرم ابر عطا یوں ترسے
تیسرے دن بھی نہ ہو شہ کو میسر پانی

ڈوب جاتی عرق شرم میں تو بہتر تھا
اے زمیں تجھ میں رہا نام کو کیونکر پانی

خیمہ شاہ میں گم نام تھا پانی ایسا
نہ پھرا عابد بیمار کے منہ پر پانی

اشقیا سب ہوئے فی النار برس ہی دن میں

حشر سے پہلے سزائیں تھیں مقرر پانی
العطش سب کی زباں پر تھا کوئی دے نہ سکا
باپ بیٹے کو برادر کو برادر پانی

خون کے گھونٹ بھی مشکل سے پیے جاتے تھے
مانگتے سبط نبی کیا تہ خنجر پانی

آبرو خاک ہو دنیا میں تری نہر فرات
آل احمدؐ کو دیا تو نے نہ بڑھ کر پانی

بچے رو رو کے کریں اپنا لہو پانی ایک
اور ترسائیں لعیں ان کو دکھا کر پانی

چشم نقش کف پا میں بھی آنسو بھر آئیں
خاک پر گر کے جو مانگے علی اکبر پانی

یہ بھی ہمراہ اگر آل نبی کے ہوتے
خضر و الیاس کو ہوتا نہ میسر پانی

موج سمجھو نہ اسے تشنہ لبی پر شہ کی
پھیرتا اپنے گلے پر ہے یہ خنجر پانی

یہ دعا داغ کی ہے میں نہ رہوں تشنہ دہن
مجھ کو دیں ساقیٔ کوثر لب کوثر پانی

☆☆☆

قطعات تاریخ

قطعہ تاریخ عطیہ گھڑیاز بارگاہ سلطانی حضور نظام الملک خلد اللہ ملکہ

شجاعت سخاوت ہمیشہ ہے توام
وہ آصف میں پائی وہ آصف میں دیکھی

ادھر شیر مارے ادھر توڑے پنجے
خدا نے یہ جرات یہ ہمت عطا کی

عناں جب اٹھائی تو پھر کون روکے
نہ ندی نہ نالا نہ جنگل نہ جھاڑی

ہوا یہ کسے شوق صید افگنی کا
نہ برسات مانے نہ گرمی نہ سردی

بہت سے مرے سامنے شیر مارے
لگی شیر کے سر میں یا دل پہ گولی

دل و دست جب تک نہ قبضے میں ہوں گے
لگے گی نہ ہر بار بندوق ایسی

اڑائے روپے پھینک کر آسماں پر
لگی ہر روپے کے نشانے پہ گولی

جو لی بائیں شانے پہ بندوق شہ نے
تو حیرت ہوئی چشم مردم پہ طاری

خصوصاً مجھے تھا تحیر کا عالم
کہ حضرت لگاتے ہیں بندوق یوں بھی

اڑائے بہت اس طرح بھی نشانے
کسی میں سنی تھی نہ یہ بات دیکھی

کوئی کیوں پریشاں ہو جب پے بہ پے ہو
ترحم، تلطف، تسلی، تشفی

توجہ ہر اک پر خبر گیر سب کے

پھر اس پر خیالات مالی و ملکی
فراست میں رشک فلاطون و لقماں
طبیعت میں کان سخا جان معنی
مرے حال پر جو عنایت ہے اب تک
وہ مشہور عالم ہوئی ہے کہانی
سراسر کرم ہے یہ شاہ دکن کا
بھلا کیا ہوں میں اور کیا میری ہستی
سلاطین عالم سے کیا مجھ کو مطلب
کسی سے غرض ہے نہ پروا کسی کی
نہیں ہفت اقلیم سے کچھ تمنا
کہ اپنے لیے ہے یہ سرکار عالی
ہوئی ابتدا سے وطن ہی میں حاصل
نمک خواری شاہ جم جاہ دہلی
پس غدر تھا رام پور اپنا مسکن
مری قدر کی سب نے لیکن نہ ایسی
یہاں مجھ کو بخت رسا کیوں نہ لاتا
اب وجد ہوئے سب رئیس و سپاہی
ملا بادشاہ قدر دان ہنرور
بگڑ کر بنی ہے یہ قسمت کی خوبی
سعادت کا ہو اپنے طالع کو مژدہ
مبارک ہو بخت رسا کو ترقی
یہی آرزو ہے، یہی ہے تمنا
کوئی کام انجام ہو حسب مرضی
ادا ہو نہ حق نمک جب بھی ہرگز
تصدق ہو سو جان سے گریہ فدوی
کرم پر کرم ہے، عطا پر عطا ہے
یوں ہی یا الٰہی! رہے لطف شاہی

نمک خوار کی پرورش ہر طرح ہے
زہے دل نوازی، زہے سرفرازی
گھڑی جب ملی مجھ کو میں نے یہ جانا
مرے بخت کی ساعت نیک آئی
ستاروں سے روشن وہ ہیرے جڑے ہیں
کہ خورشید کی آنکھ بھی جن سے جھپکی
لکھو اس گھڑی داغ تاریخ زیبا
مرصع منور گھڑی شاہ نے دی

۱۳۱۱ھ

☆☆☆

تاریخ عطیہ توڑا طلائی از حضور پر نور دام اقبالہم

عطیات پیہم کا کیا شکر ہو
کہ فدوی کو کیا کیا عنایت ہو
بدیہہ کہو داغ تاریخ تم
یہ سونے کا توڑا عنایت ہوا

۱۳۱۲ھ

☆☆☆

تاریخ عطیہ تیغ آبدار از اعلیٰ حضرت دام اقبالہم

تیز ہیں تیز نگاہوں سے بھی ان کی دھاریں
یہ وہ تلواریں ہیں زخموں کا نہیں جن کے علاج
گھاٹ دونوں کے خوش اسلوب ہیں دونوں یکتا
جوہر و آب کی یہ شکل کہ بحر مواج
مغربی اور جنوبی ہیں یہ دونوں بے مثل
سربسر ہیں سر بدخواہ انہی کے محتاج
تیرے قبضے میں ہے تاریخ عطائے شاہی

لکھ دے اے داغ عنایت ہوئیں تلواریں آج

۱۳۱۲ھ

☆☆☆

تاریخ اضافہ تنخواہ خود

ہو گیا میرا اضافہ آج دونے سے سوا

یہ کرم اللہ کا ہے یہ عنایت شاہ کی

اس ترقی کی کہو اے داغ یہ تاریخ تم

ابتدا سے اپنی ساڑے پان سو نقدی پڑی

۱۳۱۲ھ

☆☆☆

تاریخ شرف حضوری دربار حضور نظام دام ملکہم

قدم بوس حضرت کا حاصل ہوا

بڑے شوق سے اور ارمان سے

حضوری کی تاریخ پوچھیں اگر

یہ کہہ دو ملے داغ سلطان سے

۱۳۰۵ھ

☆☆☆

قطعہ تاریخ طبع جلوہ داغ یعنی سوانح عمری خود

زندگی کے مرے احسن نے سوانح لکھے

عمر کے باغ کا یہ آنکھ سے جلوہ دیکھو

داغ نے مصرع تاریخ کہا برجستہ

جلوہ داغ کا یہ آنکھ سے جلوہ دیکھو

۱۳۱۰ھ

☆☆☆

قطعہ تاریخ سال گرہ حضور نظام دکن (ناتمام)

بالیدگی نشاط کو ایسی ہے آج کل
بارش میں جس طرح کہ زراعت کو ہو نمو
دن رات ہے یہ داغ نمک خوار کی دعا
خوش حال خیر خواہ ہوں بدحال ہوں عدو
کیا شاندار مصرع تاریخ ہے یہ داغ
پینتیسویں ہے سال گرہ جل شانہ

۱۳۱۸ھ

☆☆☆

تاریخ شکار کردن اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ

بال باندھا ہے نشانہ شہ کا
ایسی بندوق سے کیا بچ کر جائے
داغ نے سن کے کہی ہے تاریخ
ایک زخمی سا گیا دو شیر

۱۳۱۱ھ

☆☆☆

تاریخ طبع "تحقیقات ضیا" مولفہ مرزا حافظ منیر الدین صاحب ضیا دہلوی

کتاب اچھی لکھی جناب ضیا نے
زہے محنت بے حد وسعی موفور
جو پوچھے کوئی داغ تاریخ اتمام
یہ کہہ دو پسندیدہ تصحیح دستور

۱۳۲۱ھ

☆☆☆

تاریخ انتقال محبوب خاں صاحب مرحوم

در عہد برنائی کشیدہ رخت رحلت از جہاں
حامد تخلص داشت آں فرزانہ عالی خانداں
پر سید چوں سال وفات از ہاتف غیبی ہمیں
در گوش داغ آمد نداشد درجناں محبوب خاں

۱۳۲۱ھ

☆☆☆

تاریخ طبع) ''خمکدۂ خیال'' دیوان احسان شاہجہانپوری

کان معنی جان مضمون حسن عشق و حسن عشق
ہے عجب دیوان کیا کہنا ہے اس دیوان کا
خوب لکھی ہے داغ نے تاریخ سن کر یہ سلام
گوش اہل عشق پر احسان ہے یہ احسان کا

۱۳۱۰ھ

☆☆☆

تاریخ وفات حسرت آیات یگانہ روزگار فرد فرید امیر الشعرا جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی مرحوم

وائے ویلا چل بسا دنیا سے وہ
جو مرا ہم فن تھا میرا ہم صفیر
مصطفیٰ آباد سے آیا دکن
یہ سفر تھا اس مسافر کا اخیر
کیا کہوں کیا کیا ہوئیں بیماریاں
کیا لکھوں تفصیل امراض کثیر

مبتلائے حدت صفرا و تپ
مورد آزار اسہال و زحیر
گو بظاہر تھا امیر احمد لقب
در حقیقت باطناً پایا فقیر
شاہ مینا سے ہے نسلی سلسلہ
شاعری میں خاص تلمیذ اسیر
ہے دعا بھی داغ کی تاریخ بھی
قصر عالی پائے جنت میں امیر
۱۳۱۸ھ

☆☆☆

ایضاً

چل بے داغ کے بہت احباب
رات دن جن کے غم میں ہے دلگیر
آج اس غم کی یہ کہی تاریخ
اب ہوا آہ! دل پہ داغ امیر
۱۳۱۸ھ

☆☆☆

ایضاً

کر گئے رحلت امیر احمد امیر
اب نشاط زندگی جاتا رہا
مل گئی تاریخ دل سے داغ کے
آہ لطف شاعری جاتا رہا
۱۳۱۷ ۱ ۱۳۱۸ھ

☆☆☆

تاریخ تالیف رسالہ مثلث مثلاً مولفہ خاکسار احسن مارہروی

ایسی محنت کی داد دیتا ہوں
مرحبا احسن خجستہ خصال
مثلیں خوب جمع کیں تم نے
نظم ان کو کیا ہے حسب الحال
گرچہ ہے یہ مفید سب کو مگر
پائیں گے منفعت سوا اطفال
لکھ دو اے داغ مصرع تاریخ
یہ بنا ہے خزینۃ الامثال
۱۳۱۸ھ

☆☆☆

تاریخ اجرائے اخبار پنجہ فولاد لاہور حسب فرمائش منشی محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر

ہوا ہے پنجہ فولاد جاری
خریدارو! نیا اخبار دیکھو
جناب فوق کی گل کاریوں سے
ہوا اخبار یہ گلزار، دیکھو
نئی خبریں بہت سچی ملیں گی
جو ہو کر طالب دیدار دیکھو
نظر چڑھ جائے گر اہل نظر کی
پھر اس کی گرمی بازار دیکھو
یہی چرچہ تو پرچا تا ہے دل کو
نہ ہو گا اس سے دل بیزار دیکھو
اٹھاؤ رکھ کے سو سو بار اس کو
اگر دیکھو تو سو سو بار دیکھو

سنا دو مصرع تاریخ اے داغ
یہ لو اخبار جوہر دار دیکھو
۱۳۱۹ھ

☆☆☆

تاریخ انتقال بوٹا پہلوان پنجابی حسب فرمائش ایڈیٹر پنجہ فولاد

وہ دلاور اور وہ شہ زور دنیا سے گیا
جس کی شہ زوری سے تھا شیر نیستاں منفعل
داغ نے یہ مصرع تاریخ برجستہ کہا
رستم ہند آہ بوٹا پہلوان دیو دل
۱۳۲۲ھ

☆☆☆

تاریخ طبع دیوان اول جناب سید ظہیر الدین حسین صاحب ظہیر دہلوی

ہوئی شہرت کلام خوش بیاں کی
سنی ہم نے نوید جاں فزا اب
لکھا ہے داغ نے یہ مصرع سال
ظہیر الدین کا دیواں چھپا اب
۱۳۱۶ھ

☆☆☆

تاریخ طبع دیوان جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب راسخ دہلوی

کہا دیوان اور اچھا کہا وہ
غنیمت ہے غنیمت ہے یہ شاعر
کہی ہے داغ نے تاریخ اتمام
کلام مولوی راسخ ہے نادر
۱۳۱۴ھ

☆☆☆

تاریخ طبع دیوان سید محمد اختر صاحب اختر نگینوی شاگرد مصنف

کرشمہ طبع روشن نے دکھایا
دیکھ کراں کو خوش ہوں خاص و عام
کہا ہے داغ نے یہ سال اس کا
زہے جادو چھپا دیوان اختر
۱۳۱۹ھ

☆☆☆

تاریخ طبع دیوان موج نسیم مصنفہ مولوی سید نذیر احسن صاحب نسیم ہلسوی عظیم آبادی شاگرد مصنف

چھپ گیا ہے نسیم کا دیوان
دیکھ کر اس کو خوش ہوں خاص و عام
داغ سے سن کے مصرع تاریخ
چاہو موج نسیم باغ کلام
۱۳۱۸ھ

☆☆☆

تاریخ طبع دیوان جناب معلیٰ القاب بابو سید سعادت علی خان صاحب والی ریاست پیغمبر پور ضلع دربھنگا شاگرد مصنف

کلام ایسا چھپا ہے دیکھیے حضرت سعادت کا
سخن کے قدر دانوں پہ یہ احسان سعادت ہے
یہ وہ جان سخن سب جس کو جان عشق کہتے ہیں
یہ وہ نشان سخن جس سے عیاں شان سعادت ہے
زباں نے گل فشانی کی ہے ہر ہر شعر میں کیا کیا

سخن سے یہ پھلا پھولا گلستاں سعادت ہے
مبارک باد باہم پتلیاں آنکھوں کو دیتی ہیں
یہ وہ دیواں ہے جس میں جمع سامان سعادت ہے
کہا یہ مصرع تاریخ دیکھو داغ نے کیسا
مبارک انجمن افروز دیوان سعادت ہے
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

تاریخ طبع دیوان صنم خانہ عشق حضرت امیر مینائی مغفور

وہ کیا دیواں کہا ہے لاجواب
ابتدا سے انتہا تک بے نظیر
شوخی الفاظ ہے یا برق شوخ
بارش مضموں ہے یا ابر مطیر
لفظ ، مصرع، بیت سب جادو بھرے
دل فریب و دلستاں و دل پذیر
ہر نکیلا شعر دل میں چبھ گیا
اس سے بڑھ کر کوئی کیا مارے گا تیر
یہ سخن ہے لایق بزم سخن
یہ سخن ہے قابل شاہ و وزیر
یہ کلام ایسا کلام! اتنا کلام
ہے نشان مصحفی شان اسیر
محو ہو جاتے جو اس کو دیکھتے
ناسخ و آتش تو کیا مرزا و میر
فیض لیں اس سے فغانی و فغاں
داد دیں اس کی ظہیرا و ظہیر
مستند کیونکر نہ ہو ایسا کلام
جو کہا گویا ہے پتھر کی لکیر

بھاگنے کی راہ ڈھونڈیں عیب جو
اپنا اپنا کان پکڑیں حرف گیر
آج ہے یہ طوطی معجز بیاں
بلبل ہندوستاں کا ہم صفیر
ایسا استاد زمانہ پھر کہاں
زندہ رکھ تو اس کو یارب قدیر
ہے یہی اے داغ اس کا سال طبع
کہہ دے تو زیبا خیالات امیر
۱۳۱۳ھ

☆☆☆

ایضاً

اس گنج سخن سے تا قیامت
محروم نہ ہوں گے طالب فیض
یہ داغ نے سال طبع لکھا
دیوان امیر صاحب فیض
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

قطعہ تاریخ سالگرہ حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

اے شاہ دیں پناہ ترے عہد میں نہ کیوں
حج و زکوۃ و کلمہ و روزہ نماز ہو
شاہا یہ تیری ذات خجستہ صفات ہے
زیبا ہے اہل ملک کو جو فخر و ناز ہو
آباد کیوں نہ ملک ہو مخلوق کیوں نہ شاد
جب تجھ سا بادشاہ رعیت نواز ہو
آصف کے عہد عدل میں ممکن نہیں کبھی

آمادہ فساد کوئی فتنہ ساز ہو
بدخواہ و نیک خواہ کی حالت یہی رہے
یہ سرنگوں ہمیشہ ہو وہ سرفراز ہو
گزرے تمام عمر نشاط و خوشی کے ساتھ
دل پر ترے ہمیشہ در عیش باز ہو
دونوں جہاں میں کام بنیں حسب مدعا
ہر دم معین کار ترا کارساز ہو
کیونکر نہ نیک و بد سے زمانے کے ہو خبر
اچھے برے میں جبکہ تجھے امتیاز ہو
لکھی ہے یہ دعائیہ تاریخ داغ نے
سینتیسویں ہے سالگرہ سن دراز ہو
۱۳۲۰ھ

☆☆☆

تاریخ انتقال محمد عبداللہ خاں مرحوم ساکن کرنال

ایزد غفار آمرزش کند
مرد لائق شخص فائق بود آں
مصرع تاریخ رحلت گفت داغ
آہ شد از دہر عبداللہ خاں
۱۳۲۰ھ

☆☆☆

تاریخ شکار حضور نظام

رستم دوراں نظام الملک سلطان دکن
نام نامی فتح جنگ اس کا کیا اللہ نے
داغ نے اس شیر افگنی کا مصرع تاریخ لکھ
آپ مارا شیر اچھا شاہ آصف جاہ نے

۱۳۱۱ھ

☆☆☆

تاریخ تسمیہ خوانی شاہزادہ حضور نظام

تسمیہ خوانی ہوئی ہے شاہزادے کی جو آج
بادشاہ کے ساتھ یا اللہ مبارک ہو سب کو
داغ نے یہ مصرع تاریخ برجستہ کہا
چھوٹے شہزادے کی بسم اللہ مبارک سب کو ہو

۱۳۱۱ھ

☆☆☆

تاریخ سالگرہ حضور نظام

حضرت کی جو ہے سالگرہ کی شادی
عالم کو غم و رنج سے ہے آزادی
اے داغ چلو تم بھی پڑھو یہ تاریخ
دو آج نظام کو مبارک بادی

۱۳۱۱ھ

☆☆☆

تاریخ ختم سیپارہ شہزادہ حضور نظام

یہ ہوئی ہدیہ سی پارہ کی شادی ایسی
جس سے لوگوں کو ہزاروں کا بٹا ہے انعام
نذر کر مصرع تاریخ یہ کہہ کر اے داغ
کیا شہزادہ **فلک** جاہ نے سی پارہ تمام

۱۳۱۱ھ

☆☆☆

تاریخ ختنہ حضور ولی عہد حضور نظام

یہ شادی مبارک ہو مسعود ہو
ادا ہو گئی سنت مصطفاً
یہ برجستہ لکھ داغ مصرع حال
ولی عہد صاحب کا ختنہ ہوا

۱۳۱۱ھ

☆☆☆

قطعہ تاریخ ناتمام تہنیت عید قرباں برائے حضور نظام

نہیں ہے آنکھ کی پتلی کو تاب نظارہ
اسی لحاظ سے چلمن بنی ہے مژگاں بھی
کہا ہے داغ نے کیا خوب مصرع تاریخ
نصیب شاہ کے قرباں ہے عید قرباں بھی

۱۳۱۰ھ

☆☆☆

ناتمام تاریخ انتقال محمد حسن خاں مرحوم

سر لفظ جنت سے تاریخ سن لو
محمد حسن خاں نے فردوس دیکھا

۱۳۱۱+۳=۱۳۱۴ھ

☆☆☆

ناتمام تاریخ طبع واسوخت نامعلوم

یہ لکھی داغ نے تاریخ اس کی
جلے دل کا بھی ہے دمساز و اسوخت

۱۳۱۵ھ

اشعار متفرقات

قطعات تاریخی جو "فصیح اللغات" کی سند کے لیے اصل مسودہ یادگار داغ سے انتخاب کر لیے تھے

کیا آج کے دن ہے شہ محبوب کی بخشش
اس جود و سخاوت کا تو حاتم بھی ہے محتاج
دارا سے جو انکار کیا تھا تو بجا تھا
اس عہد میں دیتا ہے سکندر بھی اسے باج
یہ **ملک** دکن تا بہ قیامت رہے قائم
محبوب علی خاں نظام اس میں کرے راج

☆☆☆

شیروں کا بن تھا **جنگل**، جنگ میں ہے اب منگل
بھر دی شکار کر کے کیا صید گاہ دیکھو
شیر خدا ہے حامی سلطان شیر دل کا
کس کی پناہ میں ہے اس کی پناہ دیکھو
شاہ عادل شاہ باذل مہربان و قہرماں
بر محل ہے لطف اس کا برمحل ہے اس کا قہر
کیا دکن کیا ہند دونوں کی ہے خلقت فیض یاب
شاہ آصف جاہ کے دم سے ہے ساری لہر بہر

☆☆☆

یہ باغ سخن ہے وہ فرح بخش
پہنچی ہے مشام جاں میں نکہت
کیا کیا ہے ترقی مضامین
کہتے ہیں اسی کو بڑھتی دولت

☆☆☆

پھولا رہے شاہی کا چمن عید مبارک
اے شاہ دکن شاہ زمن عید مبارک
اس وقت مسافر بھی پکاریں یہ دل آمین
جب دل سے کہیں اہل وطن عید مبارک

☆☆☆

کہتا ہے عطارد بھی یہی اے شہ خاور
بایمن و شرف شوکت نو روز مبارک
نو روز کا جو سرخ لباس اب کے برس ہے
اس رنگ سے یہ زینت نو روز مبارک

☆☆☆

اقتدار اس کا سبھی ملک پہ ہے
غیر ملکی بھی ہے خوش دل خرم

☆☆☆

برسے جو ترا سحاب بخشش
لبریز ہوں کوہ اور ہاموں

☆☆☆

تن بدخواہ کو بے شک ڈسے گا
سوار مار ہے اس سال نو روز

☆☆☆

یہ بہادر ہے رستم دوراں
اسد چرخ جس سے کانپ اٹھا
سینے پر آتے ہی چلی بندوق
کر لیا ہے شکار جلدی کیا

☆☆☆

شیر افگن ہے شاہ آصف جاہ
کیفیت اس شکار کی سن لو

☆☆☆

شجاعت ہی شجاعت ہے، دلیری سی دلیری ہے
وہ اب آصف میں دیکھا جو تہور تھا تہمتن میں

☆☆☆

ہوئے جس دم سوار آصف جاہ
نہ لگی صید گاہ میں کچھ دیر

☆☆☆

نظام دکن نے بہت شیر مارے
کہ اس بن میں آ کر شکار آپ کھیلا
یہاں ایک تالاب پاکھال کا ہے
فقط نام سنتے تھے اب آ کے دیکھا
چھپا اس کی شہرت سے آب بقا بھی
اسے دیکھ کر چشمہ مہر سوکھا

☆☆☆

رہا کچھ اگر دور یہ آب شیریں
تو ساحل بھی لب اپنے چاٹا کرے گا
نہ جانے کوئی کوہ اس کو یہ جانے
جہاز اس میں ہے قدرتی آ کے ٹھہرا
کنارے پہ تالاب کے کروفر سے
ہوئی نصب جب بارگاہ معلیٰ
دو رویہ ستادہ ہوئے سب کے خیمے
شریک ان میں داغ نمکخوار بھی تھا
ہر اک اس کا مصرع ہے تاریخ دیکھو

یہ مطلع زباں پر مرے دل سے آیا

☆☆☆

شہ محبوب آصف جاہ کا عہد
غنیمت ہے نہیں حاجت بیاں کی

☆☆☆

دامن ابر گہربار سے ہے ہم پلہ
دامن داغ سے ہے دست و گریباں سہرا
رحمت عام کا ہو دولہا دلہن کو یہ شگوں
گوندھا ہے پڑھ کے مگر سورہ رحمان سہرا

☆☆☆

ہو مبارک تجھے نوشاہ حمید اللہ خاں
یہ دل آویز سجاوٹ کا، پھبن کا سہرا
چار چاند اس کو لگائے ہیں اسی جلوے سے
رخ نوشاہ سے تھا ایسی پھبن کا سہرا
کیا مضامیں ہیں کہ موتی گندھی ہیں لڑیاں
کیا مسلسل یہ بنا تار سخن کا سہرا

☆☆☆

خوشی سے یہ کہتے ہیں سارے براتی
بنائیں ہم اپنی رگ جاں کا سہرا
وہ گانا بجانا رجھانا لبھانا
سماں باندھتا ہے خوش الحاں کا سہرا
سعادت لگی ہے جو دامن سے شہ کے
نہیں چھوڑتا گوشہ داماں کا سہرا

☆☆☆

جھوک سے بار جواہر کے گرا پڑتا ہے
کیوں نہ لیتا سر نوشہ سے سہارا سہرا

☆☆☆

یہ شادیانہ دیتی ہے زہرہ بھی چرخ پر
شہزادہ ہونہار مبارک ہو بادشاہ
ہر دم عروس دہر کا دیکھا کرے بناؤ
اس کا تجھے سنگھار مبارک ہو بادشاہ

☆☆☆

یہ وہ کلام متیں ہے ی وہ بیان فصیح
نہ کیوں کر اس پہ جمے اعتقاد اہل ہند
سخن وران زمانہ ہیں متفق قائل
بالاتفاق اسی پر ہے صاد اہل ہند

☆☆☆

دریا کو گہر، لعل بدخشاں کو مبارک
آصف کی عطا داغ ثنا خواں کو مبارک
اس رسم کا اس جشن کا یہ مژدہ ہے جاں بخش
اب جان پڑی ہو، تن بے جاں کو مبارک
ہم دیکھتے ہیں شاہ کا اپنے رخ پرنور
وہ چاندنی اپنی مہ تاباں کو مبارک
یہ مسند شاہی شہ آصف کو ہے فرخ
وہ تخت سلیماں کا سلیماں کو مبارک
اللہ رے یہ اوج، یہ رفعت، یہ بلندی
ہو شمس کا شمہ ترے ایواں کو مبارک
گر اوج بھی پائے رہے بدبین بد اختر
رفعت نہ ہوئی کوکب کیواں کو مبارک

اشعار مرے شاہ سخن داں کو ہیں مطبوع
بلبل کا چہکنا گل خنداں کو مبارک

☆☆☆

کماں بنائی وہ سپہ وزیر خادم نے
کہ اس کمان کی قوس فلک جواب نہیں

☆☆☆

زہے احمد حسین فاضل دہر
فتاویٰ جس نے لکھا ہے بہ محنت

☆☆☆

اے داغ تو بھی نشہ صہبا میں ڈوب کر
وہ شعر تر سنا جو رہیں یادگار عید
باہم ہوں جس طرح سے بغلگیر مسلمیں
اس طرح ہیں نشاط و طرب ہم کنار عید
تیر قضا کا طائر غم بھی نشانہ ہے
آیا ہے دام شوق ولی میں شکار عید
پرتو فگن ہے نیر اقبال بادشاہ
چمکا ہی روزگار میں کیا روزگار عید

☆☆☆

وزیر سلطنت آئے امیر مملکت آئے
ہر اک آداب گہ پر باادب مجرا بجا لایا
گورنر کا خریطہ جب دیا صاحب بہادر نے
عماد الملک سے اس کو سنا اوروں کو سنوایا
مضامین محبت سے خوشی ایسی ہوئی ظاہر
سرو عشرت و بہجت ہر اک کے قلب پر چھایا
ہوئی اقبال دولہ کو وزارت

باستقلال، یہ ہے لطف سلطاں
اے سامعہ ہو تجھے مبارک
یہ مژدہ جاں نواز پہنچا
ہیں کوکب و مہر و ماہ سب ماند
اس چاند کا ہے فروغ ایسا

☆☆☆

قطعہ جووقت ملاقات ایڈیٹر اخبار البشیر وغیرہ برجستہ کہا گیا

مجھ کو مہ صیام میں ہے عید کی خوشی
ملنے کو میرے آئے ہیں اصحاب باوقار
یہ داغ کی دعا ہے چاروں مرے حبیب
اپنی مراد پائیں بحق چہار یار

☆☆☆

رباعیات

مجھ سے جو ملا آج وہ رشک خورشید
چمکی مری تقدیر، بر آئی امید
میں خوش مرے احباب بھی خوش ہیں اے داغ
سچ کہتے ہیں گھر عید تو باہر بھی عید

☆☆☆

اچھے برے مل جاتے ہیں بازاری آم
اب تو نظر آتے ہیں بہ دشواری آم
مرغوبہ و دل پسند و الفن اے داغ
سنتا ہوں کہ باغوں میں ہیں سرکاری آم

☆☆☆

کیا بات ہے کیا گھات ہے اللہ رے شریر

سوجھی ہے نئی طرح کی تجھ کو تدبیر
کب دیکھنے والوں پہ کھلا دل کا حال
کھچوائی ہے کیا سینہ چھپا کر تصویر

☆☆☆

وہ ضعف ہے دم سے نہیں نکلا جاتا
دنیا سے بھی اب تو نہیں اٹھا جاتا
گھر میں تو بہت طاق ہیں لیکن اے داغ
روزہ کہیں ہم سے نہیں رکھا جاتا

☆☆☆

اللہ کرے شاد رہے اپنا شاہ
محبوب علی خان نظام آصف جاہ
ملتا ہے وظیفہ تو وظیفہ یہ ہے
گھر بیٹھے کیا کرتا ہوں اللہ اللہ

☆☆☆

اس پانچ برس میں ہوئی ہر فصل تمام
لیکن نہ ہوا داغ کبھی شیریں کام
کونین میں بے مثل یہ دو میوے ہیں
فردوس کے سیب، حیدر آباد کے آم

☆☆☆

روکی ہے مددگار نے میری تنخواہ
گزرے ہیں سہ ماہی کی طرح یہ سہ ماہ
حضرت کا ہو یہ حکم بھلا کس کو یقیں
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

☆☆☆

چند فارسی اشعار مصنفہ حضرت استادی مغفور کہ از مسودہ پارینہ نقلش برداشتم

یافت این رتبہ وفائے من و تو
کہ رقیب اند فدائے من و تو
شہرہ در عاشقی و معشوقی
در جہاں کیست سوائے من و تو
آفریدند چو از عشق و جمال
حصہ گردید برائے من و تو
دیگر آرم ز کجا داو گرے
کہ یکے ہست خدائے من و تو
بہر تمثیل محبت بنگر
لب تراشید بجائے من و تو

☆☆☆

عجب انداز وقت مرگ من آں رشک مہ دارد
تبسم زیر لب دارد' تاسف در نگہ دارد

☆☆☆

بامن شریک حال بشادی و غم شوی
تنہا نہ خندہ خوب' نہ تنہا گریستن

☆☆☆

شرارت خانہ زار ستش ' تغافل زیرد ستیش
بکار خویشین ہشیار یا رب چشم مستتش

☆☆☆

ترا بایں ستم و کینہ و دل آزاری
چو باک نیست ز روز جزا جزاک اللہ!

ایں سزا لیست سزاوار چنیں جرم خفیف
محتسب بر سر مے کش خم صہبا دارد

☆☆☆

در فراقت دل اگر بیگانہ باشد باک نیست
صورت من از ہیولا می شود اکثر جدا

☆☆☆

وہم دارد کایں مبادا با کسے شوخی کند
زود تر تصویر خود بنماید و مخفی کند

☆☆☆

نہ قسم بادہ نہ مقدار نشہ می دانم
مئے طہور برائے فرشتگاں باشد

☆☆☆

من و بزم حریفاں جائے رشک است
تواضع ہائے دشمن دل نشیں شد

☆☆☆

دل پر داغ می آرم ز کعبہ
چراغ راہ بت خانہ نباشد

☆☆☆

لذت عشق می دہی یارب
فرصت زندگی نمی بخشی

☆☆☆

دوست از داغ وفادار چہ نفرت دارد
خانہ داغ بفہمید و دل دشمن سوخت

☆☆☆

قطعات تاریخ طبع دیوان ہذا از نتیجہ فکر سخن ور بے نظیر صدر نشین شعرائے مشاہیر عالی جناب مولوی سید محمد نوح صاحب شہیر، تعلقہ دار مچھلی شہر تلمیذ رشید و یادگار حضرت منیر فقرہ تاریخی دیوان یادگار داغ چھپا

۱۳۲۳ھ

قطعہ

حاجی نواب مرزا خان داغ دہلوی
وہ جہاں استاذ شاگردوں میں جس کے بادشاہ
شاعر نامی دبیر الدولہ ناظم یار جنگ
بلبل ہند و فصیح الملک تھے بے اشتباہ
ہم صفیر مرغ سدرہ ہو گئے فردوس میں
ان سے خالی ہے زمانہ وہ نہیں ہیں آہ آہ!
تین دیواں ان کے پہلے چھپ کے شائع ہو چکے
شاہد مضموں کا جن میں سے ہے ہر اک جلوہ گاہ
دیکھیے گلزار میں لطف بہار بے خزاں
سیر ہوتی ہی نہیں ہے سیر سے جس کی نگاہ
نور معنی سے بھرے ہیں آفتاب و ماہتاب
ہیں سپہر و آسماں شاعری کے مہر و ماہ
اور باقی رہ گیا تھا اس طرف کا جو کلام
اس کی بھی تدوین اب احسن نے کی شکر الہ
جو جہاں استاد کے شاگردوں میں ممتاز ہیں
خاندانی جن کو حاصل ہے وقر و عجز و جاہ
خرد وہ میرے ہیں تعریف ان کی کیا کروں
جوہر قابل ہے خود ان کی لیاقت کا گواہ

بہر سال طبع حال واقعی کہہ دو شہیر
داغ کا دیوان اب چھپوا دیا احسن نے واہ
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

ایضاً در سنہ عیسوی

سعی احسن کیوں نہ ہو مشکور باوجہ حسن
اس طرح کا منطبع ہو جب کلام جاں فزا
فضل خالق سے بر آئی آرزوئے اہل دید
شائقان منتظر کا مدعا پورا ہوا
حبذا اے احسن شیریں زباں فرخندہ خو
حق شاگردی کیا استاد کا اپنے ادا
عیسوی تاریخ چھپنے کی کہی میں نے شہیر
شکر ہے یہ داغ کا دیوان چارم اب چھپا
۱۹۰۵ء

☆☆☆

ایضاً در فارسی

گلزار و آفتاب و مہتاب داغ
مطبوع شدند قبل ازیں دیوان سہ
تدوین باقیامت احسن بمود
ممنون او شدند از کہ تا مہہ
تحریر شہیر کرد سال طبعش
نقشے ست چہار میں ایں زیبا و بہ
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

از جناب امام المورخین حضرت مولوی حافظ سید عبدالجلیل صاحب جلیل مارہروی لازالت شموس افضالہم

کرد دیوان احسن جمع
ہر غزل در شگفتگی ست چو باغ
عاجلانہ جلیل تاریخش
گفت ''دیوان دلربائے داغ''
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

از نتیجہ فکر شاعر باندا ق، سخن ور ذی ہنر منشی سید انور علی صاحب انور متوسل ریاست بھوپال تلمیذ حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ

دیکھے تو کہی حضرت استاد کا دیوان
وہ سعدی اعجاز بیاں آج کہاں ہے
کھل جائے یہ اس پر بھی کہ وہ ہے جو پیمبر
دنیائے سخن کا یہ خداوند جہاں ہے
لاریب! کہ یکتا ہے یہ ہستی و عدم میں
ہاں داغ کا ثانی نہ یہاں تھا نہ وہاں ہے
دیوان ہے یا محمل لیلائے فصاحت
دیوان ہے یا یوسف معنی کا مکاں ہے
دیوان ہے یا جلوہ گہ شاہد مضمون
دیوان ہے یا مسکن دلدار زباں ہے
آرام یہ دل کا ہے تو یہ جان کا ہے چین
جان و دل عشاق ہے جان دل و جاں ہے
کہیے جسے اعجاز سخن ور، یہ سخن ہے
کہیے جسے اک سحر موثر یہ بیاں ہے

رنگینیِ مضموں سے ہر اک صفحہ دیواں
غیرت وہ صد تختۂ گلزار جناں ہے
کیا بیتوں کی موجیں بھی دکھاتی ہیں تماشا
اک صاف مضامین کا دریائے رواں ہے
ہر مصرعِ دل کش ہے قدِ یار سے بڑھ کر
جو لفظ ہے وہ رشکِ بنا گوشِ بتاں ہے
ہر حرف صفائی میں ہے رشکِ درِ دنداں
اور خالِ رخِ حور کا نقطے پہ گماں ہے
دیوانِ چہارم کا سنِ طبع تم انور
لکھ دو ”یہ گلِ باغِ معانی و بیاں ہے“
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

از نتیجہ افکار گہر بار جناب نواب سید سعادت علی خاں صاحب والی ریاست پیغمبر پور ضلع دربھنگا تلمیذ حضرت مصنف مغفور

حضرت داغ وہ تھے جن سے ہوئی
محکم ایوانِ سخن کی تاسیس
ہے کلام ان کا فصیح و بلیغ
ان کے اشعار ہیں دلچسپ و سلیس
درد آمیز وہ ہیں داغ کے شعر
دل میں اٹھتی ہے جنہیں سنتے ہی ٹیس
اس سا پیدا نہ ہوا اور نہ ہو گا
ہے کسی کو عبث استاد کی ریس
سعیِ احسن سے چھپا وہ دیوان
جس کے شائق تھے تلامیذ و انیس
سال تاریخ سعادت نے کہا

یہ چھپا داغ کا دیوان نفیس
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

ازنتیجہ فکرو قادسخنور باکمال جناب مرزا وقار الاعظم صاحبزادہ مشرف یار خاں صاحب شرف، سب جج ریاست جاورہ شاگرد قدیم حضرت مصنفؒ

لکھا ہے یہ احسن نے تاریخ بھیجو
کہ آیا ہے دور ایاغ چہارم
خدائے سخن کا یہ آخر سخن ہے
شرف کہہ دو "دیوان باغ چہارم"
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

ایضاً

حضرت داغ کا کلام فصیح
گوہر آبدار ہے گویا
نظم رنگیں کہاں نصیب ایسی
شاعری کی بہار ہے گویا
جس کا ہر شعر جس کا ہر مصرع
قد موزون یار ہے گویا
علم اردو کی ہو گئی عزت
داغ سے افتخار ہے گویا
سن و تاریخ یادگار داغ
داغ کی یادگار ہے گویا
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

از نتیجہ طبع سلیم جناب مولوی سید نذیر احسن صاحب نسیم ہلسوی پرائیویٹ سیکرٹری والی ریاست پیغمبر پور شاگرد حضرت مصنفؒ

مرے بھائی احسن نے لاہور سے
یہ لکھا ہے چھپتا ہے دیوان داغ
کہوں کیا زمانے کے افکار سے
نہیں مجھ کو ہر چند حاصل فراغ
مگر یہ خبر اور ایسی خبر
کہ سنتے ہی دل ہو گیا باغ باغ
یہ دفتر ہے روشن خیالات کا
یہ دیواں ہے بزم سخن کا چراغ
سر جوش سے سال لکھا نسیم
ہوا طبع دیوان عالی دماغ
۱۳۲۰ ۳ ۱۳۲۳ھ

☆☆☆

از نتیجہ سخنورذی لیاقت منشی وجاہت حسین صاحب وجاہت صدیقی جھنجھانوی شاگرد مصنفؒ

داغ سے بڑھ کر ہوا دلی میں کون
یادگار حضرت ذوق و نصیر
مطلع دیواں ہے ایسا پر ضیا
مہر و مہ ہوتے ہیں جس سے مستنیر
اس پہ شاعر ہیں فدا سو جان سے
یادگار داغ ہے کیا دل پذیر
ہے سخن میں واہ بھی اور آہ بھی
جلوہ گر ہے طرز مرزا رنگ میر

داغ تھا شاہنشہ ملک سخن
زیب دیتا تھا اسے تاج و سریر
یہ فصاحت یہ سلامت یہ زباں
اب نظر آتی نہیں اس کی نظیر
بلبل ہندوستاں کا کون تھا
ہم زبان و ہم نوا و ہم صفیر
اس کی دلچسپی میں فرق آتا نہیں
دیکھ لو پڑھ لو از اول تا اخیر
داغ کا ثانی نہ ہو گا اب کوئی
لاکھ سر مارا کرے یہ چرخ پیر
کر گئی مجروح اس کی گفتگو
اس نے مارے ہیں زباں سے دل پر تیر
معترض ہو کر کلام داغ پر
الٹے شرمندہ ہوئے سب حرف گیر
نیچری وہ خود نہ تھا ہرگز مگر
نیچرل ہیں اس کے اشعار کثیر
کھینچ کر اس نے مناظر کی شبیہ
کی ہے ظاہر قدرت رب قدیر
وہ کلام داغ کو دیکھیں ذرا
شاعری کو جو سمجھتے ہیں حقیر
داغ ہرگز تھا نہ شکمی کاشتکار
تھی زمین شاعری میں اس کی سیر
خوب برسایا ہے مضمونوں کا مینہ
تھی طبیعت اس کی یا ابر مطیر
ہو گئی پانی جو تھی پتھر زمیں
کیا حقیقت رکھتی ہے اب جوئے شیر
کی ہے ایسی درفشانی داغ نے

شاعروں میں اب نہیں کوئی فقیر
جو کہا ہے سچ کہا ہے داغ نے
جانتے ہیں خوب اسے روشن ضمیر
بات اس کی ٹل نہیں سکتی کبھی
مٹ نہیں سکتی ہے پتھر کی لکیر
اے وجاہت مصرع تاریخ لکھ
ہے یہ دیواں واہ وا کیا بے نظیر
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

ایضاً

چھپ گیا کوشش احسن سے یہ چوتھا دیوان
چوگنا اس سے ہوا دہر میں نام استاد
جب ہوا طبع وجاہت نے کہا سال مسیح
حیف و صد حیف ہوا ختم کلام استاد
۱۹۰۵ء

☆☆☆

ازنتیجہ فکر رشک فردوسی وانوری جناب مولانا سید امجد علی صاحب اشہری

تھے فصیح الملک داغ دہلوی فخر زماں
ناز کرتی ان کے انداز سخن پر ہے زباں
زمزموں سے ان کے گلزار سخن فردوس تھا
ان کو زیبا تھا خطاب بلبل ہندوستاں
شہریار حیدر آباد دکن شاگرد ہیں
ایسے تلمیذ گرامی کس کو ملتے ہیں کہاں
دلربا ہے داغ کا ہر ایک طرز جاں فزا
جاں فزا ہے دل ربائی میں عجب حسن بیاں

ہیں تغزل سے بیاں معنی موضوع غزل
ہیں تکلم میں نہاں جو ہیں رموز این و ان
داغ کا نظم سخن میں روز مرہ صاف تھا
دخل کیا تنقید کا آئے سخن کے درمیاں
بحث میں اہل زباں کی آپ فرماتے ہیں وہ
یعنی اردو ہی نہیں جو نہیں اپنی زباں
سادگی ان کے تغزل کی ہے سہل ممتنع
ہو گئیں مشق سخن میں مشکلیں آسانیاں
میں دکن میں سن چکا ہوں ان کے نغمے چند بار
آفریں حسن تکلم مرحبا لطف بیاں
ملک میں تھے ہم نوا ان کے امیر لکھنوی
آہ دونوں چل بسے سونا ہوا ہندوستاں
ایک تکیے پر دھرے سر سوتے ہیں داغ و امیر
اب نہیں باقی کوئی اردو میں ایسا نکتہ داں
داغ کا مرنے پہ ان کے بعد جو ماتم ہوا
یہ قبول عام حجت ہے ان کے بے گماں
سینکڑوں شاگرد ان کے سوگوار غم بنے
ہ نوا ان کے جنازے پر ہوئے سب نوحہ خواں
عید کا دن موت نے تھا ان کی رحلت کو دیا
عید میں جلوہ محرم کا ہوا سب پر عیاں
نام کے ہیں سینکروں شاگرد ان کے ملک میں
کام کے نکلے ہیں احسن حسن افزائے بیاں
غنچہ باغ محبت ان کا جلوہ دیکھیے
جلوہ داغ مودت تذکرے سے ہے عیاں
داغ کے اشعار جو اب تک نہیں شائع ہوئے
ان کو احسن نے کیا شہرت دہ ہندوستاں
بات کہنا ہے بہت آساں گو دشوار ہو

کر دکھانا سہل مشکل ہے سخن میں بے گماں
تذکرے بھی دوستوں نے ان کے لکھے تین چار
جس سے حب قلب کر ہر اک کے ملتا ہے نشاں
کام یہ احسن کا ہوں میں سب سے اچھا جانتا
اس سے آئندہ رہیں گے داغ روشن بے گماں
اشہری' احسن کیا احسن ہے اس سے آشکار
ملک کو کان جواہر ہے یہ گنج شایگاں

☆☆☆

احقر التلامذہ خاکسار احسن مارہروی

ہے یوں تو عام طور سے ہر دوست غم زدہ
مخصوص شاعروں میں ہیں سب سوگوار داغ
برسوں جنھوں نے لذت دیدار پائی ہے
افسوس دیکھی ہیں وہ آنکھیں مزار داغ
آغاز کی خبر ہے کسے کیا تھا وہ مگر
ہے لائق افتخار کے انجام کار داغ
موجودہ شاعری کا ہوا ہے چراغ گل
اردو زبان حال سے ہے سوگوار داغ
ان کی بہار کیا ہے؟ بہار سخن ہے وہ
مہکا ہوا ہے جس کے سبب مرغزار داغ
چوتھا چمن یہی اس باغ سخن کا ہے
افسردہ جس کے بعد ہوئی نوبہار داغ
گلزار و آفتاب کہ فریاد و ماہتاب
ہر ایک اپنے رنگ میں ہے لالہ زار داغ
لیکن ہے یادگار ہر اک سے علاحدہ
ہے یہ بہار خاتمہ روزگار داغ
کس ذائقے سے پڑھتے ہیں شیریں دہن اسے

کیا بامزہ ہے ہر غزل خوش گوار داغ
اس کا ہر ایک شعر ہے دیوان کا جواب
تفصیل سے زیادہ ہے ہر اختصار داغ
شہباز فکر صید مضامین پست سے
کیا کام رکھے جبکہ ہو عنقا شکار داغ
اب تک چھپا نہ تھا جو یہ دیواں کسی جگہ
مشتاق و منتظر تھے سبھی دوستدار داغ
احسن صلائے عام ہے تاریخ لکھ کے تم
کہہ دو کہ آؤ دیکھو یہ ہے "یادگار داغ"
۱۳۲۳ھ

☆☆☆

ایضاً فارسی

غفراں ماب حضرت داغ آں فصیح ملک
خود در جہاں نماند مگر قصہ نکو
اعقاب اگرچہ نیست ز اولاد صلبش
لیکن ز بکر فکر بود یادگار او
باقی ست تا بعالم فانی نشان شعر
دارد بہار گلشن معنیش رنگ و بو
دیوان چار میں کہ بود آخری کلام
چوں انطباع یافتہ باسعی و جستجو
احسن بصد ملال و الم سال فصلیش
بنگاشتہ "ہمیں شدہ آخر کلام او
فصلی"
۱۳۱۳ھ

☆☆☆

ان من الشعر لحکمہ وان من البیان لسحرا

الحمد للہ کلام معجز نظام اعنی کلام فصاحت التیام

المسمی

ضمیمہ یادگار داغ

از تصنیف

جہاں استاد بلبل ہزار داستاں مقرب الخاقان زمن استاد السلطان دکن فصیح الملک دبیر الدولہ ناظم یار جنگ نواب میرزا خاں صاحب داغ دہلوی

حسب فرمائش

سخن سنج والانظر قدر دان علم و ہنر لالہ سری رام صاحب ایم اے مولف تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ خمخانہ جاوید' خلف الرشید آنریبل رائے بہادر مدن گوپال صاحب ایم اے بیرسٹر ایٹ لا رئیس دہلی و لاہور

باہتمام لالہ موتی رام منیجر

طبع مفید عالا ہور میں طبع ہوا

قیمت: ۸ آنے

☆☆☆

غزلیات

ردیف الف

۱

ہر شکل میں تیرا رخ نیکو نظر آیا
آئینہ بھی دیکھا تو مجھے تو نظر آیا
تسخیر کیا دل لب گویا نے تمہارے
کیا بات ہے اعجاز میں جادو نظر آیا
دل میرا بنا جب تو محبت تری آئی
آنکھیں ہوئی پیدا تو مجھے تو نظر آیا
یہ حسن پرستی بھی عجب شے ہے الٰہی
دل ٹوٹ گیا جب کوئی خوش رو نظر آیا
جو عاشق و معشوق کے ہیں دیکھنے والے
یا میں نظر آیا انہیں یا تو نظر آیا
جس بات میں پہلو ہو وہی بات کریں ہم
پہلو میں وہ بیٹھے تو یہ پہلو نظر آیا
وہ گھر کو سدھارے تو قیامت ہوئی برپا
جب صبح کو خالی ہمیں پہلو نظر آیا
وہ محفل عشرت تھی کہ تھی مجلس ماتم
ہر آنکھ میں عشاق کی آنسو نظر آیا
قربان ہوئی جان مری قتل سے پہلے
ابھرا ہوا قاتل کا جو بازو نظر آیا
کیا ضبط نے گریئے کے جڑے دل میں نگینے
ہیرے کا کنول بن کے ہر آنسو نظر آیا
کس وہم میں ڈالا دل گم گشتہ نے مجھ کو
خالی جو ترا حلقہ گیسو نظر آیا

فرقت میں نہ تھا مجھ کو مہ عید کا ارماں
میں نے تو یہ جانا کہ وہ ابرو نظر آیا
ہے دید کے قابل دل بسمل کا تماشا
کھینچے ہوئے تلوار وہ ابرو نظر آیا
وہ دیکھ کے کہتے ہیں مرے داغ جگر کو
خوش رنگ نہ یہ پھول' نہ خوشبو نظر آیا
اس گوہر نایاب کو تھا خاک میں ملنا
ٹپکا جو زمیں پر تو نہ آنسو نظرآیا
کیا کیا غم پنہاں نے نچوڑا ہے الٰہی
جب خون بدن میں کوئی چلو نظر آیا
ابرو میں جو بل ہے وہی گیسو میں شکن ہے
ہم کو تو نہ کچھ فرق سر مو نظر آیا
اس شت کے قربان ہوں میں اے قدر انداز
جب تیر چھٹا دل میں ترازو نظر آیا
تھی قافلے والوں کی خوشی دید کے قابل
جس دم چہ کنعاں میں وہ مہرو نظر آیا
وہ غیر کے دامن کو جو بیٹھے تھے دبا کر
وہ بزم میں مجھ کو تہ زانو نظر آیا
بت خانہ ہو یا کعبہ ہو چھٹا نہیں کوئی
دیکھا تجھے اے داغ جہاں تو نظر آیا

☆☆☆

۲

یہ عشق کب دل خانہ خراب سے چھوٹا
بہشت میں بھی نہ میں اس عذاب سے چھوٹا
دل اس کے گیسوئے پر پیچ و تاب سے چھوٹا
بڑی بلا سے یہ نکلا' عذاب سے چھوٹا

نگاہ مست نے سرشار کر دیا مجھ کو
شراب مجھ سے چھٹی میں شراب سے چھوٹا

وہ تاک جھانک کا اول سے تھا مجھے لپکا
کہ آج تک بھی نہ عہد شباب سے چھوٹا

شمار میں نے کیا جب تری جفاؤں کا
عدو نہ ایک بھی میرے حساب سے چھوٹا

مٹی جھلک نہ ذرا، خون دل کی گریے سے
یہ رنگ کب مری چشم پر آب سے چھوٹا

زہے نصیب وہ عاشق نصیب والا ہے
جو تیرے قہر سے، تیرے عتاب سے چھوٹا

عدو کی قبر پر کیوں فاتحہ پڑی تم نے
غضب ہوا کہ وہ کافر عذاب سے چھوٹا

ہمیشہ ساتھ رہا ہے اس آب و آتش کا
کبھی نہ برق کا دامن سحاب سے چھوٹا

مجھے ہو قسمت برگشتہ کی شکایت کیا
زمانہ کون سے دن انقلاب سے چھوٹا

مجھے یہ ضد کہ نہ لکھوں گا اور کوئی خط
وہ دل میں شاد کہ فکر جواب سے چھوٹا

انہوں نے غور سے دیکھا جو میرے دیواں کو
نہ کوئی شعر مرا انتخاب سے چھوٹا

رہا نظارہ کسی چہرہ کتابی کا
مطالعہ نہ مرا اس کتاب سے چھوٹا

نہ کیوں ہو رشک مجھے ایسے ملنے والوں پر
نہ رنگ گل سے نہ نشہ شراب سے چھوٹا

ہمیں نے وصل میں مجبور پیش دستی کی
جب ان کا ہاتھ نہ بند نقاب سے چھوٹا

نصیب میں ہو جو چکر تو کوئی چھٹتا ہے

یہ رات دن نہ مہ و آفتاب سے چھوٹا
اگرچہ سینکڑوں بیڈھب سوال میں نے کیے
نہ مدعا مرے حاضر جواب سے چھوٹا
کھلی جب آنکھ نہ دیکھا جمال یوسف کو
مگر خیال زلیخا نہ خواب سے چھوٹا
یہ جی میں ہے کہ کروں سیر بت کدہ جا کر
خدا کا گھر دل خانہ خراب سے چھوٹا
قرار دل کو نہ آیا تو مجھ کو موت آئی
چھٹا وہ صبر سے، میں اضطراب سے چھوٹا
بیان ان کے ہوں اوصاف داغ سے کیا کیا
کوئی نہ وصف شہ بوتراب سے چھوٹا

☆☆☆

۳

حال دل کا آشکارا ہو گیا
یہ ہمارا تھا، تمہارا ہو گیا
راہ سے لیلیٰ کی جو ذرہ اٹھا
آنکھ کا مجنوں کی تارا ہو گیا
آتے آتے پھر گئے وہ راہ سے
بخت برگشتہ ہمارا ہو گیا
مل گئی کوچے میں اس کے کچھ جگہ
بیٹھ رہنے کا سہارا ہو گیا
اشک پی کر، رنج کھا کر ہجر میں
ہو گیا جوں توں گزارا ہو گیا
باعث شہرت ہمارا عشق ہے
نام دنیا میں تمہارا ہو گیا
جب ستم اس نے کیا انداز سے

وہ ستم گر مجھ کو پیارا ہو گیا

ہجر میں ہے یہ شراب خوش گوار
زہر کھانا ہی گوارا ہو گیا

چھپ سکے راز محبت کس طرح
چھپتے چھپتے آشکارا ہو گیا

پہلے ناصح کا سخن تھا ناگوار
رفتہ رفتہ پھر گوارا ہو گیا

گرچہ وہ جھوٹی تسلی دے گئے
مجھ کو جینے کا سہارا ہو گیا

آئے کیا دنیا میں ہم، کیا سیر کی
چلتے پھرتے اک نظارا ہو گیا

منتظر تھے اک نگاہ مست کے
پھر کہاں ہم جب اشارا ہو گیا

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہو تم
کیا ملاپ ان کا تمہارا ہو گیا

☆☆☆

۴

خرید کر دل عاشق کو یار لیتا جا
نہ ہوں جو دام گرہ میں ادھار لیتا جا

نہ چھوڑ طائر دل کو ہمارے اے صیاد
یہ اپنے ساتھ ہی اپنا شکار لیتا جا

نکل کے جلد نہ جا اس قدر توقف کر
دعائے خیر دل بے قرار لیتا جا

عدم کو جانے لگا میں تو بولی یہ تقدیر
کہ داغ عشق پہ یادگار لیتا جا

فلک سے کی ہوس عشق جب کبھی میں نے

ندائیں آئیں غم بے شمار لیتا جا
مزے وصال کے اے دل خیال یار میں ہیں
خوشی کے ساتھ شب انتظار لیتا جا
چلا تھا زخمی تیغ نگاہ میں ہو کر
کہا ادا نے کہ میرا بھی وار لیتا جا
ہوا کے جھوکے سے کہتا ہوں میں جب آتا ہوں
کسی کے دل سے اڑا کر غبار لیتا جا
وہ جان لیں مری افسردگی کو اے قاصد
بجھی ہوئی کوئی شمع مزار لیتا جا
وہ مجھ سے کہتے ہیں جب بن سنور کے بیٹھتے ہیں
بلائیں ہاتھوں سے تو بار بار لیتا جا
اسے بھی کھیل سمجھ تو کہ ہر ادا کے ساتھ
ہمارے دل سے شکیب و قرار لیتا جا
نہ اٹھ سکے گا یہ کل پیش داور محشر
نہ بے گناہوں کا گردن پہ بار لیتا جا
مرے مزار کو تو اس طرح سے کر پامال
کہ بانکپن کی بھی اے شہسوار لیتا جا
مزہ جبھی ہے کہ بھربھر کے داغ جام شراب
وہ دیتے جائیں تو اسے بادہ خوار لیتا جا

☆☆☆

۵

یہ علاج اچھا ہے اے قاتل ترے بیمار کا
دم بدم تو حلق، میں پانی چوا تلوار کا
کیوں ارادہ ہے ترا مجھ سخت جاں پر وار کا
دم نکل جائے گا اے قاتل تری تلوار کا
آہ سے سامنا ہو کیوں کر نگاہ یار کا

روکنا دشوار ہے تلوار سے تلوار کا
سخت جاں پر شرم سے منہ پھر گیا تلوار کا
یہ پسینہ ہے کہ پانی ہے تری تلوار کا
گرچہ بسمل ہوں مگر دیکھا نہیں جاتا ذرا
آنسوؤں سے خون کے رونا تری تلوار کا
کیا محبت زخم دل کو ہے کہ ہر اک وار پر
پیار سے منہ چوم لیتا ہے تری تلوار کا
خون کتنوں کا پیا ہے تیغ خوں آشام نے
وزن سیروں بڑھ گیا قاتل تری تلوار کا
کیا رگ بسمل میں تھا سوز محبت کا اثر
آگ پانی ہو گیا قاتل تری تلوار کا
غسل کر لے دل ہمارا، جان بھی کر لے وضو
اس قدر قاتل بڑھے پانی تری تلوار کا
بزم بھی مقتل نہ ہو جائے الٰہی خیر ہو
کھول کر بیٹھے ہیں بیڑا آج وہ تلوار کا
لذت زخم جگر میں رہ گئی تھوڑی کسر
وار کچھ اوچھا پڑا قاتل تری تلوار کا
جان دی مقتول نے تیرے بڑی تلخی کے ساتھ
زہر پانی ہو گیا قاتل تری تلوار کا
یہ اثر دیکھا زباں کے ساتھ کٹ جاتے ہیں حرف
ذکر آ جاتا ہے جب قاتل تری تلوار کا
ہے گریباں کی یہ صورت دیدہ خوں بار سے
رنگ دیکھا خون میں ڈوبی ہوئی تلوار کا
کٹنا مشکل ہے میرے ہی گلوئے سخت کا
مانتا ہے کوہ بھی لوہا تری تلوار کا
دیکھ اے قاتل مرے سوز و گداز عشق سے
گھل کے پانی ہو گیا لوہا تری تلوار کا

اور اے قاتل زمانے میں کہاں تیرا جواب
ترک گردوں نام لیوا ہے تری تلوار کا
زندگی کے ساتھ ہی رہتا ہے شوق وصل بھی
تجھ سے بہتر ہے گلے ملنا تری تلوار کا
داغ گنجائش ابھی اس قافیے میں ہے بہت
گرچہ ہر مضمون اچھا بندھ گیا تلوار کا

☆☆☆

٦

ہم تو نالے بھی کیا کرتے ہیں آہوں کے سوا
آپ کے پاس ہے کیا تیز نگاہوں کے سوا
معذرت چاہیے کیا جرم وفا کی اس سے
کہ گنہ عذر بھی ہے اور گناہوں کے سوا
میں نہیں کاتب اعمال کا قائل یا رب
اور بھی کوئی ہے ان دونوں گواہوں کے سوا
حضرت خضر کریں دشت نوردی بے کار
ہم تو چلتے ہی نہیں عشق کی راہوں کے سوا
خانہ عشق ہے منزل انہیں مہمانوں کی
اور اس گھر میں دھرا کیا ہے تباہوں کے سوا
ان کے آنے کی خوشی ایسی ہوئی محفل میں
پگڑیاں بھی تو اچھلتی تھیں کلاہوں کے سوا
وہ کریں ملک پہ قبضہ یہ کریں دل تسخیر
ان حسینوں کی حکومت تو ہے شاہوں کے سوا
ظلمت بخت مری تیرگی زلف تری
کوئی بڑھ کر نہیں ان دونوں سیاہوں کے سوا
نہ سنے داور محشر تو کروں کیا اے داغ
سب سے اظہار ہوئے میرے گواہوں کے سوا

☆☆☆

ے

اس دل کو کہا اس نے یہ خوش حال نہ نکلا
ہم جس کے خریدار تھے وہ مال نہ نکلا
اٹھ کر جو اسے فتنہ محشر بھی اٹھائے
ایسا تو کوئی آپ کا پامال نہ نکلا
اک آن میں خم زلف کا شانے نے نکالا
قسمت کا مری پیچ کئی سال نہ نکلا
بے کار نہیں حسن کے دریا میں تری زلف
بے صید لیے بحر سے یہ جال نہ نکلا
آئے تھے عیادت کے لیے غیر کو لے کر
پچھتائے وہ میرا جو برا حال نہ نکلا
ہم اختر تاباں سے شب وصل ملاتے
اس روئے منور پہ کوئی خال نہ نکلا
ہم عشق کو سمجھے تھے کہ لڑکوں کا ہے اک کھیل
یہ کھیل تو بازیچہ اطفال نہ نکلا
دل چوٹ جو کھاتا ہے تو رہتا نہیں ثابت
اس شیشے میں جس وقت پڑا بال نہ نکلا
میں داور محشر سے یہ پوچھوں گا الٰہی
کیا کچھ بھی غلط نامہ اعمال نہ نکلا
درپردہ عتاب آٹھ پہر ہم پہ ہوئے ہیں
پردے سے ترا چہرہ کبھی لال نہ نکلا
پہنچا ہوں مجازی سے حقیقت کو بھی لیکن
کب عشق مری جان کا جنجال نہ نکلا
وہ اس لیے آئے تھے کہ ہم داغ کو لوٹیں
ہرچند ٹٹولا کیے کچھ مال نہ نکلا

☆☆☆

۸

صحت سے ہائے درد دل زار کیا ہوا
بیمار کو یہ غم ہے وہ آزار کیا ہوا

کیوں پھر گئی تجھے نگہ یار کیا ہوا
مجھ پر اگر ہوا بھی تو اک وار کیا ہوا

ہم بیچتے تھے دل کو جس انداز کے لیے
کیا جانتے وہ ناز خریدار کیا ہوا

وہ دل کہاں وہ قید تعلق کہاں رہی
وہ دام کیا ہوا، وہ گرفتار کیا ہوا

یاروں نے پیشتر تو نہ کی میری روک تھام
اب پوچھتے ہیں تجھ کو مرے یار کیا ہوا

لاکھوں بندھے ہیں وہم اک آفت میں آ گیا
میں تیرے دل کا محرم اسرار کیا ہوا

اچھا ہے اور جلوہ دکھاؤ نہ کوئی دن
پھر یہ کہو گے طالب دیدار کیا ہوا

نکلے جو سیر کو تو قیامت بپا ہوئی
تم کو خبر بھی ہے دم رفتار کیا ہوا

کس کی خبر گئی جو پریشان ہو گئے
گھبر کے پوچھتے ہیں وہ ہربار کیا ہوا؟

آغاز عشق ہی میں ہو انجام کا لحاظ
پچھتا کے گو ہوا تو خبردار کیا ہوا

وہ ساتھ غیر کے مرے ہمسایے رہے
اے آسماں بتا پس دیوار کیا ہوا

اے انقلاب دہر وہ جلسے کہاں گئے
وہ بزم عیش اور وہ دربار کیا ہوا

لے جائیں گے مجھے جو فرشتے عذاب کے
رحمت کہے گی لاؤ گنہ گار کیا ہوا
اس کے ہی دم کے ساتھ یہ ناز و نیاز ہے
پھر یہ کہو گے داغ وفادار کیا ہو

☆☆☆

۹

فتنہ حشر اور کیا نکلا
وہ تمہارے ہی ساتھ کا نکلا
کون دنیا میں باوفا نکلا
یہ تمہاری زباں سے کیا نکلا
وہ ادھر بھول کر جو آ نکلا
میں نے جانا کہ مدعا نکلا
بت کدہ دیکھ کر ہوئی عزت
میرے منہ سے خدا خدا نکلا
درہم داغ دل میں ہیں موجود
یہ خزانہ بھرا پرا نکلا
اس نے کی مجھ پر انتہا کی جفا
جور کرنے کا حوصلا نکلا
جان نکلی مریض فرقت کی
اب تو ارمان آپ کا نکلا
غیر کے دل میں تھا وہ ہرجائی
بعد مدت کے یہ پتا نکلا
اب دماغ ان کا آسماں پر ہے
کیوں مرے منہ سے مدعا نکلا
غیر سے ان سے عشق باہم ہے
درمیاں سے قدم مرا نکلا

ستیاناس ہوترا اے دل
تو ہمارے نہ کام کا نکلا
پھر بھی اچھا کہو گے غیر کو تم
امتحاں میں اگر برا نکلا
میں نے چھوڑا نہ جب انہیں تو کہا
یہ تو ظالم بری بلا نکلا
داغ کو لوگ رند کہتے ہیں
وہ حقیقت میں پارسا نکلا

☆☆☆

ردیف بائے موحدہ

۱۰

نہ کیا تم نے امتحان رقیب
ورنہ بچتی کبھی نہ جان رقیب
چار چاند آپ نے لگائے اسے
چوگنی اب نہ کیوں ہو شان رقیب
اس کی تعریف نے کیا بدظن
دوست پر ہے مجھے گمان رقیب
تم نے گھر میں کہاں چھپا رکھا
نہیں ملتا کہیں نشان رقیب
کاٹ کرتا ہے وہ مری تم سے
کاٹ ڈالوں گا میں زبان رقیب
کس کے کہنے پر آپ جاتے ہیں
ہے غلط سربسر بیان رقیب
ڈھونڈتے ہو گلی گلی کس کو
میں بتا دوں تمہیں مکان رقیب

تم سے کیا بات کی سر محفل
میں نہ سمجھا یہ چیستان رقیب
ان کے لب پر ہیں سینکڑوں دشنام
میرے لب پر ہے داستان رقیب
اس کی خوبی سے میں نہیں واقف
آپ ہی ہے مزاج دان رقیب
جھوٹ کیوں بولتا ہے تو مجھ سے
کیا ترے منہ میں ہے زبان رقیب
نالہ میرا ہے تیر دشمن کو
آہ میری بلائے جان رقیب
اپنی غیرت کو دیکھ اس کو دیکھ
تو ہو راتوں کو مہمان رقیب
تم بلاؤ' وہ آئے' کیوں آئے
اس میں ہوتی ہے کسر شان رقیب
داغ اس کے نام سے ہیں وہ مشہور
ان کو کہتے ہیں مہربان رقیب

☆☆☆

۱۱

بے اثر ٹھہریں دعائیں سب کی
عمر بھر کی وہ وفائیں سب کی
رہ نہ جائے ہجر میں کوئی بلا
کس نے روکا ان کو آئیں سب کی
عشرہ ہو' یا غمزہ ہو' یا ناز ہو
تیر ہیں تیری ادائیں سب کی
کیا کروں میں' ان کی یہ تاکید ہے
تو اٹھا میری جفائیں سب کی

چھین کر دل اس سراپا ناز کی
ناز کرتی ہیں ادائیں سب کی سب

گو نہ دیں اے نامہ بر کوئی جواب
سن تو لیں وہ التجائیں سب کی سب

میں کروں تیری جفاؤں کا شماور
حشر میں گر یاد آئیں سب کی سب

میری ناکامی کے درپے ہے فلک
آرزوئیں لٹ نہ جائیں سب کی سب

جائے حوروں میں اگر تیرا شہید
ہم مرادیں اپنی پائیں سب کی سب

یا خدا آئے گا وہ دن بھی کبھی
ہم مرادیں اپنی پائیں سب کی سب

داغ کو ہے اس کی رحمت سے امید
بخش دے گا وہ خطائیں سب کی سب

☆☆☆

۱۲

اس بحر میں ہوں جس میں نہیں آشنا نصیب
اس دشت میں ہوں جس میں نہیں رہنما نصیب

اٹھے ہیں بزم یار سے ہم کہہ کے یا نصیب
آئندہ دیکھنا ہے دکھاتا ہے کیا نصیب

مجھ پر وہ مہربان اگر ہوں خوشا نصیب
دشمن کہیں حسد سے کہ اس کا ہے کیا نصیب

رنج فراق ان سے جو میں نے بیاں کیا
اتنا ہی کہہ کے وہ چپ ہو گئے یہ تیرا نصیب

پابند زلف یار ہوں بیمار چشم یار
مجھ سا نہیں جہاں میں کوء بلا نصیب

صورت ہی تم دکھاؤ تو ہو جائے گی شفا
بیمار ہجر کو نہیں ہوتی دوا نصیب

فرہاد پیر زن کے فریبوں میں آ گیا
سر پھوڑنے کے ساتھ ہی پھوٹا ہے کیا نصیب

بدلے مرا نوشتہ تقدیر کس طرح
لاؤں نیا کہاں سے مقدر نیا نصیب

اس میں اجارہ کیا ہے یہ قسمت کی بات ہے
ملتا جو دوسرے سے نہیں ایک کا نصیب

قسمت سے غیر کی، مری تقدیر کیا ملے
اس کا جدا نصیب ہے میرا جدا نصیب

کیوں صبر آئے گا دل بیتاب کو مرے
کیوں تیری چشم شوق، کو ہو گی حیا نصیب

ہنستا ہے میرے گریئے پہ فرقت میں آسمان
روتا ہے میرے حال پہ مجھ کو مرا نصیب

جو بیٹھتے تھے تخت جواہر نگار پر
افسوس بوریا بھی نہ ان کو ہوا نصیب

بوتل کھلی ہوئی ہے جو قاضی کے سامنے
ہم جانتے ہیں دختر رز کا کھلا نصیب

پایا ہے مہر و ماہ نے کیا طالع بلند
ہوتا ہے سچ تو یہ ہے بڑوں کا بڑا نصیب

قاصد پہ اعتراض جو میں نے بہت کیے
سر پیٹ کر وہ کہنے لگا یہ مرا نصیب

دنیا میں اس کا کوئی خریدار ہی نہیں
میں بیچتا ضرور جو بکتا مرا نصیب

نالے کیے ہزار، نہ جاگا کسی طرح
ایسا شب فراق میں سوتا رہا نصیب

گزری تمام عمر بڑی خوبیوں کے ساتھ

فضل خدا سے ہم نے نہ پایا برا نصیب
وہ آج بزم غیر میں یہ صاف کہہ اٹھے
ملتا بھی ہے کسی کو کسی داغ سا نصیب

☆☆☆

ردیف تائے فوقانی

۱۳

کر سکوں اس پہ محبت کی نظر کیا طاقت
بزم میں پیار سے دیکھوں جو ادھر کیا طاقت
ہمسری فتنہ گری سے جو کرے تو اس کی
تیری ہی آئے فلک شعبدہ گر کیا طاقت
آتش عشق سے دل آپ جلاتے ہیں ہم
داغ کھائے جو یہ ستم کا جگر کیا طاقت
وہ کرے جور تو احسان ہے اس کا یہ بھی
کر سکے شکوہ بیداد بشر، کیا طاقت
ہجر کی ایک گھڑی بھی ہے قیامت کی گھڑی
ہم کریں شام سے مرمر کے سحر کیا طاقت
پہلی یہ بات میں بدلے ہیں تمہارے تیور
عرض احوال کروں بار دگر کیا طاقت
جو نزاکت سے نہ خود کھول سکے بند قبا
وہ مرے قتل پہ باندھے گا کمر کیا طاقت
ناتوانی جو یہی ہے تو نہیں مرنے کے
ہم کریں منزل عقبٰی کا سفر کیا طاقت
بزم میں غیر کو تاکیں وہ نہیں مجھ کو خبر
اٹھ سکے بار نزاکت سے نظر کیا طاقت
لاکھ پردوں میں ہے اے پردہ نشیں تو مخفی

جھانک لیں تجھ کو بھلا شمس و قمر کیا طاقت
عشق کو آفت جاں ہے مگر اس دل کے سبب
میں کروں ایسی مصیبت سے حذر کیا طاقت
حلق میں نالے اٹکتے ہیں شب غم اٹھ کر
سلب ہو جاتی ہے تا وقت سحر کیا طاقت؟
توڑ ڈالے ہیں ہزاروں کے دل اس کافر نے
عہد توڑے وہ رقیبوں سے مگر کیا طاقت
الاماں کاٹ تیری تیغ نظر کا قاتل
تیرے آگے ہو کوئی سینہ سپر کیا طاقت
اے جنوں زور سہی جوش سہی تجھ میں مگر
سر پہ لے جاتے اٹھا کر کوئی گھر کیا طاقت
کوہ غم ہم نے اٹھایا ہے محبت میں تری
گر دکھائے گا سوا اس سے بشر کیا طاقت
داغ سے تجھ کو گماں بدنظری کا ہے عبث
کیا مجال اس کی وہ ڈالے تو نظر کیا طاقت

☆☆☆

۱۴

دعویٰ پیامبر کا ہے دیوانے پن کی بات
اس سے ادا نہ ہو گی ہمارے دہن کی بات
دلکش ہے پر مذاق ہے اس انجمن کی بات
اہل سخن سے پوچھیے بزم سخن کی بات
شیریں ہے کس قدر مرے شیریں سخن کی بات
اس کے دہن سے چھین لوں اس کے دہن کی بات
پوچھے کوئی سفر میں گھر سے عدن کی بات
غربت میں یاد آتی ہے کیا کیا وطن کی بات
گویا زبان شمع کی اس وجہ سے نہیں

پروانے سے یہ کرتی ہمیشہ جلن کی بات
غصے کی جو ہو بات کڑی کس سے اٹھ سکے
گویا تمھاری بات وہ ہے لاکھ من کی بات
تڑپا دیا کسی کو' کسی کو لٹا دیا
ادنیٰ ہے یہ تو اس بت پیاں شکن کی بات
کل وعدہ وصال کیا ' آج پھر گئے
کیا دل شکن ہے اس بت پیاں شکن کی بات
تم نے کہا نہیں سر محفل برا مجھے
چھپتی چھپائے سے ہے کہیں انجمن کی بات؟
اس نے دیا جواب یہ عرض وصال پر
لگتی ہے مجھ کو تیر تمھارے دہن کی بات
سر پھوڑے لاکھ عشق میں کوئی تو کیا ہا
وہ کوہ کن کے ہاتھ رہی کون کن کی بات
انکار آج وصل سے میں نے بھی کر لیا
میرے دہن میں آئی' تمھارے دہن کی بات
کہتے ہیں اس کو لازم و ملزوم واقعی
منصور ہی کے ساتھ ہے داور سن کی بات
باد خزاں نے خاک اڑا دی ہے باغ میں
وہ تھی چمن کے ساتھ' بہار چمن کی بات
کیا نامہ بر وصال کا اقرار کر لیا
یہ ہے اسی کے لب کی' اسی کے دہن کی بات
تیرے مریض غم کو خدا نے بچا لیا
یاروں کی تھی زبان پہ گور و کفن کی بات
پروانے کا ہو ذکر کہ مذکور عندلیب
یہ انجمن کی بات ہے' وہ ہے چمن کی بات
موقع ملے تو کان میں واعظ کے ڈال دوں
جو کان میں پڑی ہے مرے برہمن کی بات

جس ملک، جس دیار میں، جس شہر میں گئے
یاد آئی بات بات پہ اہل وطن کی بات
وہ عشق، عشق ہے کہ جو آل نبی کا ہے
وہ بات بات ہے کہ جو ہے پنجتن کی بات
یا رب یہ تجھ سے داغ دعا گو کی ہے دعا
دونوں جہاں میں رکھ مرے شاہ دکن کی بات

☆☆☆

ردیف ٹ

۱۵

الزم عشق کا ملتا نہ کنارا جھٹ پٹ
کشتی ہجر نے کیا پار جھٹ پٹ
دم نظارہ کریں، تیغ نظر سے جو شہید
آپ کا نام تو ہو کام ہمارا جھٹ پٹ
قلزم عشق مژہ میں جو مرا دل ڈوبا
مل گیا کیا اسے تنکے کا سہارا جھٹ پٹ
آتش ہجر سے کیونکر دل بے تاب بچے
آگ پر آتے ہی اڑ جاتا ہے پارا جھٹ پٹ
غم دنیا میں پھنسا داغ کا دل شاہ امم
لیجیے اس کی خبر آپ خدارا جھٹ پٹ

☆☆☆

ردیف ثائے مثلثہ

۱۶

بلبل چم میں پھنس گئی یاد چمن عبث
جب دانہ پانی اٹھ گیا حب وطن عبث

اس کو ضرور ہے مری بربادیوں کی فکر
گردش میں رات دن نہیں چرخِ کہن عبث

پامال کر کے خاک اڑا دو ہوا میں تم
ناحق ہے فکرِ گور ، تلاشِ کفن عبث

دیتے نہیں جواب، سوالِ وصال پر
کیوں دے دیا خدا نے بتوں کو دہن عبث

مژگانِ یار نوک کی لیتی ہے رات دن
ہے دل سے چھیڑ چھاڑ نہیں بانکپن عبث

نکلے گا شانہ بے تاب سے یہ بل
ہے پیچ و تابِ زلفِ شکن در شکن عبث

مٹی میں میری لاش دباتے چلے عزیز
پھر غسل دے کے مجھ کو پہنایا کفن عبث

تو لیوے گا خدا سے جو انجام ہو بخیر
زاہد نہ یادِ حور میں دیوانہ پن عبث

یہ بوالہوس رقیب تو دو دن کے یار ہیں
تو رائیگاں شباب نہ کر سیم تن عبث

شیریں کو راہ پر نہ لگا لایا بد نصیب
لایا ہے جوئے شیر یہ تو کوہ کن عبث

ہر وقت ہے سفر میں ہمارا سمندِ عمر
دو دن کے واسطے ہے یہ حبِ وطن عبث

پیری میں کیا شباب کا ہو گا مزا نصیب
اے خضر تم لیے پھرو سقفِ کہن عبث

اے داغ بیوفا نہ کریں گے وفا کبھی
نادان ان کو دیکھ کے للچا زمن عبث

☆☆☆

ردیف حائے مہملہ

ان کو پہنچا ہے پیام اچھی طرح
اب نکل آئے گا کام اچھی طرح

کٹ گیا ماہ صیام اچھی طرح
کیجیے شرب مدام اچھی طرح

ساقیا دے بھر کے جام اچھی طرح
سیر ہو یہ تشنہ کام اچھی طرح

جا چکا اب زلف کا دل سے خیال
پک گیا سودائے خام اچھی طرح

ان برے ڈھنگوں پہ تم کو ناز ہے
کیا ہے بدوضعی کا نام اچھی طرح

تم بلاتے ہو ہم آئیں گے مگر
بزم کا ہو اہتمام اچھی طرح

کاش سینے تک ہی آئے ان کا ہاتھ
وہ نہیں لیتے سلام اچھی طرح

منہ ہی منہ میں گالیاں دیجیے نہ آپ
کیجیے ہم سے کلام اچھی طرح

موت کیونکر آ گئی روز فراق
کر لیا تھا انتظام اچھی طرح

داغ دل بھی ہے عجب روشن چراغ
جل رہا ہے صبح شام اچھی طرح

دل بہت کرنے پڑیں گے پائمال
کیجیے مشق خرام اچھی طرح

ہم کو ملتا ہی نہیں اس کا پتا
ڈھونڈ لایا ہر مقام اچھی طرح

☆☆☆

ردیف رائے مہملہ

مانوں گا میں نہ تجھ کو ستمگر کہے بغیر
محشر میں چین آئے گا کیونکر کہے بغیر

بھولے ہو تم نہ سمجھو گے بات ایک بار کی
مجھ کو نہ بن پڑے گی مکرر کہے بغیر

مجھ کو مزا ہے چھیڑ کا دل مانتا نہیں
گالی سنے بغیر، ستم گر کہے بغیر

روز جزا چھپاؤں محبت کا راز کیا
سب جانتا ہے داور محشر کہے بغیر

وہ جان جائیں میں نہ کہوں حال دل مگر
ان پر ہو آشکارا یہ کیوں کر کہے بغیر

میری جڑی ہے غیر نے تم سے تو سات بار
کب چوکتا ہوں سات کی ستر کہے بغیر

تو نے نہیں کہا ہے تو بیٹھا ہے کیوں رقیب
دھنا دیے ہوئے ترے در پر کہے بغیر

اچھی کہی کہ مجھ کو برا کہہ کے چھوٹ جاؤ
کب مانتا ہوں میں بھی برابر کہے بغیر

بے جا ہوا یہ دخل اجازت ضرور تھی
کیوں تم نے میرے دل میں کیا گھر کہے بغیر

تیری مژہ کو خار کہوں میں تو کیا مزا
دل مانتا نہیں اسے خنجر کہے بغیر

جو ہیں اشارہ فہم سمجھتے ہیں بے کہے
نکلا ہے کام داغ کا اکثر کہے بغیر

☆☆☆

ردیف شین معجمہ

دل کی ہے مفت ہی تجھے اے مفت بر تلاش
یہ ہتھکنڈے ہیں تو کر اور گھر تلاش
دیوانے بیٹھتے ہیں کہیں پاؤں توڑ کر
ناصح کریں گے یار کو ہم دربدر تلاش
دیکھا نہ چشم شوق سے افسوس اک نظر
کی میں نے نام سن کے تری عمر بھر تلاش
پھرتا ہے لے کے مشعل مہتاب رات بھر
کس کی ہے اے فلک یہ تجھے رات بھر تلاش
پہلو میں میرے تیر نظر تاک کر لگا
ظالم تجھے جو دل کی ہے مد نظر تلاش
تھک جائیں پاؤں دل نہ تھکے راہ عشق میں
میں سر کے بل چلوں گا کروں گا مگر تلاش
عیسیٰ سے بھی شفا ہو نہ بیمار عشق کو
اے چارہ گر دوا کی ہے کیوں اس قدر تلاش
کرتا ہے سجدے حور کی حسرت میں شیخ تو
اللہ کی نہیں تجھے اے بے خبر تلاش
بیٹھیں نہ مل کے عاشق و معشوق ہائے داغ
دن بھر ہے اس فلک کو یہی عمر بھر تلاش

☆☆☆

ردیف میم

۲۰

محو قد یار ہو گئے ہم
سولی پہ چڑھے تو سو گئے ہم
ہوش آتے ہی محو ہو گئے ہم
جب آنکھ کھلی تو سو گئے ہم

بیخود شب ہجر سو گئے ہم
قسمت کو سلا کے سو گئے ہم
مست مئے حسن ہو گئے ہم
زانو پہ کسی کے سو گئے ہم
پیری میں جواں ہو گئے ہم
جب صبح ہوئی تو سو گئے ہم
راحت سے عدم میں ہو گئے ہم
منزل پہ پہنچ کے سو گئے ہم
جاگے تھے بہت شب جدائی
جنت میں بھی جا کے سو گئے ہم
اس بزم میں دل نے ساتھ چھوڑا
اک آئے وہاں سے دو گئے ہم
بعد اپنے لڑے رقیب سے وہ
یہ تخم فساد بو گئے ہم
کافر کہیں ہم کو یا مسلماں
اب ہو گئے جس کے ہو گئے ہم
جب زلف کی بو سنگھائی تم نے
دیوانے تمہارے ہو گئے ہم
اب روئے گا ہم کو اک زمانہ
اگلوں کو جہاں میں رو گئے ہم
محفل سے تری ملا یہ ہم کو
دل اپنی گرہ سے کھو گئے ہم
چوری کا ہے مال کہتے ہیں وہ
دل دے کے بھی چور ہو گئے ہم
دل لینے کی تم کو آرزو تھی
اب جان سے اپنی لو گئے ہم
دنیا ہی میں کیوں یہ فرد اعمال

اشکوں سے نہ اپنے دھو گئے ہم
تھی عشق کی آبرو ہمیں سے
وہ بعد فنا ڈبو گئے ہم
کل آئے جو وہ کہیں سے اے داغ
آج ان کے سلام کو گئے ہم

☆☆☆

ردیف نون

۲۱

موجود ہر جگہ ہے نہیں بے نشاں کہیں
وہ ہر جگہ ہے ڈھونڈیے اس کو جہاں کہیں
زاہد خدا ملے گا نہ تجھ کو یہاں کہیں
کون و مکاں ہے تو ہے لامکاں کہیں
بیداد کر رہا ہے وہ عہد شباب میں
اے آسمان پیر ہو تو بھی جواں کہیں
ایجاد اب ستم نہیں ہوتے یہ کیا ہوا
یا رب بدل گیا تو نہ ہو آسماں کہیں
وہ تند خو ہے اور ہے کمسن پیامبر
ڈرتا ہوں لڑکھڑے نہ اس کی زباں کہیں
کیا جھوٹ بولتے ہو کہ ہے غیر باوفا
اس جھوٹ سے گرے نہ یہ سقف مکاں کہیں
میں غیر کی نگاہ میں، تم میرے دل میں ہو
میرا مکاں کہیں ہے، تمہارا مکاں کہیں
سامان عیش سب ہیں مہیا وصال کے
ایسے میں آ نہ جائے اجل ناگہاں کہیں
جتنے تھے راہ عشق میں ارمان مٹ گئے

منزل کہیں ہے دل ہے کہیں، کارواں کہیں
دل گھر ہے داغ عشق کا اس پر ہے آبلہ
ایسا نہیں مکان کے اوپر مکاں کہیں
بخشش نہ ہو رقیب کا منحوس ہے قدم
جنت میں نہ آ جائے الٰہی خزاں کہیں
ٹھکرا کے اس نے قبر کو ہشیار کر دیا
مجھ کو خبر نہ تھی کہ مرا ہے نشاں کہیں
تم نام پر رقیب کے بگڑے ہو داغ سے
باتیں جو بھید کی تھیں وہ اس نے کہاں کہیں

☆☆☆

۲۲

بہت ہی مختصر تھا وصل کا دن
خدا جانے کب آیا، کب گیا دن
عیادت کو مریض کی اب آئے
اسے گزرے ہوئے ہے تیسرا دن
ہمارا ہی وہ روز وصل ہو کاش
نصاریٰ میں جو ہوتا ہے بڑا دن
یہ کیا خورشید کو ضد ہے شب وصل
نکل کر دوپہر پہلے چڑھا دن
نہ ہو گا کیا مرا افسانہ پورا
نہ ہو گا کیا قیامت کا بڑا دن
کرے کس وقت کوئی عرض مطلب
وہاں ہے رات دن کی رات کا دن
قیامت اس نے کی غصے سے برپا
الٰہی آج کا تھا کیا برا دن
نہیں کٹتی شب غم تو کہاں ہے

ارے او بے مروت، بے وفا دن
وہی دن ہے مبارک جب ملیں وہ
نہیں ہم جانتے اچھا برا دن
نہیں ٹلتا، نہیں آتی شب وصل
ہمارے گھر پہ عاشق ہو گیا دن
مجھے ہے بے خودی کوئی سنا دے
وہ آئی وصل کی شب، وہ گیا دن
ترے گھر داغ ہو ہر روز نو روز
دکھائے تجھ کو بھی ایسے خدا دن

☆☆☆

۲۳

مانند سرو باغ ہم آزاد جب سے ہیں
سب کی قطار میں ہیں مگر دور سب سے ہیں
قابو میں وہ رقیب کے مجبور کب سے ہیں
جادو کیا ہے اس نے مگر اس سبب سے ہیں
آنکھوں ہی کے اشارے میں سمجھو سوال وصل
کیونکر کہیں یہ بات کہ واقف ادب سے ہیں
اٹھے ہیں آج صبح کو منہ کس کا دیکھ کر
توڑا ہے آئینے کو، وہ بیزار سب سے ہیں
کیفیت ان کو بزم جہاں کی نہیں ملی
جو نامراد بادہ عیش و طرب سے ہیں
یہ کہہ رہا ہے تم کو زمانہ خبر نہیں
جتنے رقیب ہیں وہ گرفتار سب سے ہیں
پہلی خطائیں میں نہ کروں گا کبھی معاف
دھوکا نہ دو یہ کہہ کے ترے دوست اب سے ہیں
بسمل ہوئی ہے خلق تری تیغ ناز سے

کچھ نیم جاں سے اس میں ہیں کچھ جاں بلب سے ہیں
جو پارسا ہیں خوف انہیں اس قدر کہاں
ڈرتے گناہ گار خدا کے غضب سے ہیں
ایسا شب فراق میں گھبرا رہا ہے دل
دن کے امیدوار ہم اول ہی شب سے ہیں
تکلیف ہجر کی اسے برداشت ہی نہیں
ہم تنگ کس قدر دل راحت طلب سے ہیں
کیا بے خودی ہے شوق کی اتنی خبر نہیں
ہم کس پہ مبتلا ہیں خدا جانے کب سے ہیں
بیباک و بے حیا نہیں اغیار کی طرح
ہم دور ان کی بزم میں پاس ادب سے ہیں
یہ گھر بھرا بھرا نظر آتا ہے کیا مجھے
مہمان میرے دل میں وہ اے داغ جب سے ہیں

☆☆☆

۲۴

دیکھیے ان سے ملاقات ہے خدا کون سے دن
کون سی رات ہو مقبول دعا، کون سے دن
اب جدائی کی مصیبت نہیں اٹھتی مجھ سے
سر مرا تن سے کریں گے وہ جدا کون سے دن
اس بہانے سے نہ آیا وہ مری میت پر
اس ستم گر نے لگائی ہے حنا کون سے دن
غمزہ و ناز جوانی میں کیوں کر نہ کریں
اور پھر آئیں گے انداز و ادا کون سے دن
اے نجومی تجھے دعویٰ ہے تو یہ حکم لگا
کون سے وقت ملیں گے وہ بتا کون سے دن
تم ہی منصف ہو کوئی راہ کہاں تک دیکھے

وعدہ وصل کیا، یہ نہ کھلا کون سے دن
مست ہیں جوش جوانی کی وہ کیفیت میں
اب نہ آتا تو پھر آتا یہ مزا کون سے دن
میری کشتی کو کیا باد مخالف نے تباہ
منتظر ہوں کہ بدلتی ہے ہوا کون سے دن
کوئی ہفتہ نہیں ایسا کہ نہ ہو غم جس میں
عیش و عشرت کے ہیں یا بار خدا کون سے دن
طلب وصل پہ کھینچی ہے چھری روز وصال
اس خطا پر مجھے دیتے ہو سزا کون سے دن
ان کا برتاؤ نرالا ہے یہ کھلتا ہی نہیں
مہرباں کون سے دن ہیں وہ خفا کون سے دن
بعد مدت کے جو ٹوکا تو کہا ظالم نے
آپ سے ہم نے کیا عہد وفا کون سے دن
حشر کے روز تو یارب ہو نزول رحمت
ہم گنہگاروں کو ملتی ہے سزا کون سے دن
دیکھیے کب مری قسمت کا ستارا چمکے
سامنے آئے وہ خورشید لقا کون سے دن
خواہش وصل پہ وہ پوچھتے ہیں یہ مجھ سے
کہ برس دن میں مبارک ہو بتا کون سے دن
نو گرفتار تری زلف میں ہیں طائر دل
تو کرے گا انہیں صدقے میں رہا کون سے دن
دیکھیے دیکھتے ہیں کب وہ اٹھا کر چلمن
دیکھیے اٹھتی ہے کمبخت حیا کون سے دن
برسوں گزرے ہیں کہ بیمار محبت میں ہوں
ہو گی اے چارہ گرو مجھ کو شفا کون سے دن
ہم سے اب تک تو تری آنکھ بہت سیدھی تھی
دیکھیے کرتی ہے آ مل کے دغا کون سے دن

داغ سے عید کے دن بھی نہ ملے وہ آ کر
یہ گیا وقت پھر آئے بھلا کون سے دن

☆☆☆

۲۵

عشق میں دل کہیں، حواس کہیں
ایسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں
چھپ کے بیٹھا ہے کیا کوئی مے کش
بھر کے جاتا ہے کیوں گلاس نہیں
مجھ کو ہے اس سے احتمال باوفا
نہ غلط ہو مرا قیاس کہیں
زہر کھاتے ہیں تنگ آ کر ہم
یہ دوا آئے دل کو راس کہیں
کعبے جاتے تو ہیں یہ دھڑکا ہے
ہم نہ پہنچیں خدا کے پاس کہیں
ستیاناس محتسب کا ہو
شیشہ پھینکا کہیں گلاس کہیں
دل کے گوشے میں دونوں مہماں ہیں
آرزو ہے کہیں تو یاس کہیں
آئیں گے پانچ دن میں کہتے ہو
پانچ دن کے نہ ہوں پچاس کہیں
دل کی مردانگی پہ بھولا ہوں
عاشقی میں نہ ہو ہراس کہیں
اس کو کہتے ہیں لوگ عہد شکن
ٹوٹ جائے نہ اپنی آس کہیں
جو نہ کہنی تھیں مجھ کو وہ باتیں
غیر سے ہو کے بدحواس کہیں

شہر در شہر ہیں ترے عاشق
کہیں دس بیں، سو پچاس کہیں
جامہ عاشقی ملا ہے مجھے
تنگ تر ہو نہ یہ لباس کہیں
قطرہ قطرہ پلا نہ اے ساقی
اوس سے بجھتی ہے پیاس کہیں
بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو
یہیں ہو گا وہ آس پاس کہیں

☆☆☆

۲۶

کیا زانوے رقیب بسا ہے نگاہ میں
تکیہ نہیں ہے آج تری خواب گاہ میں
آتے ہیں اس روش سے تری جلوہ گاہ میں
ہم پاؤں پھونک پھونک کے رکھتے ہیں راہ میں
تم لاکھ مجھ سے پردہ کرو جلوہ گاہ میں
صورت یہ کہہ رہی ہے کہ میں ہوں نگاہ میں
آمیزش ثواب ہے میرے گناہ میں
دل بتکدے میں اور قدم خانقاہ میں
سچ ہے یہاں کہاں ہو جو بات کا جواب
تم ہو کسی کے دل میں، کسی کی نگاہ میں
خالی نہیں مزے سے کوئی پارسا و رند
لذت اسے ثواب میں اس کو گناہ میں
پہنچے نہ ہائے منزل مقصود تک کبھی
ہم پاؤں پیٹتے ہی رہے اس کی راہ میں
چاہ ذقن میں اس کے پسینے سے ہے تری
پانی اگر نہیں ہے تو ہے خاک چاہ میں

وہ تجھ سے مل کے حشر میں پوری نہ ہو کہیں
تھوڑی سی ہے کمی جو ہمارے گناہ میں
یوسف کا حال دیکھ کے آنکھیں ہوئیں ہمیں
ڈوبا ہے جو اس کی چاہ میں ڈوبا نہ چاہ میں
دشوار ہیں طریق طریقت کی منزلیں
دوزخ بھی ساتھ ہے جنت کی راہ میں
ہم کو پتا ملا ہے دل داغ دار کا
کچھ روشنی سی ہے تری زلف سیاہ میں
ظالم خدا سے ڈر کہ جہنم کی آگ ہے
نالے میں بیکسوں کے غریبوں کی آہ میں
اک دوستی کی، اک نظر دشمنی کی ہے
تم بھی نگاہ میں ہو، عدو بھی نگاہ میں
آشفتگی سے زلف کی، جس کی ہو برہمی
دیکھے وہ کس طرح مجھے حال تباہ میں
سمجھا دے اس کو جا کے یہ اک بات اے صبا
قاصد ابھی گیا ہے، ابھی ہو گا راہ میں
دیکھا جو شب کو خواب میں اس چشم مست کو
لغزش ہے صبح سے مرے پائے نگاہ میں
یہ رنگ کہہ رہا ہے ' کیا خون بے گناہ
ڈورے ہیں سرخ جو چشم سیاہ میں
وہ غیر سے ملے ہیں گلے میرے سامنے
ماتم ہے زندگی کا مجھے عید گاہ میں
حاصل ہیں میری قبر سے بھی سرفرازیاں
رکھتے ہیں پھول چمن کے عدو بھی کلاہ میں
دانستہ اس نے قتل کیا، میں یہ کیوں کہوں
شاید ہوا ہو خون مرا اشتباہ میں
جاتا ہے داغ کعبے کو بت خانہ چھوڑ کر

ٹھوکر ضرور کھائے گا پتھر سے راہ میں

☆☆☆

۲۷

رنج پر رنج دیے جاتے ہیں
اپنی کرنی وہ کیے جاتے ہیں
ہم جو الزام دیے جاتے ہیں
اپنے دل میں وہ لیے جاتے ہیں
مرگ عاشق کا تمھیں کیوں غم ہو
جینے والے تو جیے جاتے ہیں
زخم اس تیغ کے ہیں دامن دار
کس سے یہ چاک سیے جاتے ہیں
ہم تری بزم میں تنہا بیٹھے
خون کے گھونٹ پیے جاتے ہیں
ان کو حیرت ہے کہ عاشق کیونکر
ہم پہ مر مر کے جیے جاتے ہیں
ہاتھ کب اہل سخاوت کا رکا
بے طلب بھی وہ دیے جاتے ہیں
وہ جواب اس کا ہمیں دیں کہ نہ دیں
ان سے ہم بات کیے جاتے ہیں
داغ سے مل کے یہ پوچھا اس نے
کس لیے آپ جیے جاتے ہیں

☆☆☆

۲۸

طور بے طور ہوئے جاتے ہیں
وہ تو کچھ اور ہوئے جاتے ہیں

یہ عنایت پہ عنایت ہے ستم
لطف بھی جور ہوئے جاتے ہیں

اب تو بیمار محبت تیرے
قابل غور ہوئے جاتے ہیں

نشہ ہوتا ہی نہیں اے ساقی
بے مزہ دور ہوئے جاتے ہیں

دیر ہے حکم کی، ہم تم پہ فدا
ابھی فی الفور ہوئے جاتے ہیں

التجا بھی ہے شکایت گویا
وہ خفا اور ہوئے جاتے ہیں

انتہا کیا ہے کہ تجھ سے برپا
جور پر جور ہوئے جاتے ہیں

اہل کلکتہ سے لائق فائق
اہل لاہور ہوئے جاتے ہیں

گھڑیوں بڑھتا ہے حسینوں کا جمال
اور سے اور ہوئے جاتے ہیں

تیر پھینکو نہ فلک پر کہ شکار
اسد و ثور ہوئے جاتے ہیں

کچھ خبر بھی ہے محبت میں داغ
کیا ترے طور ہوئے جاتے ہیں

☆☆☆

۲۹

نہ چھوڑا دل کو اے کافر، ترے پیکان ایسے ہیں
خدا کا گھر اڑا لے جائیں، یہ مہمان ایسے ہیں

کرے گا بے وفائی مجھ سے تو سامان ایسے ہیں
تری جانب سے مجھ کو وہم میری جان ایسے ہیں

فرشتے کو پکڑ رکھیں ترے دربان ایسے ہیں
خدا سے بھی نہیں ڈرتے یہ بے ایمان ایسے ہیں
اگر تو بھی نکالے گا نہ نکلیں گے، نہ نکلیں گے
مرے ارمان اتنے ہیں مرے ارمان ایسے ہیں
رقیبوں کو محبت کا ہے دعویٰ اے تری قدرت
یقیں ہے تم کو لو وہ بھی خدا کی شان ایسے ہیں
شرارت فتنہ اک اک بات میں ہے ان کی اے قاصد
وہ بھولے بھالے کم سن ایسے ہیں نادان ایسے ہیں
یہ سر کے ساتھ جائیں گے، یہ دم کے ساتھ جائیں گے
ہمارے سر پہ آصف جاہ کے احسان ایسے ہیں
بنائیں اور باتیں آپ ان سے کیا غرض مطلب
یہ چن لیتے ہیں مطلب کی ہمارے کان ایسے ہیں
وہ جلوہ دیکھتے ہی آ گیا غش مجھ کو دعویٰ تھا
خطا ہوتی نہیں ہرگز مرے اوسان ایسے ہیں
یقیں ہم کو دلاتے ہیں وہ یوں جھوٹی قسم کھا کر
نہ ٹوٹیں حشر تک یہ عہد، یہ پیمان ایسے ہیں
رقیبوں کو بٹھا کر بزم میں کہتے ہیں وہ مجھ سے
جواب ان کا نہیں، دیکھو مرے مہمان ایسے ہیں
تمہارا ساتھ دیں گے حشر میں یہ بھی یقین جانو
تمہارے جاں نثاروں میں بہت انسان ایسے ہیں
کہیں لٹوا دیا جوبن، کہیں چروا دیا دل کو
بھرے جائیں نہ تجھ سے بھی ترے نقصان ایسے ہیں
تری تصویر بھی آئینہ بھی، عاشق کی آنکھیں بھی
کسی میں دم نہیں محفل میں یہ حیران ایسے ہیں
بہار باغ عالم ہم نے لوٹی، داغ مدت تک
کوئی دن کی ہوا کھاتے ہیں اب سامان ایسے ہیں

☆☆☆

ردیف واؤ

۳۰

رگِ جاں سے نزدیک ہے میری جاں تو
مگر پھر جو دیکھا کہاں میں کہاں تو

حقیقت میں ہے ماسوا چیز ہی کیا
ادھر تو، ادھر تو، یہاں تو، وہاں تو

نہ تو مجھ کو چھوڑے نہ میں تجھ کو چھوڑوں
وہیں تو جہاں میں وہیں میں جہاں تو

حفیظ اور حافظ بھی ہے نام تیرا
نگہبان ہے اور ہے پاسباں تو

وظیفہ جو تجھ کو نہیں نام کا
دہن میں ہے کس کام کی اے زباں تو

جہاں پائیں گے تجھ کو ہی پائیں گے ہم
نہیں بے نشاں تو، نہیں بے نشاں تو

یہ گھر وہ بنے، جس پر قرباں ہو جنت
اگر خانہ دل میں ہو مہماں تو

کہاں چشم بینا ہے ایسی جو دیکھے
کہاں ہے عیاں تو، کہاں ہے نہاں تو

یہاں پست و بالا دکھانا ہے تجھ کو
بناتا نہ کیوں یہ زمیں، آسماں تو

نکلتے ہی کہتا ہے غنچہ زباں سے
کہ اس باغ عالم کا ہے باغباں تو

نہ ہو دین و دنیا میں کچھ رنج اس کو
الٰہی رہے داغ پر مہرباں تو

☆☆☆

ردیف یائے معروف و مجہول

۳۱

یہ سنتے ہیں ان سے یہاں آنے والے
جہنم میں جائیں وہاں جانے والے

ترس کھا ذرا دل کو ترسانے والے
ادھر دیکھتا جا ادھر جانے والے

وہ جب آگ ہوتے ہیں غصے سے مجھ پر
تو بھڑکاتے ہیں اور چمکانے والے

مرا دل، مرے اشک، غصہ تمہارا
نہیں رکے روکے سے یہ آنے والے

وہ جاگے سحر کو تو لڑتے ہیں مجھ سے
کہ تھے کون تم خواب میں آنے والے

وہ میرا کہا کس طرح مان جاتے
بہت سے ہیں شیطان بہکانے والے

ادھر آؤ اس بات پر بوسہ لے لوں
مرے سر کی جھوٹی قسم کھانے والے

ہمیں پر اترتا ہے غصہ تمہارا
ہمیں بے خطا ہیں سزا پانے والے

وہ محفل تمہاری، مبارک ہو تم کو
سلامت رہیں بے طلب آنے والے

تری بزم سے میں نہ جاؤں گا تنہا
مجھے ساتھ لے جائیں گے جانے والے

جو واعظ کے کہنے سے بھی توبہ کر لوں
نہ کوسیں گے کیا مجھ کو میخانے والے

اٹھائیں گے کیا غیر الفت کے صدمے
ذرا سی مصیبت میں گھبرانے والے

تمھیں نے چرایا ہے دل وہ تمھیں ہو
پرائی رقم لے کے اترانے والے

نہیں مانتا ایک کی بھی مرا دل
نئے روز آتے ہیں سمجھانے والے

مجھے کھائے جاتے ہیں اب طعنہ دے کر
مرے حال پر تھے جو غم کھانے والے

برستا نہیں مینہ الٰہی کہاں تک
پئیں خون کے گھونٹ میخانے والے

جہاں دیدہ ہیں ہم نے دیکھی ہے دنیا
نہیں آپ کے دم میں ہم آنے والے

زباں سے تو کہہ کیا ارادہ ہے تیرا
اشاروں، اشاروں میں دھمکانے والے

سلامی ہیں اے داغ اس کے ہی در کے
نہ ہم کعبے والے، نہ بت خانے والے

☆☆☆

۳۲

دنیا کا مال اور ہے کس کام کے لیے
کرتا ہے خرچ آدمی آرام کے لیے

ہے سادگی غضب کی، قیامت کا ہے بناؤ
وہ صبح کے لیے ہے، تو یہ شام کے لیے

آنے دے کچھ تو ہوش جہاں خراب میں
اے بیخودی ہم آئے ہیں کس کام کے لیے

اس بت کا دل ملے گا مرے دل سے کس طرح

وہ کفر کے لیے ہے یہ اسلام کے لیے

وعدہ کر کے وہ رات کا اپنا یہ حال ہو
مانگیں دعائیں صبح سے ہم شام کے لیے

دو گے جو بوسہ پاؤ گے نام خدا ثواب
دنیا یہ وہ نہیں ہے جو ہو نام کے لیے

میں خوش ہوا کہ ہے وہی قاصد جو یہ سنا
حاضر ہے کوئی آدمی انعام کے لیے

جانے دو اہل کعبہ کو ہے اس میں مصلحت
جاتا ہوں بتکدے کو بڑے کام کے لیے

تعریف میں کسی کی نہ آیا ہے کبھی وہ لطف
عاشق نے جو مزے تری دشنام کے لیے

سن کر کہا ہر اک نے ہمیں جان ہے عزیز
یارب فرشتہ دے مرے پیغام کے لیے

کس طرح آ گئی شب دیجور ہجر میں
یہ تیرگی تھی زلف سیہ فام کے لیے

دل سا نہیں ہے کوئی بھی ہرکارہ اپنے پاس
موجود و مستعد ہے یہ ہر کام کے لیے

اچھا ہو یا برا ہو انہیں اس سے بحث کیا
احوال پوچھتے ہیں وہ الزام کے لیے

جب مل گ‍ۓ تو اوک سے چلو سے پی ہی لی
ہم منتظر کبھی نہ رہے جام کے لیے

مجھ کو پلا دی بزم میں اس چشم مست نے
ترسے مری بلا مۓ گلفام کے لیے

اس فتنہ گر کی بزم ہو کیونکر نہ فتنہ خیز
یہ کام تھا فلک کو سرانجام کے لیے

آیا وہاں سے بیخود و مدہوش بن کے تو
بھیجا تھا ہم نشیں تجھے کس کام کے لیے

عقبیٰ کی فکر کر کہ یہ غفلت بری ہے داغ
دنیا نہیں ہے راحت و آرام کے لیے

☆☆☆

۳۳

حیا و شرم سے چپ چاپ کیا وہ آ کے چلے
اگر چلے تو مجھے سیدھیاں سنا کے چلے
وہ شاد شاد دم صبح مسکرا کے چلے
ستم تو یہ ہے کہ مجھ کو گلے لگا کے چلے
یہ چال ہے کہ قیامت ہے اے بت کافر
خدا کرے کہ یونہی سامنے خدا کے چلے
ہمارے دود جگر میں ذرا نہیں طاقت
یہ ابر تر ہے کہ گھوڑے پہ جو ہوا کے چلے
مرے بجھائے بجھے گی نہ یہ لگی دل کی
بجھاتے جاؤ، کہاں آگ تم لگا کے چلے
تمھیں ہو چور بھری بزم میں ادھر آؤ
نظر چرائے ہوئے دل کہاں چرا کے چلے
ہوئے ہیں شادی و غم اختیار میں ان کے
کبھی ہنسا کے چلے وہ کبھی رلا کے چلے
ہماری خاک کی ڈھیری تمہارے کوچے میں
ذرا لگی تھی کہ جھوکے وہیں ہوا کے چلے
وہ مہماں نہیں ایسے کہ جائیں خالی ہاتھ
کہ جب چلے تو مرے دل کو لے لوا کے چلے
طریق عشق میں سوجھا کسے نشیب و فراز
وہ کیا چلے جو سہارے پہ رہنما کے چلے
بچائیں دل کو کہاں تک ہم ایسے تیروں سے
نگہ نگہ کے چلے ہیں ادا ادا کے چلے

دکھائی دی ہمیں راہ عدم جو تیرہ و تار
ہم اپنی مشعل داغ جگر جلا کے چلے

پڑی جو اس کی نظر دل تڑپ کے یوں نکلا
کہ جس طرح کوئی نخچیر تیر کھا کے چلے

خبر نہیں کہ کوئی تاک میں بیٹھا ہے
یہ جھٹپٹے میں کہاں آپ منہ چھپا کے چلے

ادھر تو آؤ مجھے دو دو باتیں کرنی ہیں
یہ کیا کہ دور سے صورت دکھا کے چلے

وہ رحم کھائیں گے کیا داغ ہوش میں آؤ
تم ان کے آگے برا حال کیوں بنا کے چلے

☆☆☆

۳۴

ہلایا جب مری آہ و فغاں نے
زمیں پکڑی ہے کیا کیا آسماں نے

تعجب ہے کہ اس بیداد پر بھی
تجھے اچھا کہا سارے جہاں نے

لیا جب نام اس شیریں دہن کا
لیے ہیں کیا مزے میری زباں نے

کھلے وہ کھل گیا جب بھید ان پر
انہیں کھولا مرے راز نہاں نے

ملی یہ داد میرا قصہ سن کر
اڑائی نیند تیری داستاں نے

وہ یہ سمجھے سبھی عاشق ہیں سچے
بچایا سب کو میرے امتحاں نے

وہ جب تربت پہ آئے میں نہ اٹھا
سبک مجھ کو کیا خواب گراں نے

نہ گڑنے دی مری میت کئی دن
نہ چھوری بدگمانی بدگماں نے
رہی جن سے بہار باغ عالم
انہی پھولوں کو توڑا باغباں نے
ترے ہاتھوں کو مہندی نے کیا لال
مرے چہرے کو چشم خوں فشاں نے
خیال زلف شکوں شب کو آیا
مجھے مارا بلائے نا گہاں نے
مرا رونا کہا اس بدگماں سے
ڈبویا مجھ کو میرے رازداں نے
لباس غیر میں دی مجھ کو خوشبو
تمہارے گیسوئے عنبر فشاں نے
اکڑنا دیکھ کر سرو چمن کا
بھرا بل کیا مرے بانکے جواں نے
حقیقت میں تو اس قابل نہ تھا داغ
بہت کی قدر شاہ قدر داں نے

☆☆☆

۳۵

آپ کی شان ہے کیا شان رسول عربی
آپ پر جان ہے قربان رسول عربی
کس نے یہ مرتبہ پایا ہے ہوا کس کو عروج
ہوئے اللہ کے مہمان رسول عربی
ہے قیامت میں اسے کون بچانے والا
تم ہو امت کے نگہبان رسول عربی
ہے وہ حکم خداوند تعالیٰ بے شک
جو ہوا آپ کا فرمان رسول عربی

آپ کا مرتبہ ہے حضرت آدم سے بلند
کوئی ایسا نہ انسان رسول عربی

آپ کے نام کا کلمہ ہے مسلمان کی جان
ہے یہ دین دار کا ارمان رسول عربی

خانہ ویران بھی ہوں بے سروسامان بھی ہوں
کوئی بنتا نہیں سامان رسول عربی

میں گنہ گار ہوں ایسا کہ دعا کرتے بھی
دل میں ہوتا ہوں پشیمان رسول عربی

اپنی امت کے نگہبان ہیں کونین میں آپ
آپ کا حق ہے نگہبان رسول عربی

مجھ کو انجام کی ہے فکر کہ کیا ہونا ہے
گم ہیں اس خوف سے اوسان رسول عربی

آئینہ خانے کی صورت ہے یہ حیرت خانہ
آدمی کیوں نہ ہو حیران رسول عربی

میں گرفتار غم و رنج رہوں گا کب تک
میری مشکل کرو آسان رسول عربی

نیک کاموں میں شب و روز بسر ہو میری
رات دن ہے یہی ارمان رسول عربی

آپ کا رتبہ ہے ایسا کہ جناب جبریل
آپ کے در کے ہیں دربان رسول عربی

میر محبوب علی خاں کو ملے عمر دراز
ہے دعا داغ کی ہر آن رسول عربی

☆☆☆

۳۶

فتنہ گر آنکھ تھی وہ زلف دوتا اور ہوئی
وہ وبال دل و جاں ایک بلا اور ہوئی

چارہ گر سے مجھے تکلیف سوا اور ہوئی
دل کو تھا اور مرض اس کی دوا اور ہوئی

راہ پر آئے تو ہیں گھر میں بھی آ جائیں گے
ایک مقبول اگر میری دعا اور ہوئی

خواہش وصل میں بر آئی تمنائے وصال
وہ تو پوری نہ ہوئی اس کی سوا اور ہوئی

آدمی کے لیے جنت بھی نہ دوزخ ہو جائے
راس کب آئی اگر آب و ہوا اور ہوئی

جرم پر جرم کروں دیں گے سزا کس کس کی
تھک نہ جائیں گے خطا پر جو خطا اور ہوئی

وہ یہ کہتے ہیں نئی بات نہیں رسم جفا
ہوتی آتی ہے ہمیشہ سے یہ کیا اور ہوئی

اب جو ہے مجھ پہ جفا اس کی شکایت کر لوں
یا تو بالکل نہ ہوئی جبر سے یا اور ہوئی

ظہر کا وقت تو یا داور محشر گزرا
کیا کریں گے جو نماز اپنی قضا اور ہوئی

پیشتر ہی ترے لاکھے نے رلایا تھا لہو
خون کرنے کو مرے دل کے حنا اور ہوئی

عاشقوں کا بھی وہ انداز طبیعت نہ رہا
پہلے کچھ اور تھی اب رسم وفا اور ہوئی

دل میں کچھ خار محبت کی ابھی سے ہے خلش
ہم کہاں اس کی اگر نشو و نما اور ہوئی

داغ میخانے سے بت خانے کو تو جا پہنچا
تیری تعریف یہ اے مرد خدا اور ہوئی

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ
تم ہی سے ہے فریاد یا مصطفیٰ

نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے
نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰ

زباں پر ترا نام جاری رہے
کرے دل تری یاد یا مصطفیٰ

نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہ صواب
نہ ہو ظلم و بیداد یا مصطفیٰ

عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے
بجا لاؤں ارشاد یا مصطفیٰ

مجھے گھیر رکھا ہے امراض نے
مٹے ان کی بنیاد یا مصطفیٰ

مجھے رات دن فکر ہے قرض کی
اسی سے ہوں ناشاد یا مصطفیٰ

رہوں حشر میں آپ کی ذات سے
طلب گار امداد یا مصطفیٰ

عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
رہے داغ دل شاد یا مصطفیٰ

☆☆☆

۳۸

تھی تاب اے دل تو کیوں چاہ کی
بڑا تیر مارا اگر آہ کی

وہی ہے اک خاک دیر و حرم
دل اس راہ کی لے کہ اس راہ کی

خدا جانے کیا بن گئی دل پہ آج
صدا ہے جو اللہ اللہ کی

اڑاتے ہو بے پر کی تعریف میں
بندھی ہے ہوا کس ہوا خواہ کی

وہ پیغام رخصت کا منہ پھیر کر
وہ شرمیلی آنکھیں سحر گاہ کی

اجاڑے ہیں گھر تو نے کافر بہت
کہاں جائے مخلوق اللہ کی

تم آنا ہمارے جنازے کے ساتھ
یہ تکلیف کرنا خدا راہ کی

کبھی دو، کبھی سو ملیں گالیاں
مقرر ہماری نہ تنخواہ کی

فلک سا بھی ظالم کوئی اور ہے؟
مگر عمر اس کی نہ کوتاہ کی

اسے ہم نے دیکھا جسے دیکھ کر
نگہ نے تری شرم ناگاہ کی

گیا دل ترے پاس اک آن میں
مسافت بہت کم ہے اس راہ کی

کہا بوسہ آستاں پر بہ طنز
نہیں ہے یہ دہلیز درگاہ کی

نہیں بے سبب ان بتوں کا غرور
کچھ اس میں بھی حکمت ہے اللہ کی

نہ لیتے گئے بے وفا جان کر
اگر جان بھی ان کے ہمراہ کی

مرے دل میں برچھی چبھو کر کہا
خبردار تو نے اگر آہ کی

یکایک ڈسا تیری کاکل نے دل
اس افعی نے کیا چوٹ ناگاہ کی

یہ سمجھائے دیتے ہیں اے داغ ہم

اطاعت کیسے جاؤ تم شاہ کی

☆☆☆

۳۹

اللہ ہی اللہ ہے صنم خانے میں کیا ہے
لو برہمنو جاتے ہیں اپنا بھی خدا ہے
بگڑی ہوئی کچھ ایسی زمانے کی ہوا ہے
دل زلف پریشاں سے پریشاں ہوا ہے
یہ جرم وفا پر مجھے ارشاد ہوا ہے
بخشے تو تجھے بخشنے والے کی خطا ہے
اب داغ کے احوال سے مطلب تمھیں کیا ہے
اچھا ہے تو اچھا ہے برا ہے تو برا ہے
کس بات پر ہم رشک مسیحا تمھیں جانا
دمباز تمہارا لب اعجاز نما ہے
کھولے ہیں اسیری میں تری زلف کے پھندے
میرا دل آزاد بھی کیا عقدہ کشا ہے
تو ہاتھ ذرا کھول کہ میں آنکھ سے دیکھوں
دل ہے کہ ستم گر تری مٹھی میں قضا ہے
میخانے کو جاتا تھا چھپے چوری سے زاہد
للکار کے میں نے یہ کہا دیکھ لیا ہے
مختار ہے تو اپنا تو خم ہے سر تسلیم
مرضی وہی عاشق کی ہے جو تیری رضا ہے
کیوں درد کو دل کے نہ کلیجے سے لگا لوں
اس نے ہی پس مرگ مرا ساتھ دیا ہے
یہ مجھ سے کہا شکوہ بیداد پر اس نے
تجھ کو کسی معشوق سے پالا بھی پڑا ہے
سب عیش کے سامان بگڑ جاتے ہیں بن کر

کیا خانہ خرابی نے یہ گھر دیکھ لیا ہے
گھیرے ہیں رقیبوں کے تو کچھ غم نہیں ہم کو
نکلیں گے سبک ہو کے کوئی دم کی ہوا ہے
نسبت تری ابرو سے ہو کیوں کر مہ نو کو
یہ حسن میں مشہور وہ انگشت نما ہے
فرصت ہے کہاں فکر سخن کی ہمیں دم بھر
مجبور ہیں اس سے کہ تقاضائے وفا ہے
میخانے میں فتویٰ ہے یہی پیر مغاں کا
سب عہد جوانی میں جوانوں کو روا ہے
محشر میں اگر جائے ہماری شب فرقت
خورشید قیامت کہے یہ کون بلا ہے
آرام سا آرام دیا، داغ کون دن رات
آباد رہیں حضرت آصف یہ دعا ہے

☆☆☆

۴۰

انہیں نفرت ہوئی سارے جہاں سے
نئی دنیا کوئی لائے کہاں سے
ترے ہاتھوں غبار کشتگاں سے
زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے
کھلا کب مدعا ان کے بیاں سے
زبانی خرچ تھا، خالی زباں سے
پریشاں وہ اٹھے خواب گراں سے
مری فریاد ہے آہ و فغاں سے
نہیں وہ صاف اپنے راز داں سے
خدا پالا نہ ڈالے بدگماں سے
وہ توڑیں عہد لیکن فکر یہ ہے

خدا نکلے گا کیوں کر درمیاں سے
تمہاری بات لگتی ہے مجھے تیر
نگہ کا کام لیتے ہو زباں سے
گئے کیوں توبہ کر کے اس طرف ہم
کہ شرمانا پڑا پیر مغاں سے
ذرا نرمی بھی کر اے سخت جانی
تھکا جاتا ہے قاتل امتحاں سے
مجھے مہماں تو کر لو ہم صفیرو!
جو ٹوٹی شاخ بار آشیاں سے
سگ لیلیٰ بھی مجنوں کو پیارا
لگاوٹ کر رہا ہوں پاسباں سے
کہوں کیونکر تری باتیں ہیں جھوٹی
زباں پکڑی نہیں جاتی زباں سے
کہوں کیونکر تری باتیں ہیں جھوٹی
تسلی کو دل افسردہ کی ہم
گل پژمردہ لائے بوستاں سے
چھپا لوں میں اے باد بہاری
مجھے کھٹکا ہے خار آشیاں سے
خبر ادنیٰ کی رہے اعلیٰ کو معلوم
زمیں کو پوچھتے ہو آسماں سے
لگا ہے سنگ مقناطیس گویا
جبیں اٹھتی نہیں اس آستاں سے
سوال وصل پر چپ ہو رہے کیوں
زباں کا کام لیتے ہیں زماں سے
فرشتے دفتر عصیاں نہ لکھیں
نہ اٹھے گا یہ دوش ناتواں سے
انہیں جس بات سے تھی سخت نفرت

وہی بے ساختہ نکلی زباں سے
عدو بھی اب تو مجھ پر رحم کھا کر
سفارش کر رہے ہیں آسماں سے
لگا رکھے گا دم جھانسوں میں دو چار
کہ پھر مشتاق آئیں گے کہاں سے
نظر پر کیوں چڑھا کر مجھ کو پٹکا
گرایا کیوں زمیں پر آسماں سے
اگر ہو آنکھ تو سرمہ بنائیں
خضر بھی میری گرد کارواں سے
بشر کیوں کر نہ دیکھیں حسن تیرا
فرشتے جھانکتے ہیں آسماں سے
جہاں کے ہو رہے بس ہو رہے ہم
قفس بھی کم نہیں ہے آشیاں سے
لڑائیں گے زباں امید یہ تھی
مگر لڑنے لگے وہ تو زباں سے
بنا دے کوئی مسجد بت کدے پر
کہ دہرا فیض ہو دہرے مکاں سے
کہے دیتے ہیں تیور نامہ بر کے
کہ یہ خالی نہیں آیا وہاں سے
مزا ہے ان سے ہو گی گفتگو ترش
زباں سے لیں گے چٹخارے زباں سے
پھرے وحشت میں مثل گرد صحرا
نہ بیٹھے ہم وہاں اٹھے جہاں سے
وہ کوہ طور تھا موسیٰ کا حصہ
الٰہی میں تجھے دیکھوں کہاں سے
رسائی کی اگر قسمت نے اپنی
ملیں گے خلد میں خلد آشیاں سے

دل بے تاب سے ہے ناک میں دم
الٰہی صبر میں لاؤں کہاں سے
ترے در پر جگہ ہے داغ کی گرم
ابھی اٹھ کر گیا ہے وہ یہاں سے

☆☆☆

۴۱

ایذائے درد و غم تری قسمت میں مل گئی
ملنی تھی جو سزا وہ محبت میں مل گئی
یہ شکل ایجاد کی صورت میں مل گئی
تصویر آپ کی مری حیرت میں مل گئی
آنکھوں کو تیرگی شب فرقت میں مل گئی
اس سے جو کچھ بچی مجھے تربت میں مل گئی
دل آتش فراق صنم نے جلا دیا
دوزخ سے جو بچی مجھے جنت میں مل گئی
پورا دیا جواب نہ قاصد نے جب مجھے
آدھی امید یاس میں حسرت سے مل گئی
آرام کے بعد مرگ ملا درد عشق سے
خاک شفا نصیب سے تربت میں مل گئی
بیداد گر کو آئے گا بیداد کا مزا
گر داد عاشقوں کو قیامت میں مل گئی
دل کو ہے اضطراب' نہ وحشت مزاج میں
آسائش ایسی کنج قناعت میں مل گئی
برگشتہ اس سے دل جو ہوا اور غم ہوا
برگشتگی وہ مری قسمت میں مل گئی
دنیا میں جانتا ہوں کہ جنت ملی مجھے
راحت اگر ذرا سی مصیبت میں مل گئی

وقت اخیر آہی گیا موت کا مزا
یہ لذت اور درد کی لذت میں مل گئی

اس پر بھی ہم کو ناز ہے مشہور تو ہوئے
رسوائی اپنی آپ کی شہرت میں مل گئی

بلبل کا نالہ کیوں مری فریاد میں ملا
کیوں گل کی رنگت آپ کی رنگت میں مل گئی

اے داغ شکر کر کہ شرف یاب تو ہوا
دل کی مراد حج و زیارت میں مل گئی

☆☆☆

۴۲

سب متاع دین و دنیا چاہیے
اے ہوس تجھ کو بھی کیا کیا چاہیے

دین و دل یا مال دنیا چاہیے
آپ کو کیا چاہیے کیا چاہیے

عقل کہتی ہے نہ ہو آزار عشق
شوق کہتا ہے کہ ہونا چاہیے

دل مقابل اس صف مژگاں کے ہے
لڑنے مرنے کو کلیجا چاہیے

اڑ گیا باد خزاں سے آشیاں
مجھ کو تنکے کا سہارا چاہیے

لینے والے کی تو کوئی حد بھی ہے
دینے والے کو بہت سا چاہیے

اب تو دیکھی ہے بری حالت مری
پھر بھی دیکھیں گے وہ دیکھا چاہیے

عاشقی میں جو نہ کرنا تھا کیا
اب ہمیں کیا کام کرنا چاہیے

مر نہ جاؤں کر کے ارمان وصال

موت کو کوئی بہانا چاہیے

اس کو مل جائے اگر چاہت کی داد

چاہنے والے کو پھر کیا چاہیے

لکھ رہے ہیں کیا کراماً کاتبین

میرے دل کا حال لکھنا چاہیے

داغ کو حور و پری سے کیا غرض

آدمی اچھے سے اچھا چاہیے

☆☆☆

۴۳

دل میں فرحت جو کبھی آتی ہے

اپنے رونے پہ ہنسی آتی ہے

کیوں صبا کو نہ بناؤں قاصد

ابھی جاتی ہے ابھی آتی ہے

کیا ہے گنتی مرے ارمانوں کی

فوج کی فوج چلی آتی ہے

یہ سبب کیا ہے جدھر جاتا ہوں

سامنے تیری گلی آتی ہے

پیشوائی کو تری گلشن میں

نکہت گل بھی اڑی جاتی ہے

جان عاشق کی ترے وعدے پر

کبھی جاتی ہے کبھی آتی ہے

اس کی باتوں پہ مرے ماتم میں

رونے والوں کو ہنسی آتی ہے

شاخ امید جو ہوتی ہے ہری

ساتھ پتی کے کلی آتی ہے

کیا عدم سے ہمیں آنے کی خوشی
موت بھی ساتھ لگی آتی ہے

تجھ کو اے غنچہ و گل اس کی طرح
کھل کھلا کر بھی ہنسی آتی ہے

مجرمِ عشق ہوئے تم اے داغ
اب وہاں سے طلبی آتی ہے

☆☆☆

۴۴

چلے آتے ہی ایسے بے قرار آئے تو کیا آئے
کہ گھوڑے پر ہوا کے تم سوار آئے تو کیا آئے

کسی نے مڑ کے کب دیکھا چلے دے کے مجھے مٹی
سگئے تو کیا گئے پھر سوگوار آئے تو کیا آئے

کسی میں کچھ بہانہ ہے، کسی میں عذر ہے کوئی
لگاتار آج میرے نام تار آئے تو کیا آئے

بہت تکلیف پائی ہے ' بہت صدمے اٹھائے ہیں
طبیعت اب کہیں بے اختیار آئے تو کیا آئے

زمانہ جانتا ہے تم ہو جھوٹے اک زمانے کے
زمانے کو تمہارا اعتبار آئے تو کیا آئے

ہماری بات کیا سمجھے گا تو اے ناصحِ ناداں
سمجھ میں تیری اے ناکردہ کار آئے تو کیا آئے

ہوا بھی تیری خلوت گاہ میں آنے نہیں پاتی
ترے در تک مرا مشتِ غبار آئے تو کیا آئے

تسلی ہے نہ تسکیں، یہ کوئی آنے میں آنا ہے
عیادت کو مری وہ چند بار آئے تو کیا آئے

لگا رکھنا تمہیں آتا نہیں، بس ہے کسر اتنی
تمہارے دم میں کوئی بار بار آئے تو کیا آئے

سوال عشق کرنا تھا کہ عاشق کو مزا آتا
فرشتے پوچھنے زیر مزار آئے تو کیا آئے

شمار اہل وفا کا جو ہو دنیا میں تو بہتر ہے
تری گنتی میں وہ روز شمار آئے تو کیا آئے

بڑھی آتی ہے آگے ناامیدی پیشوائی کو
ترے در پر کوئی امیدوار آئے تو کیا آئے

قدم رکھا تھا بازی گاہ الفت میں کہ دل کھویا
گئے تھے جیتنے کیا چیز ہار آئے تو کیا آئے

جو ہیں اہل ہوس ساقی' شراب عشق کا ان کو
سرو آئے تو کیا آئے ' خمار آئے تو کیا آئے

نہیں اٹھتیں نگاہیں شرم سے کیا تیر مارو گے
تمہارے ہاتھ اب دل کا شکار آئے تو کیا آئے

تمہاری بزم میں دیکھا نہ ہم نے داغ سا کوئی
جو سو آئے تو کیا آئے' ہزار آئے تو کیا آئے

☆☆☆

۴۵

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی
دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی

یاد ہے وعدہ کیا تھا وصل کا
اور پھر تم نے قسم کھائی تھی

وہ زمانہ یاد آتا ہے ہمیں
ہائے کس کس پر طبیعت آئی تھی

اور بھی عاشق تھے کیا میرے سوا
تم نے گنتی ان کی کیوں گنوائی تھی

ہے یہی افسردہ دل کو لطف باغ
ہم نے چن لی جو کلی مرجھائی تھی

سن کے عاشق کی خبر کہنے لگے
کیا کریں ہم موت اس کی آئی تھی
دیکھ آئے ہم ترے بیمار کو
مردنی چہرے پہ اس کے چھائی تھی
رحمت باری نہ تھی گر زاہدو
پھر گھٹا میخانے پر کیوں چھائی تھی
اس ادا سے صبح کو وہ گھر گئے
تیغ تھی اے داغ یا انگڑائی تھی

☆☆☆

۴۶

عاشقی میں یہ بری بات ہوا کرتی ہے
رنج سے ترک ملاقات ہوا کرتی ہے
آئینہ رکھ کے یہی بات ہوا کرتی ہے
آمنے سامنے دن رات ہوا کرتی ہے
گریہ عاشق بے تاب پہ ہنس کر بولے
اب تو بے فصل بھی برسات ہوا کرتی ہے
دینے والوں کا بھی منہ آپ نے دیکھا ہے کبھی
ایک بوسے کی بھی خیرات ہوا کرتی ہے
اے سہی قد رجھے کہتے ہیں جو طوبیٰ قامت
یہی دنیا میں بڑی بات ہوا کرتی ہے
خاکساروں کو بھی آرام نہیں زیر فلک
کہ زمیں مورد آفات ہوا کرتی ہے
غم کھلاتے ہیں وہ مہماں بلا کر مجھ کو
یہ ضیافت، یہ مدارت ہوا کرتی ہے
متقی معتقد پیر مغاں ہوتے ہیں
ان سے ظاہر یہ کرامات ہوا کرتی ہے

فاتحہ کو بھی لحد پر نہیں آتا ہے کوئی
جیتے جی سب سے ملاقات ہوا کرتی ہے

عشق کیا جرم ہے انساں کے لیے اے واعظ
اس گنہ کی بھی مکافات ہوا کرتی ہے

مجلس وعظ میں انسان فرشتے دیکھے
کیا یہ جنت کی ملاقات ہوا کرتی ہے

دو گھڑی دن رہے بازار کا جانا نہ گیا
خوب پابندی اوقات ہوا کرتی ہے

دل نکل کر مرے پہلو سے پھنسا گیسو میں
کیا مسافر کو یوں ہی رات ہوا کرتی ہے

داغ صاحب سے کبھی گرم تھی صحبت دن رات
اب تو برسوں میں ملاقات ہوا کرتی ہے

☆☆☆

۴۷

رہوں ستم سے بھی محروم یہ ستم کیا ہے
وہ دیکھ کر مجھے کہتے ہیں اس میں دم کیا ہے

سنبھل کے کیجیے انکار بزم دشمن کا
نشیلی آنکھ یہ کیوں، لغزش قدم کیا ہے

اب آپ عہد شکن اور بدگماں میں ہوں
جو ہے خدا کی قسم بھی تو وہ قسم کیا ہے

مزا نماز سحر کا تو سن لیا زاہد
وہ لطف جام صبوحی کا صبح دم کیا ہے

ہم اور دفتر غم ان کا کیا نہ لکھ سکتے
جب انگلیوں میں نہیں دم تو پھر قلم کیا ہے

کھلیں گے راز تمہارے سنو گے کیا کیا کچھ
نہ پوچھنا کبھی مجھ سے کہ تجھ کو غم کیا ہے

یہ جھک پڑا ہے فلک سب کی پائمالی کو
بغیر وجہ ستم گر کی پشت خم کیا ہے

تم فراق میں جو روز مرتے جیتے ہیں
وہ جانتے ہی نہیں ہستی و عدم کیا ہے

غنیمت اپنے لیے ہجر میں ہے خون جگر
جو رزو کھانے کو یہ بھی ملے تو کم کیا ہے

سر نیاز سلامت رہے پئے تسلیم
نہیں تمیز ہمیں دیر کیا حرم کیا ہے

شمار کثرت عصیاں کا ہو نہیں سکتا
کسے خبر ہے کہ اندازہ کرم کیا ہے

کسی کے تیر نگہ کو ملے جگہ کیوں کر
ہجوم داغ الم میرے دل میں کم کیا ہے

تمہاری آنکھ' تمہاری نگہ تو ہے بے مہر
تمہارے دل میں نہیں جانتے ہیں ہم کیا ہے

نظر جو آئیں تو ہم دیکھ لیں خط تقدیر
ہمیں خبر ہی نہیں لوح کیا ، قلم کیا ہے

دیا جو داغ نے ظاہر وہ سب کو ہے معلوم
ملی ہے تم کو جو چپکے سے وہ رقم کیا ہے

☆☆☆

۴۸

یہ تماشا دیکھیے یا وہ تماشا دیکھیے
دی ہیں دو آنکھیں خدا نے ان سے کیا کیا دیکھیے

چھیڑ کر مجھ کو ذرا میرا تماشا دیکھیے
دیکھتے ہی دیکھتے ہوتا ہے کیا کیا دیکھیے

آپ کے چاہ ذقن سے دل نہ نکلے گا کبھی
یہ کنویں میں گر پڑا آنکھوں کا اندھا دیکھیے

ہیں ادائیں سی ادائیں اس سراپا ناز کی
اک نیا انداز پیدا ہو گا جتنا دیکھیے
اس کا ثانی ہے کہاں پیدا ان آنکھوں سے اگر
ساری دنیا دیکھیے سارا زمانا دیکھیے
یہ چھری میرے ہی دل پر چل رہی ہے ورنہ اب
دیکھنے والا تو کوئی اس ادا کا دیکھیے
تیزی تیغ نظر کو آپ پہلے دیکھ کر
پھر مرا دل دیکھیے میرا کلیجا دیکھیے
بعد میرے یوں وفا کوئی کرے گا کیا مجال
سوچیے دل میں، سمجھیے آپ ، اتنا دیکھیے
مجھ کو راہ عشق میں سوجھا نہ اپنا نیک و بد
رہنما کہتا رہا رستہ ہے ٹیڑھا دیکھیے؟
داد وہ بھی دے ہمارے دیکھنے کی بزم میں
کام کر جائے نگاہ شوق اتنا دیکھیے
مجھ کو بسمل کر کے ظالم نے کہا منہ پھیر کر
یہ تماشا ہے پرانا پھر اسے کیا دیکھیے
داغ دیکھے چاند کو کیوں دیکھ کر چہرہ ترا
جو ہو صورت دیکھی بھالی پھر اسے کیا دیکھیے

☆☆☆

۴۹

یہ بات بات میں کیا نازکی نکلتی ہے
دبی دبی ترے لب سے ہنسی نکلتی ہے
ٹھہر ٹھہر کے جلا دل کو، ایک بار نہ پھونک
کہ اس میں بوئے محبت ابھی نکلتی ہے
بجائے شکوہ بھی دیتا ہوں میں اس دعا کو
مری زباں سے کروں کیا وہی نکلتی ہے

خوشی میں ہم نے یہ شوخی کبھی نہیں دیکھی
دم عتاب میں جو رنگت تری نکلتی ہے

ہزار بار جو مانگا کرو تو کیا حاصل
دعا وہی ہے جو دل سے کبھی نکلتی ہے

ادا ادا سے تری کھچ رہی ہیں تلواریں
نگہ نگہ سے چھری پر چھری نکلتی ہے

محیط عشق میں ہے کیا امید و بیم مجھے
کہ ڈوب ڈوب کے کشتی مری نکلتی ہے

جھلکتی ہے سر شاخ مژہ سے خون کی بوند
شجر میں پہلے ثمر سے کلی نکلتی ہے

شب فراق جو کھولے ہیں ہم نے زخم جگر
یہ انتظار ہے کب چاندنی نکلتی ہے

سمجھ تو لیجیے کہنے تو دیجیے مطلب
بیاں سے پہلے ہی مجھ پر چھری نکلتی ہے

کہا جو اس نے کہ مر جاؤں گا تو کہتے ہیں
ہمارے زائچے میں زندگی نکلتی ہے

سمجھنے والے سمجھتے ہیں پیچ کی تقریر
کہ کچھ نہ کچھ تری باتوں میں فی نکلتی ہے

دم اخیر تصور ہے کس پری وش کا
کہ میری روح بھی بن کر پری نکلتی ہے

صنم کدے میں بھی ہے حسن اک خدائی کا
کہ جو نکلتی ہے صورت پری نکلتی ہے

مرے نکالے نہ نکلے گی آرزو میری
جو تم نکالنا چاہو ابھی نکلتی ہے

غم فراق میں ہو داغ اس قدر بے تاب
ذرا سے رنج میں جان آپ کی نکلتی ہے

☆☆☆

۵۰

درد دل ساتھ آہ لیتی ہے
ہم سفر کو نباہ لیتی ہے

ٹیڑھ کی وہ نگاہ لیتی ہے
بل کی زلف سیاہ لیتی یہ

دل جو لیتا ہے عشق کا رستہ
جان بھی اپنی راہ لیتی ہے

تم خبر لو مری وگرنہ خبر
آسماں کی یہ آہ لیتی ہے

بخشوانے کا جرم ان کی بلا
منت داد خواہ لیتی ہے

شب فرقت سے کون لے بدلا
جان یہ روسیاہ لیتی ہے

کیوں ستاتی ہے گردش گردوں
کیوں غریبوں کی آہ لیتی ہے

دل کو لیتی ہے یوں صف مژگاں
قلعہ جیسے سپاہ لیتی ہے

خون عاشق کے دل کا پی پی کر
کیا مزے تیری چاہ لیتی ہے

آرزو تیغ یاس سے ڈر کر
میرے دل میں پناہ لیتی ہے

کیوں نے بے تاب ہو ہمارا دل
صبر تیری نگاہ لیتی ہے

کس کس اہل سخن سے دیکھیں داغ
یہ غزل واہ واہ لیتی ہے

☆☆☆

۵۱

اب تیرے کام کی بھی نزاکت نہیں رہی
دل توڑنے کے واسطے طاقت نہیں رہی

تغیر حال زار کی تاثیر دیکھنا
میری شبیہ کی بھی وہ صورت نہیں رہی

دیکھو جفا کے بعد تو دل چیر کر مرا
باقی رہ کہ اس میں محبت نہیں رہی

جب یہ سمجھ لیا کہ جفا کام ہے ترا
کچھ مجھ کو تجھ سے کوئی شکایت نہیں رہی

ایسا جفا اٹھا کے تری چاہ کیا کروں
مجبور ہو گیا مری ہمت نہیں رہ

اب تمکنت سمائی تمہاری مزاج میں
وہ چلبلی ادا، وہ شرارت نہیں رہی

جیسے تھے وہ کھینچے انہیں لانا کھینچ کر
تاثیر مجھ میں جذب محبت نہیں رہ

انسان کے لیے ہے بڑی چیز آبرو
کیا عاشقی کا لطف جو عزت نہیں رہی

محفل میں ان کی، رات کو یہ رعب داب تھا
پروانے کو بھی شمع سے صحبت نہیں رہی

اچھا ہوا کہ مرگ عدو پر پڑے جو اشک
دل میں ترے کسی کی کدورت نہیں رہی

دعوائے عشق اور تنک ظرف بھی کریں
کیفیت شراب محبت نہیں رہی

بزم عدو میں انجمن آرا تو وہ رہا
سنتے ہیں ہم کہ لطف کی صحبت نہیں رہی

ایسا ہوں محو لذت دیدار یار اب
میرے خیال میں مری صورت نہیں رہی
سب کچھ دیا ہے داغ کو شاہ نظام نے
آبائی اس کی گرچہ ریاست نہیں رہی

☆☆☆

۵۲

مجھ کو عشق زلف عنبر فام ہے
صبح محشر بھی نظر میں شام ہے
عشق پر تکلیف کا الزام ہے
درد میرے واسطے آرام ہے
حسن میں حور و پری کا نام ہے
آدمی کو آدمی سے کام ہے
بزم سے میرے اٹھانے کے لیے
پوچھتے ہیں آپ کو کچھ کام ہے؟
جس کے دل کو دیکھیے تیرا ہے عشق
جو زباں ہے اس پہ تیرا نام ہے
دیدہ و دل دونوں ہیں مصروف عشق
کام والوں کو ہمیشہ کام ہے
مٹ گیا درد محبت کا مزہ
خلد میں آرام ہی آرام ہے
میکدہ کیا' جا کے مسجد میں بھی رند
پوچھ لیتے ہیں' مے گلفام ہے؟
لیجیے پکڑا گیا خط آپ کا
یہ لفافے پر عدو کا نام ہے
کر لیا نکہت سے اپنی دل اسیر
ان گل اندام وں کا اچھا دام ہے

بے محل دینے سے ہے کیا فائدہ
بارش بے وقت و بے ہنگام ہے
کیوں بناتے ہو رقیبوں کو مشیر
تم کو مجھ سے مجھ کو تم سے کام ہے
ایک شکوہ کر کے پچھتایا ہوں میں
رات دن دشنام پہ دشنام ہے
وہ دم آخر نہ آئے میرے پاس
دشمنوں کے کہہ دیا آرام ہے
کوئی سکتے میں ہے، کوئی مضطرب
اک تماشا ان کے زیر بام ہے
دل ہے پرخوں آنکھ میں آنسو نہیں
شیشہ ہے لبریز خالی جام ہے
ان کے قاصد نے کچھ ایسی بات کی
میں نے جانا موت کا پیغام ہے
وہ جلاتا ہے خود جلتا بھی ہے
جانتے ہو داغ کس کا نام ہے

☆☆☆

۵۳

ہم کیا کریں جو سلطنت روم و شام ہے
بے مثل بادشاہ ہمارا نظام ہے
کیا دل دہی کے ساتھ جواب پیام ہے
اے نامہ بر! تجھے تو ہمارا سلام ہے
محشر میں کامیاب ہوں اس میں کلام ہے
یہ طول مدعا ہے تو بس دن تمام ہے
دل سے نکل گئی تھی شب ہجر ایک آہ
اس دن سے آسمان پئے انتقام ہے

ہر وقت سوز عشق سے روشن ہے داغ دل
ایسے چراغ کو نہ سحر ہے نہ شام ہے

کرتا ہے ہجر یار میں کیا خون آرزو
تلوار کا جو کام ہے وہ دل کا کام ہے

جھوٹی ہمیشہ کھاتے ہو قرآن کی قسم
تم جانتے نہیں یہ خدا کا کلام ہے

خواب و خیال وصل کا کیونکر ہو اعتبار
اے دل سمجھ لے تو یہ پریشاں وہ خام ہے

کیا مجرمان عشق کی ہو گی نہ مغفرت
واعظ ترے کلام میں ہم کو کلام ہے

وہ فاتحہ کے واسطے ہر روز آئیں گے
لوح مزار پر مرے دشمن کا نام ہے

دل میں ہمارے آ کے تراجی بہل گیا
کیوں کہا گیا تھا ہم نے، یہ کیسا مقام ہے

اس کا ستم شریک زمانہ بھی چرخ بھی
کیسا جفائے یار کا اب اہتمام ہے

تم کس کے مہمان مرے مہمان ہو
دل کس کا ہے مقام، تمہارا مقام ہے

ناصح کی بات بات مجھے تیر ہو گئی
دل چھید ڈالے یہ کوئی طرز کلام ہے

ہر چشم نقش پا میں جو ہیں فتنے کیا عجب
تو فتنہ گر ہے اور قیامت خرام ہے

آئیں نہ خواب میں بھی تو کیا وصل کا مزا
حوروں کو دور ہی سے ہمارا سلام ہے

بدوضع کہہ کے داغ کو مجرم بنو نہ تم
سرکار بادشاہ میں وہ نیک نام ہے

☆☆☆

۵۴

جھوٹی پیوں رقیب کی مجھ کو حرام ہے
ساقی کے ہاتھ میں تو فقط ایک جام ہے

وہ چشم مست سامنے میرے مدام ہے
ایسے شراب خوار کو پینا حرام ہے

جو چھید ڈالے دل کو تمہاری نگاہ ہے
جو پیں ڈالے دل کو تمہارا خرام ہے

ہر اہل درد کو درم داغ ہے نصیب
سرکار عشق کا بھی عجب فیض عام ہے

وہ رنج اٹھائے ہم نے اگر کوچہ آپ کا
دارالسلام ہے تو ہمارا سلام ہے

اس چپقلش میں فاتحہ کو وہ نہ آئیں گے
خلقت کا میری قبر پہ کیوں اژدہام ہے

جو شکل ہے تری وہی اک شوخ کی ہے شکل
جو نام ہے ترا ہی اس کا بھی نام ہے

اہل وفا میں تم نے کیا غیر کو شریک
تم جانتے نہیں وہ ہمارا غلام ہے

یا دل مقابلے کی نہیں تاب لا سکا
یا آج ترک چشم کی ترکی تمام ہے

ملنے کو آئے ہیں تو بڑے اجتناب سے
مجھ کو تو روز عید بھی ماہ صیام ہے

کہتے ہیں کس کو داغ یہ کیا آپ نے کہا
لے دل میں چٹکیاں یہ اسی کا کلام ہے

☆☆☆

ہم نے مزے رخ یار کے لیے
دیدار والے جائیں گے دیدار کے لیے
کچھ خون دل ہے دیدہ خوں بار کے لیے
کچھ ہے بچا کھچا غم آزار کے لیے
سرمہ ضرور ہے نگہ یار کے لیے
یہ باڑ چاہیے اسی تلوار کے لیے
ترسی جب آنکھ جلوہ دیدار کے لیے
بوسے ہی ہم نے روزن دیوار کے لیے
کیا حال دکھوں کہ تری چشم خشمگیں
ہے مہر خامشی لب اظہار کے لیے
اصحاب کہف سے جو بچے خواب وہ ملے
یا رب عدو کے طالع بیدار کے لیے
ہوتا ہے اور جلوہ فروشوں سے کیا نصیب
دو چار گالیاں ہیں خریدار کے لیے
انکار کیجیے آپ مگر شکل آپ کی
کہتی ہے میں بنی ہوں ترے پیار کے لیے
مجرم بتوں کا بھی ہوں خدا کا بھی چور ہوں
دونوں میں ضد ہے ایک گنہگار کے لیے
دیکھو کوئی نگاہ کی شوخی نہ اڑا لے
رکھ لو بچا کے تیزی رفتار کے لیے
حلقے میں ہے مژہ کے تری چشم نرگسی
تیمار دار جمع ہیں بیمار کے لیے
یہ بار ناز ہم نے اٹھایا نہ جائے گا
بیکاری آپ ڈھونڈیے بیکار کے لیے
تر دامنی میں اشک ندامت بھی ہیں شریک

رحمت کا ہے نچوڑ گنہگار کے لیے

یہ جان کس کے واسطے، جاناں کے واسطے
یہ دل ہے اور کس کے لیے یار کے لیے

بیٹھے ہیں راہ دوست میں ہم پاؤں توڑ کر
اب فکر کیا ہے منزل دشوار کے لیے

حصہ وفا کا اور جفا کا ہوا ہے یوں
یہ دل کے واسطے وہ دل آزار کے لیے

نازک کلائی پھول سی، اس کام کی نہیں
مشتاق ہاتھ چاہیے تلوار کے لیے

خانہ خرابیاں بھی ہیں رسوائیوں کے ساتھ
یہ گھر کے واسطے ہیں وہ بازار کے لیے

تیرے تبسم نمکیں میں تو ہے اک مزہ
لیکن جگر فگار و دل افگار کے لیے

ہرجائی ایسی توبہ کو کیا منہ لگائیں ہم
زاہد کے واسطے کبھی مے خوار کے لیے

تو دل کو اک بار نہ کھا اے غم فراق
رکھا ہے اس کو ہم نے کئی بار کے لیے

خلوت میں ہیں شکر لب و شیریں دہن کے لطف
ایسی مٹھائیاں نہیں بازار کے لیے

یہ حال دیکھ کر **ملک** الموت کیا عجب
مانگے اگر دعا ترے بیمار کے لیے

یہ داغ کی دعا ہے کہ پروردگار دے
دنیا کی خوبیاں مرے سرکار کے لیے

☆☆☆

دل میں کیا مہرباں نہیں آتی

بات کہنے میں ہاں نہیں آتی

بڑھ گیا تجھ سے وہ ستم ایجاد
شرم اے آسماں نہیں آتی

کس طرح قول کے ہوں وہ سچے
میرے منہ میں زباں نہیں آتی

اس ستم گر کو یاد بھی میری
بھول کر نا گہاں نہیں آتی

ہے طبیعت بھی اپنی ہرجائی
کس جگہ یہ کہاں نہیں آتی

جل کے دل خاک ہو گیا شاید
بوئے سوز نہاں نہیں آتی

گو بلا ہے مفارقت تیری
نہیں آتی جہاں نہیں آتی

بے خودی میں کہا تھا ان سے حال
یاد وہ داستاں نہیں آئی

شب غم مر گیا موذن کیا
آج بانگ اذاں نہیں آتی

وہ اشاروں سے کام لیتے ہیں
گفتگو درمیاں نہیں آتی

کام کر جائے گی یہ خاموشی
ہم کو آہ و فغاں نہیں آتی

ہے نزاکت بھری خبر ان کی
کہ وہاں سے یہاں نہیں آتی

تجھ کو ہو گا ثواب فرقت میں
اے اجل کیوں یہاں نہیں آتی

دل لگاتے ہی ہم تو مرتے ہیں
نوبت امتحاں نہیں آتی

روز محشر بھی تیرے کشتے کے
تن میں روح رواں نہیں آتی
داغ ہی جانتا ہے طرز وفا
تم کو اے مہرباں نہیں آتی

☆☆☆

۵۷

حسن ادا بھی خوبی صورت میں چاہیے
یہ بڑھتی دولت ایسی ہی دولت میں چاہیے
ہمت کا ہارنا نہ مصیبت میں چاہیے
تھوڑا سا حوصلہ بھی طبیعت میں چاہیے
باہم یہ میل جول محبت میں چاہیے
میری طبیعت اس کی طبیعت میں چاہیے
آ جائے راہ راست پہ کافر ترا مزاج
اک بندہ خدا تری خدمت میں چاہیے
طوبیٰ ہو یا ہو سرو ترا بانکپن کہاں
انداز بھی تو کچھ قد وقامت میں چاہیے
میں تجھ سے پوچھتا ہوں مرے دل کا فیصلہ
دنیا میں چاہیے کہ قیامت میں چاہیے
کیا لطف دشمنی جو تعلق ہی اٹھ گیا
کچھ چھیڑ چھاڑ بھی تو عداوت میں چاہیے
انصاف سے کہو کہ یہ بیداد کا طریق
تم کو نہ چاہیے کہ محبت میں چاہیے
آیا ہے کیا پسند خم زلف پر شکن
کہتا ہوں یہ بل مری قسمت میں چاہیے
اس چشم سحر فن نے کیا ہے مجھے ہلاک
جادو کی روشنی مری تربت میں چاہیے

دیکھے کچھ ان کے چال چلن اور رنگ ڈھنگ
دینا دل ان حسینوں کو مدت میں چاہیے
کہتا ہے رشک دیدہ و دل بھی نہ ہوں شریک
غیرت بھی انتہا کی محبت میں چاہیے
ٹھنڈے کلیجے ہوں رخ دلدار دیکھ کر
ٹھنڈا بھی آفتاب قیامت میں چاہیے
نازل جو ہوں بلائیں **فلک** سے وہ دیکھ لوں
اتنی تو چاندنی شب فرقت میں چاہیے
یہ عشق کا ہے گھر کوئی دارالاماں نہیں
ہر روز واردات محبت میں چاہیے
میں نے شب وصل جگایا تو یہ کہا
کیا اٹھ کے بیٹھنا بھی نزاکت میں چاہیے
معشوق کے کہے کا برا مانتے ہو داغ
برداشت آدمی کی طبیعت میں چاہیے

☆☆☆

۵۸

رکھے وہ ہوشیار وہ صحبت میں چاہیے
میرا رقیب ہی مری خدمت میں چاہیے
جلوے کا تیرے نور بصارت میں چاہیے
ایسا چراغ راہ محبت میں چاہیے
عشاق روئیں گے غم معشوق میں بہت
ماتم کدہ بھی گوشتہ جنت میں چاہیے
حاضر یہ بدنصیب ہے بدلے رقیب کے
کوئی نہ کوئی آپ کی خدمت میں چاہیے
پاس ادب سے نام نہ لوں گا کہوں گا میں
کوئی علاوہ حور کے جنت میں چاہیے

مے خوار کو ہو مژدہ کہ قاضی نے کہہ دیا
پینا شراب کا بھی ضرورت میں چاہیے
جینا ہجوم یاس میں دشوار ہو گیا
مرنا بھی ان بلاؤں سے فرصت میں چاہیے
فرقت میں کیوں عذاب کی بھرمار پہ ہے
کافر کے واسطے یہ قیامت میں چاہیے
کیو صر صر فنا سے بجھی شمع آپ کی
یہ لو لگی ہوئی مری تربت میں چاہیے
اے دل شب فراق بھی گر سخت جاں رہا
مرنا بھی اور کون سی حالت میں چاہیے
خوں گشتہ آرزو بھی مرے ساتھ دفن ہو
تربت اک اور بھی مری تربت میں چاہیے
لوں گا نہ قصر خلد ترے دل کو دیکھ کر
کہہ دوں گا میں یہ گھر مجھے جنت میں چاہیے
جب مر گئے تو لذت آزار پھر کہاں
مرنا غم فراق سے مدت میں چاہیے
کم سن ابھی ہو عشق و ہوس کی نہیں خبر
تمیز امتحان محبت میں چاہیے
بعد فنا بھی یاد کرے اس کو حشر تک
یہ نوکری زمانہ رخصت میں چاہیے
دل آئے آپ کا تو بڑے بول آگئے آئیں
کچھ تو کمی غرور میں نخوت میں چاہیے
دیوانہ میں نہیں ہوں جو دیکھوں بہار باغ
ان کو تو دیکھنا تری صورت میں چاہیے
دولت تمہارے حسن کی جب بے زکات ہے
قاروں کے یہ خزانہ دولت میں چاہیے
دامن فلک کا اور گریباں ہلال کا

دست جنوں کے واسطے وحشت میں چاہیے
جنت کی ہے ہوس مجھے دنیا میں جس قدر
دنیا کی آرزو یوں ہی جنت میں چاہیے
حاتم کا دل ہو دولت قاروں ہو عمر خضر
اے داغ یہ کسی کی محبت میں چاہیے

☆☆☆

۵۹

دل دو طرح کا تیری محبت میں چاہیے
راحت میں ایک، ایک مصیبت میں چاہیے
اک اضطراب شوق طبیعت میں چاہیے
جو کچھ نہ چاہیے وہ محبت میں چاہیے
کچھ لاگ، کچھ لگاؤ طبیعت میں چاہیے
دونوں طرح کا رنگ محبت میں چاہیے
بت گر سے التجا ہے کہ دے دے بنا کے وہ
پتھر کا دل کسی کی محبت میں چاہیے
صبح شب فراق نہ ہو جائے شمع گل
کوئی شریک حال مصیبت میں چاہیے
عمر دراز خضر کو کیوں ہو گئی عطا
یہ تو مجھے کسی کی محبت میں چاہیے
کچھ تو پڑے دباؤ دل بے قرار پر
پارہ بھرا ہوا مری تربت میں چاہیے
جو دن ہیں زندگی کے وہ گزریں ہنسی خوشی
باہم سلوک مہر و محبت میں چاہیے
یہ کیا کہ دونوں صورت تصویر بن گئے
تھوڑی سی چھیڑ چھاڑ بھی صحبت میں چاہیے
کیوں ہو گیا بتوں کو مرے دل پہ اختیار

یا رب یہ تیرے قبضہ قدرت میں چاہیے
عاشق کے دل پہ زور تمہارا ہے کس قدر
انصاف سے کہو یہ نزاکت میں چاہیے
اٹھکھیلیاں ہوں گرد سے کانٹوں سے چھیڑ چھاڑ
سامان دل لگی کا یہ وحشت میں چاہیے
انسان عیش میں نہ مصیبت کو بھول جائے
دو رخ کی تاک جھانک بھی جنت میں چاہیے
وہ ابتدائے عشق میں حاصل مجھے ہوئی
جو بات انتہائے محبت میں چاہیے
آئیں گے بے شمار فرشتے عذاب کے
میدان حشر غیر کی تربت میں چاہیے
اپنا بھی کام نکلے وہ ناراض بھی نہ ہوں
ایسے مزے کی بات شکایت میں چاہیے
تجھ پر ہی جان دیجیے اگر جان دیجیے
تجھ کو ہی چاہیے کسی حالت میں چاہیے
اے داغ دیکھتے ہیں وہ عہد نظام میں
جو انتظام طرز حکومت میں چاہیے

☆☆☆

۶۰

عاشق متحمل نہ ہوئے قہر و غضب کے
بیٹھے رہو اب صبر سمیٹے ہوئے سب کے
آثار ہیں چہرے سے عیاں بزم طرب کے
متوالے چلے آتے ہو جاگے ہوئے شب کے
شعلے دل پر سوز سے اٹھتے ہیں غضب کے
یہ آگ نہیں وہ جو رہے خاک میں دب کے
ہوتا ہے شریک آپ یہ دکھ درد میں سب کے

کیا حوصلے ہیں یہ دل آزار طلب کے
حیرت ہے کہ یہ خاک دباتی ہے ہوا کو

اس دل کی کدورت میں رہی سانس بھی دب کے
اٹھتے ہی پہنچ جاتے ہیں یہ تا در مقصود

ہیں دست دعا میں بھی چلن پائے طلب کے
اللہ رے کیا پاس رقیبوں کا ہے تم کو

محشر میں طرف دار ہوئے جاتے ہو سب کے
ڈرتے نہیں اب آہ سے و دن بھی ہیں کچھ یاد

بجلی کے چمکتے ہی بغل میں مری دب کے
بے وجہ کسی پر کوئی عاشق نہیں ہوتا

ہم عالم اسباب میں قائل ہیں سبب کے
اس مصحف رخسار کی فرقت میں ہیں نالاں

ہم کو تو محرم ہے مہینے میں رجب کے
وہ زندہ کو مردہ کرے، یہ مردے کو زندہ

وہ چشم کے جادو ہیں، یہ اعجاز ہیں لب کے
دربار سلاطیں تو نہیں آپ کی محفل

عاشق بھی کہیں رہتے ہیں پابند ادب کے
جو بھید کی باتیں ہیں رقیبوں سے ملیں گی

وہ ہیں مرے مطلب کے وہی ہیں مرے ڈھب کے
وہ چاند سا چہرہ ہے تصور میں ہمارے

ہیں ہجر میں بھی ہم کو مزے وصل کی شب کے
گالوں پہ تھے نیل کے دھبے مری شامت

پوچھا یہ نشاں کب کے ہیں کہنے لگے اب کے
کیا دل کو دبائے گا ترا کوہ غم عشق

جو مرد دلاور ہیں وہ رہتے نہیں دب کے
دیکھا غم فرقت میں تڑپنے کا تماشا

دیدے تھے ندیدے مرے تاروں بھری شب کے

چن چن کے مصیبت میں فلک نے انہیں ڈھالا
خوگر جو ہمیشہ سے رہے عیش و طرب کے
عالم کے مرقع میں جدا سب کی ہیں شکلیں
قائل نہ ہوں کیوں جن و بشر صنعت رب کے
اللہ رے ترا بانکپن اف ری تری سج دھج
قربان تری گھات کے، صدقے تری چھب کے
داغوں سے محبت کے ہے دل صورت گلزار
ان پھولوں کی اے داغ بہار آئی ہے اب کے

☆☆☆

۶۱

نقشے ہیں یہ اب دیدہ دیدار طلب کے
رہ جاتی ہے پلکوں پہ نگہ ضعف سے دب کے
کس لطف کے کس دھوم کے کس عیش و طرب کے
یاد آتے ہیں جلسے وہ ہمیں چودھویں شب کے
ہیں نقش کف پا میں وہ انداز غضب کے
آندھی بھی نکلتی ہے تری راہ سے دب کے
مانند نظر جاتے ہیں منزل پہ سبک رو
دیکھے نہ کبھی نقش قدم پائے طلب کے
یا تیسرے فاقے سے بچے حضرت زاہد
یا تیسرے دن پھول ہوئے بنت عنب کے
کافی ہے زمانے کی اسیری کو یہ زنجیر
دل زلف کے حلقوں میں گرفتار ہیں سب کے
مسجد میں تو گنتی کے مسلمان ہی دیکھے
مے خانے میں جلوے نظر آئے ہمیں سب کے
جس دن سے کیا گیسوئے مشکیں نے پریشاں
اس روز سے مضمون نہ باندھے کسی شب کے

وہ دیکھتے ہیں آئینے میں زلف سیہ کو
ہم جانتے ہیں شام بھی اندر ہے حلب کے
رندوں کا ہوں میں دوست تو زہاد کا خادم
وہ کام کا انسان ہے کام آئے جو سب کے
معشوق کا اللہ طرف دار نہ ہو گا
کیا ہوش گئے ہیں دل انصاب طلب کے
سن سن کے مرا حال وہ بولے تو یہ بولے
یہ جھگڑے ہیں کس وقت کے یہ قصے ہیں کب کے
منہ لگتے ہی اللہ رے غیروں کا تکبر
شیطان نے کیا پھونک دیا کان میں سب کے
انکار کے وہ طور کہ دل مفت میں مل جائے
انداز نرالے ہیں ترے حسن طلب کے
کیا سخت گھڑی تھی کہ مری آنکھ لڑی تھی
یہ درد ، یہ آزار، یہ آلام ہیں جب کے
انسان کو دل دے تو دلیری بھی خدا دے
افسانے ہیں عالم میں شجاعان عرب کے
سوتے نہیں اس وہم سے وہ بستر گل پر
ڈالیں تن نازک پہ نشاں پھول نہ دب کے
افسانے سناؤں جو سنو کان لگا کے
کچھ عیش و طرب کے ہیں تو کچھ رنج و تعب کے
دیکھا نا کہ آخر کو خراش آئی دہن پر
آئینے میں بوسے لیے کیوں آپ نے لب کے
مجھ کو تو شب وصل میں اس وہم نے گھیرا
تجھ سے یوں ہی ارمان نکل جائیں گے سب کے
آئینے سے ہے شوق حسینوں کو نہایت
مالک کہیں ہو جائیں نہ یہ شہر حلب کے
اب عاقبت کار کی تم خیر مناؤ

بس داغ مزے لوٹ چکے عیش و طرب کے

☆☆☆

۶۲

دل جو ناکام ہوا جاتا ہے
شوق کا کام ہوا جاتا ہے
نہ مٹاؤ کسی عاشق کا نشاں
نام بدنام ہوا جاتا ہے
لطف ایذا طلبی کیا کہیے
درد آرام ہوا جاتا ہے
دل بیمار میں چٹکی لے لو
ابھی آرام ہوا جاتا ہے
رنگ لائے گا ترا رنگ عتاب
چہرہ گلفام ہوا جاتا ہے
آج کل کثرت عشاق سے عشق
شیوہ عام ہوا جاتا ہے
دیکھ کر مست وہ کافر آنکھیں
خون اسلام ہوا جاتا ہے
گلہ مہر و وفا مجھ سے نہ کر
شکوہ دشنام ہوا جاتا ہے
طلب وصل میں اے دل نہ تڑپ
اب سرانجام ہوا جاتا ہے
کیوں کیا ذکر محبت ان سے
یہ بھی پیغام ہوا جاتا ہے
داغ کے پاس جو آؤ تو ابھی
دور الزام ہوا جاتا ہے

☆☆☆

۶۳

طرز دیوانگی نہیں جاتی
ہوش کی لوں ' تو لی نہیں جاتی
خلش عاشقی نہیں جاتی
نہیں جاتی' کبھی نہیں جاتی

بات پوری کرو تمہاری بات
بیچ میں تو لی نہیں جاتی
کیوں کیے تھے ستم جو کہتے ہو
یہ دہائی سنی نہیں جاتی

دیکھ اس چشم مست کو زاہد
تجھ سے اتنی بھی پی نہیں جاتی
بددعا سن رہی ہے کیوں شب غم
سامنے سے چلی نہیں جاتی

اڑتی رہتی ہے گو ہماری خاک
چھوڑ کر وہ گلی نہیں جاتی
وہ نہ جائیں عدو کے گھر جب بھی
بدگمانی مری نہیں جاتی

گرچہ بلبل ہزار نالاں ہو
گل تر کی ہنسی نہیں جاتی
جلوہ یار سامنے ہے مگر
شوق کی بے خودی نہیں جاتی

دعوئ عشق پہ وہ کہتے ہیں
یہ تعلی سنی نہیں ضاتی
اب وہ آتے ہیں آرزو میری
مر کے کم بخت جی نہیں جاتی

وقت آخر ہو گیا مگر اے داغ
ہوس زندگی نہیں جاتی

☆☆☆

۶۴

الٰہی راہ سیدھی کب تری الفت کی لیتا ہے
کوئی دوزخ کی لیتا ہے، کوئی جنت کی لیتا ہے
لگاوٹ میں بھی اکھڑی ان سے اک آفت کی لیتا ہے
اپچ یار لیتا ہے جب یہ دل، نئی صورت لیتا ہے
ستم گر کو ہمیشہ پیار آتا ہے ستم گر پر
بلائیں بخت بد کیا کیا شب فرقت کی لیتا ہے
حنائی فندق اس کی یاد آتی ہے جو فرقت میں
ہمارے دل میں چٹکی درد کس آفت کی لیتا ہے
یہاں تک خود پرستی اور خود بینی ہے اس بت کو
مصور سے بھی تصویر اپنی ہی صورت کی لیتا ہے
کسی کی ٹھوکریں کھا کر بڑھتا ہے اس قدر رتبہ
کہ جو آتا ہے وہ مٹی مری تربت کی لیتا ہے
جناب واعظ اکثر دو دن کی لیتے ہیں ممبر پر
مگر اب کوئی رند آ کر خبر حضرت کی لیتا ہے
نہ کیوں افسوس ہائے کوہ کن کی بد نصیبی پر
ہر اک مزدور اجرت کام کی محنت کی لیتا ہے
شراب ناب ہو ہر قسم کی اے پیر مے خانہ
پلا کر مجھ کو پھر یہ پوچھ کس قیمت کی لیتا ہے
سمجھتا ہوں کہ اس کو دیر ہو جاتی ہے برسوں کی
مرا قاصد جو مہلت ایک بھی ساعت کی لیتا ہے
مقابل میں پری رویوں کے کوئی داغ کو دیکھے
یہ بن جاتا ہے دیوانہ، عجب وحشت کی لیتا ہے

☆☆☆

۶۵

غم جگہ دل میں پا ہی جاتا ہے
آدمی کو یہ کھا ہی جاتا ہے

نہ رکا بزم غیر میں آنسو
آنے والا تو آ ہی جاتا ہے

تلخیِ عشق کیا گوارا ہو
زندگی کا مزا ہی جاتا ہے

صاف دیکھی نہ بادہ خوار کی آنکھ
کچھ نہ کچھ رنگ آ ہی جاتا ہے

کبھی پورا ہوا نہ کام کوئی
میں نے جانا ہوا ہی جاتا ہے

بدگماں ہے تری طرف سے دل
کچھ نہ کچھ وہم آ ہی جاتا ہے

میرے سر کی قسم تجھے قاصد
جلد تر تو بھی کیا ہی جاتا ہے

دیکھتا ہوں جو خوب رو کوئی
وہ تصور میں آ ہی جاتا ہے

تم تو گھر کس طرح سے جانے دوں
کہ مرا مدعا ہی جاتا ہے

وصف اغیار بزم میں ان سے
کیا کریں ہم سنا ہی جاتا ہے

نامہ بر کو دیا ہے خط لیکن
دل ہمارا جدا ہی جاتا ہے

راز دل سن کے کیوں ہوئے برہم
جو ہے کہنا، کہا ہی جاتا ہے

ذکر واعظ سے میں نے یہ جانا
حشر برپا ہوا ہی جاتا ہے
سچ تو یہ ہے کہ بتکدے میں ہمیں
لے کے خوف خدا ہی جاتا ہے
سرد مہری سے بھی تری ظالم
داغ دل میں جلا ہی جاتا ہے

☆☆☆

۶۶

میرے پیام بر سے انہیں برہمی ہوئی
یا رب کسی کی بات نہ بگڑے بنی ہوئی
دل کی لگی ہوئی بھی کوئی دل لگی ہوئی
بجھتی نہیں بجھائے سے ایسی لگی ہوئی
میت پہ میری آ کے دل ان کا دہل گیا
تعظیم کو جو لاش مری اٹھ کھڑی ہوئی
وقت شگاف سینہ مکدر جو تھا یہ دل
اس کی چھری بھی خاک میں نکلی بھری ہوئی
واعظ مے طہور کی خواہش ہے اس لیے
دنیا میں جو شراب ہے اپنی ہے پی ہوئی
بچ کر نہ چلیے راہ سے میری جناب خضر
یہ رہروی ہوئی کہ سلامت روی ہوئی
سلگانے سے سلگتی نہیں آگ عشق کی
ایسی کچھ آج کل ہے طبیعت بجھی ہوئی
ہاں ہاں ذرا نگہ سے نگہ دل سے دل لڑے
یا چوٹ آپ پر ہوئی یا آپ کی ہوئی
سچ ہے رفیق وہ ہے جو دے آخرت کا ساتھ
بعد فنا نہ مجھ سے جدا بے کسی ہوئی

کہتا ہوں آج اور نئی اپنی داستاں
تم کو مزا نہ دے گی کہانی سنی ہوئی

چکر میں بحر غم کے یہ حسرت بھرا ہے دل
گرداب میں پھنسی مری کشتی بھری ہوئی

صبح شب وصال نہ تھا کوئی میرے پاس
اک شمع ساری رات کی وہ بھی جلی ہوئی

خلقت کا ازدحام ہے کیوں میری قبر پر
برباد ان کی وجہ سے کیا بے کسی ہوئی

تم ذکر رقیب کے شرمائے جاتے ہو
یہ بات کہہ کے خود مجھے شرمندگی ہوئی

اس بدگماں کو دے کوئی جا کر مبارکی
دشمن کے ساتھ آج مری دوستی ہوئی

جاتے نہیں جنازہ عاشق کے ساتھ ساتھ
کیا پاؤں میں ہے آپ کے مہندی لگی ہوئی

اہل عزا کو اس نے تو دیوانہ کر دیا
جو مجھ کو رو رہے تھے اب ان کی ہنسی ہوئی

کی چھیڑ چھاڑ داغ نے تم سے برا کیا
اب درگزر کرو کہ خطا جو ہوئی، ہوئی

☆☆☆

۶۷

دل بھی جگر بھی آتش غم سے جھلس گئے
مانند ابر ان پہ نہ آنسو برس گئے

مہمان سرائے دہر میں دس آئے دس گئے
اتنا مگر ہے فرق کہ کچھ پیش و پس گئے

جس وقت میں‌نے توبہ کا سامان کر لیا
کچھ بادل آسماں پہ آ کر برس گئے

کھوٹے کھرے کی عشق میں پہچان ہو گئی
اچھے ہم امتحاں کی کسوٹی پہ کس گئے
دل تنگ تر ہجوم غم و رنج بے شمار
اس گھر میں جتنے آئے تھے بارس وہ بس گئے
رہرو سے فرط شوق میں چھوٹا ہے قافلہ
ہم آگے آگے مثل صدائے جرس گئے
کیوں آشیاں نہ آتش گل نے جلا دیا
برباد عندلیب کے سب خار و خس گئے
میدان امتحاں میں نہ ٹھہرا ذرا کوئی
گو کر کے حوصلہ بہت اہل ہوس گئے
لکھیں جو اور کچھ ی ہماری مجال کیا
اتنا ہی لکھ کے بھیج دیا ہے ترس گئے
سب آئے ان کی بزم سے ان کا پتہ نہیں
کیا جانے جا کے داغ کس آفت میں پھنس گئے

☆☆☆

٦٨

شوخی سے قرار اس کو کہیں دل میں نہیں ہے
یہ چاند وہ ہے جو کسی منزل میں نہیں ہے
کہتے ہو کوئی میرے مقابل میں نہیں ہے
دیکھو تو ذرا غور سے اس دل میں نہیں ہے
اللہ مددگار ہے رہبر ہے ہمارا
رہزن کا خطر عشق کی منزل میں نہیں ہے
خورشید کی مانند ہیں روشن ترے رخسار
کچھ شمع کی حاجت تری محفل میں نہیں ہے
اتنے بھی ترے جلوے سے محروم ہیں آنکھیں
چلمن کی جھلک پردہ حائل میں نہیں ہے

بے جرم کیا قتل تو بے تاب نہ ہو گا
بسمل کی تڑپ کیا دل قاتل میں نہیں ہے
جلتے ہیں جو پروانے تو اف بھی نہیں کرتے
یہ صبر و تحمل تو عنادل میں نہیں ہے
رگ رگ مری گردن کی پھڑکتی ہے الٰہی
افسوس کہ خنجر کف قاتل میں نہیں ہے
رکھنے دے مجھے ہاتھ کہ میں سوز محبت
دیکھوں تو سہی ہے کہ ترے دل میں نہیں ہے
جل جل کے فلک کو بھی وہیں آگ محبت
یہ داغ جگر کا مہ کامل میں نہیں ہے
اس دام سے کاکل کے نہ نکلے گا مرا دل
جکڑا ہوا لوہے کی سلاسل میں نہیں ہے
جو جس کی ہے قسمت میں وہ ملتا ہے اس کو
جو داغ جگر میں ہے، مرے دل میں نہیں ہے
ظالم وہ ترے خوف سے لب پر نہیں آتا
ہونے کو تو کیا کیا دل بسمل میں نہیں ہے
خاموش اٹھاتا ہے یہ طوفان کے صدمے
گویا ہو یہ قدرت لب ساحل میں نہیں ہے
بے حد ہیں الٰہی درم داغ محبت
قاروں کا خزانہ تو مرے دل میں نہیں ہے
اک رند سے صوفی نے کہا دل نہیں لگتا
رقص مے و مطرب تری محفل میں نہیں ہے
ہر رنگ میں ہے اور جدا رنگ ہی تیرا
ہر دل میں ہے تو اور کسی دل میں نہیں ہے
تمکیں اسے روکے تو کشش قیس کی کھینچے
محمل میں ہے لیلیٰ کبھی محمل میں نہیں ہے
یہ چیز عجب چیز ہے، لطف عجب لطف

جینے کا مزا کیا جو مزا دل میں نہیں ہے
ایذا طلب ایسا ہوں جو (ہو) درد کسی کے
کہتا ہوں یہ افسوس مرے دل میں نہیں ہے
تو دل میں نہیں ہے تو مرے دل میں ہے کیا کچھ
تو دل میں ہے میرے تو کوئی دل میں نہیں ہے
آسان وہ کر دے گا دعا وصل کی مانگو
اے داغ یہ مشکل کسی مشکل میں نہیں ہے

☆☆☆

۲۹

وہ سنتے ہیں جو دل سے کان رکھ کر داستان میری
مزے لیتی ہے میرے نطق کی کیا کیا زباں میری
غنیمت ہے گرفتاری میں تھوڑی سی بھی آزادی
کہ پھر کر دیکھتی مجھ کو نہیں عمر رواں میری
نظر اپنی چرا لے مجھ کو روتا دیکھ کر ورنہ
پھرے گی تیری آنکھوں میں یہ چشم خونفشاں میری
لحاظ و پاس کیسا گفتگو جب دو بدو ٹھہری
نہ رکتی ہے زبان ان کی نہ تھمتی ہے زباں میری
یہ صدمہ ہے کہیں صدمہ نہ پہنچے دست قاتل کو
بری حالت ہوئی جاتی ہے وقت امتحاں میری
یہ قسمت ہے کہ ہو شکرت کسی کی، کوئی رسوا ہو
جہاں مذکور ہے ان کا، وہیں ہے داستاں میری
سلیقہ بات کا جب تجھ کو اے پیغام بر آئے
ترے دل میں ہو دل میرا، زباں میں ہو زباں میری
لگا کر آگ وحشت سے نہ ٹھہرا باغباں دم بھر
کہ بجلی بن گئی تھی جل کے شکل آشیاں میری
لگاوٹ کی یہ باتیں کرتی ہے کیا کیا بشارت سے

تری چشم سخن گو میں بھی ہے گویا زباں میری
ہزاروں آتے جاتے ہیں کسی سے کچھ نہیں مطلب
فقط اک چوکسی کرتا ہے ان کا پاسباں میری
رقیبوں کی وفاداری کے وہ شیوے بتاتے ہیں
ہوئی ہے دوستی بھی اب نصیب دشمناں میری
محبت کا ہو جس دم قحط گاہک دل کے آتے ہیں
گراں ہوتا ہے جب سودا تو چلتی ہے دکاں میری
در جاناں یہ فرسودہ کیا ہے جبہ سائی سے
عجب کیا ہے کرے فریاد سنگ آستاں میری
بیاں کرتا ہے جب کیفیت رفتار مستانہ
تو متوالوں کی صورت لڑکھڑاتی ہے زباں میری
پسند آئی تھی جو ان کو وہی میں بات بھولا ہوں
اب اک اک حرف کو اس کے ترستی ہے زباں میری
سناؤں کس کو جو کچھ عمر بھر آنکھوں سے دیکھا ہے
کہ طولانی ہے داغ ہاں یہ داستاں میری

☆☆☆

غیر مطبوعہ اشعار یادگار داغ

تمہارا دل مرے دل کے برابر ہو نہیں سکتا
وہ شیشہ ہو نہیں سکتا یہ پتھر ہو نہیں سکتا
کسی کو چین کیا اے بندہ پرور ہو نہیں سکتا
جو تم چاہو تو ہو سکتا ہے کیونکر ہو نہیں سکتا
کبھی ناصح کی سن لیتا ہوں پھر برسوں تڑپتا ہوں
کبھی ہوتا ہے مجھ سے صبر اکثر ہو نہیں سکتا
نہ دے وہ داد گر میری، تو یہ ہے سخت مجبوری
کہ بندے کا تو کچھ دعوئ خدا پر ہو نہیں سکتا
یہ ممکن ہے کہ تجھ پر ہو بھی جائے اختیار اپنا

مگر قابو ہمارا اپنے دل پر ہو نہیں سکتا
جلائے گی مجھے کیا خاک یا رب آگ دوزخ کی
کہ جس سے خشک میرا دامن تر ہو نہیں سکتا
جفائیں جھیل کر عاشق کریں معشوق کو ظالم
وگرنہ بے سبب کوئی ستم گر ہو نہیں سکتا
وہ کیا کیا کوستے ہیں بیٹھ کر اپنی نزاکت کو
بپا رفتار سے ان کی جو محشر ہو نہیں سکتا
تلون ہے طبیعت کا کہ یہ شوخی ہے طینت کی
کوئی وعدے کا دن تجھ سے مقرر ہو نہیں سکتا
جفائیں داغ پر کرتے ہیں، وہ یہ بھی سمجھتے ہیں
کہ ایسا آدمی مجھ کو میسر ہو نہیں سکتا
یہ جلسے جیت جی کے ہیں اگر دم ہے تو سب کچھ ہے
کہ بہتر زندگی سے کوئی میلا ہو نہیں سکتا

☆☆☆

یہ (تو) دنیا ہے قیامت تو نہیں جو طے ہو
کفر و اسلا کا آپ میں یہ جھگڑا کیسا
سعی ہے شرط مگر سعی سے ہوتا کیا ہے
جب مقدر میں نہ ہو نفع تو پیسا کیسا
دین و دنیا کا نہیں ہوش ہوا ہے غافل
داغ بے خود کا ہے یہ حال خدایا کیسا

☆☆☆

میری آنکھوں سے جو بہتے ہیں گلابی آنسو
خون دل کا نہ سہی خون تمنا ہو گا
خیر بہتر ہے رہے حشر پہ جھگڑا موقوف
ہاتھ میرا تو گریبان تمہارا ہو گا

☆☆☆

پروانوں کے پروں کا ہوا ڈھیر صبح تک
زیبا ہے گر کہوں انہیں شمع لگن کے پھول

☆☆☆

ہو گیا ہے یاد مژگاں میں جنوں
تنکے چنتے پھرتے ہیں صحرا میں ہم
ہوش اڑا لے جائے گی اپنے پری
دیکھے ہیں ساغر و مینا میں ہم

☆☆☆

بزم دشمن کا اثر ہم میں ہی تھا
چور تھے ہاں نشہ صہبا میں ہم
دیکھنا تھا جلوہ جو کچھ ہم کو داغ
دیکھ آئے یثرب و بطحا میں ہم

☆☆☆

آزار عشق سے بھی تو بڑھتی ہے اپنی عمر
لیتے ہیں اک زمانے کی لاکھوں دعائیں ہم

☆☆☆

مہربانی ہے کہاں لطف کہاں وصل کہاں
آئے ہو دل کو ستانے تمہیں ہم جانتے ہیں
اگلے وقتوں کی یہ باتیں ہیں تمہاری ناصح
تم تو ہو گھاگ پرانے، تمہیں ہم جانتے ہیں

☆☆☆

The Ene------------------اختتام